
خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchalpk.com aanchalnovel.com

بانی مدیرہ	زیب النساء
مدیر اعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آرا
نائب مدیرہ	سعیدہ نثار
مدیر خصوصی	طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین	جویریہ احمد
	روبین احمد

جلد	39
شمارہ	08
نومبر	2017

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

/Naeyufaq Aanchal & Hijab official group

/women.magazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن/ابن حسن پرنٹنگ پریس

ہاکی اسٹیڈیم کراچی/دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400



سرورق: عظمیٰ ...... آرائش: زید جی ...... ڈریس: جیم کلیکش

عکاسی: ایم کاشف 0331-4546116

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتہ: ''آنچل'' پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 کے از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''حضور اکرم محمد ﷺ نے فرمایا: جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہیں کرتا میں اُس کے لیے جنت میں گھر کا ضامن ہوں۔''

(سنن ابی داؤد)

سرگوشیاں

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

نومبر ۲۰۱۷ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

ماہ محرم اپنی تمام تر عقیدت و احترام کے ساتھ گزر گیا اللہ سبحان وتعالیٰ کا صد شکر ہے کہ اس ماہ مبارک میں کوئی بڑا غم آگیں معاملہ پیش نہیں آیا محرم کی تمام مجالس و محافل وطن عزیز میں ہر جگہ ہر طرف مکمل سکون و اطمینان کے ساتھ منعقد کی گئیں، اللہ سبحان و تعالیٰ کرے کہ وطن عزیز ہمیشہ پُرامن و پُرسکون رہے اور اتحاد بین المسلمین کی فضا ہمیشہ قائم رہے آمین۔

وطن عزیز میں ہر طرف سیاسی بے چینی اور ہلچل کا سماں ہے ہر آنے والا لمحہ بے یقینی و بے اعتمادی لیے چلا آرہا ہے تمام چھوٹی بڑی سیاسی جماعتیں اپنی ڈفلی اپنا راگ الاپ رہی ہیں کہیں سے عوامی فلاح و بہبود کی کوئی ہلکی سی بھی آواز نہیں سنائی دے رہی عوام غربت، بے روزگاری اور سب سے بڑھ کر مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں کہیں کوئی شنوائی نہیں۔ ہر طرف کرپشن، بدعنوانی کے عفریت نے اپنے پنجے گاڑھ رکھے ہیں، نہ بلدیاتی نہ ترقیاتی کام ہورہے ہیں ہر کوئی اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے کا الزام اپنے مخالفین پر ڈال کر عوام کو بے وقوف بنا رہا ہے خیر یہ تو تھی حالات حاضرہ کی بات اب چلتے ہیں اپنے آنچل کی جانب۔

تمام قاری اور لکھاری بہنوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ہر ماہ کی طرح اس ماہ بھی بہت سارے محبت بھرے خطوط ملے اور اس میں بہنوں نے نہ صرف اپنی دلچسپی و پسندیدگی کا اظہار کیا بلکہ مفید مشوروں سے بھی خوب نوازا۔ میری اور میری ساتھیوں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ آپ کے محبت ناموں سے ملنے والی حوصلہ افزائی اور پسندیدگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے مزید بہتر سے بہترین کی جستجو کرتے رہیں آپ کی پسند اور تسلی ہی ہمارا بے حد قیمتی سرمایہ ہے ان شاء اللہ ہمیں ہر قدم آپ اپنے قریب اور ساتھ پائیں گی۔ ہمیں یہ قوی امید ہے کہ آپ بہنوں کا بھرپور تعاون ہمیں ہمیشہ حاصل رہے گا ان شاء اللہ آپ کی رائے آپ کے مشورے ہمارے لیے نہ صرف حوصلہ افزائی کا باعث ہوتے ہیں بلکہ ہمیں آگے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ اور رہنمائی بھی فراہم کرتے ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کا تعاون آپ کی محبتیں یونہی برقرار اور قائم رکھے آمین آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت دیجیے آپ کے محبت ناموں کا انتظار رہے گا۔

نوٹ: حجاب کا نومبر کا شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا تمام بہنیں جلد از جلد اپنی نگارشات ارسال کردیں ''دوست کا پیغام آئے'' سلسلہ آپ کے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے حجاب میں بھی شروع کیا جارہا ہے اس سلسلے کے لیے اپنے پیغامات ارسال کرسکتے ہیں۔

اس ماہ کے ستارے

نبیلہ ابر راجا، طیبہ عنصر مغل، شبینہ گل، ام ایمان قاضی، سحرش فاطمہ، رافعہ ملک، ہمیرا محمد رفیق۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

سچے دل سے جھک گیا جو بھی خدا کے سامنے
سرخرو وہ ہوگیا ہے کبریا کے سامنے

وہ کبھی مشکل میں گھبراتا نہیں ہے بالیقیں
جس نے سمجھا ہے تری ہستی کو رب العالمین

لفظ کن سے جس نے پیدا کردیا سارا جہاں
ہے وہی ہستی یقیناً خالق کون و مکاں

ظلمتوں کی کوکھ سے پیدا کرے وہ نور کو
پھر اجالوں پر کرے حاوی شب دیجور کو

ان فضاؤں میں پرندوں کو اڑاتا ہے وہی
گلشن ہستی میں پھولوں کو کھلاتا ہے وہی

چل نہیں سکتی ہوا اس کی اجازت کے بغیر
آدمی انسان نہیں اس کی عبادت کے بغیر

وہ قمر سب کا خدا ہے مالک ارض و سما
اس نے اس دنیا کی ہر اک چیز کو پیدا کیا

ریاض حسین قمر

نعت

اے سبز گنبد والے منظور دعا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا

اے نور خدا آکر آنکھوں میں سما جانا
یا در پہ بلا لینا یا خواب میں آجانا
اے پردہ نشیں دل کے پردے میں رہا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا

میں قبر اندھیری میں گھبراؤں گا جب تنہا
امداد میری کرنے آجانا ذرا شاہا
روشن میری تربت کو للہ ذرا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا

مجرم ہوں جہاں بھر کا محشر میں بھرم رکھنا
رسوائے زمانہ ہوں دوزخ سے بچالینا
مقبول دعا میری محبوب خدا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا

چہرے سے ضیاء پائی ان چاند ستاروں نے
اس در سے شفا پائی دکھ درد کے ماروں نے
آتا ہے انہیں صابر ہر دکھ کی دوا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا

صابر صاحب

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جواب آں
مدیرہ

رفاقت جاوید...... اسلام آباد
ڈیئر رفاقت! شاد وآباد رہو' آپ کی علالت اور بیماری کے متعلق سن کر بے ساختہ دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی تمام تکالیف دور کرے' آمین۔ بے شک صحت و تندرستی اللہ سبحان وتعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور جب اس نعمت سے انسان محروم ہوتا ہے تو اس کی قدر بخوبی جان پاتا ہے۔ ایسے حالات میں اپنا بھرپور خیال رکھیں اللہ سبحان و تعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عطا فرمائے' آمین۔

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد
ڈیئر نازی! سدا سہاگن وآباد رہو' آپ کی علالت کے متعلق جان کر بے حد دکھ ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو جلد صحت وتندرستی عطا فرمائے مع آپ کے بچوں کے اور مشکل کی ان گھڑیوں میں آپ کو آسانی عطا فرمائے' آمین۔ بے شک چھوٹے بچوں کے ساتھ گھریلو ذمہ داریوں میں الجھ کر انسان اپنی ذات سے غافل ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی اپنا خیال رکھیں آپ کے قارئین سے بھی آپ کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ اسی علالت کے سبب نازیہ اس بار قسط بھی نہیں لکھ سکیں' امید ہے آئندہ ماہ آپ روبہ صحت ہو کر اس تشنگی کو دور کر دیں گی' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی والی عمر دراز عطا فرمائے' آمین۔

سویرا فلک...... کراچی
ڈیئر سویرا! خوش رہو' والدین اللہ سبحان وتعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے انمول نعمت ہیں جنہیں ہم کبھی کھونا نہیں چاہتے یا ان کے حوالے سے کوئی منفی سوچ کبھی ذہن میں آنے نہیں دیتے لیکن دنیائے فانی میں زندگی کی حقیقت بھی مختصر ہی ہے یہاں سے سب نے ہی اپنی باری پر چلے جانا ہے۔ آپ کے والد کی رحلت کا جان کر دکھ پہنچا بے شک والد کا روپ گھنے سائے کی مانند ہوتا ہے جو گرم وسرد ہوا سے بچاتے ہماری پرورش کرتے ہیں۔ آپ کی اس محرومی کا دکھ میں جان سکتی ہوں لیکن پھر بھی صبر کا دامن تھامے رکھیں اور ان کے لیے دعا گو رہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے والد کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین' قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نادیہ احمد...... دبئی
عزیزی نادیہ! شاد وآباد رہو' آپ کی جانب سے ارسال کردہ خوب صورت کتابی تحفہ بعنوان ''وہ نہیں ملا تو ملال کیا'' موصول ہوئی' سب سے پہلے تو دوسری کتاب کی اشاعت پر ڈھیروں مبارک باد۔ آپ یونہی کامیابی وترقی کی منازل طے کرتی جائیں۔ آسمان ادب کے درخشاں ستاروں میں آپ کا نام سدا جگمگاتا رہے' آمین۔ جہاں تک کتاب کی بات ہے تو ہمارے قارئین کے لیے ایک خوب صورت اضافہ ہے چار ناولز پر مبنی یہ کتاب جن میں سے دو آپ ہمارے ادارے کے توسط سے پڑھ چکے ہیں جن میں ایک ''اسکینڈل'' اور دوسرا ''کتنے معتبر ٹھہرے'' شامل ہیں۔ آپ کے دیگر دو ناول بھی دلچسپی اور انفرادیت میں اپنی مثال آپ ہیں' امید ہے یہ کتاب علم و ادب سے شغف رکھنے والوں کے لیے ایک بہترین اضافہ ثابت ہوگی۔

مسز نگہت غفار...... کراچی
ڈیئر نگہت شاد وآباد رہو' آپ کی تحریر دسمبر کے رنگوں کو بھی خود میں سموئے ہوئے ہے۔ محبت روایات اور معاشرتی اقدار کا خوب صورت امتزاج پیدا کیا ہے جہاں چاہت آخری دم تک نظر آتی ہے اور کہانی اس بات کا احاطہ کیے ہوئے ہے کہ......

''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں''

بہرحال یہ تحریر جلد لگ جائے گی۔

فریدہ فری...... لاہور
عزیزی فری! جیتی رہو' آپ کے بیٹے کے حادثے کی خبر سن کر دل بہت رنجیدہ ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ ہر کسی کو ان ناگہانی آفات آلام ومصائب سے دور رکھے یقیناً اس وقت آپ اپنے بیٹے کے لیے متفکر ہوں گی ان مشکل گھڑیوں میں ہماری دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں' جلد آپ

کا نور نظر پہلے کی طرح صحت یاب ہوکر آپ کے گھر کی رونق بن جائے گا' قارئین سے بھی فریدی فری اوران کے بیٹے کے لیے دعائے صحت کے ملتمس ہیں۔

ملیا سمیعون...... اٹک

ڈیئر ملیا! سدا خوش رہیں' آپ کی تحریر ہمیں موصول ہوگئی ہے' ان شاء اللہ باری آنے پر پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

صبا یونس قریشی...... ملتان

ڈیئر صبا! سدا مسکراؤ' آپ کی ارسال کردہ تمام تحریریں ہمارے پاس محفوظ ہیں اور ''شرعی حق'' اور ''رشتے'' بھی قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہی ہیں پہلے ان فسانوں کا نمبر آئے گا اوراس کے بعد آپ کے ناول کی طرف بڑھیں گے۔ آپ اسی طرح اپنا قلمی سفر جاری رکھیں۔ ہم تک آپ کا ناول پہنچ گیا ہے تو ان شاء اللہ ایک روز شائع بھی ہوجائے گا۔

عائشہ اختر بٹ...... سرگودھا

ڈیئر عائش! سدا شادو رہو' آپ کی ارسال کردہ تینوں تحریریں پڑھ ڈالیں' جن میں سے آپ کی ایک تحریر ''115'' منتخب ہوگئی ہے لیکن اس کا نام تبدیل کرکے ''انوکھی ایجاد'' منتخب ہوا ہے باقی دو تحریریں کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہریں۔ بے شک زندگی کی حقیقت ہے لیکن کہانی میں دلچسپی کا عنصر نہیں ہے اس لیے معذرت۔ آپ انٹرویوز کریں اور سوالات ایسے رکھیے گا جن سے شخصیت کا جامع اور مکمل تعارف سامنے آسکے' یہ انٹرویوز آپ ارسال کرسکتی ہیں' بمع تصویر۔

صدف بتول...... نامعلوم

ڈیئر صدف! جگ جگ جیو' آپ کی ارسال کردہ تحریر ''خواب سفر'' پڑھ ڈالی' تحریر کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری' وجہ موضوع کا چناؤ اور انداز تحریر کی کمزوریاں غالب رہیں۔ ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے اور ایسے میں قسط وار لکھ کر محنت کا ضیاع مت کریں بلکہ اچھا لکھنے کے لیے اولین شرط مطالعہ کا وسیع ہونا ہے اس پر توجہ دیں امید ہے ان باتوں سے آپ کو سیکھنے کو ملے گا اور کوشش جاری رکھیں گی۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

ڈیئر تمنا! سدا ہنستی رہو' آپ کی ننھی پری کی تصویر ہمارے پاس محفوظ ہے اگر اسکین ہوجاتی تو ضرور لگاتے اس لیے معذرت آپ کی شادی کی سالگرہ ہے تو ہماری طرف سے آپ کو پیشگی شادی کی سالگرہ مبارک' اللہ سبحان وتعالیٰ اس خوشی کے موقع پر آپ کا دامن بہت سی خوشیوں سے بھردے اور نیک وصالح اولاد عطا کرے' آمین۔ آپ کی نگارشات بھی جلد لگادیں گے۔

عائشہ رحمن ھنی...... ریالی' مری

ڈیئر عائشہ! آباد رہو' مصروفیت کے باعث جواب نہ ملے تو ناراضگی کیسی۔ طاہر صاحب کو دن بھر میں موصول ہونے والی کال ومیسجز کی کوئی تعداد نہیں پھر بات آپ کے شہر کی تھی آپ خود کسی بک اسٹال سے معلوم کرلیں خیر آپ آنچل وحجاب کی سالانہ خریدار بننا چاہتی ہیں تو اس کا طریقہ کار ہر ماہ آنچل میں شائع کیا جاتا ہے اس پر نظر ثانی کرتے رقم منی آرڈر کردیں۔ دوسرے ماہ ہی آنچل وحجاب آپ کے دروازے پر ہوں گے' بشرط کہ ایڈریس مکمل ہو' تحریر کے حوالے سے کوشش جاری رکھیں ان شاء اللہ بھی یہاں بھی نام ہوگا۔ شاعری متعلقہ شعبے میں بھیج دی ہے اگر معیاری ہوئی تو منتخب ہونے کے بعد اپنی جگہ بنالے گی' امید ہے ناراضگی دور ہوگئی ہوگی۔

سلمیٰ عنایت...... کھلا بٹ ٹاؤن شپ

ڈیئر سلمیٰ! جیتی رہو' آپ کی والدہ کے متعلق جان کر خوشی ہوئی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے انہیں صحت وتندرستی عطا فرمائی اور دوائیوں سے بھی چھٹکارا مل گیا اسی لیے تو بڑے بوڑھے کہتے ہیں تندرستی ہزار نعمت ہے اور ان ہزار نعمتوں کا ہمیں اصل ادراک تب ہی ہوتا ہے جب ہم صحت وتندرستی سے محروم ہوکر دوائیوں کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں' اللہ سبحان وتعالیٰ تمام مریضوں کو شفائے کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ آپ کی یہ بے انتہا محبت اور خلوص خود پر بے حد فخر محسوس ہوا کہ آپ تہجد کی نماز اور دعاؤں میں بھی ہمارے لیے دعا گو رہتی ہیں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی سب دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دے اور آپ کے حق میں بہتری کرے' آمین۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

ڈیئر نجم! اسم بامسمیٰ بن کر جگمگاتی رہو' نئے گھر میں منتقل

ہونے کی مبارک باد غالباً مصروفیت میں دینا بھول گئی ہوں گی بہر حال ہمارے اور آپ کے رشتے کو یہ چند الفاظ مضبوط تو ضرور کرتے ہیں لیکن ان کے بغیر بھی ہمارا رشتہ استوار رہے گا بعض اوقات دیر سویر اور تاخیر ہوجاتی ہے آپ کے بچوں کی علالت کے متعلق جان کر دکھ ہوا اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو اس چکن گونیا جیسے موذی مرض سے محفوظ رکھے آج کل ہر کوئی اس وباء میں گھرا ہوا نظر آتا ہے۔ سالانہ خریدار بننے کا طریقہ وہی ہے جو آپ کو فون پر بتایا گیا ہے اس طرح ہر ماہ گھر بیٹھے پرچہ ملتا رہے گا۔ جہاں تک ناراضگی کی بات ہے تو ہماری طرف سے کوئی ناراضگی نہیں۔ امید ہے آپ بھی ہماری مصروفیت کو مدنظر رکھتے اس چھوٹی سی بات کو نظر انداز کردیں گی۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

ڈیئر کوثر! جیتی ومسکراتی رہو' حیدر آباد شہر سے شرکت کرنے والی اپنی پرانی قاری ولکھاری کو ہم ہرگز نہیں بھولے آپ کی تمام تحریریں بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں بے شک حجاب کی اشاعت کی اہم وجہ اس شکوے کی تلافی اور آپ کی ناراضگی کو دور کرنے کا ہی تھا لیکن ہر ماہ آپ بہنوں کی کثیر تعداد میں کہانیاں موصول ہوتی ہیں اور اسی حساب سے منتخب بھی ہوتی ہیں۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ باری آنے پر سب کو موقع دیا جائے اور جہاں تک بعض لکھاریوں کے جلد شائع ہوجانے کی بات ہے تو وجہ ہے کسی بھی خاص موقع یا تہوار پر لکھنا یا پھر قارئین کی ڈیمانڈ کے مطابق لکھنا اگر ہمارا لکھاری ہمیں وہ چیز دے گا جس میں دلچسپی' انفرادیت اور شگفتگی کا پہلو ہوگا اور سب سے بڑھ کر قارئین کی پسند کے مطابق ہوگا تو ایسے لکھنے والوں کو ہم جلد لگائیں گے وہ بھی صرف قارئین کی پسند پر۔ امید ہے اس تفصیلی جواب سے تشنگی مٹ جائے گی بہر حال آپ کی تحریر جلد لگانے کی کوشش جاری ہے' دیگر سلسلوں میں شرکت کرتی رہا کریں یوں غیر حاضری اچھی نہیں ہوتی۔

صباحت سلیم...... کراچی

ڈیئر صباحت! سدا خوش رہو' آنچل اور آپ کے دیرینہ ساتھ کے متعلق جان کر خوشی ہوئی' آپ نے جو نظم بھیجی ہے وہ متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے اگر معیاری ہوئی تو اصلاح کے عمل سے گزر کر لگ جائے گی آپ شاعری کے علاوہ دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدر آباد

ڈیئر صائمہ! سدا سہاگن رہو' آپ کی بیٹی کی شرارتوں کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ چھوٹے بچے اسی طرح سب کو اپنی طرف نہ صرف متوجہ رکھتے ہیں بلکہ گھر کی اصل رونق اور چہل پہل بھی انہی کے دم سے ہوتی ہے' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید خوشیاں عطا کرے' آمین۔

شازیہ الطاف ہاشمی...... شجاع آباد

ڈیئر شازیہ! سدا مسکراؤ' سب سے پہلے تو ننھی گڑیا کی آمد پر ڈھیروں مبارک باد' اللہ تعالیٰ نے ماں جیسے عظیم رتبے پر ایک بار پھر سے فائز کردیا بے حد خوشی ہوئی بے شک تین ماہ کی بچی اور دونوں بچوں کے ساتھ بہت مصروف ہوں گی' ان مصروف گھڑیوں میں سے وقت نکال کر آپ نے شرکت کی' بے حد خوشی ہوئی۔ آپ آنچل فیملی کا حصہ ہیں اس لیے بھولنے والی بات تو نہیں آپ کی تحریریں ہمارے پاس محفوظ ہیں جلد اشاعت کا مرحلہ بھی طے کرلیں گی' آپ کی دوست شمشاد ملک کو بہت سی دعائیں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید خوشیاں عطا کرے' آمین۔

ارم کمال...... فیصل آباد

ڈیئر ارم! سدا سہاگن رہو' نہیں جناب کیسی خفگی کیسی ناراضگی' کیسا شکوہ کیسی شکایت' بس آج کل مصروفیت کی گھڑیوں میں فرصت کے لمحات کم ہی میسر آتے ہیں۔ شب وروز کیسے تواتر سے گزرتے جارہے ہیں کچھ خبر نہیں اسی وجہ سے بعض اوقات سب بہنیں شریک نہیں ہو پاتیں بہر حال آپ ہماری ریگولر قارئین میں سے ایک ہیں جن کی کمی ہمیں بھی بے حد محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی بیٹی کے متعلق جان کر خوشی ہوئی اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بہت سی خوشیاں عطا کرے اور بیٹی کو اپنے حفظ وامان میں رکھے' آمین۔

تبسم شہزادی...... جڑانوالہ

ڈیئر تبسم! اسم با مسمّیٰ بن کر سدا مسکراتی رہو' چاہتوں اور رحمتوں کی خوشبو میں بسا آپ کا نامہ محبت موصول ہوا۔ دوست کا پیغام سلسلہ میں ہر ماہ کثیر تعداد میں پیغامات موصول ہوتے ہیں جبکہ آپ سب کو علم ہے کہ صفحات کی تعداد مخصوص ہوتی ہے اور اسی میں رہ کر سب کے پیغام

شائع کرنا بے حد دشوار ہے‘ اس لیے آپ بہنیں اس شکوہ کو دہراتیں ہیں بہرحال آپ کا پیغام جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔ نیرنگ خیال میں اصلاح شدہ شاعری جیسے ہمارے پاس آتی ہے ویسی ہی لگادی جاتی ہے آپ کی شاعری بھی جلد لگانے کی کوشش کریں گے‘ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

اقرأ حفیظ...... کے ٹی ایس ھری پور

پیاری اقرأ! مسکراتی رہو‘ آپ کا آرٹیکل دسمبر کے حوالے سے تھا‘ پڑھ کر منتخب تو کرلیا ہے البتہ حجاب یا آنچل کہاں لگے گا اس کا جواب قبل از وقت ہوگا‘ بہرحال اگر دسمبر کے آنچل میں نہ ہوا تو حجاب میں تو ضرور ہوگا یہ بات یقینی اور طور پر طے شدہ ہے‘ امید ہے اب الجھن نہیں رہے گی‘ حجاب اور آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اللہ آپ کے قلم میں مزید ترقی و وسعت عطا فرمائے‘ آمین۔

جازبہ عباسی...... مری

ڈیئر جازبہ! سدا آباد رہو‘ آپ کی بے انتہا محبت و خلوص کے ہم قدردان ہیں‘ دعاؤں میں یاد رکھنے پر جزاک اللہ۔ دوست کا پیغام سلسلہ میں وہی مسئلہ درپیش ہے کہ پیغامات کی تعداد بہت زیادہ ہے جبکہ صفحات کی تعداد محدود‘ لگتا ہے اب حجاب میں بھی اس سلسلے کا آغاز کردینا چاہیے تاکہ آپ بہنوں کا یہ گلہ دور ہوسکے بہرحال آپ کا پیغام اس بار شامل ہوگیا ہے‘ مبارک باد قبول کیجیے۔

ساریہ چوھدری...... ڈوگہ گجرات

پیاری ساریہ! جگ جگ جیو‘ سب سے پہلے تو ہماری جانب سے مبارک باد کہ آپ کی تحریر یونیورسٹی کے میگزین میں شائع ہوئی۔ رہی ہمارے پاس سے رد ہونے کی بات تو تحریر کا موضوع اور آپ کا انداز اس کی گرفت میں کمزور تھا جس کی بنا پر وہ قبولیت کا درجہ نہ پاسکی اور پھر یونیورسٹی میگزین اور دیگر رسائل میں فرق تو ہے جب ہی مصنفین ان رسائل کو زیادہ ترجیح دیتی ہیں ناکہ یونیورسٹی میگزین کو۔ آپ دل برداشتہ ہونے کے بجائے محنت جاری رکھتے ہوئے اپنی دوسری تحریر ارسال کردیں۔

صدف مہر...... سرگودھا

گڑیا صدف! جگ جگ جیو‘ آپ کی تحریر ''تن سچ من سچا'' اور ''میرا اقبال'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے ناکامی سے دل برداشتہ ہونے کے بجائے امید کا دامن تھامتے ہوئے کوشش جاری رکھیں اور اسی طرح منفرد موضوع کا انتخاب کریں اور مثبت پہلو کو بھی سامنے رکھیں تاکہ آپ کے ساتھ تحریر کا اختتام پڑھتے ہوئے قاری بھی مطمئن ہوں‘ امید ہے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر ارسال کریں گی۔

فہمیدہ غوری...... کراچی

ڈیئر فہمیدہ! سدا سہاگن رہو‘ ''اب پچھتائے کیا ہووت'' کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی‘ ہلکا پھلکا موضوع اور شگفتہ تحریر لیکن یہ شگفتگی پہلے کے مقابلے میں کچھ کم لگی آپ اسی طنز و مزاح کے انداز میں لکھیں۔ قارئین آپ کو اس روپ میں زیادہ سراہتے ہیں یہ تحریر حجاب میں لگ جائے گی لیکن آئندہ موضوع کے چناؤ میں قارئین کی پسند اور ہماری تجویز کو پیش نظر رکھیے گا‘ اسی بناء پر ''شاہ گل'' کے لیے معذرت‘ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کے قلم میں مزید پختگی عطا کرے‘ آمین۔

فرحین ناز طارق...... نامعلوم

ڈیئر فرحین! شاد و آباد رہو‘ آپ کی تحریر ''شب یلدا'' پڑھ ڈالی‘ محبت کے موضوع پر لکھی یہ تحریر جس میں بہت سے اسرار بھی ہیں اور بہت سے انکشافات بھی لیکن بعض جگہ کہانی پر گرفت کمزور ہوتی محسوس ہوئی اس لیے اس کامیابی کے بعد مزید محنت کو اپنا شعار بناتے کوشش جاری رکھیں۔ یہ تحریر حجاب میں شامل ہوجائے گی۔

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد

ڈیئر ماہم! سدا آباد رہو‘ آپ کی تحریر ''عزت وقار زیست'' پڑھ ڈالی معاشرے کی تلخ حقیقت اور گداگری کی مذمت پر روشنی ڈالتی یہ تحریر لیکن کہانی میں انفرادیت نہ تھی وہی بات جس سے ہر کوئی آشنا ہے آپ بہت بہتر انداز میں لکھ سکتی ہیں اس لیے اس کے لیے معذرت۔ کچھ مزید اچھا لکھیں البتہ آرٹیکل حجاب کی زینب بن جائے گا۔

زرقا بھٹی...... چناب نگر

ڈیئر زرقا! سدا خوش رہو‘ آپ کی دو تحریروں میں سے ایک افسانہ ''وہ ایک نظر'' پڑھا‘ حجاب کے لیے منتخب ہوگیا ہے جبکہ دوسرا ابھی جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں

گے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کو مزید محنت کی بھی ضرورت ہے۔ امید ہے کوشش و محنت جاری رکھتے ہوئے اپنا مطالعہ وسیع کریں گی۔

ثمرہ شوکت علی قاسم پورہ...... لاہور کینٹ

ڈیئر ثمرہ! خوش رہو آپ کی تحریر "لمحے کی زنجیر" موصول ہوئی، پڑھ کر اندزاہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن بے جا طوالت اور غیر ضروری باتیں تحریر کو کمزور کررہی ہیں بہتر ہے کہ پہلے مختصر موضوع پر محنت جاری رکھیں ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب آپ اپنی تحریر آنچل وحجاب کے صفحات پر دیکھ سکیں گی۔

ماریہ طفیل پارس...... چکوال

ڈیئر ماریہ! سدا ہنستی مسکراتی رہو "محبت فاتح عالم" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی، ہلکے پھلکے اور شگفتہ انداز میں لکھی یہ تحریر ایک خوشگوار اضافہ ثابت ہوئی لیکن کہانی لکھنے کے دوران ڈائیلاگ لکھتے وقت خیال رکھیں۔ ہر کردار کا مکالمہ الگ لائن اور انوانٹڈ کامہ لگا کر شروع کریں اور جملے کے اختتام پر ڈیش اور انوانٹڈ کامہ ضرور لگائیں اور دوسرے کردار کے لیے مکالمے میں دوسری لائن سے لکھیں تاکہ دونوں کی بات چیت الگ واضح ہوسکے اس تحریر میں بہت گڑبڑ ہے اس لیے کافی محنت کرنی پڑے گی۔ (بہتر ہے کہ آپ کہانی لکھنے سے پہلے ڈائجسٹ کی کسی کہانی کا بغور مطالعہ کرلیں) امید ہے آئندہ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں گی، خوش رہیں۔

رافعہ گلزار...... نامعلوم

ڈیئر رافعہ! جیتی رہو آپ سے التماس ہے کہ آپ فوری طور پر دفتر سے رابطہ کریں۔

قابل اشاعت:۔

سفید لباس، شب یلدا، آگ جنگل جگنو محبت فاتح عالم، خواب ریزہ ریزہ، سرکاری اسکول، انوکھی ایجاد بنام دسمبر، مظلوم مسلماں، تیرے کوچے کی آخری شب، اگلے گھر پچھلے گھر، سہانے خواب، خوشیوں کے رنگ، میں تو مر کر بھی میری جان تجھے چاہوں گا، ادھوری بات، اب پچھتائے کیا ہووت، قائد کا پاکستان ٹوٹ گیا، کھلے جب سوچ کے در۔

ناقابل اشاعت۔

محبت کی حقیقت، محبت اور یقین کا سفر، میں پاکستان ہول آوارہ عورت، رحمٰن، گل لالہ کیا ہوتا ہے پیار، آشنائی کی جھوٹی، گرم انڈے، اسٹریچر، دو دیدہ گریاں، حرام حلال میں فرق ہمارے رنگ آنچل کے سنگ، دورنگی دنیا، لغزش، آنکھوں سے اوجھل اپنے، کامیاب شادی، اظہار افسوس، میرا اقبال، آدھی ادھوری محبت، دیا جلائے رکھنا، ایک حقیقت، کانچ کی گڑیا، دوستی اور محبت، لمحے کی زنجیر، عید تیرے سنگ آئی، بلائے جان، نیا سال نئی پڑھائی، مغربی رنگ، گڈی کی لو اسٹوری، رشتہ احساس کا، آرنگل، شاہ گل، ہم سفر محبت، نونہال، بھرم ٹوٹ گیا، نصیب انوکھی لڑکی، من سجا تن سجا، سال نو سے پہلے، عورت سائے کی متلاشی، آنچل اوڑھ کر ملا تو مجھے نصیب سے، بھوکے نہیں سوئیں گے، خدا اور میں، انمول رشتے، آدھی ادھوری محبت، میرا اقبال، اظہار افسوس، کامیاب شادی، کانچ کی گڑیا، قصہ تمام، پردہ، رشتے دلوں کے، اسے روکتے بھی تو کس لیے، پیار محبت اور یقین کا سفر، جینا نہیں پیار کے بن، مشعل راہ، صاحب عزت، دہلیز، ہر رانی محتاج نہیں ہوتی، راجا کی۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

دانش کدہ

الکوثر

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو، تو دیکھتا کہ خوفِ الٰہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ (سورۃ الحشر۔۲۱)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنی عطاء کا ذکر فرما کر اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت و ادراک کا اظہار فرما رہا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب کو کتنا قوی کتنا ادراک فہم عطا کیا۔ وہ اتنا عظیم ہے کہ پہاڑ جو اپنی سختی و مضبوطی میں دنیا میں سب سے زیادہ ہے وہ بھی میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت و ادراک کے سامنے بالکل پست ہے اگر ہم قرآن کو اتارنے کے لیے پہاڑ میں بھی فہم و ادراک پیدا کر دیتے وہ صلاحیت جو ہم نے انسان میں رکھی ہے وہ بھی پیدا کر دیتے تو قرآن حکیم کی بلاغت و فصاحت قوت و استدلال اور وعظ تذکرے کے ایسے پہلو ہیں جنہیں سن کر پہاڑ بھی باوجود اتنی سختی اور وسعت و بلندی کے خوفِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اس آیتِ مبارکہ میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن مجید نازل کیا جو ایسی عظمت و شان کا حامل ہے کہ اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا احسان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا قوی اور مضبوط کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز (قرآن حکیم) کی قوت کو برداشت کر لیا جس کی طاقت پہاڑ میں نہیں ہے۔ (فتح القدیر) یہ آیت مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر فرد کے سمجھنے کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو عقل و فہم کی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں تاکہ وہ قرآن حکیم کے مواعظ سے نصیحت حاصل کریں اور نافرمانیوں سے اجتناب کریں یہاں عام انسانوں کے لیے نصیحت ہے انہیں سمجھایا ڈرایا جا رہا ہے کہ وہ کلام الٰہی کو خوب سمجھ لیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صحیح پیروی کریں اور رحمت اللعالمین کی رحمت کے سائے میں اپنی آخرت کا سامان کر لیں۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا انعام عام ہے کہ انہوں نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کچھ عطا کر کے مبعوث فرمایا جو اس سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ایک اور بڑی عظیم الشان نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہونے والی معراج کی سعادت ہے۔ یہ انعام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر ایک مرصع تاج کی مانند چمکتا دمکتا نظر آتا ہے۔ ایسا تاج جو تمام انبیاء السلام سمیت تمام تاریخ انسانی کے کسی اور فرد کی حیات و سیرت میں نظر نہیں آتا۔ اس کا ذکر اللہ ربّ العزت نے قرآنِ حکیم میں سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں فرمایا ہے۔ معراج کا واقعہ درحقیقت تاریخ انسانی کے ان بڑے اہم واقعات میں سے ہے جنہوں نے زمانے کی رفتار ہی بدل ڈالی اور تاریخ پر اپنا مستقل اثر چھوڑا ہے۔ یہ امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔

ترجمہ۔ پاک ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض مشاہدے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔۱)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر فرمایا ہے جو نا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں بھی واقعہ معراج دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی و تسلی کا ذریعہ ہی ہے کیونکہ جس روز اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اہل مکہ اور قریش کو دعوت حق دی تھی اسی روز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشمنانِ حق اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور ہر طرف سے مصائب و آلام کا سیلاب امڈ آیا تھا اور ہر روز رنج و غم میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق و مہربان سرپرست چچا ابو طالب وفات پا گئے۔ ابھی اس صدمے کو زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس و ہمدم رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سال اس جہانِ فانی سے کوچ فرمالیا۔ (ابن القیم کے مطابق مقاطعہ اور محصوری کے خاتمے کے بعد شعیب سے نکلنے کے چھ ماہ بعد ہوئی اور ان کے تین دن بعد اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا جبکہ ابن سعد لکھتے ہیں ابو طالب کی عمر انتقال کے وقت اسی برس تھی ان کے ایک مہینہ پانچ دن بعد اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئی اس وقت اُن کی عمر ۶۵ برس تھی۔ حکیم بن حزام کے حوالے سے بلاذری نے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات سن ۱۰ رمضان ۱۰ بعد بعثت نبوی لکھی ہے) اس سے قبل آپ کے دونوں صاحبزادے یکے بعد دیگرے کمسنی میں وفات پا گئے تو ان جانکاہ حادثوں پر اہلِ مکہ کو ذرا رنج نہ ہوا بلکہ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور خوشی کے شادیانے بجائے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ان کا لڑکا تو کوئی رہا نہیں جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں نہیں رہیں گے تو یہ سلسلہ خود بہ خود ختم ہو جائے گا۔ اس طرح انہوں نے اپنے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ اہلِ مکہ کے ایسے ہی رویوں، ماحول اور حالات سے مایوس ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے لوگ دعوتِ حق کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ لیکن وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظالمانہ اور بہیمانہ سلوک اختیار کیا گیا اس نے سابقہ زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ ان حالات میں جب ہر طرف سے بہ ظاہر مایوسی ناامیدی کا سامنا ہو رہا تھا تب رحمتِ الٰہی نے اپنی عظمت و کبریائی کا مشاہدہ کرانے کے لیے اپنے محبوب بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بالا کی سیر کے لیے بلالیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبیعت پر جو تکدر کا غبار محسوس فرما رہے ہیں اسے دُور کر دیا جائے اگر غور و فکر کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ سفرِ معراج کے لیے اس سے موزوں وقت کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ (معراج کا واقعہ واقدی کے مطابق جسے ابن سعد نے نقل کیا ہے ۱۷ رمضان المبارک ۱۲ بعد بعثت نبوی یعنی ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے پیش آیا ابن سعدؓ کے حوالے سے ہی ایک اور روایت ہے جس میں معراج کا واقعہ ۱۷ ربیع الاول بعد بعثت یعنی ہجرت سے ایک سال قبل بیان کیا ہے۔ بیہقی نے موسیٰ و ب عقبہ اور انہوں نے امام زُہری کے حوالے سے معراج کی یہی تاریخ بیان کی ہے)

سبحٰن سبح کا مصدر ہے اس کے معنی تسبیح یعنی پاکی بیان کرنے کے ہیں امام سیوطیؒ ''الاتقان میں لکھتے ہیں سبحٰن اللہ (اللہ پاک ہے) اور سبحان الذی اسریٰ پاک ہے وہ ذات جو لے گیا۔ سبحٰن اللہ یعنی کہ میں اللہ کی ہر نقص سے تنزیہ اور برأت کرتا ہوں۔ اسریٰ کے معنی رات کو لے جانا اور ''لیل'' اس لیے استعمال ہوا تاکہ رات کی قلت واضح ہو جائے اس لیے وہ نکرہ ہے۔ یعنی رات کے ایک حصے میں یا کچھ حصے میں۔ تقریباً چالیس راتوں کا طویل ترین سفر پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصے میں طے ہوا۔ یہاں واقعہ معراج کو انتہائی اختصار سے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ویسے تو یہ مسافت بہت طویل ہے اس پر محققین نے بہت کچھ اور بہت سا تحریر کیا ہے۔ اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ اپنی جگہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ سفرِ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل اور بعض روایت

کے مطابق اٹھارہ ماہ قبل پیش آیا۔ اس سفرِ مبارک کے بارے میں مسلمانوں کا ایک گروہ اس بات سے انکار کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی طور پر ہوئی۔ وہ اسے حالتِ خواب سے تعبیر کرتے ہیں۔ معراج جسمانی تھی یا روحانی اس سلسلے میں بڑی تفصیلی بحث کتب میں موجود ہے۔ جبکہ اہلِ مکہ کفارِ قریش اس کا مضحکہ اڑاتے اور اس کی تکذیب کرتے اور ثبوت طلب کرتے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُس توسط سے پوری مسلم امت پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام بھی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور علم و دانائی اہلِ ایمان پر آشکارہ کرنے کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سفرِ معراج کرایا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے ہجرت سے قبل جو آیاتِ قرآنی آپ پر نازل کی گئیں اُن کی تعداد ۶۵ ہیں اور وہ سب کی سب اللہ کی وحدانیت اللہ کی قوت و حکمت و اقتدار سے متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کا پس منظر، طرزِ بیان، اسلوب و آہنگ ایک دوسرے سے مختلف ہے کہ مکی سورتیں عموماً اصولی تعلیمات پر مشتمل ہیں ان میں زیادہ زور عقائد اور اخلاق پر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں توحید، رسالت، آخرت، تقویٰ، صبر و ثبات، فداکاری، انفاق فی سبیل اللہ، راہِ حق سے منہ موڑنے والوں کا انجام اس کی مثالیں کفار و مشرکین کے الزامات کے جوابات بڑی خوبصورتی اور خوبی سے دیئے گئے ہیں۔ یہ تمام سورتیں مختصر اور پرجوش ہیں ان میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں مطالب ادا کئے گئے ہیں اور ان میں پوری انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے۔

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی نمونے کے طور پر بھی ہر چیز کا مشاہدہ کرانا تھا اور قرآنِ حکیم میں آگے آنے والی آیات جن میں لوگوں کو قوانینِ الٰہی سکھانے اور سمجھانے تھے اور اُن کو نہ ماننے کی سزا سے اور ماننے کی جزا سے آگاہی کے ساتھ ساتھ خوف بھی پیدا کرنا مقصود تھا۔ جنت، دوزخ اور ہر اعمال کی تفصیلی جزا و سزا کا ادراک بھی کرانا تھا۔ جن کا ذکر اس سفرِ معراج کے بعد قرآنِ حکیم میں آیا۔ وہ تمام واقعات و اعمال جن کا ذکر قرآنِ حکیم میں آیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے سفرِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم دید کرا کے اس پر آپ کو گواہ بھی بنا دیا۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں سورۃ الاحزاب کی آیات ۴۵ اور ۴۶ میں کہا گیا ہے۔ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو گواہ اور خوش خبری دینے والا ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا ایک روشن کر آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔'' اس سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا سفر ان کے پورے ہوش و حواس اور توانائیوں کے ساتھ کرایا۔ تاکہ جب آپ اس سفر کی تفصیل سے اہلِ مکہ اور کفارِ قریش کو آگاہ کریں تو وہ اس پر اپنے ردِعمل کا فوری اظہار کریں اور پھر جب وقتاً فوقتاً وہ تمام باتیں جو سالوں بعد قرآنِ حکیم کی آیات کے ذریعے ان تک پہنچیں تو وہ ذہنی طور پر پہلے سے تیار ہوں اور اُن کی صداقت پر انہیں کوئی وسوسہ، شک و شبہ نہ رہے۔ آیاتِ قرآنی احکامِ الٰہی کی ہیبت و قوت اُن پر طاری ہو جائے اور قرآنی احکام کی چشم دید گواہی کا احوال وہ پہلے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ معراج میں سن چکے تھے۔ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن احادیث مبارکہ کا ایک جامع خلاصہ پیش کر دیا جائے جن میں معراج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محیر العقول سفر کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور یہ بھی کہ معراج سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیغام اللہ کی جانب سے ملا تھا وہ دنیا کے سامنے کس طرح پیش کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب پیغمبری پر فائز ہوئے تقریباً بارہ سال گزرے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارکہ اس وقت باون برس کی تھی۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں استراحت فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا اور نیم غنودگی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہِ زم زم پر لے گئے۔ وہاں حکمِ الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کر کے آبِ زم زم سے دھویا اور علم، بردباری،

دانائی اور ایمان و یقین سے بھر دیا۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، حاکم، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لیے ایک سفید رنگ کا جانور براق پیش کیا گیا جو قد میں گوگدھے سے بڑا تھا اور خچر سے کسی قدر چھوٹا جو برق کی رفتار سے چلتا تھا براق کا لفظ برق (بجلی) سے ماخوذ ہے اس کی رفتار برق کی مانند تھی اس لیے اسے براق کہا گیا تحقیقن کے مطابق اس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ تھی۔ اس کا ہر قدم حد نگاہ پر پڑتا تھا۔ (جہاں تک ہماری نگاہ کام کرتی ہے یعنی ننگی آنکھوں سے ہم چاند، سورج، ستارے دور دور تک دیکھ سکتے ہیں۔ اس سے براق کی رفتار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آج جو مصنوئی سیارے خلا میں بھیجے جاتے ہیں ان سے بھی کہیں زیادہ اس کی رفتار ہے) اسی نسبت سے اس کا نام براق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس پر سوار ہونے لگے تو وہ چمکا جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے تھپکی دے کر کہا۔ ”دیکھ کیا کرتا ہے، آج تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑی شخصیت کا کوئی انسان تجھ پر سوار نہیں ہوا“ اس پر براق شرمندہ ہو کر پسینے پسینے ہوگیا۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن حبان، ابن جریر، ابن اسحاق، ابن سعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو وہ چلا حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلے (ابن جریر، بیہقی، نسائی، حاکم، ابن ابی حاتم، طبرانی، بزار اور ابن سعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کی پہلی منزل مدینہ منورہ کی تھی جہاں اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آئیں گے دوسری منزل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طور سینا کی تھی جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری منزل بیت اللحم کی تھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، چوتھی منزل پر بیت المقدس تھا جہاں براق کا یہ سفر ختم ہوا۔ واقعاتِ معراج میں سواری یعنی براق کا استعمال سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سفر جسمانی تھا اور خود سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت جو سفرِ معراج پر سند ہے اس میں اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے۔ ”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا اور سورۃ میں عبد کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو روح مع الجسد یہ سفر کرایا گیا۔ ورنہ تو لفظ عبد کی جگہ روح یا اس کے مماثل کوئی لفظ استعمال کیا جاتا۔ ایسی برق رفتار سواری کا سوار بھی ایسا ہی قوی اور مضبوط ہونا چاہیے تب ہی تو ایک کروڑ گیارہ لاکھ ساٹھ ہزار فی گھنٹہ رفتار رکھنے والی سواری پر سفر کرسکتا ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اور مضبوطی کا اظہار اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الحشر کی آیت ۲۱ میں بیان فرمایا ہے۔ ”اگر ہم اس قرآن کی کسی پہاڑ پر اُتارتے تو، تو دیکھتا کہ وہ خوفِ الٰہی سے پست ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اس سے بھی یہ بات واضح اور ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود مکمل جسمانی طور پر یہ سفرِ معراج فرمایا اس کے علاوہ بھی اگر ذیل کی احادیثِ مبارکہ پر غور کیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے اللہ کے لیے سب کچھ کرنا ممکن ہے اللہ جو صرف اپنے ارادے سے سب کچھ کرسکتا ہے۔

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

آسیہ عروج

پیارے پیارے آنچل پڑھنے اوڑھنے والوں کو مابدولت آسیہ عروج کا پیار بھرا اسلام۔ السلام علیکم کیسی ہو دوستو! یقیناً مزے میں ہوں گی ہر ماہ اپنی دوستو کا تعارف پڑھتی ہوں سوچا کیوں نہ اس بار آپ لوگوں سے اپنا تعارف ہی کروادوں۔ نام آسیہ پیار سے سب عاشی کہتے ہیں ماشاء اللہ سے میرے پانچ بھائی ہیں اور چار بہنیں ہیں' میرا نمبر چھٹا ہے۔ امی ابو اور بہن بھائیوں سے بہت پیار ہے' بھائی منظر اور بابر بھائی اور آپی ساجدہ آپی راشدہ اور فرزانہ کی شادی ہوچکی ہے۔ جاوید بھائی' عمران بھائی کی (اور میری) منگنی ہوچکی ہے۔ بابر بھائی اور بھابی خالدہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے جو کہ سب کے بہت لاڈلے ہیں آپ سب دوستیں بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بھائی منظر اور بھابی عصمت کو اولاد سے نوازے اور آپی ساجدہ' راشدہ کے لیے بھی پلیز اور فرزانہ کی پیاری سی بیٹی ہے سعدیہ جو کہ دو ماہ کی ہے آپ بھی سوچ رہے ہوں گے یہ تو اپنے گھر والوں کا تعارف کروا رہی ہے' بتاتی چلوں کہ میرا تعارف تو میرے گھر والوں سے مکمل ہوتا ہے۔ اب بات ہوجائے کچھ اپنے بارے میں کلرز میں بلیک' سی گرین' پرپل پسند ہے۔ جیولری میں سب کچھ ہی اچھا لگتا ہے' شادی بیاہ ہو تو ویسے تو سادگی اچھی لگتی ہے' خوشبو میں گلاب اور چنبیلی کی خوشبو اچھی لگتی ہے اور بہت زیادہ حساس ہوں۔ کسی کا دکھ برداشت نہیں کرسکتی' کہانیوں میں جب غمگین سا سین ہو تو رونا آجاتا ہے۔ فارغ وقت میں میری بہترین تفریح ڈائجسٹ پڑھنا ہے' گرمیوں کی لمبی دوپہروں میں اور سردیوں کی لمبی اور ٹھنڈی راتوں میں رسالے پڑھنا بہت پسند ہے۔ آنچل میرا پسندیدہ رسالہ ہے' ہر ماہ آنچل کا شدت سے انتظار رہتا ہے' ہماری اصلاح کے لیے یہ رسائل جو ہیں جن سے ہم بہت کچھ سیکھتے ہیں' یہ اسٹوریز ہمیں سکھاتی ہیں کہ ہمیں زندگی کس طرح گزارنی چاہیے کون سی بات ہماری زندگی پر اچھا تاثر ڈالے گی۔ پسندیدہ رائٹر تو بہت ساری ہیں' کسی ایک کا نام لکھوں تو ناانصافی ہوگی۔ شاعری کی جنون کی حد تک دیوانی ہوں' نازیہ کنول نازی اور وصی شاہ' پروین شاکر کی شاعری بہت زیادہ پسند ہے۔ ہم لوگ گاؤں میں رہتے ہیں' اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے گھر میں ہر وہ سہولت موجود ہے جو کہ شہر میں ہوتی ہے۔ زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ گھر میں امی ابو اور اکرام بھائی ہوتے ہیں اور میں بھی' چاروں بھائی اپنے کام کے سلسلے میں دوسرے شہروں میں ہوتے ہیں۔ جب سب بہن بھائی آتے ہیں تو عید کا سماں لگتا ہے۔ 21 سال پہلے اس دنیا میں تشریف لائی' مارچ کی 3 تاریخ کو' تعلیم اتنی خاص نہیں۔ میری بیسٹ فرینڈز بشریٰ' شازیہ' صباء اور میری آپی ساجدہ بھی ہے جس سے میں اپنے دل کی ہر بات کہہ دیتی ہوں اور تمام کزن شبانہ' شائلہ' نازیہ ماریہ 'ارے سب کے نام لکھوں گی تو بہت لمبا ہوجائے گا' سب سے بہت اچھی بنتی ہے اور میں کوکنگ بہت اچھی کرلیتی ہوں سب کہتے ہیں۔ گھر کا کام میں خود کرتی ہوں امی کو نہیں کرنے دیتی' کوئی مجھ سے جھوٹ بولے تو برداشت نہیں ہوتا' میں چاہتی ہوں جیسے میں ہر ایک سے مخلص ہوں ایسے ہی سب ہوں۔ آج تک کسی کا برا نہیں چاہا اور جب غصہ آتا ہے تو کوشش کرتی ہوں کہ کنٹرول کرلوں اور نہ کروں تو چیزوں پر نکالتی ہوں اور کھانے میں ویسے تو ہر چیز کھالیتی ہوں لیکن جو فیورٹ ہے اچار گوشت' شملہ مرچ' بریانی' میٹھے میں کسٹرڈ پسند ہے اور امبر گل تم سے یہ کہنا چاہوں گی کہ تمہاری امی کی وفات کا مجھے بے انتہا دکھ ہوا' اللہ تعالیٰ تم کو صبر عطا فرمائے' پاکستانی ڈرامے شوق سے دیکھتی ہوں' ہم ٹی وی پر فرحت اشتیاق کو دیکھا' آپی فرحت آپ بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ مجھے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کی احادیث سے بے انتہا پیار ہے آخر میں بس یہ ہی کہنا چاہوں گی کہ اپنے ماں باپ اور

اپنے سے وابستہ ہر اس رشتے کی قدر کریں میری باتیں آپ کو کیسی لگیں دوستوں اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا' او کے دوستو اللہ حافظ' دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

زینب دلبر اعوان

ہم بہت مان وارمان سے اپنا تعارف لے کر آئے ہیں اس ناچیز کا محبتوں بھرا اسلام آنچل سے وابستہ تمام لوگوں کے نام عرض کرتی ہوں۔ امید ہے آپ سب لوگ ٹھیک ٹھاک ہوں گے آنچل میں نے 2016ء میں پہلی بار پڑھا اور کافی اچھا لگا اس سے پہلے کوئی بھی ڈائجسٹ ہاتھ لگتا پڑھ لیا کرتی تھی۔ آنچل سے مجھے کافی کچھ سیکھنے کو ملا اس لیے اب صرف آنچل تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہوں تو اب آتے ہیں اپنے تعارف کی طرف۔ میری تاریخ پیدائش 23 مارچ 2000ء ہے' اسٹار ایریس ہے ویسے میں ان پر بہت ہی کم یقین رکھتی ہوں کیونکہ انسان کے ساتھ وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہو۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں' مابدولت کا نمبر پانچواں ہے' مجھ سے بڑی دو بہنیں ایک بھائی شادی شدہ ہے۔ مجھے اپنی بھتیجی سے بہت پیار ہے وہ اس عید پر ہمارے لیے اپنے ساتھ ڈھیر ساری خوشیاں لائی ہے' گھر میں سب سے چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ گھر بھر کی لاڈلی بھی ہے اینڈ (آئی لو امثال)۔ فرسٹ ایئر کی طالب علم ہوں' اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے اپنی فیملی اور اپنے پیارے وطن کے لیے کچھ کر دکھانا چاہتی ہوں۔ ایئر فورس میں جانے کا جنون کی حد تک شوق ہے اس لیے دعا کیجیے گا کہ میرا یہ شوق پورا ہو سکے۔ اب بات ہو جائے خوبیوں اور خامیوں کی تو پہلے خامیوں کی تو بہت جلد غصہ آجاتا ہے (پتا نہیں کیوں) ضدی بہت ہوں (گھر والوں کی زبانی) کھانا پکانا نہیں آتا' کوشش تو بہت کرتی ہوں مگر پکا نہیں پاتی۔ اب آتے ہیں خوبیوں کی طرف تو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی کوشش کرتی ہوں اور کافی حد تک اس میں کامیاب بھی رہتی ہوں۔ مہندی بھی لگا لیتی ہوں' بہت حساس دل ہوں کسی کو دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ شعر و شاعری سے بہت لگاؤ ہے یوں ہی سمجھ لیجیے کہ وراثت میں ملی ہے۔ سردیوں میں آئس کریم' مچھلی کھانا بہت اچھا لگتا ہے' سردیوں کا موسم بہت اٹریکٹ کرتا ہے۔ کلرز میں مجھے پنک' گرین اسکائے بلو بہت اچھا لگتا ہے' بارشوں کا موسم بھی بہت پسند ہے۔ بارش میں بھیگنا اور بارش کے بعد کے منظر کو دیر تک دیکھنا تو اور بھی زیادہ اچھا لگتا ہے۔ پھولوں میں مجھے گلاب اور موتیے کی خوشبو پسند ہے' کھانے میں بریانی' گوبھی اور گوار پھلی بہت پسند ہے۔ جیولری بہت پسند ہے' پہنتی بہت ہی کم ہوں' جس میں مجھے رنگ اور بریسلیٹ بہت پسند ہے موڈ ہوا تو پہن بھی لیتی ہوں۔ دنیا میں سب سے زیادہ حسین والدین کا مقدس رشتہ ہے' گفٹ دینا پسند کرتی ہوں کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ مجھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دیکھنے کا بہت شوق ہے اور آپ سب دعا ضرور کیجیے گا کہ میرا یہ شوق جلد از جلد پورا ہو سکے' میرا پسندیدہ شہر اسلام آباد اینڈ مری ہے۔ سمندر کو دور سے دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے' سچے اور کھرے لوگ بہت پسند ہیں' منافق لوگوں سے سخت نفرت ہے میں بڑی خوش مزاج بھی ہوں موڈ ہوا تو خود بھی ہنس لیا اور دوسروں کو بھی ہنسا لیا۔ کپڑوں میں فراک اور چوڑی دار پاجامہ بہت پسند ہے۔ مجھے کالج لائف بہت پسند ہے اور اتنا ہی انجوائے بھی کرنا چاہتی ہوں اگر رائٹرز کی بات ہو جائے تو نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' فاخرہ گل کی اسٹوریز بہت پسند ہیں اور ان سے دوستی کرنا اور ملنا تو میرا خواب ہے۔ چاند کو دیر تک دیکھنا بہت ہی اچھا لگتا ہے اور سردیوں میں چاندنی راتیں تو اور بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔ فروٹ آم' انگور اور مالٹے بہت پسند ہیں۔ میٹھے میں کھیر کسٹرڈ بہت اچھا لگتا ہے' سنگرز میں ارجیت سنگھ' راحت فتح علی خان اور عاطف اسلم کے گانے بہت پسند ہیں۔ بہت کھلے دل کی مالک ہوں' فضول خرچ بالکل بھی نہیں ہوں۔ خوب صورت چیزیں بہت اٹریکٹ کرتی ہیں خواہ وہ کوئی خوب صورت منظر ہو یا کوئی انسان۔ کھیلوں میں کرکٹ کھیلنا بہت پسند ہے' میں حمیرا رشید' صفانا خان' ماہم

نور انصاری، عکس فاطمہ، پروین افضل شاہین، نور الشال شہزادی، انعم برنالی، نجم انجم اعوان، ناہید چوہدری، میزاب قصور، ارم کمال، کرن شہزادی باقی جن کا نام رہ گیا ہے میں ان سب سے دوستی کی خواہش مند ہوں اگر کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو میری طرف سے ویلکم اگر آپ کو میرا تعارف اچھا لگا تو ضرور بتائیے گا اپنا خیال رکھیے گا اور ہمیشہ مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا کوئی غلطی ہوگئی ہو تو پلیز معاف کردیجیے گا اس کے ساتھ ہی اللہ حافظ۔

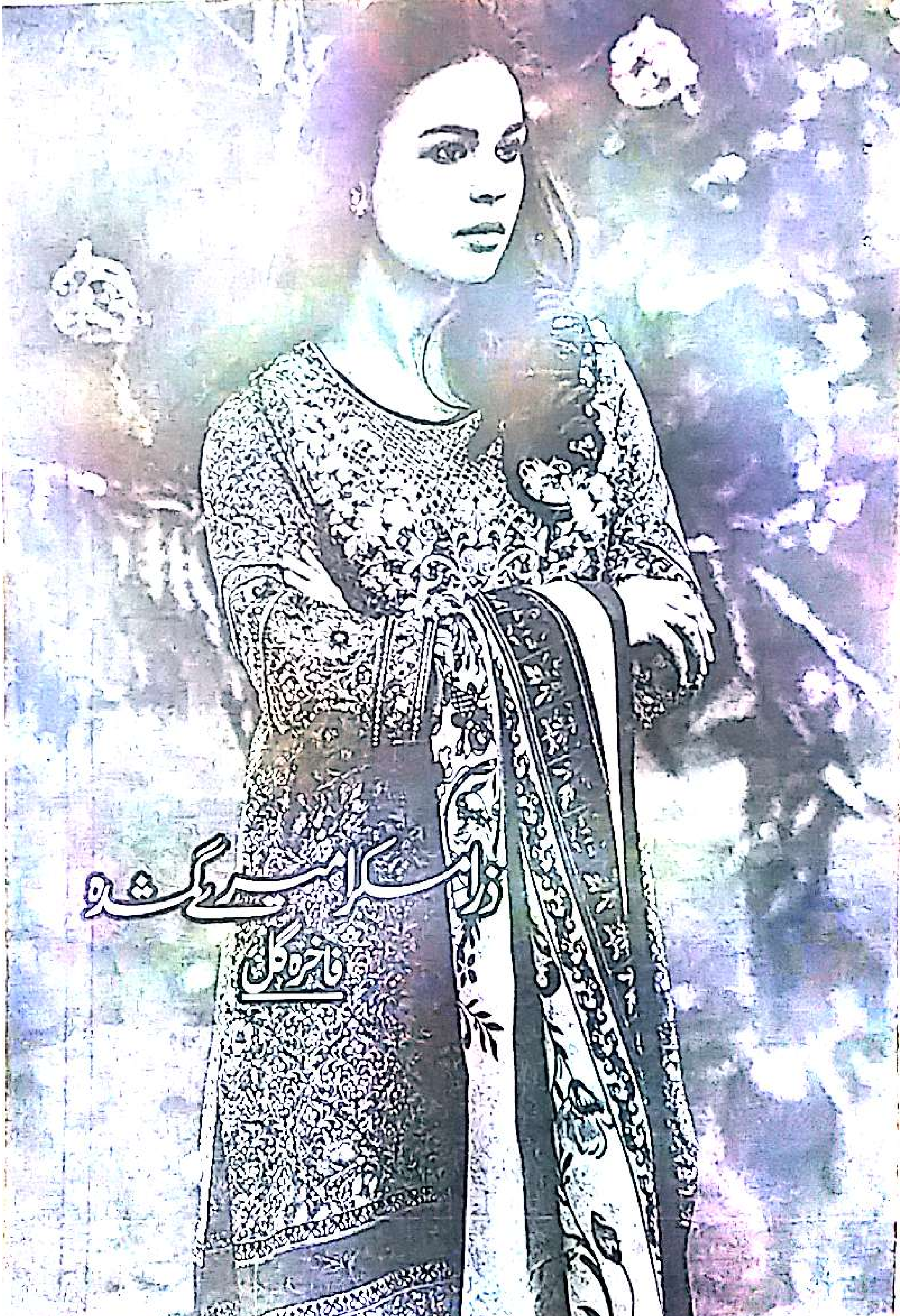
وزیہ سحرین

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! تمام آنچل اسٹاف اور تمام فرینڈز کو میرا محبت بھرا عاجزانہ سلام۔ کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے 25 دسمبر 1995ء کو اللہ تعالیٰ نے اس کھوٹ سے بھری دنیا میں مطلب پرست بے وفا سنگ دل لوگوں کو سدھارنے کے لیے مجھ معصوم اکیلی جان کو بھیج دیا۔ مما جان کہتی ہیں کہ جب تم پیدا ہوئیں تو بہت نفیس اور خوب صورت بچی تھیں (آہم) مجھے ایک خوب صورت ایکٹر وزیہ پسند تھی تو اس کے نام پر تمہارا نام رکھ دیا، مجھے اپنا نام بہت پسند ہے کیونکہ میں اپنے ہم نام لوگ دنیا میں بہت کم دیکھے ہیں (ارے بھئی ہم منفرد ہیں ناں) اگر پرسنلی مجھ سے میرے بارے میں پوچھا جائے تو میں یہی کہوں گی کہ میں بہت سادہ طبیعت کی مالک ہوں دل سے سب کی قدر کرتی ہوں کسی کو تکلیف پریشانی میں نہیں دیکھ سکتی میں ہر حال میں ہر ماحول میں رہنے والی لڑکی ہوں۔ ہر طرح کے حالات کے لیے خود کو تیار رکھتی ہوں اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھتی ہوں جو اللہ نے میری قسمت میں لکھ دیا وہ مجھے ضرور ملے گا۔ کسی سے بے رخی غصہ یا انا میں بات نہیں کرتی کیونکہ مجھے اللہ سے بہت ڈر لگتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ انسان کا ہر عمل ہر لفظ کبھی نہ کبھی اس کے آگے ضرور آتا ہے۔ میں بہت جذباتی لڑکی ہوں غصہ بہت جلدی آتا ہے اور بہت جلد اتر جاتا ہے کبھی کبھی اپنے آپ کو بہت بے بس محسوس کرتی ہوں رونے کو دل چاہتا ہے میرے دوست احباب مجھ سے کہتے ہیں وزی تم رویا مت کرو کمزور دل لوگ روتے ہیں اور ہماری وزیہ تو بہت بہادر ہے بہت حساس فطرت ہوں جس سے محبت کرتی ہوں اس کی بے رخی برداشت نہیں ہوتی اور کوئی مجھے اگنور کرے تو بہت غصہ آتا ہے میں اپنے ہر رشتے سے بہت مخلص ہوں لیکن افسوس دنیا میں بہت کم لوگ مجھے سمجھتے ہیں خیر محبتوں کے معاملے میں بہت خوش قسمت ہوں مجھ سے سب بہت محبت کرتے ہیں۔ میری فیملی میری فرینڈز کبھی کبھی اتنی محبت دیکھ کر گھبرا جاتی ہوں بس اللہ کا کرم ہے (آہم) میں ہر کسی پر اعتبار کرلیتی ہوں اگر بھروسہ ٹوٹ جائے تو شکوہ نہیں کرتی بس خاموشی سے چھوڑ دیتی ہوں جیو اور جینے دو پر عمل کرتی ہوں اگر پسند کا پوچھا جائے تو اللہ کی بنائی ہر چیز پسند ہے مگر مجھے پنک کلر بہت پسند ہے اور وقت میں سے مغرب کا وقت مجھے ہمیشہ اپنی سہیلی تمثیلہ کا آٹوگراف یاد آتا ہے جس پر اس نے لکھا تھا ہم روز اداس ہوتے ہیں اور یہ شام گزر جاتی ہے کسی روز شام اداس ہوگی اور ہم گزر جائیں گے اور رات کے وقت سفر کرنا اچھا لگتا ہے۔ تنہائی بھی کبھی کبھی اچھی لگتی ہے ویسے میری دادی جان کہتی ہیں کہ تم بہت بہادر ہو ہاں کبھی میں بہادر ہوا کرتی تھی مگر اب کچھ عرصہ سے میں بہت بدل گئی ہوں کبھی میں بہت منہ پھٹ بھی ہوا کرتی تھی مگر اب ایسا کچھ بھی نہیں ہے میں کچھ کرنا چاہتی ہوں روزانہ رات کو میں روتی ہوں کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا اور ایک دن گزر گیا۔ میں انتہائی شدت پسند جنونی لڑکی ہوں مجھے اپنی یہ عادت بالکل پسند نہیں اور خوبی یہ کہ میں دوسروں کا دل نہیں دکھاتی گھر میں جینز پہنتی ہوں یونیورسٹی میں تو گاؤن پہن کر جاتی ہوں۔ میری دوستیں مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں ثو تو جانو یہ ہوسکتا ہے کہ میں تمہارا نام نہ لوں ارے ارم تم منہ نہ پھلاؤ تمہارا نام بھی ضرور لوں گی۔ ثانی تم تو آنسو صاف کرو سحرش تم منہ بند کرو کبھی نہ چلی جائے مائی ساری تمہارا بارے میں ذکر نہ کروں یہ ہوسکتا ہے جہاں تم وہاں میں جہاں میں وہاں تم اور...... میرے ٹیچرز نے مجھے بہت زیادہ سپورٹ کیا۔ میں دل سے ان کی بے حد مشکور

ہوں اب آپ کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں تھک گئی ہوں گی' اجازت چاہتی ہوں۔ نازیہ کنول بہت اچھا لکھتی ہیں دعا کیجیے گا کہ میں بھی آپ کی طرح لکھ پاؤں' بہت جلد میری کتاب (ایک درد ہے میرے دل میں) شائع ہونے والی ہے پڑھنا مت بھولیے گا اجازت' اللہ حافظ۔

سیدہ رقیہ اسماعیل شاہ

السلام علیکم ٹو آل ریڈرز اینڈ رائٹرز۔ ارے بھئی آپ سب لوگ ایک سادہ دل لڑکی سے متعارف ہونے کے لیے تیار ہیں (جی) چلیں پھر ٹھیک ہے تیار ہو جائیے۔ نام تو ہم آپ کو بتا ہی چکے ہیں باقی رہ گئی پیدائش تو میں 13 نومبر 1993ء کو اس دنیا میں وارد ہوئی اور اپنے مما' پاپا کی اتنی لاڈلی ہوں کہ حد نہیں ہے' چار بھائی اور ایک بہن ہے۔ پہلے تو میں اکلوتی تھی مگر بھلا ہو چھوٹی طوبیٰ ایمن کا جس نے سب سے آخر میں آ کر میرے اکلوتے پن کو ختم کر دیا اور اب مما پاپا کا لاڈ زیادہ وہ بٹورتی ہے ارے اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری اہمیت ختم ہو گئی ہے نہیں ابھی ہماری اہمیت تو بھئی اول روز کی طرح برقرار ہے اور ان شاء اللہ رہے گی۔ چھ بہن بھائیوں میں میرا نمبر تیسرا ہے مجھ سے بڑے دو بھائی ہیں اور دو بھائی اور ایک بہن مجھ سے چھوٹی ہے۔ ایجوکیشن ہے میری میٹرک اس کے بعد عالمہ کے کورس کا دوسرا سال ہے' میرے پاپا کی خواہش تھی یہ سو اس خواہش پر عمل درآمد جاری ہے۔ آنچل از مائی فیورٹ ڈائجسٹ' آنٹی فرحت آراء کی جدائی ناقابل برداشت ہے لیکن ان شاء اللہ وہ ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ بہاولپور سے آگے یزمان ہے جہاں میں رہتی ہوں اور مجھے اپنے شہر سے بہت پیار ہے' چلیں بھئی بات ہو جائے کچھ پسند ناپسند کی تو جناب کھانے میں مجھے مسور کی دال اور چاول اور چائنیز رائس بھی بہت پسند ہیں اس کے علاوہ بھنڈی از مائی فیورٹ ڈش۔ ڈریسز مجھے رواج کے مطابق اچھے لگتے ہیں لیکن اس میں بھی سادگی ہونی چاہیے نہ کہ بے حیائی ویسے مما مجھے ساڑھی پہننے نہیں دیتیں چلیں کوئی بات نہیں۔ شادی زندہ باد شادی کے بعد پہن لیں گے ان شاء اللہ۔ کلرز میں مجھے ریڈ' پنک اور فیروزی بہت بہت پسند ہیں' میرے زیادہ تر ڈریسز ریڈ کلر میں اور فیروزی کلر میں ہیں۔ فرینڈز مجھے وہ اٹریکٹ کرتے ہیں جو صاف دل ہوں' سادہ ہوں۔ میری بیسٹ فرینڈز میں حنا آپی' زینب اور مہوش شامل ہیں اور مجھے نازی آپی کا ناول "اے محبت تیری خاطر" اور "پتھروں کی پلکوں پر" پڑھ کر ان سے عشق ہو گیا ہے (آہم) دوستی والا عشق غلط نہ سمجھ لیجیے گا۔ آنچل کی تمام ریڈرز مجھے اپنی اپنی لگتی ہیں اور میں ان سب سے فرینڈ شپ کرنا چاہوں گی کیوں بھئی؟ آپ لوگوں کو اگر اچھا لگے تو میری طرف ہاتھ ضرور بڑھائیے گا ہم دل و جان سے تھامیں گے۔ اریبہ شاہ فرام بہاولپور کیا آپ بھی مجھ سے فرینڈ شپ کریں گی؟ جواب دیجیے گا ضرور میں انتظار کروں گی' ان شاء اللہ۔ خوبی اور خامی کے بارے میں تو دوسرے ہی بتا سکتے ہیں ویسے خامی یہ ہے کہ غصہ بہت آتا ہے حد سے زیادہ آتا ہے میرے غصے سے سب گھر والے تنگ ہیں۔ عاطف اسلم اینڈ راحت فتح علی خان از مائی فیورٹ سنگر۔ ان کے سونگز مجھے بہت پسند ہیں' نماز پڑھنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے آپ سب سے میری ریکوئسٹ ہے کہ نماز کی پابندی کیا کریں اور بلاناغہ قرآن پاک کی تلاوت بھی کیا کریں۔ قیامت کے دن بھی ان شاء اللہ ہمارا ساتھ دیں گے' احمد فراز' وصی شاہ اور محسن نقوی کی شاعری بہت پسند ہے۔ جناب عالی اگر بور نہیں ہو رہے تو پلیز تھوڑی دیر اور برداشت کر لیجیے' ڈائجسٹ سے تو مجھے اتنا پیار ہے کہ بھائی چڑ جاتے ہیں جب آنچل آتا ہے تو بھائی کہتے ہیں "بس اب بے بی کو بھول جاؤ جب تک وہ آنچل ختم نہ کر لے" دراصل بے بی از مائی نک نیم۔ چلیں جی ہم فضول لوگوں کو برداشت کرنے کا شکریہ' او کے بھئی آپ سب کو اللہ تعالیٰ خوش رکھے' اجازت دیجیے اللہ حافظ۔


ذرا سی امید گمشدہ
فاخرہ گل

آگہی کا عذاب باقی ہے
کھل گئی آنکھ خواب باقی ہے
وقت تتلی تھا اڑ گیا کب کا
ڈائری میں گلاب باقی ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اجیہ ڈاکٹر کی بات پر دنگ رہ جاتی ہے اسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ یہ خوش خبری کس سے شیئر کرے ایسے میں وہ جلد از جلد اربش سے رابطہ کرنا چاہتی ہے اور اس کے لیے گھر پہنچنا لازمی ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر اسے فی الحال جانے نہیں دیتی، غزنی حنین کے ذریعے اربش کے تمام ڈاکومنٹس حاصل کرتا ہے اور آخر میں یہ بات اس کے لیے بے حد حیران کن ہوتی ہے کہ یہ اربش اجیہ کا شوہر ہے اربش کو اپنے سامنے دیکھ کر غزنی بدلے کی آگ میں جلنے لگتا ہے دوسری طرف شرمین کے لیے بھی یہ خبر کسی انہونی سے کم نہیں ہوتی ایسے میں وہ فوراً اربش کی ممی کو بتاتی ہے کہ اسے اربش کا علم ہوگیا ہے اربش کی ممی اس کی بے حد ممنون نظر آتی ہیں آفس میں اربش شرمین سے نہیں مل پاتا اور وہ خود بھی اس کے سامنے آنے سے کتراتی ہے۔ اربش کے لیے چند گھنٹے بعد کا سفر بہت سی مشکلات لے کر آتا ہے اجیہ کو سمجھانا اور اس سے رابطہ کرنا بے حد دشوار لگتا ہے ایسے میں وہ اپنے گھر جا کر اپنی ماں کو تمام صورت حال بتانا چاہتا ہے لیکن وہاں موجود سکندر صاحب کو دیکھ کر اور ان کی عامیانہ گفتگو سن کر اسے اپنی ماں پر بے حد غصہ آتا ہے جو چپ چاپ اس شخص کی بات سن رہی تھیں وہ ان سے ملے بغیر واپس گھر لوٹ جاتا ہے جہاں اجیہ ابھی تک لوٹ کر نہیں آئی غصے میں وہ اجیہ کا فون بھی توڑ ڈالتا ہے اور غزنی کی کال پر جلدی جلدی سامان سمیٹتے سفر کے لیے روانہ ہوجاتا ہے۔ اجیہ گھر لوٹتی ہے تو اسے گھر کی حالت دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ ضرور کوئی چوری کی نیت سے یہاں آیا تھا اس کا فون بھی ٹوٹی پھوٹی حالت میں ہوتا ہے ایسے میں وہ اربش سے رابطہ بھی نہیں کرپاتی۔ سکندر صاحب اربش کی ممی کی خاموشی کو رضامندی سمجھتے جلد از جلد حنین کی رخصتی کردینا چاہتے ہیں دوسری طرف اپنی بیمار بیوی کو وہ اسپتال میں ہی رکھنے کا ارادہ کیے ہوتے ہیں حنین ان کی جلد بازی پر گھبرا جاتی ہے۔ شرمین اجیہ کے گھر پہنچ کر اسے شاکڈ کردیتی ہے اور اربش کے باہر جانے والے واقعے کو اپنی مرضی کا رنگ دے کر یہ ظاہر کرتی ہے کہ اربش نے اس کا بدلہ لینے کی خاطر نہ صرف اجیہ سے شادی کی بلکہ اب وہ اپنا مقصد پورا ہونے پر باہر بھی جاچکا ہے ثبوت کے طور پر تمام کاغذات بھی وہ اپنے ساتھ لائی ہے اجیہ یہ سن کر دنگ رہ جاتی ہے۔ غزنی ایئرپورٹ پہنچ کر احسن سے رابطہ کرتا ہے اور اجیہ اور اپنے بارے میں تفصیل سے بتاتے اسے تمام صورت حال سے آگاہ کرتے اور نیا فون دلانے کی بات کرتا ہے ایسے میں احسن جلد وہاں پہنچ کر اجیہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہے غزنی اس دوران اربش کو اپنی سازش میں پوری طرح جکڑ لیتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

بانجھ ارادہ اور کوئی
جھوٹا وعدہ اور کوئی

ہم جیسا کیا دیکھا ہے؟
تم نے سادہ اور کوئی
دل میں سارا کھوٹ ہی کھوٹ
تن میں لبادہ اور کوئی
نکلے تھے ہم اپنے گھر سے
کر کے ارادہ اور کوئی
آخر کس امید پہ مانگیں
امجد وعدہ اور کوئی

سکندر صاحب نے ہمیشہ ہی تمام گھر والوں کی امیدوں کے برعکس کام کیا تھا اکثر اوقات ہی ایسا ہوتا کہ ان سے توقع کسی اور عمل کی ہوتی اوران کے افعال کوئی اور آئینہ دکھارہے ہوتے لیکن پہلے ان کے والدین ان کی ہر بات کو نظر انداز کرتے چلے آئے تھے اوران کے دنیا سے جانے کے بعدان کے بڑے بھائی نے بھی والدین ہی کی روش اختیار کیے رکھی وہ ہمیشہ انہیں چھوٹا بھائی ہونے کا فائدہ دیتے چلے آئے تھے لیکن یہ سب تب تک کا معاملہ تھا جب تک سارے معاملات ان تک محدود تھے لیکن اب اولاد کا وقت تھا اور ویسے بھی جب اولاد اپنے قد کے برابر آنے لگےتو ان کی رائے کو اہمیت دینی ہی پڑتی ہے کسی بھی کام کے لیے پاس بٹھا کر مشورہ بھی کیا جاتا ہے اور یہی باشعور اور سمجھدار والدین کی نشانی بھی ہے۔

اورابا کا بھی یہی وطیرہ تھا گھر کا کوئی بھی اہم معاملہ ہوتا وہ نہ صرف اماں بلکہ غزنی کے سامنے بھی تمام معاملہ رکھتے اوران دونوں کے مشورے کے بعد ہی کوئی بھی فیصلہ عمل میں لاتے لیکن آج جب ماں نے سکندر صاحب کی خواہش ان تک پہنچائی تو پہلے تو وہ خود بھونچکا رہ گئے کہ آخر یہ کیسی بات کی ہے انہوں نے پھر لہسن، پیاز چھیلتی اماں کو مخاطب کیا۔

''آپ کو یقین ہے کہ سکندر نے یہ بات مکمل سنجیدگی سے ہی کی تھی؟'' وہ ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر سکندر صاحب سے سمجھداری کی امید لگائے بیٹھے تھے۔

''یقین کیوں نہ ہو مجھے' یہ سب کچھ انہوں نے حنین کے سامنے ہی تو کہا تھا اور پھر میرا ان کے ساتھ کون سا مذاق کا رشتہ ہے کہ وہ یوں بیٹھے بٹھائے مجھے لطیفے سنانے لگ جائیں گے۔''

''اوہو بیگم صاحبہ میں نے ایسا کب کہا؟'' لہجے میں شگفتگی سموئے انہیں اپنی بات کی وضاحت دینی پڑی تھی۔

''بھئی دراصل مجھے ہرگز بھی سکندر سے اس حد تک بے حسی کی امید نہیں تھی کہ بیوی زندگی موت کی جنگ لڑتے اسپتال میں پڑی ہو اور وہ اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ اس کی بیٹی کی رخصتی ہوجانی چاہیے۔''

''ہم...... کہتے تو آپ ٹھیک ہی ہیں اوراس وقت جو تاثرات حنین کے چہرے پر میں نے دیکھے تھے آپ یقین کریں میرا دل کٹ کررہ گیا کیا تھا' سوچتی ہوگی وہ کہ اس کے ابا اب اسے ایک بوجھ کی طرح سر سے اتار پھینکنا چاہتے ہیں اور خود اپنے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ بھن اب جتنی جلدی ہوسکے اسے لے جاؤ۔'' اماں اپنے کام میں مصروف رہ کر بولیں۔

''ویسے میں یہ سوچتی ہوں تو دل میں شدید گھٹن کا احساس ہوتا ہے کہ کتنی بدنصیب ہوتی ہیں وہ بیٹیاں جنہیں اپنے باپ کی محبت' اس کا سہارا اور اعتماد ہی میسر نہ ہو۔'' اماں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

ان کی اپنی تو کوئی بیٹی نہیں تھی لیکن آخر وہ خود بھی تو کسی کی بیٹی تھیں اور بیٹیوں کے جذبات اور احساسات خوب سمجھتی تھیں یہی وجہ تھی کہ اب تک ان کے ذہن کے پردے سے حنین کے چہرے پر موجود ان تاثرات کا نقش نہیں اترا تھا جو سکندر صاحب کی بات سنتے ہی فوری طور پر اس کے چہرے پر ابھرے تھے اور وہ لمحات ایسے تھے کہ جب انہیں حنین سے محبت محسوس نہیں ہوئی تھی بلکہ اس پر ترس آیا تھا اس کے لیے دل میں ہمدردی بھی پیدا ہوئی تھی۔

محبت پر رحم غالب آ گیا تھا...... اور تب انہوں نے اپنے دل میں عہد بھی کیا تھا کہ وہ اپنے جیتے جی حنین کے چہرے پر یہ تاثرات دوبارہ کبھی آنے نہیں دیں گی۔

''بیگم صاحبہ پہلے ایک بات تو آپ مجھے یہ بتائیں ناں کہ یہ جو آپ کی آنکھوں میں، میں اپنی ان گناہگار آنکھوں سے آنسو دیکھ رہا ہوں تو ان کا سبب سکندر ہے یا پھر یہ پیاز؟'' انہوں نے اٹھ کر ٹیبل سے ٹشو لیا اور انہیں پیش کردیا۔

''میں اس وقت بہت سنجیدہ ہوں۔'' ان کے ہاتھ سے ٹشو لے کر آنسو صاف کرتے ہوئے وہ بولیں۔

''میں سمجھ سکتا ہوں، لیکن خیر مذاق تو میں بھی نہیں کر رہا ناں بلکہ میں اسی متعلق سوچ رہا ہوں کہ آخر اب کیا کرنا چاہیے؟'' اماں پیاز کاٹ چکی تھیں اور ان کی خوشبو پھیلنے لگی تھی ابا نے قریب رکھی پلیٹ سے انہیں ڈھکتے ہوئے کہا۔

''آپ کا کیا خیال ہے کیا ہم ان حالات میں حنین کی رخصتی کرائیں گے تو کچھ غیر مناسب تو معلوم نہیں ہوگا۔ آخر ہم کس کس کو بتاتے پھریں گے کہ یہ رخصتی تو خود دلہن کے والد کے اصرار پر کی جارہی ہے۔'' وہ موضوع کی طرف آتے سنجیدگی سے بولے۔

''میرا تو خیال ہے کہ ہمیں اس طرح کا کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے غزنی سے مشورہ کرلینا چاہیے کیونکہ اس کی رائے کے بغیر ہماری اس سوچ بچار کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں۔'' ابا سر ہلاتے ہوئے اماں کی بات سے متفق نظر آئے۔

''مگر حیرت کی بات یہ بھی ہے کہ آج سکندر سے میری ملاقات ہوئی تھی اس نے مجھ سے تو ایسا کوئی بھی ذکر نہیں کیا۔''

''آپ دونوں کہاں ملے۔'' اماں گردن ان کی طرف موڑ کر مکمل متوجہ ہوئیں۔

''شفیق صاحب کے اسپتال میں کچھ رقم عطیہ کرنے آیا تھا کہ کسی غریب کا علاج ہوجائے۔''

''ہونہہ یہ تو شروع سے عادت ٹھہری کہ بے شک اپنے گھر والے دس روپے کو ترس رہے ہوں مگر باہر امداد کے طور پر ہزاروں بھی دیتے ہیں ارے میں تو کہتی ہوں کیا فائدہ ایسی خیرات یا صدقے کا جس میں اپنے گھر والوں کی حسرتیں اور جائز خواہش تک لپیٹ کر دے دی جائیں۔ کچھ اللہ کا خوف بھی ہے آپ کے بھائی کو کہ نہیں ہونہہ ساری عمر گزر گئی مگر اب تک ان کا مزاج نہ بدلا دنیا کے لیے بہترین اور گھر والوں کے لیے بدترین۔'' اماں کو بہت کم ہی غصہ آتا تھا لیکن آج جو غصہ آیا تو اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اور اس کی وجہ حنین کے وہ تاثرات تھے جو انہوں نے رخصتی کی بات پر اس کے چہرے پر دیکھے ابا کچھ دیر گہری سانس لے کر لب بھینچے انہیں دیکھتے رہے پھر کچھ سوچ کر بولے۔

''میرا تو خیال ہے کہ اگر سکندر خود کہہ رہا ہے کہ حنین کی رخصتی کردی جائے تو ہمیں فوراً اس کی بات مان لینی چاہیے ڈھول ڈھمکے کے بغیر بھی تو یہ کام ہوسکتا ہے اور ویسے بھی نکاح بھی پہلے وہیں اسپتال میں ہوا تھا تو رخصتی بھی وہیں سے کرالیں گے بڑی خاموشی اور سادگی سے اس کے بعد اگر حنین چاہے جو کہ یقیناً وہ چاہے گی تو یہاں سے روزانہ اپنی ماں کے پاس اسپتال جاسکتی ہے۔''

''ہاں میرا بھی یہی خیال ہے، بس سکندر یہ چاہتا ہے کہ کسی طریقے سے اس پر سے یہ ذمہ داری ختم ہو اور پھر بے شک وہ اسپتال میں دن میں بیٹھے یا رات کو تو اسے کسی قسم کی فکر نہ ہو۔'' اماں تلخ تھیں اور یہ تلخی ابھی کچھ دیر اور برقرار رہنی تھی۔

''تو بس ٹھیک ہے غزنی کے آنے کا انتظار کرو مجھے امید ہے کہ وہ ہماری رائے کا احترام کرے گا اور اگر اسے کوئی اعتراض نہ ہوا تو میں تو کہوں گا کہ آج ہی حنین کو گھر لے آیا جائے باقی اگر اپنے چاؤ پورے کرنے بھی ہوں تو بعد میں آرام سے ولیمہ پر کرلیں گے۔'' وہ دونوں ایک بات پر متفق ہوچکے تھے اور اب غزنی کے انتظار میں تھے کہ وہ آکر ان کی رائے کو فیصلے کی شکل دے۔

ابھی تو رت بدلنی تھی ابھی تو پھول کھلنے تھے
ابھی تو رات ڈھلنی تھی ابھی تو زخم سلنے تھے
ابھی تو سرزمین جاں پر اک بادل کو گھرنا تھا

ابھی تو وصل کی بارش میں بھگے پاؤں پھرنا تھا
ابھی تو کشت غم میں اک خوشی کا خواب بونا تھا
ابھی تو سیکڑوں سوچی ہوئی باتوں کو ہونا تھا
ابھی تو ساحلوں پر اک ہوائے شاد چلنی تھی
ابھی جو چل رہی ہے یہ تو کچھ دن بعد چلنی تھی

واقعی ابھی تو بہت کچھ ہونا باقی تھا وہ سب کچھ جو ابھی اجیہ کے تخیل میں تھا اور جواب تک اس کی زندگی میں نہیں ہوا تھا ابھی تو وہ سب بھی ہونا تھا جو اس کی خواہش تھی لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوسکا تھا اسے اپنا آپ اس مسافر کی طرح لگ رہا تھا جس سے اذانِ سفر چھین لیا جائے منزل پر پہنچنے سے پہلے پہلا قدم اٹھاتے ہی۔ اسے اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ اس نے اربش سے نکاح کی حامی اس کا اسٹیٹس دیکھ کر بھری تھی لیکن یہ بھی تو ایک زندہ سچ تھا کہ عین اس روز جب وہ صرف اس کی خاطر اپنی ممی کو چھوڑ آیا عیش و عشرت کی زندگی کی پروانہ کی اور روکھی سوکھی کھا کر اس کے ہی ساتھ رہنا گوارا کیا تب اجیہ کے دل سے بھی آسائشوں کی چاہ نکل گئی تھی اور اربش کی محبت نے یوں اپنی حیثیت واضح کی کہ پھر اس کے دل میں کوئی طلب ہی باقی نہ رہی وہ اس ٹوٹے پھوٹے گھر میں دال کے ساتھ بھی بے حد خوش اس لیے تھی کہ اس کے ساتھ اربش تھا اربش کی محبت نے اسے دنیا کی ہر چیز سے بیگانہ ہی تو کردیا تھا کہ کوئی خواہش ہی نہ رہی وہ جانتی تھی کہ نت نئے کپڑے جوتے وہ افورڈ نہیں کرسکتی تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں کہ کبھی ان چیزوں کی شاپنگ کرے اس کے لیے یہ سب چیزیں اب ثانوی اور نہایت عام سی حیثیت اختیار کرچکی تھیں کیونکہ اس کی کشش کا محور و مرکز اب صرف اور صرف اربش تھا حالات جتنے بھی کٹھن کیوں نہ ہوں وہ اربش کے ساتھ پوری عمر گزارنے پر تیار تھی لیکن یوں اچانک کچھ بھی بغیر بتائے اربش کا چھوڑ جانا اپنی روزمرہ کی تمام اشیاء لے جانا اور یہاں تک اپنے اور اجیہ کے درمیان رابطے کا ایک واحد ذریعہ اس کا موبائل فون بھی توڑ دینا اور پھر سونے پر سہاگہ شرمین کا آ کر حقیقت سے پردہ اٹھانا یہ سب اجیہ کے دماغ کو بہت زیادہ الجھا رہا تھا وہ اس بات پر تو کسی بھی صورت یقین نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اربش نے اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی دھوکہ کیا کیونکہ اس کی روشن شفاف آنکھوں میں اجیہ نے کبھی کوئی دھوکا کوئی منافقت تو دیکھی ہی نہیں تھی اربش کی باتوں میں اسے کبھی بھی ایسا نہیں لگا تھا کہ وہ یہ سب کچھ اوپری دل سے کہہ رہا تھا بدلہ لینے والے تو کچھ اور ہی ہوتے ہیں اجیہ کا دل کیسے مانتا کہ اربش نے صرف اور صرف شرمین کی خاطر اس سے بدلہ لینے کے لیے پہلے اس سے محبت پھر شادی اور پھر اس کے ساتھ یوں اس چھوٹے سے گھر میں رہنے کا ڈرامہ رچایا اس کا دل کسی بھی طور شرمین کی باتوں پر یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔

لیکن آخر وہ کیا کرتی...... کس سے پوچھتی کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کون سا ہے؟

اربش کے حق میں دلائل دیتے اپنے دل کی صفائیوں پر کس سے صداقت کی مہر لگواتی اور پھر اب...... زندگی کے اس موڑ پر جبکہ اتنے مشکل دن گزارنے کے بعد اسے ایک مکمل اور بھرپور خوشی ملی تھی وہ ماں بننے والی تھی لیکن اس خوشی کو بھی لمحوں میں گہن لگ گیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طور کہیں سے بھی اربش کو ڈھونڈ نکالتی اور اسے سارا قصہ سنا کر سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کا کہتی لیکن ایسا کیسے ممکن ہوتا؟ اس کے سامنے تو کوئی بھی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس کے ذریعے وہ اربش کو ڈھونڈتی یا جس کی بدولت وہ اربش سے رابطہ کرنے کی پوزیشن میں ہوتی ذرائع اور وسائل دونوں طرف سے وہ خالی ہاتھ تھی نہ تو ہاتھ میں چند روپے تھے کہ آسرا ہوتا اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو بھلا وہ کیا کرتی کہاں جاتی کس سے مدد مانگتی اور اربش کو کیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ پاتی۔

شرمین کے جانے کے بعد اپنے بیڈ پر بیٹھی اجیہ کافی دیر سے گھٹنوں پر تھوڑی رکھے اسی سوچ میں گم تھی ایسا لگتا جیسے کسی ایسی گلی میں آ نکلی ہے جو ہر سمت سے بند ہے جس سے کسی بھی جانب کوئی رستہ نکلتا ہی نہیں بلکہ سامنے جانے کی بھی کوئی صورت حال نہیں اسے میں دیکھنے والوں

کو تو شاید یہی لگتا کہ ایسی صورت میں بہترین واپس مڑ جانا ہے لیکن اگر وہ واپس مڑتی بھی تو کہاں، کون ایسا ہوتا جو اسے اپنے پاس رکھتا یا محبت سے اسے قبول کرلیتا۔ پہلا خیال اسے ممی کا ہی آیا تھا لیکن خواب اور خیال دونوں ہی آزاد رو ہیں کچھ بھی اور کسی سے بھی منسلک ہو سکتے ہیں اسے لگتا جیسے وہ اس کے ماں بننے کی خوشی سے جھوم جائیں گی کہ وہ دادی بننے والی ہیں لیکن یہ صرف اور صرف ایک خیال سے بڑھ کر نہیں تھا کیونکہ جانتی تھی کہ اس کی جیب خالی ہے اور ممی کا دل اگر شرمین کے مطابق یہ سارا ڈھونگ رچایا ہی شادی کے لیے گیا تھا تو پھر بھلا انہیں اس بچے کی کیا خوشی ہوتی اور خود اجیہ کو تو وہ یوں بھی رد کرچکی تھیں دوسری صورت میں اس کا میکہ بھی ایک آپشن ہوسکتا تھا لیکن وہ میکے واپس جانے کا تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی اسے یقین تھا کہ میکے جانے کی صورت میں اگلے ہی لمحے اس کی موت سکندر صاحب کے ہاتھوں یقینی تھی۔

ویسے بھی وہ ان بدنصیبوں میں سے تھی جنہیں میکے کا مان نہ کبھی شادی سے پہلے ملا اور نہ ہی کبھی بعد میں وہ لڑکیاں اور ہی ہوتی ہوں گی جو میکے کے نام پر سر اٹھا کر بات کرتی ہیں' سکندر صاحب کی طرف سے وہ اعتماد تو اسے کبھی ملا ہی نہیں تھا جس کی بنا پر وہ کسی بھی مشکل وقت میں میکے کے بارے میں سوچتی وہاں کا رخ کرتی، ویسے بھی شادی کے بعد میکہ لڑکیوں کی وہ محفوظ پناہ گاہ ہوتی ہے جہاں وہ سسرال میں پیش آنے والے کسی بھی ناخوشگوار واقعے یا نامساعد حالات کے بعد فوری طور پر داخل ہوجانے کا سوچتی ہیں لیکن پھر بھی ہر لڑکی کی قسمت میں یہ محفوظ پناہ گاہ نہیں بھی ہوتی اور بعض اوقات ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ پناہ گاہ تو ہوتی ہے لیکن وہاں کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہوتا ایسی لڑکیاں تو پھر ڈری ہی رہتی ہیں سسرال کے ناخوشگوار حالات سے میکے کے ناخوشگوار حالات کے درمیان۔ اجیہ شاید کتنی ہی دیر اپنے خیالات میں کھوئی رہتی کہ اچانک اسے دروازے پر کھٹکا سا محسوس ہوا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت دھیمی آواز میں مگر مسلسل اس کے گھر کے دروازے پر دستک دے رہا ہے غیر محسوس طریقے سے اجیہ اپنے آپ میں مزید سکڑ گئی تھی دونوں بازوؤں سے خود کو پہلے سے زیادہ مضبوطی سے جکڑا اور کان انتہائی حساس ہوکر جیسے دروازے پر ہی لگ گئے تھے۔

آج سے پہلے تک تو اسے ہمیشہ یہی شکوہ ہوا کرتا کہ پلک جھپکتے ہی رات کیوں گزر جاتی ہے سارا سارا دن تو وہ اربش کے انتظار میں وقت شمار کرتی رہتی اور وقت انتہائی سست رفتار سے گزرتا لیکن جیسے ہی اربش گھر میں داخل ہوتا تو ایسا لگتا جیسے وقت کو پر لگ گئے ہوں' صرف ان کے کھانا کھانے اور معمولی سی بات چیت کے دوران ہی آدھی رات بیت جاتی اسے ہمیشہ ہی اربش کے ساتھ گزارے گئے وقت کے مختصر ہونے کا شکوہ ہوتا یہی حال اربش کا بھی تھا ہمیشہ یہی کہتا۔

''سارا دن تو وقت گزرتا ہی نہیں اور جیسے ہی گھر میں داخل ہوتا ہوں وقت بھی دوڑنے لگتا ہے اتنے دن ہوگئے ہیں ساتھ رہتے لیکن آج تک تم سے جی بھر کر باتیں ہی نہیں کیں' تمہیں آنکھ بھر کر کبھی دیکھا ہی نہیں' یہ وقت بھی ناں تمہاری دوسری ساس ثابت ہورہا ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے کہتا۔

''ساس۔'' وہ ناسمجھی سے مسکراتے ہوئے پوچھتی۔

''ہاں بھئی آج کل ساسوں کا دل کہاں چاہتا ہے کہ ان کا بیٹا ان کی بہو کے ساتھ بہت سارا وقت گزارے۔''

''ہاں تمہیں تو جیسے بڑا تجربہ ہے ناں اور ویسے ایک بات کہوں اربش اگر تم مائنڈ نہ کرو تو......'' اس کے چپ ہوتے ہی اربش سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا اور وہ بات جاری رکھتی۔

''ممی کی نیچر بہت اچھی ہے وہ عام ساسوں، جیسی کبھی بھی ثابت نہ ہوتیں لیکن بس شاید انہیں دکھ اس بات سے پہنچا کہ تم نے ان کے علم میں لائے بغیر اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرلیا اور اس بات کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار ہی نہیں تھیں۔ شاید کوئی اور بھی عورت ان کی جگہ ہوتی تو اس کا بھی ردعمل یہی ہوتا جو ان کا تھا اس لیے پلیز ان کے لیے اپنے

دل میں کبھی بھی کوئی غلط بات نہ لانا۔“
”بھئی یہ دنیا کی پہلی بہو ہے جو شوہر کے سامنے اپنی ساس کی حمایت میں بول رہی ہے۔“ وہ ہنستا۔
”اور نہ صرف یہ کہ بول رہی ہے بلکہ شوہر کو اس بات پر اکسا بھی رہی ہے کہ وہ اس کی باتوں کو سو فیصد درست مانے، سچ مانے اور انہیں حقیقت تسلیم کرے..... مجھے لگتا ہے اربش جیسے ہم سب ہی حالات کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں کیونکہ تم بھی تو ممی کی پسند کے خلاف انہیں بتائے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کرنے کے حق میں نہیں تھے ناں..... تم تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ کبھی اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام بھی کرو گے جو ان کی پسند اور مزاج سے متصادم ہو لیکن تمہیں پھر بھی کرنا پڑا اور وہ بھی صرف اس لیے کہ حالات ہی ایسے پیدا ہوگئے تھے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ تھا۔“ بات کرتے کرتے اجیہ نے سر جھکایا اور دونوں ہتھیلوں کو آپس میں رگڑنے لگی۔
اربش نے مکمل خاموشی سے اسے بات کرنے کا بھرپور موقع دیا۔
”اور میں..... ہونہہ میں نے کب ایسا چاہا تھا کہ مجھے گزارنے کے لیے ایک ایسی زندگی ملے جس میں کوئی بھی میرے قریب نہ ہو میں سب سے بات بھی کرنے کو ترسا کروں باوجود اس کے کہ میں بھرے پرے گھر میں رہنے کی خواہش مند تھی میں چاہتی تھی کہ شادی کے بعد ایسی زندگی گزاروں جو میری پہلے والی زندگی کا میری محرومیوں کا ازالہ کردے لیکن دیکھ لو اپنی زندگی کی تو محرومیاں کیا ہی ختم ہوئیں میں نے تمہاری زندگی سے بھی سب کچھ چھین لیا۔“ اربش نے اجیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک دیکھی تو نفی میں گردن ہلا کر کچھ کہنا چاہا مگر اجیہ نے اپنی بات جاری رکھی۔
”میں باپ کے پیار کو ترسی تو اب میری وجہ سے تمہیں ماں کے پیار کو ترسنا پڑ رہا ہے، میں اپنی زندگی میں معاشی طور پر کمزور رہی تو تمہاری زندگی میں آتے ہی تمہیں بھی خالی ہاتھ کردیا میں ایسا کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن دیکھ لو حالات نے ایسا کھیل کھیلا کہ میں سمجھ ہی نہیں پائی کہ جن کے مقدر میں ہمیشہ کے لیے شکست لکھ دی گئی ہو وہ کسی بھی طریقے اس ہار کو جیت میں نہیں بدل سکتے اور شاید میں نے اپنے مقدر سے لڑنے کی کوشش کی تھی جس کی سزا نہ صرف مجھے ملی بلکہ میرے ساتھ ساتھ ناکردہ گناہ کی سزا تم بھی بھگتنے پر مجبور ہو۔ میں ان تمام حالات کی وجہ سے تم سے پھر معافی چاہتی ہوں اربش..... آج میری وجہ سے تم صرف روزگار کی تلاش میں سڑکوں پر دھکے کھانے پر مجبور ہوا گر میرے پاس وقت کو لوٹانے کا اختیار ہوتا تو یقین کرو کبھی تمہاری زندگی میں شامل نہ ہوتی اور کبھی تمہیں در بدر نہ ہونے دیتی۔“ اجیہ کو احساس تھا کہ وہ صرف اس کی وجہ سے یہ مشکل زندگی گزارنے پر مجبور ہے لہٰذا دل کی بات کہہ دی تو کچھ دیر بعد اربش بولا۔
”ہم دونوں میں فرق ہی تو اسی سوچ کا ہے ناں تمہارے پاس اگر وقت لوٹانے کا اختیار ہوتا تو کبھی میری زندگی میں شامل نہ ہوتیں لیکن یقین کرو اجیہ کہ اگر میرے پاس وقت لوٹانے کا اختیار ہوتا تو میں پھر بھی زندگی گزارنے کے لیے تمہارا ہی انتخاب کرنا چاہتا' چاہے اس کے لیے مجھے کتنی ہی دشوار زندگی کا سامنا کرنا ہوتا۔“ اجیہ نے سامنے بیٹھے اربش کی آنکھوں میں دیکھا۔
وہ جانتی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے اسے اس کے الفاظ کی صداقت پر کبھی بھی شک نہیں رہا تھا یہی وجہ ہی تو تھی جس نے اجیہ کے لیے روپیہ پیسہ' سہولتیں اور آسائشیں سب کو نچلے درجے پر رکھ کر نہایت عام اور اربش کی محبت کو ہی انتہائی خاص کردیا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ جس دامن میں محبت ہو وہی اس دنیا کا امیر ترین اور خوش نصیب شخص ہے اور یہ دولت حاصل کرنے کے بعد اب حقیقتاً اس کے دل سے روپے پیسے کی خواہش ختم ہوگئی تھی۔
”مجھے تم سے کوئی بھی شکوہ اس لیے نہیں ہے کہ یہ سب ہمارے ساتھ اسی طرح ہونا طے تھا' ہوسکتا ہے ممی ہمارے ساتھ یہ سلوک روا نہ رکھتیں تو ہم ایک دوسرے کے لیے اتنے قریب نہ آتے' ہم ایک دوسرے سے یوں شدت سے

محبت نہ کر پاتے جس طرح اب کرتے ہیں' خوشی کے لمحات کی دوستی انسان بھول سکتا ہے لیکن مشکل وقت کا ساتھ مرتے دم تک یاد رہتا ہے اور تم دیکھ لو کہ ان مشکل حالات نے ہمیں جتنا ایک دوسرے کے نزدیک کیا اتنا ہم عام حالات میں شاید ہو ہی نہ پاتے۔''

اور اربش کی بات سے تو جیسے اجیہ کے دل پر لگی گرہ کھل سی گئی وہ واقعی قدرت کا کھیل اب سمجھی تھی اور اسے یوں لگا جیسے سکون کی ایک ان دیکھی لہر ہے جو اس کے اندر اترتی ہی چلی گئی ہے اپنے حالات اور مقدر سے کیے جانے والے شکوے بھی ختم ہوگئے تھے وہ اب سمجھ گئی تھی کہ واقعی اسے یہ وقتی پریشانی دے کر ہمیشہ کے لیے اربش کی محبت عطا کردی گئی تھی اور ایسا ہی تو تھا کہ اربش کی حقیقی محبت تو اس کے دل میں جاگی ہی تب تھی جب اس نے دیکھا کہ اربش صرف اس کی محبت میں اس کی خاطر ہر قسم کی آسائشوں اور دولت کو ٹھوکر مار آیا ہے۔

محبت کیا ہوتی ہے یہ تو اجیہ کو پتا ہی تب لگا تھا کہ وہ جن آسائشوں اور دولت کے لیے اربش سے شادی کر رہی ہے وہ تو محبت کے مقابلے میں ذرہ برابر اہمیت نہیں رکھتیں اور اگر آتے ہی اسے وہ سب مل جاتا جس کی خاطر اس نے اربش کو چنا تھا تو اربش کا مقام اس کے دل میں نہایت عام سا ہوتا جبکہ اب اربش اس کے لیے سب کچھ تھا اور اس کی محبت نے اجیہ کے دل سے دنیاوی خواہشیں تک نکال پھینکیں تھیں۔

''جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کسی بھی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں، تم پر آنے والی ہر مصیبت اور پریشانی پہلے مجھ پر سے ہو کر گزرے گی سمجھیں تم۔'' اجیہ کی تھوڑی پکڑ کر ننھے بچوں کی طرح اربش نے اس سے پوچھا تو وہ مسکرانے لگی۔

''اور ممی سے دوری کا معاملہ ہو یا تمہارے گھر والوں سے ملاقات کا میں ان شاء اللہ سب کچھ بہترین طریقے سے طے کرلوں گا تم بس کسی بھی معاملے میں پریشان نہ ہوا کرو' بس مجھے تھوڑا سا وقت دو پھر دیکھنا تم جو چاہو گی وہی ہوگا' بس تم مجھ پر اعتبار کرو اور اپنی ساری فکریں پریشانیاں مجھے سونپ کر بے فکر ہو جاؤ۔'' اربش نے اس کا ہاتھ تھام کر یقین دلایا تھا اور واقعی وہ اس کی باتوں پر بچوں کی طرح خوش ہوگئی تھی۔

لیکن اب تو سب کچھ متضاد تھا اچانک ہی اسے محسوس ہوا کہ دروازے پر ہونے والی دستک اب تیز ہونے لگی ہے۔

''اس وقت کون ہوسکتا ہے؟'' وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے خود سے سوال کیا۔

''اس گھر میں اس کی موجودگی کے بارے میں شرمین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا اور بھلا شرمین یوں رات گئے دوبارہ اس کے پاس کیوں آئے گی؟ محلے میں کسی کے ساتھ بھی اس کے تعلقات نہیں تھے اس لیے اس سوال کا بھی امکان نہ تھا کہ شاید اہل محلہ میں سے کوئی ہو اور پھر اگر ہو بھی تو یہ وقت ایسا تھا کہ کوئی بھی کسی کے گھر دستک نہ دیتا اور پھر ایک دو مرتبہ نہیں یوں آہستہ آہستہ مسلسل اور پراسرار...... پہلے تو اس نے سوچا کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلے۔ خاموش رہ کر بیٹھی رہے اس وقت تک جب تک کہ کوئی زوردار طریقے سے دروازہ نہ بجائے یا کسی طریقے سے اندر آنے کی کوشش نہ کرے لیکن یہ خیال آتے ہی اس نے رد کردیا تھا اور اٹھ کر دروازے کے قریب جانے کا فیصلہ کیا تاکہ پوچھے کہ اس وقت کون ہے اور دروازہ کیوں بجا رہا ہے۔ لمحے بعد دروازے کی دستک کی طرف دھیان جاتے ہی وہ بھول گئی کہ وہ ابھی چند لمحوں پہلے کسی وجہ سے پریشان تھی اس وقت اس کی مکمل توجہ دروازے کی طرف تھی ذہن میں کئی طرح کے خیال آرہے تھے۔

''ہونے کو کچھ بھی ہوسکتا تھا وہ اس وقت گھر میں اکیلی ہے اگر اس کے ساتھ کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا تو کسی کو خبر بھی نہیں ہوگی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا نہ ہی اہل محلہ کسی کو اطلاع کر پائیں گے' وہ کون ہے' کہاں سے آئی ہے' اس کے والدین کہاں ہے' شوہر کہاں ہے' کوئی اس کے بارے

میں کچھ بھی تو نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ اس کا نام بھی نہیں۔ ایسے میں اگر اس کے ساتھ کچھ ہوا تو کیا وہ یہاں یونہی لاوارثوں کی طرح پڑی رہے گی؟" یہ سوچ ذہن میں آتے ہی وہ کانپ گئی تھی۔

اس کے ساتھ ہی باہر ہوتی دستک کی آواز جو پہلے دھیمی تھی اب تیز ہونے لگی دروازہ بجانے کا انداز بھی عام نہ تھا ایسا لگتا جیسے دروازہ بجاتے جاتے کوئی بندہ چابی یا کوئی اور چیز دروازے کی سطح پر پھیرنے لگتا خوف اور پریشانی سے اجیہ کو اپنا خون خشک ہوتا محسوس ہوا ہاتھ پاؤں بھی سرد ہو چلے تھے اٹھ کر دروازے تک جائے نہ جائے یہی سوچتے ہوئے کچھ وقت بیتا اور ساتھ دستک مدھم ہونے لگی تو اسے احساس ہوا کہ وہ آج صبح سے ہی بھوکی ہے لیکن کچھ بھی کھانے کی کوئی طلب جاگی نہ خواہش البتہ خوف سے اس کی زبان خشک ہورہی تھی لہٰذا ہمت کرکے پاؤں بیڈ سے نیچے اتارے سلیپرز پہنے اور کمرے سے باہر نکلی۔ ہلکی زرد روشنی دیتا بلب صحن کو مزید پراسرار بنا رہا تھا ایک طرف رکھی اینٹوں اور ریت میں اسے یوں لگا جیسے کوئی شخص چھپا بیٹھا ہے یہ سب اس کا وہم تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ اسے صحن میں موجود ایک ایک چیز سے خوف محسوس ہورہا تھا ایسا لگتا جیسے ابھی کسی بھی چیز کے پیچھے سے کوئی نکل آئے گا بمشکل تھوک نگلتی وہ کچن تک پہنچی گلاس میں پانی ڈالا اور جیسے ہی گلاس لے کر پلٹنے لگی تو بیرونی دروازے کے باہر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا دروازہ کیونکہ زمین سے معمولی سا اوپر تھا اس لیے نیم تاریکی میں اسے دروازے کے بالکل ساتھ لگے دو سائے محسوس ہوئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ غور سے دیکھتی ایک دم دوبارہ سے دروازہ بجنے لگا اور اچانک چونکنے پر اس کے ہاتھ سے گلاس بھی زمین پر جا گرا تھا۔

......❁......

جس دن سے ارتش ان سے روٹھا تھا اور انہوں نے اسے اجیہ سمیت گھر سے نکالا تھا تب سے وہ ایک پل کے لیے بھی سکون حاصل نہیں کرپائی تھیں جذبات اور غصے میں آ کر اسے نکال تو دیا تھا اور یہی سوچا تھا کہ ناز ونعم اور عیش وعشرت میں پلا بڑھا ارتش دو چار دن حالات کے تھپیڑے کھانے کے بعد پھر واپس آجائے گا لیکن ماں ہونے کے باوجود وہ اس معاملے میں غلطی ثابت ہوگئی تھیں اور وہ درست اندازہ نہ لگا پائی جس کا نتیجہ مستقل پریشانی کی صورت میں سامنے آیا اور پھر ایک پریشانی نے یکے بعد دیگرے کئی پریشانیوں کو جنم دیا اور وہ بھونچکا سی ہو کر رہ گئیں۔ وہ ان معاملات اور اس طرح کے حالات کی تو عادی ہی نہیں تھیں نہ ہی ان کی فطرت میں لڑائی جھگڑا تھا ان کی زندگی اسکول سے گھر اور گھر سے اسکول تک ہی محیط تھی لیکن اب اجیہ کی ان کی زندگی میں آمد کے ساتھ ہی سب کچھ بدل کر رہ گیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اجیہ کو ہی ان تمام معاملات کی ذمہ دار سمجھتی تھیں اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ وہ تو اجیہ کو اپنی بھانجی کی صورت میں بھی قبول نہیں کر پارہی تھیں، بہن کی محبت اپنی جگہ لیکن وہ لڑکی جوان کے اور ارتش کے درمیان فاصلے پیدا کرنے کا سبب بنی، جس نے ان کے لاڈلے اور فرماں بردار بیٹے کو ان کے مدمقابل لا کھڑا کیا، وہ اسے بھلا کیسے معاف کرسکتی تھیں یہی وجہ تھی کہ وہ بہن کو ایک نظر دیکھنے ان سے ملنے کو تو تڑپ رہی تھیں لیکن اجیہ کو دیکھنے کی بھی روادار نہ تھیں۔

"شرمین آئی نہیں ابھی تک۔" بوا کی نظریں لاؤنج کے اندرونی دروازے اور ساعت اطلاعی گھنٹی پر مرکوز تھی خود ممی بھی شرمین کے ہی انتظار میں ٹہل رہی تھیں وہ یہ جان لینے کو بے تاب تھیں کہ ارتش اس وقت کہاں ہے اور وہ اسے کب مل سکیں گی گلے لگا سکیں گی اتنے دنوں بعد آخر وہ اسے کب جی بھر کر دیکھ سکیں گی۔

"میں خود بے چین ہوں بوا بس شاید آتی ہی ہوگی۔"

"اللہ بھلا کرے شرمین کا جس نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا۔" بوا نے دل سے شرمین کو دعا دی۔

"واقعی آپ نے سچ کہا یہ لڑکی ہمارے لیے تو فرشتہ بن کر ہماری زندگی میں داخل ہوئی ہے اس کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی بوا اس نے مجھے بن مول کے خرید لیا

ہے۔" ممی کی آواز احساس تشکر سے بھیگنے لگی تھی۔

"بس دیکھ لو یہ دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی اور شرمین کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے۔" ممی نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے ان کی بات کی تائید کی۔

"میں نے شرمین کے پسندیدہ کوفتے پکائے ہیں' آئے گی تو خوش ہوجائے گی لیکن اب بس آ بھی جائے یقین مانو مجھ سے تو انتظار ہی نہیں ہورہا کہ کب وہ آئے اور آ کر ہمیں بتائے کہ اربش کہاں ہے پھر تم بس دیکھنا مجھے ایک بار یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ہے کہاں پھر تو میں اسے خود جا کر واپس لاؤں گی۔" بوا مستقبل قریب کے تمام منصوبے بنا چکی تھیں اور اب وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والی صورت حال سے گزرتی بوا کو اب کسی طریقے چین آتا دکھائی نہ دیا تو اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردہ ہٹا کر کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئیں ابھی انہیں کھڑکی سے بیرونی گیٹ پر نظریں جمائے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اطلاعی گھنٹی کی آواز پر دونوں چونکی تھیں بوا گیٹ کھولنے گئیں تو ممی سے بھی رہا نہ گیا اور وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیں۔

ائیر پورٹ پر ایک ہجوم تھا جو اب آہستہ آہستہ چھٹ چکا تھا جانے والے مسافروں سے زیادہ انہیں الوداع کہنے والے لوگ تھے ہاتھوں پر مہندی لگے زرق برق لباس پہنے کچھ لڑکیوں کو تو دیکھنے سے ہی اندازہ ہورہا تھا کہ وہ شادی کے بعد اب پہلی مرتبہ بیرون ملک جارہی ہیں' کچھ فیملیز تھیں اور کچھ تن تنہا اپنا بیگ یا اٹیچی گھسیٹتے ائیر پورٹ کے اندرونی حصے میں ایک قطار کی صورت داخل ہورہے تھے۔

اربش اپنے گروپ کے ساتھ ہی تھا وہ سب ایک دوسرے سے بات چیت میں مصروف تھے بورڈنگ کے لیے قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کررہے تھے مگر اربش کو ان کی باتوں میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوئی نہ ہی اس نے باقی سب کی طرح اپنا تعارف کرانا ضروری خیال کیا تھا۔ ویسے بھی اس کے حالات باقی تمام سے مختلف تھے وہ سب اپنے اپنے گھروں سے ہنسی خوشی بہتر مستقبل کے لیے جانے کتنی ہی دعاؤں کے حصار میں نکلے تھے جبکہ وہ آتے ہوئے اجیہ سے ملنا تو دور اسے بتا بھی نہیں پایا تھا اور پھر وہ رہ رہ کر خود کو کوستا کہ نہ وہ اس وقت غصے میں موبائل توڑتا اور نہ آج اس صورت حال کا سامنا ہوتا کم از کم وہ اجیہ سے بات تو کرلیتا۔ اب جب تک حسن کا اجیہ سے رابطہ نہ ہوتا وہ پتا نہیں کیا سوچے گی' کتنا پریشان ہوگی' دعا کے نام پر اربش کے پاس ایک لفظ تک نہ تھا البتہ ممی کی طرف سے بدگمانی ضرور بڑھ گئی تھی' وہ جانتا تھا کہ آج کی رات حسن کا کراچی لوٹنا مشکل ہے لیکن اس کی خاطر وہ کل تک اجیہ کو تمام صورت حال سے آگاہ کرکے اس سے بات بھی کرا دے گا لیکن اجیہ پریشان ہے اور پریشانی کی وجہ خود اربش ہے یہ خیال ایسا تھا جو اسے مزید پریشان کررہا تھا۔

گہری سانس لے کر خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش میں اس نے چاروں طرف نظر دوڑا کر یونہی لوگوں کو دیکھا اس کے ساتھ آنے والے سب لڑکوں کی بورڈنگ ہوچکی تھی غزنی ابھی تک ائیر پورٹ کے اندرونی حصے سے دور اس مقام پر کھڑا تھا جہاں سے اسے بورڈنگ کراتے افراد باآسانی نظر آرہے تھے۔ اس کی ٹریول ایجنسی کے تھرو جانے والے سب لڑکے بورڈنگ ہوجانے پر اسے اوکے کا میسج سینڈ کررہے تھے کہ یہ ہی اس کی ہدایت تھی اب انہیں فلائٹ کا انتظار تھا سو سب ایک ساتھ ائیر پورٹ میں بنی انتظار گاہ کی طرف چل دیے جبکہ اربش ابھی کاؤنٹر پر ہی موجود تھا۔

"نام کیا ہے آپ کا؟" کاؤنٹر کے اس پار بیٹھی خاتون نے پاسپورٹ پر لگی تصویر کو بغور دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر نظریں جمادیں۔

"اربش......" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"پہلی مرتبہ جارہے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"ساتھ کون ہے فیملی ممبرز ہیں۔"

"جی نہیں، اکیلا ہوں۔"

''لگیج میں کیا ہے آپ کے پاس؟''
''صرف ایک بیگ۔'' اربش نے اپنے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔
''ہینڈ کیری کریں گے یا بک کرانا ہے۔''
''ہینڈ کیری۔''
''کتنا وزن ہے اس کا؟ اور اس میں کوئی چھری بلیڈ یا کوئی اور اس طرح کی چیز تو نہیں؟'' خاتون آفیسر نے ایک نظر بیگ کو دیکھا۔
''جی نہیں، بالکل بھی نہیں۔''
''اس میں کیا ہے ویسے۔''
''روزمرہ کی چند چیزیں اور کپڑے۔'' وہ خاتون کی اس جرح پر زچ ہو رہا تھا لیکن جانتا تھا کہ حالات اور سیکورٹی کے پیش نظر یہ سب اس کے فرائض میں شامل تھا اسی لیے بڑے آرام اور تحمل سے تمام سوالات کے جوابات دیتا رہا۔
''اوکے، اسے ذرا بیلٹ پر رکھیں اور یہ ٹیگ لے کر اسے لگالیں۔''
ہدایات کے عین مطابق اربش نے اپنا بیگ لگیج بیلٹ پر رکھا اور ٹیگ کے ساتھ لگی الاسٹک کی گرہ بنانے لگا تاکہ بیگ پر لگا سکے۔
''یہ بیگ واقعی آپ کا ہے؟'' خاتون نے ساتھی آفیسر کو اشارے سے بلا کر اسکرین کی طرف متوجہ کیا اربش اسکرین نہیں دیکھ پایا تھا کیونکہ اس کا رخ مسافروں کی طرف تھا آفیسر نے مسکراتے ہوئے کاؤنٹر پر بیٹھی خاتون کو شاباشی دی۔
''جی ہاں میرا ہی ہے۔'' وہ ان کے انداز پر چونکا۔
''آپ ذرا میرے ساتھ آیئے۔'' مرد آفیسر نے اس کا بیگ اٹھایا اور اسے اپنے ساتھ چلنے کا کہا خاتون آفیسر قطار میں کھڑے باقی مسافروں کے کاغذات چیک کرنے لگی تھی کچھ ہی قدم چلنے کے بعد اربش سے رہا نہ گیا تھا سو وہیں رک گیا۔
''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں اور آخر اصل معاملہ کیا ہے۔''
''فکر نہ کریں میرے ساتھ چلتے جائیں ابھی آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔'' مرد آفیسر کے کہنے پر وہ ایک بار پھر اس کے ساتھ چلنے لگا' وہ خدشات کا شکار ہو رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ کسی نتیجے پر پہنچتا آفیسر ایک کمرے میں داخل ہوا اور ایک کاؤنٹر پر اس کا تمام بیگ خالی کرنے لگا ویسے بھی اس کے بیگ میں کوئی بہت زیادہ سامان تو تھا نہیں بس ایک دو چیزیں نکالنے کے بعد ہی سیاہ شاپر میں لپٹی کوئی چیز اپنے بیگ سے نکلتی دیکھ کر اربش کے پیروں تلے سے جیسے زمین ہی نکل گئی اور اس سے پہلے کہ آفیسر اس سے کچھ پوچھتا وہ خود فوراً سے بولا۔
''یہ...... یہ کیا ہے؟''
''یہی تو آپ سے پوچھنے کے لیے میں آپ کو یہاں اس کمرے تک لایا ہوں۔'' آفیسر نے ہاتھ میں وہ پیکٹ لے کر وزن کا اندازہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ اپنے کام میں مصروف ایک اور آفیسر بھی کمپیوٹر کے سامنے سے اٹھ کر ان کے قریب چلا آیا۔
''لیکن یہ پیکٹ تو میرا نہیں ہے۔''
''بیگ کس کا ہے۔''
''بیگ تو ظاہر ہے کہ میرا ہے لیکن آپ میرا یقین کریں کہ یہ پیکٹ میرا نہیں ہے۔''
''بھئی بیگ آپ کا ہے تو پھر بیگ میں موجود ہر چیز آپ کی ہی ہوئی ناں' میں نے آپ کے سامنے ہی بیگ کھولا ہے لہٰذا آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے اس میں یہ پیکٹ رکھا۔''
''نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔'' اربش حیرت زدہ تھا کہ بیگ تو ہر وقت اس کے ہی پاس تھا پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اس میں یہ پیکٹ رکھ گیا ہو اور اسے پتا بھی نہ چلے۔
''کب سے کر رہے ہو یہ کام؟'' آفیسر نے پیکٹ پر سے سیاہ شاپر ہٹایا تو سفید پاؤڈر بالکل سامنے نظر آ رہا تھا۔
''لیکن آپ میرا یقین کریں مجھے نہیں معلوم کہ یہ پیکٹ کہاں سے آیا' کس نے رکھا' کون میرے خلاف

اتنی بڑی سازش کر گیا مجھے واقعی کچھ بھی معلوم نہیں۔ لاکھ سوچنے کے باوجود بھی وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اس سے دشمنی کرنے والا شخص کون ہے کیونکہ اس کے تو آج تک کسی سے بھی برے تعلقات بنے ہی نہیں، جتنے لوگوں کو وہ جانتا تھا سب کو انتہائی اچھی طرح پہچانتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو اتنی گری ہوئی حرکت کرے اور پھر وہ تو سب سے ہی بہت اچھے انداز سے ملتا جلتا تھا حد تو یہ تھی کہ اس وقت کوئی ایسا نام تک ذہن میں نہیں آ رہا تھا جس پر وہ شک کر سکتا اور پھر وہ تو گھر سے نکلنے کے بعد کہیں اتنا رکا ہی نہیں تھا کہ کوئی یوں اس کے ساتھ اتنی بڑی حرکت کر جاتا۔

”صرف آپ ہی نہیں میرے بھائی، ہر ملزم ایسا ہی کہتا ہے سب کے چہروں پر ایسی ہی بے چارگی ہوتی ہے سب یونہی اپنا یقین دلانے کی سر توڑ کوششیں کرتے ہیں لیکن یقین کرو کہ ہم اب اتنے پاگل بھی تو نہیں ہیں کہ سب کا یقین کر لیں۔“ بات ختم کر کے دونوں آفیسرز نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ اربش حیرت اور افسوس کے مارے چپ سا ہو گیا تھا آخر کیا کرتا‘ کیا کہتا کہ یہ پیکٹ آفیسر نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیگ سے نکالا تھا لہٰذا وہ اربش کو مجرم سمجھنے میں حق بجانب تھا اور اربش بے قصور ہونے کے باوجود اب گناہ گار بنا ان کے سامنے کھڑا تھا اور سب سے پہلا خیال جو اس کے ذہن میں آیا وہ یہی تھا کہ ”اب اجیہ کا کیا ہوگا؟“ منشیات فروشی ایک سنگین جرم تھا اور اس جرم کی سزا کیا ہوگی اس کی نوعیت سے بھی وہ بخوبی آگاہ تھا اور پھر امید کی کوئی ایک بھی ایسی کرن نہیں تھی جس پر انحصار کیا جا سکتا۔

آفیسرز اپنی کارکردگی پر خوش تھے اور حکام کو اطلاع دینے کے لیے ان سے رابطہ کرنے کی کوشش میں تھے جبکہ اربش کا ذہن اس وقت ایک خالی مگر سیاہ سلیٹ کی مانند تھا اجیہ کے علاوہ کوئی سوچ کوئی خیال اس کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی اور وہ یہ بات بھی بخوبی سمجھتا تھا کہ اس کے علاوہ اجیہ کا اب بھری دنیا میں کوئی نہیں وہ اب یہاں سے

کب باہر نکل پائے گا وہ نہیں جانتا تھا اجیہ کی خاطر تیز بھاگنے کی خواہش میں پہلے ہی قدم پر ٹھوکر کھا کر گر جانے والا اربش شاید یہ بات جانتا تھا کہ سفر جتنا بھی دشوار ہو راستے جتنے بھی کٹھن ہوں اور منزل کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہو کامیابی انہی کا مقدر بنتی ہے اور فتح انہی کے قدم چومتی ہے جن کے زادراہ میں والدین کی دعائیں شامل ہوں اور والدین کی دعاؤں کے بغیر شروع کیا جانے والا زندگی کا سفر ہمیشہ کسی نہ کسی طرح بے برکتی کا ہی شکار ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ وہ آنے سے پہلے می سے ملنے اور ان سے معافی مانگنے بھی گیا تھا لیکن شاید ابھی اسے چند مزید آزمائشوں سے گزرنا باقی تھا۔

.......✿.......

"آؤ...... آؤ شرمین...... بھئی آج تو تم نے ہم دونوں کو انتظار کی سولی پر ہی لٹکا دیا تھا۔" بوا نے بڑی ہی خوش دلی سے گیٹ کھولتے ہوئے شرمین کو دیکھ کر کہا تو وہ مسکرائی۔

"واہ بھئی میری قسمت آج تو میرا اس شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔" بوا نے سامنے سے ہٹ کر اسے اندر آنے کی جگہ دی اور گیٹ دوبارہ بند کر دیا۔

"اگر تم یہ جان جاؤ کہ تمہارا اس دل میں مقام کیا ہے تو یقین مانو رشک کرو اپنی قسمت پر۔" عقب سے آتی می نے شرمین کی بات سن کر کہا۔

"مجھے اپنی قسمت پر فخر ہے می کیونکہ یہ قسمت ہی تو ہے جس نے مجھے آپ جیسے اچھے لوگوں سے ملوایا ورنہ جب تک میں آپ سے نہیں ملی تھی خود اپنی ہی زندگی سے بیزار ہونے لگی تھی اس پر بھائی بھابی کے منفی رویے تو یوں سمجھیں مجھے خودکشی پر بھی مجبور کر دیا تھا۔" ان تینوں کے چہرے پر خوشی کے تاثرات تھے اور وہ مسکراتی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ رہی تھیں کہ ہمت کی طرح شرمین نے اپنی مظلومیت کا دکھڑا رونا ضروری سمجھا وہ اکثر اوقات می اور بوا کے سامنے یہ بات باور کراتی رہتی تھی کہ بھائی اور بھابی اسے ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور وہ زندگی کا خاتمہ کرنے کا سوچ رہی تھی جب اللہ نے مدد کے طور پر اس کی ملاقات ان لوگوں سے کروائی اور اب اسے اپنی زندگی میں بہتری کی امید صرف اور صرف انہی سے ہے۔

"تم فکر نہ کرو میں ہوں ناں اور میرے ہوتے ہوئے تمہیں اپنے بارے میں کچھ بھی سوچنے یا فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے می نے اسے حوصلہ دیا۔

"تھینک یو سو مچ می...... اسی لیے تو میں آپ کو اپنی ماں صرف کہتی نہیں سمجھتی بھی ہوں کیونکہ جانتی ہوں کہ اللہ کے بعد اب آپ ہی میری سرپرست ہیں۔" وہ اسی صوفے پر بیٹھی جس پر می بیٹھی تھیں اور دانستہ ان کے قریب بیٹھ کر لاڈ سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"اچھا شرمین تم کچھ بتانے والی تھیں اربش کے بارے میں۔" بوا سے اب مزید صبر نہ ہوا تو پوچھ لیا۔

"میں نے خاص تمہارے لیے آج نرگسی کوفتے پکائے ہیں لیکن پہلے تم جو بات کرنا چاہ رہی تھیں وہ کرلو تو مل کر کھانا کھاتے ہیں۔"

"ارے واہ بوا زندہ باد۔" اس نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

"کیا معلوم ہوا ہے اربش کے بارے میں کہاں ہے وہ؟" می نے بے تابی سے پوچھا۔ "اسی شہر میں ہے می اور ایک چھوٹے سے تنگ ڈربے نما گھر میں اجیہ کے ساتھ رہ رہا ہے۔"

"ڈربے نما گھر میں......؟" می کی حیرت اداسی کی چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔

"جی ہاں می آج کل جاب کے لیے سڑکوں پر دھکے کھا رہا ہے ایک جگہ معمولی سی نوکری ملی تھی لیکن کسی بات پر تکرار کے بعد وہاں سے نکال دیا گیا دونوں میاں بیوی یوں سمجھیں کہ ایک وقت کا کھاتے ہیں تو دوسرے وقت بھوکے رہتے ہیں آپ کا دل دکھانے کی خوب سزا بھگت رہا ہے وہ۔" شرمین نے مزید بڑھا چڑھا کر تمام حالات بیان کیے جس پر می سمیت بوا کا بھی دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا

جب اتنے لوگوں کو نوکری دینے والا اربش خود نوکری کی تلاش میں دھکے کھاتا پھرے گا۔ شرمین کو لگا تھا جیسے ممی اربش کی اس حالت کو اس کی سزا کے طور پر تعبیر کریں گی لیکن ایسا کچھ نہ ہوا کیونکہ شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ ماں ہی ایک ہستی ہے جو اولاد کی تمام تر غلطیوں کوتاہیوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس سے پیار کرتی ہے' اسے اپنی آغوش میں لینے کو بے تاب رہتی ہے اور درگزر کرنے کو ہر لمحہ تیار رہتی ہے۔

''ممی...... اربش کو آپ کا دل دکھانے کی سزا ملی ہے شاید۔'' شرمین کی بات پر ممی نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

''اللہ نہ کرے شرمین، ایسا نہ ہو کہ کبھی اسے کوئی سزا ملے بلکہ میں اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتی ہوں کہ اس پر آئی تمام مشکلات مصیبتیں اور مسائل سب دور ہو جائیں۔'' ممی نے بڑے ہی دل سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جس پر بوا نے آمین کہا۔

''واقعی ممی ماں ہو تو آپ جیسی کہ ذرا سی اربش پر مشکل کیا آئی فوراً سے ہی دل موم ہو گیا۔'' شرمین نے ستائش سے انہیں دیکھا۔

''میں نہیں شرمین ساری مائیں ایسی ہوتی ہیں اور میں تو اپنے رب کے آگے ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتی ہوں کہ اے مالک میں نے اربش کو دل سے معاف کیا تو بھی اسے معاف فرما کر اس کی زندگی کی تمام مشکلات دور فرما دے آمین۔''

''ہم...... آمین۔'' شرمین نے گہری سانس لیتے ہی ان کے ہاتھ پر تھپکی دے کر انہیں اپنے ساتھ کا احساس دلایا اور ساتھ ہی موبائل کی روشن ہوتی اسکرین پر غزنی کی طرف سے نمودار ہونے والا میسج پڑھ کر تو جیسے اس کے چہرے کی چمک میں انوکھا ہی اضافہ ہوا کن اکھیوں سے بوا اور ممی کا چہرہ دیکھا اور گفتگو جاری رکھنے کے لیے مزید الفاظ ترتیب دینے لگی۔

''اس ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارتے اربش سے اجیہ نے تو شادی ہی دولت کے لیے کی تھی ناں ممی اور جب یہ سب اسے حاصل نہ ہوا تو مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ دن رات اربش کو تنگ کرتی رہتی ہے آپ کے نام کے طعنے دیتی ہے اور اسے کسی بھی قیمت پر مکمل سہولیات والی زندگی حاصل کرنے کے لیے اسے سکون کا سانس تک نہیں لینے دیتی اربش واقعی اس سے شادی کر کے پھنس گیا ہے ممی۔''

''ہائے میرا بچہ اس اجیہ نے اس کی محبت کی بھی قدر نہ کی کہ اس کی خاطر وہ کیسے اپنی آرام دہ زندگی کو لات مار گیا۔'' اربش کے بارے میں اگر کوئی خیر کی خبر ملتی تو بھی کوئی بات تھی لیکن اس کی مشکلات کے بارے میں جان کر تو ممی کا کلیجہ منہ کو آنے لگا تھا۔

''لیکن شرمین...... یہ سب باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں۔'' بوا اجیہ سے مل چکی تھیں اس کا گھر دیکھا تھا اس کی امی سے بات چیت ہوئی تھی اور انہیں ایسا ہرگز نہیں لگا تھا کہ اجیہ کوئی لالچی لڑکی ہے جو صرف روپے پیسے کی خاطر اربش کو مسلسل ذہنی تشدد کا نشانہ بناتی ہوگی۔

''اسی محلے میں بلکہ اس کے گھر کے سامنے ہمارے دفتر کی صفائی کرنے والی عورت رہتی ہے۔'' شرمین نے جھوٹ گھڑا۔ ''وہ بتا رہی تھی کہ ان کے گھر سے اکثر لڑائی جھگڑے کی آوازیں آتی ہیں جن میں ہمیشہ گھر سے باہر آتی آواز اجیہ ہی کی ہوتی ہے جو ان باتوں پر چلا رہی ہوتی ہے اور میری اجیہ سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔''

''کیا تم اجیہ سے ملی ہو؟ اربش بھی تھا وہاں اس سے بھی مل سکی ہو کیا؟'' یہ جان کر کہ اربش کے گھر کا پتا شرمین کو معلوم ہے اب ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فوراً جا کر اس سے ملیں اور اسے بتائیں کہ اس کے بغیر نہ ان کے گھر میں کوئی رونق باقی رہی ہے نہ زندگی میں۔

''جی ممی...... میں ان کے گھر گئی تھی اجیہ سے ہی ملی اربش موجود نہیں تھا۔''

''مجھے بھی لے چلو وہاں شرمین میں وہاں بیٹھ کر اربش کے آنے کا انتظار کروں گی اور اس سے مل کر ہی سکون پاؤں گی۔''

''ممی اس وقت تو رات ہو گئی ہے دیر سے گھر گئی تو

بھائی غصہ کرے گا اسی لیے ایسا کرتے ہیں کہ میں صبح آفس جانے سے پہلے یہاں آجاؤں گی اور پھر ایک ساتھ چلیں گے۔'' اسے اندازہ تھا کہ اب ممی اسی وقت جانے پر اصرار کریں گی اس لیے فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور شولڈر بیگ بھی اٹھالیا۔

''ارے رکو تو سہی کھانا تو کھالو۔'' ناچاہتے ہوئے بھی ممی انہیں ورنہ بددلی اس قدر تھی کہ بات کرنے کو بھی جی نہ مانتا۔

''نہیں بوا پہلے ہی میں آج اجیہ اور اربش کو ڈھونڈنے کے چکروں میں تھک کر چور ہوچکی ہوں۔'' اب وہ جلد از جلد ان کے گھر سے نکلنا چاہتی تھی کیونکہ غزنی نے اسے کوئی خوش خبری دینے کے لیے جلد از جلد فون کرنے کا کہا تھا۔

''اچھا تم ایک منٹ رکو میں تمہارے لیے کھانا پیک کرکے لے آتی ہوں گھر لے جاؤ وہاں آرام سے کھا لینا۔'' بوا بڑی برق رفتاری سے کچن کی طرف گئیں تو وہ ممی کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔

''اربش کو آپ سے ملوانا میری ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑا کوئی بھی قدم اٹھانا پڑا تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گی، بس آپ پریشان نہ ہوں۔''

''اللہ تمہیں خوش رکھے۔'' ممی نے اسے گلے لگا کر اللہ حافظ کہا۔

بوا نے اس کے لیے نرگسی کوفتے پیک کردیے تھے جو اسے اپنے ساتھ لانے پڑے ممی کی طرف سے گھر چھوڑنے کے اصرار کے باوجود اس نے انہیں زحمت نہ کرنے کا کہا اور خود گیٹ سے باہر نکل آئی جہاں موٹر سائیکل پر بیٹھا غزنی اس کا ہی انتظار کررہا تھا' ثمرین نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بڑے مزے سے موٹر سائیکل پر اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ چند ہی لمحوں میں وہ دونوں سڑک پر جلتی کئی لائٹوں کا حصہ بن چکے تھے۔

❀……❀……❀

اکیلے گزرنے والی صرف ایک رات ہی کس قدر طویل ہوسکتی ہے اس بات کا اندازہ اجیہ کو بہت اچھے طریقے سے ہوگیا تھا لیکن پھر بھی وہ یوں کسی کو بھی اجازت نہیں دے سکتی تھی کہ اسے اکیلے ہونے کی بنا پر ہراساں کرے لہٰذا باوجود اس کے کہ وہ سخت خوف زدہ تھی مگر اس نے دروازے تک جانے کا فیصلہ کیا کہ دیکھے اور صبح محلے میں کسی سے شکایت بھی کرے کیونکہ بے شک گلی میں سارے کم آمدنی والے ہی رہائش پزیر تھے مگر سبھی شریف لوگ تھے گلی میں کوئی فضول بات آج تک اجیہ اور اربش نے نوٹ نہیں کی تھی دروازے پر ہونے والی دستک اب تک تھم چکی تھی۔

لہٰذا بڑی مشکل سے خود کو گھسیٹتے ہوئے پہلے تو اس نے صحن کا زرد بلب بند کیا تاکہ باہر سے کوئی اسے نہ دیکھ سکے اور پھر چاند کی بکھری روشنی میں دبے قدموں دروازے کے پاس پہنچی اور دائیں سائیڈ کی جھری پر آنکھ لگادی اور یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس کے دروازے کے سامنے دو مریل سے کتے جو نقاہت کے باعث شاید بھونک بھی نہیں پارہے تھے موجود تھے جو تھوڑی تھوڑی دیر بعد دروازے پر کبھی آہستہ اور کبھی زور سے پنجے مارنے لگتے جنہیں اجیہ کوئی پراسرار دستک سمجھنے لگی تھی۔

یہ مسئلہ حل ہوتے ہی اجیہ کو بھوک اور نقاہت کا احساس ہونے لگا تھا لیکن اس کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ کچن سے کوئی چھوٹی موٹی چیز لے کر کھالے جیسے تیسے کمرے تک پہنچی تو اس کے ذہن میں یہ سوال گردش کررہا تھا کہ اگر کبھی کوئی شخص رات کے وقت اسے تنہا جان کر گھر میں داخل ہوجائے دستک دینے کی زحمت کیے بغیر دیوار ہی پھلانگ کرآجائے تو وہ کیا کرے گی؟ یہ سوال ذہن میں آتے ہی جو پہلی سوچ اس کے ذہن میں آئی وہ یہی تھا کہ اسے صبح ہوتے ہی یہ گھر چھوڑ دینا چاہیے لیکن پھر اس کے بعد وہ جائے گی کہاں بنیادی اور سب سے اہم سوال تو یہی تھا جس کا جواب بہت دیر سوچنے کے بعد صرف اور صرف دارالامان ہی کی صورت میں ملا کیونکہ آج کل جس طرح کے حالات تھے وہ کسی بھی طور اکیلے رہنے کا رسک نہیں لے سکتی وہ بھی اس طرح کے محلے میں جہاں کوئی اس کا

جاننے والا یا ہمدرد بھی نہیں تھا۔
وہ رات اس کی زندگی کی مشکل ترین رات تھی جو اس نے جاگتے ہوئے گزاری اور تمام رات ذہن میں اربش سے ہونے والی پہلی ملاقات سے لے کر صبح ہونے والی آخری ملاقات تک کے مناظر گھومتے رہے اس کی ایک ایک بات اجیہ کو یاد آ رہی تھی اور اس نے بہت کوشش بھی کی کہ اس کی کسی ایک بات پر ہی شک کرے اور اسے بنیاد بنا کر یہ سوچے کہ واقعی اربش اسے چھوڑ کر جا چکا ہے' وہ اس سے بدلہ لینا ہی چاہتا تھا اور کام ہو جانے کی صورت میں اس نے تھکن اتارنے کے لیے بیرون ملک کی اڑان بھر لی تھی' اپنی آنکھوں سے اربش کے بیرونی ملک جانے کے دستاویزات دیکھ لینے کے باوجود جانے کیوں وہ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہ تھی کہ اربش نے اسے دھوکا دیا ہے' جتنی مرتبہ اس نے اس طرز پر سوچنا چاہا دل نے مخالفت کی اور تب اس نے دل اور دل کی تمام تر دلیلوں کے آگے ہار مان لی۔
ثبوت ہونے کے باوجود وہ اسے مجرم قرار نہیں دے پائی تھی۔ لہٰذا تمام تر ہمت جمع کر کے اٹھی اور اپنے کپڑے اور بنیادی ضرورت کی چند چیزیں اسی اٹیچی میں ڈالیں تو دل اربش کا تصور کر کے رو دیا۔ یہ سب اجیہ نے کب سوچا تھا کہ ایسا ہوگا وہ تو اربش کے ساتھ پوری زندگی گزارنے کی خواہش مند تھی اس نے تو کبھی کسی چیز کی فرمائش یا خواہش تک اربش سے نہیں کی تھی پھر آخر وہ کیوں چھوڑ گیا اسے اور وہ بھی اس کا کوئی بھی قصور کوئی غلطی بتائے بغیر۔

یہ اور بات کہ دشمن میرا ہے آج مگر
وہ میرا دوست تھا کل تک اسے برا نہ کہو
نجانے کون سی مجبوریوں کا قیدی ہو
وہ ساتھ چھوڑ گیا ہے تو بے وفا نہ کہو

اجیہ کے دل کی عدالت نے اربش کو مجرم قرار نہیں دیا تھا مگر اجیہ اس سے سخت خفا تھی جو اسے دنیا کے تھپیڑے کھانے کے لیے بھوکے شیر جیسے حالات کے سامنے ڈال گیا تھا باہر ہلکی روشنی ہونا شروع ہوگئی تھی بمشکل اس نے اپنا اٹیچی بیڈ سے اٹھا کر نیچے رکھا جو کہ بہت وزنی نہیں تھا لیکن کل سے بھوکا ہونے کی وجہ سے اس میں اتنی بھی توانائی نہیں بچی تھی کہ سہولت سے اٹیچی ہی رکھ پاتی اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اٹیچی میں پہیے لگے تھے جس کی وجہ سے وہ آرام سے اسے لے کر جا سکتی تھی۔
گھر سے نکلنے سے پہلے اس نے بڑی سی چادر میں خود کو چھپایا بھیگی ہوئی نظروں سے آخری مرتبہ در و دیوار دیکھے جہاں اس نے اربش کے ساتھ اپنی زندگی کا قیمتی وقت گزارا تھا' صحن میں پڑی اینٹیں جن پر اکثر لوڈشیڈنگ کے دوران وہ دونوں آ کر بیٹھا کرتے تھے وہ روشن دان جہاں سے آسمان کا ایک ٹکڑا ان دونوں کو دیکھا کرتا تھا وہ ہر ایک چیز سے مانوس ہو چکی تھی کہ اذان سفر آن ملا اور پلکیں جھپکاتے ہوئے چادر کے پلو سے آنکھیں رگڑتی وہ گھر سے باہر گلی میں آ گئی وقت چونکہ صبح کا تھا اس لیے گلی میں خاموشی تھی اور یہی وہ چاہتی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ لوگ اٹیچی لے کر اسے جاتا دیکھ کر کسی بھی قسم کا کوئی سوال کریں لہٰذا تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہ بس اسٹاپ پر جا پہنچی اور یہ جانے بغیر کہ بس کہاں جا رہی ہے اٹیچی سمیت اس میں سوار ہوگئی۔
ویسے بھی وہ یہ بات پوچھتی ہی کیوں کہ بس کی منزل کون سی ہے جبکہ اس کی اپنی کوئی منزل نہیں تھی اور اب بس میں بیٹھ کر ہی اس نے طے کرنا تھا کہ اتنے بڑے شہر کے کون سے دارالامان میں اسے پناہ لینی چاہیے جہاں عزت سے سر چھپایا جا سکے چہرے کو نقاب سے ڈھانپے وہ کھڑکی سے باہر منہ کیے ہوئے تھی کہ ساتھ والی سیٹ پر ایک خاتون دو سالہ بچے کے ساتھ آ بیٹھی بس کے ابھی بھرنے کا انتظار کیا جا رہا تھا اور خاتون ذرا باتونی قسم کی واقع ہوئی تھیں لہٰذا پہلے تو بچے کے ساتھ مصروف رہیں پھر اسے مخاطب کر لیا اور پہلے اپنے بارے میں تفصیل بتانے لگیں۔
"میں مہینے کے پہلے ہفتے ہمیشہ آتی ہوں اپنے بھائی کے پاس ہفتہ کا دن بھی ایک ساتھ گزرتا ہے اتوار کا بھی اور

پھر پیر کے روز صبح سویرے بھائی بس پر بٹھا جاتا ہے اور میں اپنے گھر پہنچ جاتی ہوں یوں سمجھو مہینے کے دو روز بھائی کے پاس گزار لوں تو باقی پورا ماہ اچھا گزرتا ہے یقین کرو بھائی بھاوج دونوں اتنے اچھے ہیں کہ میں تو سارا سارا دن بھی دعائیں دیتی رہوں تو نہ تھکوں۔'' وقت گزاری کے لیے اجیہ کو بھی ان کا ساتھ بہترین لگا تھا جبھی سر ہلا کر اپنی دلچسپی ظاہر کرتی رہی۔ ''تم کہاں جارہی ہو، اکیلی ہو کیا؟''

''میں وہ...... میں بھی اپنی امی کے پاس جارہی ہوں۔'' اجیہ نے مصلحتاً جھوٹ بولا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اصل بات بتا کر پھر ہمدردی بھرے الفاظ اور ترس والی نظریں برداشت کرتی رہے۔

''اچھا واہ بھئی واہ اور لگتا ہے مہینہ بھر رہنے جارہی ہو، اسی لیے اٹیچی بھی ساتھ ہے یہ تمہارا ہی ہے ناں؟'' بات پہلے کی اور تصدیق بعد میں کرنے کا خیال آیا اجیہ کو وہ ایک دلچسپ خاتون لگ رہی تھیں جن کے پاس بیٹھ کر شاید کوئی بور نہ ہو بس ان کی طرح طرح کی باتیں سنتی ہی رہے گی۔

''جی میرا ہی ہے۔'' اور اس کے بعد خاتون نے جو بولنا شروع کیا تو اپنے گھر سے لے کر خاندان والوں تک کی باتیں کرتی ہی چلی گئیں اجیہ کو لگنے لگا کہ جب یہ بس رک جائے گی تب وہ بھی کسی نہ کسی طور ان کے خاندان کا ہی کوئی فرد لگنے لگے گی اور اس نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ بس کا آنے والا اسٹاپ ہی طے کرے گا کہ اس کی زندگی کا اگلا اسٹاپ کہاں ہوگا، ان خاتون سے باتوں میں اس نے جو دارالامان کا پوچھا تھا تو وہ بھی آخری اسٹاپ کے ہی نزدیک تھا۔

لیکن ان کی باتیں سنتے ہوئے اچانک سے اجیہ کو جانے کیا ہوا کہ وہ مکمل طور پر ان خاتون پر لڑھک گئی پہلے تو اس نے خوب کوشش کی کہ کسی طریقے اجیہ ہوش میں آئے لیکن جب ایسا نہ ہوا تو وہ کھڑی ہو کر شور مچانے لگی اور ڈرائیور سے درخواست کی کہ کسی بھی نزدیکی اسپتال کے سامنے اسے اتار دے۔ ڈرائیور بھی کوئی اللہ کا ایسا بندہ تھا جس کے دل میں ابھی اللہ کا خوف موجود تھا لہٰذا اپنے طے شدہ روٹ میں تبدیلی کر کے بس کو اس سڑک پر ڈالی جہاں کم سے کم وقت میں اسپتال تک جاسکتا ہو سارے مسافر ڈرائیور کو سراہ رہے تھے اور اسے بتا رہے تھے کہ اگر انہیں اپنے اپنے اسٹاپ پر پہنچنے میں کچھ تاخیر بھی ہو جائے تو خیر ہے لیکن اس نے بس کو اسپتال کی طرف موڑ کر بہترین کام کیا ہے۔ چند ہی منٹوں میں بس اسپتال کے بالکل سامنے آرکی ایک مسافر برق رفتاری سے اسپتال کے اندر سے اسٹریچر لے آیا اجیہ کو خواتین کی مدد سے باہر نکالا گیا اور پھر اسٹریچر پر لیٹایا گیا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھی مسافروں کو کہہ کر خاتون نے اس کا اٹیچی بھی اتروایا اور اسٹریچر کے ساتھ گھسٹتی ہوئی اسپتال میں داخل ہوئی لیکن نہیں جانتی تھیں کہ اب کرنا کیا ہے اور اسٹریچر لے کر جانا کہاں ہے ابھی وہ اسپتال کے اندرونی حصے میں داخل ہو کر اس سے پہلے کہ کسی نرس کی طرف متوجہ ہوتی سامنے سے آتی حنین کو دیکھا تو لپک کر بولی۔

''بہن سنو...... میں بس میں جارہی تھی یہ لڑکی میرے ساتھ بیٹھی تھی بے ہوش ہوگئی تو دوسرے مسافروں کی مدد سے اسے یہاں لے آئی ہوں مگر اب میں نے بھی گھر جانا ہے بس پہلے ہی جاچکی ہے اب دوسری بس پکڑوں گی وقت پر نہ پہنچ سکی تو میرے شوہر بہت پریشان ہوں گے کہ وہاں سے تو بھائی نے بٹھا دیا تھا تو پھر میں گھر کیوں نہیں پہنچ سکی ننھے بچے کا ساتھ ہے اتنی دیر یہاں وہاں آنے جانے پر یہ بیمار نہ ہو جائے اور میرا تو پہلے بھی ایک ہی بیٹا ہے شادی کے چار سال بعد ہی تو پیدا......'' ابھی ان کی باتیں جاری تھیں کہ حنین کو ٹوکنا پڑا۔

''ان سب باتوں سے میرا کیا واسطہ ہے آپ کیوں مجھے یہ کہانی سنا رہی ہیں۔''

''صرف اس لیے کہ اسے اسپتال میں داخل کرادو باقی نرسیں خود دیکھ لیں گی۔'' ابھی ان خاتون نے اتنا ہی کہا تھا کہ کاؤنٹر پر موجود نرسز اور وارڈ بوائز متوجہ ہوئے اور اس سے پہلے کہ وہ قریب آ کر کوئی سوال جواب کرتے جس طرح بوکھلاہٹ میں حنین نے اسے داخل ہوتے دیکھا تھا

اس سے کہیں زیادہ بوکھلاہٹ کے ساتھ بچے کو سنبھالا اور منظر سے غائب ہوگئی۔

''مسٹر یہ لڑکی شاید بس میں بے ہوش ہوگئی تھی اور یہ خاتون کسی طرح اسے یہاں لے آئیں۔'' اس سے پہلے کہ نرس پوچھتی حنین نے خود ہی آگاہ کردیا تھا ویسے بھی وہ کافی دنوں سے اسپتال میں تھی اور تمام اسٹاف سے اس کی اچھی خاصی واقفیت ہوچکی تھی اس وقت کمرے کی صفائی کا وقت ہوا تو وہ چار پانچ منٹ کے لیے کمرے سے نکل آئی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ لیکن اس کی کوئی شناخت وغیرہ؟'' نرس نے پریشانی سے اس کے چہرے پر پڑی چادر ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تو جیسے حنین کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ کیا واقعی اس وقت اس کے سامنے اجیہ ہی ہے اور ہاں اگر وہ سو فیصد اجیہ ہی ہے تو یوں اس حالت میں، حنین حیرت سے گنگ کھڑی تھی جب وارڈ بوائے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

''مسٹر میرا خیال ہے شناخت بعد میں معلوم کرلیں گے لیکن پہلے ضروری ہے کہ مریض کو کم از کم ابتدائی طبی امداد تو دی جائے ہوش میں لانے کی کوشش سب سے زیادہ ضروری ہے۔''

''مسٹر..... یہ..... یہ بہن ہے میری میں جانتی ہوں اسے یہ میری سگی بہن ہے۔ اجیہ..... اجیہ سکندر نام ہے اس کا پلیز آپ لوگ اسے فوری طور پر چیک کریں میں اس کی بہن ہوں حنین سکندر۔'' اس کی بات سنتے ہی اسٹریچر کو ایمرجنسی کی طرف دوڑا دیا گیا تھا وارڈ بوائے نے کوریڈور کے بیچوں بیچ رکھے اٹیچی کو اٹھا کر کاؤنٹر پر موجود نرس کے حوالے کیا اور خود اپنی دیگر پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کی طرف متوجہ ہوا حنین البتہ اسٹریچر پر لیٹی اجیہ کے ساتھ ہی تھی اور وہ سمجھ ہی نہیں پارہی تھی کہ اربش جیسے امیر کبیر انسان کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اجیہ اس حالت تک کیسے پہنچی اور پھر اس کا حلیہ تو کسی بھی عام مڈل کلاس لڑکی جیسا تھا اسے دیکھ کر تو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک اونچے اور کھاتے پیتے گھرانے کی اکلوتی بہو ہے۔

''کیا اجیہ کی آزمائش ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔'' اجیہ کے زرد چہرے پر نظریں جمائے حنین نے خود سے سوال کیا آنسو اس کی آنکھوں سے کسی لڑی کی طرح مسلسل بہہ رہے تھے لیکن اس کے باوجود دل ہلکا ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اجیہ کے گلے لگ کر دھاڑیں مار مار کر روئے کہ کسی طور اسے صبر آتا نرسز نے فوری طور پر اجیہ کا ٹمپریچر بلڈ پریشر اور شوگر لیول چیک کرکے اسے ڈرپ لگادی تھی۔ حنین اب تک اجیہ کے پاس ہی تھی اور مسلسل رو رہی تھی جب ایک نرس جواب تک اس کی دوست بن چکی تھی کمرے میں آئی۔

''حنین کمرے کی صفائی ہوگئی ہے آپ چاہیں تو کمرے میں جاسکتی ہیں کیونکہ ابھی میں نے آپ کے ہسبینڈ کو بھی کمرے میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔'' حنین نے سر ہلاتے ہوئے آنسو پونچھے۔

''یہ پیشنٹ میری سگی بہن ہے اور اس کا نام اجیہ سکندر ہے جیسے ہی اسے ہوش آئے پلیز مجھے فوراً بتا دینا۔'' اس کے انداز میں بے تابی تھی۔

''ہاں ضرور کیوں نہیں، میں خود بتانے آجاؤں گی۔'' نرس کے تسلی دینے پر وہ لب بھینچے کمرے سے نکلی تو غزنی کو یہ خبر دینے کے لیے بے چین تھی اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طور یہیں کھڑے کھڑے غزنی کو آواز دے کر بتائے کہ یہ دیکھو اجیہ اس کے سامنے ہے اور یہ سب یقیناً اسی لیے تھا کہ وہ نہیں جانتی تھی کہ غزنی اس وقت اجیہ کے معاملے میں کہاں تک انوالو ہے۔

***

اربش اس وقت ائیرپورٹ کے اسی کمرے میں موجود تھا جہاں اسے کل لایا گیا تھا اور اب تک نہ تو کوئی کارروائی شروع کی گئی تھی اور نہ ہی مزید کسی بھی قسم کی تفتیش ہوئی تھی شام سے رات اور رات سے اب صبح ہوگئی تھی مگر وہ اس خالی کمرے میں چند کمپیوٹرز کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھا تھا کبھی

اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگتا اور کبھی پھر سے اسی کرسی پر آ بیٹھتا اس کا فون بھی لے لیا گیا تھا ورنہ کم از کم حسن کو فون کر کے اس کے کراچی پہنچنے کے بارے میں ہی معلوم کر لیتا اور پھر اس کے ذریعے اجیہ کی خیریت کا پتا چلتا تو پُرسکون ہو جاتا مگر ایسا نہ ہوا۔ اور اب یہ حالت تھی کہ اس کی کمر شدید درد کر رہی تھی ساری رات اسے کوئی جگہ نہ ملی جہاں دو گھڑی ہی سہی مگر وہ لیٹ جاتا۔

وہ بالکل بھی یہ سب سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ پہلے اس کے بیگ سے اس پیکٹ کا نکلنا ہی غلط پھر اس کے بعد کوئی قانونی کارروائی نہ ہونا اور یوں اسے کمرے میں بند کر دیا جانا اربش کے ذہن میں شکوک وشبہات پیدا کر رہا تھا۔ ابھی وہ انہی سب باتوں پر غور کر رہا تھا کہ وہی دو آفیسرز جو کل اس کے پاس تھے۔ ایک دم سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئے۔

''ہاں بھئی کیسے ہیں آپ؟'' ایک آفیسر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' اربش الجھن کا شکار تھا اور یہ الجھن اب اس کے چہرے سے بھی عیاں تھی۔

''کیا ہوا...... کیا ہو رہا ہے؟'' دوسرے آفیسر نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا۔

''پہلی بات تو یہ کہ وہ پیکٹ میرا نہیں ہے اور میں یہ بات کل سے آپ کو کئی مرتبہ بتا چکا ہوں کہ میرا یقین کیجیے۔''

''جی ٹھیک ہے کر لیا یقین اور دوسری بات؟'' آفیسر مذاق کے موڈ میں تھا جبکہ تمام رات جاگنے کی وجہ سے اربش کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''دیکھیے میں سنجیدہ ہوں۔''

''تو ہم کون سا یہاں اسٹیج ڈرامہ کر رہے ہیں ہم بھی تو سنجیدہ ہی ہیں ناں آپ اپنی بات مکمل کریں۔'' اربش نے اس کی بات پر ناپسندیدگی سے اسے دیکھا مگر وہ مزید بحث کر کے معاملہ بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

''اور دوسری بات یہ کہ تمام رات مجھے اس کمرے میں بند رکھنے کا مقصد کیا ہے پوچھ سکتا ہوں؟''

''اعتراض تمام رات بند رکھنے پر ہے یا پھر اس کمرے میں بند رکھنے پر؟''

''دیکھیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں خدارا میرے ساتھ انصاف کیجیے میں قصوروار نہیں ہوں لیکن مجھے زبردستی اس کیس میں پھنسایا جا رہا ہے۔''

''کون پھنسا رہا ہے آپ کو ایسا کون ہے جو آپ کو اتنے بڑے جرم میں ملوث کر رہا ہے۔'' آفیسر نے ایک نظر دوسرے آفیسر کو دیکھا اور پھر اربش کے چہرے پر اپنی نظریں مرکوز کر دیں۔

''یہی تو سارا مسئلہ ہے کہ مجھے تو کسی پر شک بھی نہیں ہے کیونکہ میری آج تک کسی سے دشمنی تو دور کی بات لڑائی تک نہیں ہوئی اور اسی لیے تو مجھے سخت حیرت ہے کہ پھر ایسا کون ہے جو میرے خلاف اس حد تک جا رہا ہے۔''

''ہمم...... ڈونٹ وری...... سب بہتر ہو جائے گا پہلے تو آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ آپ کو کم از کم اس کمرے سے نجات ملے۔''

''لیکن کہاں؟'' وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ بتانا ضروری نہیں ہے میں آگے چلوں گا اور آپ مجھے فالو کریں گے آپ کے پیچھے یہ چلیں گے اس لیے کسی بھی قسم کی چالاکی یا بھاگ دوڑ کا خیال بھی دل میں لانے کی ضرورت نہیں ہے اگر کوئی شور شرابا ہوا تو نتائج کی ذمہ داری آپ کی ہی ہوگی سمجھے۔'' اربش کو سمجھ تو نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے لیکن پھر بھی اس نے صرف یہاں سے نکلنے کے خیال سے ہی خوش ہوتے گردن ہلا دی، کیونکہ یہ تو وہ خود بھی چاہتا تھا کہ کسی طور اس کا معاملہ اس کمرے سے نکل کر پولیس اسٹیشن یا عدالت تک جائے تاکہ اسے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا موقع ملے وہاں جا کر وہ کم از کم حسن سے بھی رابطہ کر سکتا تھا اور اسے تمام صورت حال بتا کر معاملہ حل کرانے کی کوشش کا بھی کہہ سکتا تھا۔ سب سے پہلے

آفیسر نے کمرے سے باہر نکل کر دائیں بائیں دیکھا اور پھر بڑی ہی خوداعتمادی کے ساتھ باہر نکلا۔

اربش سمیت دوسرے آفیسر نے بھی اس کی تقلید کی تھی اور وہ تینوں تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے ایئرپورٹ کے بیرونی حصے تک آ پہنچے چلتے چلتے کہاں سے وہ لوگ یوں ایک دم ایئرپورٹ سے باہر نکل آئے تھے یہ اربش کو اندازہ نہیں ہوا تھا۔ سامنے ہی ایک چھوٹی سی گاڑی تھی جسے کھول کر وہ خود بھی اس میں بیٹھے اور پچھلی سیٹ پر اسے بھی بٹھالیا تھا۔

"کیا ہم پولیس اسٹیشن جارہے ہیں؟" اس کی بات پر ان دونوں نے زیرلب مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک نے ڈرائیونگ شروع کرتے ہوئے عقبی شیشہ سیٹ کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"جہاں جارہے ہیں وہ جگہ دیکھ لوگے تم بھی بس اب زیادہ سوال جواب کرکے میرا دماغ مت کھانا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی اس کی بات چیت کا انداز ہی بدل گیا تھا اور وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ سب کچھ جو بھی ہورہا ہے غلط ہورہا ہے اور قانون کا اس تمام معاملے میں کوئی لینا دینا نہیں ہے لہٰذا آر یا پار ہونے کا سوچتے ہوئے اس کے ذہن میں یہی خیال آیا کہ چلتی گاڑی سے کود جائے تاکہ ان دونوں سے بھی نجات مل سکے۔ ابھی وہ یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ آگے بیٹھے ہوئے دونوں افراد میں سے ایک نے اپنا مکمل رخ اس کی طرف کیا اور بولا۔

"گاڑی کے پچھلے دونوں دروازے خراب ہیں اور صرف باہر سے ہی کھل سکتے ہیں اگر تم اندر سے انہیں کھول پاؤ تو یقیناً یہ ایک معجزہ ہوگا۔" اس کی بات سن کر اربش کے ذہن میں آیا منصوبہ وہیں دم توڑ گیا تھا۔

"لیکن آپ لوگ یہ سب کیوں کررہے ہیں میرے ساتھ، آخر میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے پلیز مجھے کچھ تو بتائیں کہ میری غلطی میرا قصور کیا ہے۔ جس کی سزا مجھے دی جارہی ہے۔ میں نے ایسا کیا کردیا ہے۔"

"تم بس خاموش رہو ابھی کچھ ہی دیر میں ساری حقیقت تم پر واضح کردی جائے گی تم ہمارے پاس صرف چند گھنٹوں کے ہی مہمان ہو شاید۔"

"چند گھنٹوں کے؟" اربش نے باہر دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو دیکھا اور حسرت سے پوچھا۔

"یار کہا ناں زیادہ باتیں مت کرو چپ کرکے خود بھی بیٹھو اور ہمیں بھی ہمارا کام کرنے دو۔" وہ اکتایا ہوا تھا لہٰذا کئی سوالات ذہن میں لیے اربش کو خاموش ہونا ہی پڑا۔

❀……❀……❀

صبح ہوتے ہی ممی اور بوا شرمین کا انتظار کرنے لگی تھیں کیونکہ وہ کل رات یہ کہہ کر گئی تھی کہ صبح آ کر ان دونوں کو ساتھ لے کر جائے گی اور پھر سب مل کر اربش کے گھر چلیں گے ان دونوں سے تو رات کا کھانا کھایا جاسکا نہ صبح ناشتے کے لیے چند لقمے حلق سے اترے۔ بس یہی بے چینی تھی کہ کسی طور جلد از جلد اربش سے ملیں اور اسی بے چینی میں صبح سے دو تین مرتبہ شرمین کو فون بھی کرچکی تھیں اور اب شرمین نے بتایا کہ وہ گھر سے نکل چکی ہے اور بس ان کے پاس پہنچنے ہی والی ہے اس لیے وہ دونوں تیار رہیں۔ اور تیار ہونے کے بعد وقت تھا کہ گزر ہی نہیں رہا تھا اور ٹہلتے ہوئے بھی ممی تھکنے لگی تھی کہ اچانک گیٹ پر اطلاعی گھنٹی بجنے سے دونوں ایک دم چونک گئیں۔

"بوا، میں گاڑی نکالتی ہوں آپ لاؤنج کو تالا لگا دیں۔" ممی جلدی سے چابی لے کر نکلیں بوا نے بھی بڑی برق رفتاری سے تالا لگایا اسی دوران دو تین مرتبہ دوبارہ بیل ہونے لگی ممی گاڑی کا رخ گیٹ کی طرف کرچکی تھیں مگر بوا کو گیٹ کھولنے میں وقت لگتا اس لیے خود نیچے اتر کر گیٹ کھولا اور عین سامنے سکندر صاحب کو کھڑے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"آپ……! اس وقت؟"

"ہاں بس اب وقت گزرتا ہی نہیں اور نہ ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ دن ہے یا رات گھر پر اکیلا تھا اور اب اکیلا پن مجھ سے برداشت ہی نہیں ہوتا۔" وہ گلی محلے کے آوارہ عاشقوں کی طرح دھیمی دھیمی مسکراہٹ لبوں پر

سجائے خوامخواہ رومانٹک تاثر دینے کی کوشش میں ہلکان ہورہے تھے۔

"لو بھئی، یہ صبح ہی صبح کہاں سے آ کر رستہ کاٹ گیا اب بس اللہ ہم پر رحم ہی کرے اور دن اچھے طریقے سے گزر جائے۔" آہستہ قدموں سے چلتی ہوا نے انہیں دیکھ کر گاڑی کے پاس ہی رکنے کو ترجیح دیتے ہوئے خود کلامی کی۔

"سکندر صاحب آپ کو پہلے بھی کہا تھا کہ اپنی عمر کا کچھ لحاظ کرلیا کریں آپ کی عمر میں یہ چونچلے انتہائی واہیات معلوم ہوتے ہیں سمجھے آپ؟"

"سمجھ تو میں گیا ہوں لیکن جو عمران چونچلوں کی تھی وہ تو تم نے ضائع کرادی تو پھر اس میں قصوروار کون ہوا میں یا تم؟" وہ تو شاید فارغ ہوکر آئے تھے اور لمبی بات چیت کے موڈ میں تھے جبکہ ممی جلدی میں تھیں اس لیے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولیں۔

"میں اس وقت کہیں جارہی ہوں، بہتر ہوگا کہ آپ رستہ چھوڑ دیں۔"

"اتنی صبح کہاں جارہی ہو؟"

"میں آپ کو بتانے کی پابند نہیں ہوں سکندر صاحب۔" وہ ان کی ہٹ دھرمی سے زچ ہوئیں۔

"میں بھی صبح صبح اسپتال ہی جارہا ہوں حنین اپنی ماں کے پاس اسپتال میں ہی رہتی ہے اکثر...... تو میں پھر حنین کی خیریت معلوم کرنے چلا جاتا ہوں۔" انہوں نے بغیر ممی کے پوچھے خود ہی بتایا۔

"صرف حنین کی؟"

"ہاں کیونکہ اس عورت میں مجھے اول روز سے ہی کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوئی۔"

"ہمم......" ممی نے گہرا سانس لیتے ہوئے کچھ سوچا اور پھر بولیں۔

"کون سے اسپتال میں ہے حنین اور اس کی ماں۔" جان بوجھ کر ممی نے اپنے لہجے میں ان دونوں ماں بیٹی کے لیے کھردرا پن نمایاں کیا تھا تاکہ سکندر صاحب کو ان کی طرف سے کوئی ہمدردی والی فیلنگ نہ آئے اور یہی ہوا جس کھردرے پن کے ساتھ ممی نے پوچھا تھا اسے بڑھ کر رکھائی سے جواب ملا تو ممی کو یوں لگا جیسے سارے خزانے ملنے کا دن آج ہی ہے۔

انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے ہی ذہن میں وقت کو ترتیب دیا کہ آج سب سے پہلے اربش کے گھر جاکر اس کے بعد وہ اپنی بہن سے ملنے اسپتال جائیں گی۔ البتہ اسکول کی وائس پرنسپل کو اپنے تاخیر سے پہنچنے کے بارے میں وہ رات کو ہی آگاہ کرچکی تھیں لہٰذا بے فکر تھیں۔ اسی دوران انہیں شرمین رکشے میں بیٹھ کر آتی نظر آئی تو سکندر صاحب کو اللہ حافظ کہہ کر وہاں سے بمشکل ہٹایا اور وقت ضائع کیے بغیر شرمین کو بھی ساتھ لیا اور گاڑی سڑک کی طرف لے آئیں۔

❀......❀......❀

جب سے حنین اجیہ کو چھوڑ کر اپنے کمرے میں آئی تھی اس وقت سے مسلسل ہی دعائیں کیے جارہی تھی، ساتھ ہی آنسو بھی جاری تھے اور دعائیں بھی اور یہ دعائیں وہ باآواز بلند کررہی تھی کیونکہ کمرے میں آتے ہی اس نے سب سے پہلے امی کو بتایا تھا کہ اجیہ بھی اسی اسپتال میں ہے اور اسے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے اور وہ آواز کے ساتھ دعا مانگ بھی اسی لیے رہی تھی کہ امی کم از کم دل ہی دل میں آمین کہہ دیں۔ اور اسے مکمل یقین تھا کہ امی اس کی ہر ہر دعا پر دل میں اور دل سے آمین ضرور کہہ رہی ہیں اور ماں کی دعا تو بنا کسی رکاوٹ عرش تک پہنچتی ہے وہ دونوں ہاتھ دعا کے لیے پھیلا کر اجیہ کی صحت و سلامتی کے لیے دعا مانگ رہی تھی جب نرس نے اسے کمرے میں آ کر بتایا۔

"مریض کو ہوش آ گیا ہے۔"

"اوہ میرے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" حنین نے جذبات میں آ کر فوراً ہی امی کا ہاتھ چوم لیا تھا۔

"امی، میں اجیہ کو دیکھ کر آتی ہوں۔" حنین کی بے چینی عروج پر تھی اس نے امی کے سامنے اس بات کا تو اظہار کیا تھا کہ اجیہ بھی اسی اسپتال میں ہے لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ

کن حالات میں اسے دیکھ کر آئی ہے۔
لہٰذا تقریباً بھاگتے ہوئے وہ اجیہ کے پاس پہنچی جو جنرل وارڈ کے ایک بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ زرد چہرہ اور آنکھوں تلے حلقے یہ وہ اجیہ تو نہیں تھی جسے انہوں نے اربش کے ساتھ رخصت کیا تھا اجیہ کو یوں کمزوری میں دیکھ کر حنین کے دل کو کچھ ہوا۔ ایک بازو پر ڈرپ لگی تھی سو حنین نے دوسرے ہاتھ کو جیسے ہی ہاتھ میں لیا اجیہ نے گھبرا کر ایک دم آنکھیں کھول دیں۔ اور ایسی آنکھیں کھولیں کہ بس پھر کھلی کی کھلی ہی رہ گئیں، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے یا یہ سب حقیقت میں ہو رہا ہے جذبات میں آ کر ایک دم اٹھ کر بیٹھنا چاہا تو ڈرپ کی سوئی نے چبھ کر اسے لیٹے رہنے کا حکم دیا۔
''حنین کیا یہ تم ہو...... ! کیا کیا میں واقعی تمہیں دیکھ رہی ہوں؟'' خوشی اور حیرت سے اس کی آواز کانپ رہی تھی اور تقریباً یہی کیفیت حنین کی بھی تھی۔
''ہاں اجیہ میری بہن یہ میں ہی ہوں، اللہ نے ہماری ملاقات کرائی ہے لیکن دیکھو تو کس مقام پر......''
وہ رونے لگی۔
''لیکن تم یہاں کیوں ہو، کون ہے اسپتال میں اور مجھے یہاں کون لایا؟ میں تو بس میں بیٹھی تھی ناں اور...... اور میرے ساتھ میرا اٹیچی کیس بھی تھا۔'' اجیہ نے اٹیچی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔
''تمہارا اٹیچی میرے پاس ہے اور تمہیں یہاں تک ایک خاتون چھوڑ کر گئی تھیں جن کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا تم بس میں بے ہوش ہو گئی تھیں اور جب کسی طریقے ہوش میں نہ آئیں تو وہ تمہیں اسپتال پہنچانے پر مجبور ہو گئیں۔''
''اوہ ہاں......'' اجیہ کو وہ خاتون یاد آ گئی تھیں اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ اگر وہ اسے اسپتال نہ لاتیں اور وہیں سیٹ پر چھوڑ کر اپنے اسٹاپ پر اتر جاتیں تو کیا ہوتا پھر نجانے وہ جس کو نظر آتی وہ بھی اسی طرح اسپتال لاتا یا نہ لاتا۔
''یا اللہ تیرا شکر ہے اللہ اسے جزائے خیر عطا کرے۔''
اجیہ نے دل سے اس خاتون کے لیے دعا کی۔
''لیکن اجیہ تم اور یہ سب...... تمہارے سسرال والے کہاں ہیں جو تم یوں اکیلی بسوں کے دھکے کھا رہی ہو؟''
حنین کے آنسو تو ویسے بھی مشہور تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر رونے لگتی لیکن آج تو اجیہ کو دیکھنے کے بعد واقعی اس کے آنسو نہیں رک رہے تھے اجیہ لیٹی ہوئی تھی اور وہ اس پر جھک کر اس کے گلے لگ گئی تھی اجیہ نے اپنا دوسرا بازو اس کے گرد لپیٹا اور ہاتھ سے اس کی کمر سہلانے لگی۔
''پہلے تم اپنا رونا دھونا بند کرو۔ ورنہ میں بھی یہاں رونے لگ گئی ناں تو وارڈ میں موجود سب مریض گھبرا جائیں گے۔'' اجیہ اسے خاموش کرا رہی تھی حنین نے سر اٹھا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور ہٹ کر بیڈ کے ساتھ رکھے اسٹول پر بیٹھنے سے پہلے نظر گھما کر چاروں اطراف دیکھا۔
یہ زنانہ جنرل وارڈ تھا اور واقعی تمام خواتین بڑی دلچسپی سے یہ مناظر دیکھ رہی تھیں، حنین نے اپنی آنکھیں پونچھیں اور خاموشی سے اجیہ کو دیکھنے لگی اتنے دنوں بعد اجیہ کو دیکھ کر وہ چاہ کر بھی اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔
''میرے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم یہاں اسپتال میں صبح ہی صبح کیا کر رہی تھی جو مجھے دیکھ لیا۔'' اجیہ کے سوال پر حنین نے چند لمحوں تک خاموش رہ کر سوچا کہ اب کیا کیا جائے وہ اسے مکمل صورت حال بتائے یا نہ بتائے۔
''بتاؤ ناں حنین تم کچھ بولتی کیوں نہیں؟'' اجیہ کی آواز سے وہ چونکی اور پھر آخر کار سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر لیا۔
''میں یہاں آج سے نہیں ہوں اجیہ اس دن سے اسپتال میں ہوں جس دن تم رخصت ہو کر گھر سے گئی تھیں۔''
''اس دن سے یہاں ہو، کیا مطلب ہے تمہارا کیوں اس دن سے یہاں ہو تم؟''
''دراصل تمہارے جانے کے بعد بابا جانی نے گھر

میں بہت ہنگامہ کھڑا کردیا تھا اور امی کو بھی بے نقط سنائیں اور پھر بس امی کی برداشت ختم ہوگئی ان کے اعصاب مزید بوجھ نہ سہار پائے اور جواب دے گئے وہ بے ہوش ہوگئی تھیں۔"

"کیا...... کیا...... کہہ رہی ہو تم حنین امی تب سے اسپتال میں ہیں؟" اجیہ کو امی کی حالت کے بارے میں جان کر بہت صدمہ ہوا تھا اور اس کا بس چلتا تو ابھی بھاگ کران کے پاس پہنچ جاتی۔

"ہاں تبھی سے اسپتال میں ہی ہیں شروع میں تو حواس بالکل کام نہیں کررہے تھے مگر اب ڈاکٹر کہتے ہیں کہ وہ سننے کی اور محسوس کرنے کی صلاحیت کو استعمال کررہی ہیں لیکن اب تک آنکھیں نہیں کھول پارہیں۔"

"سسٹر...... سسٹر......" حنین کی بات کے جواب میں اجیہ نے پاس سے گزرتی نرس کو آواز دے کر پاس بلایا۔

"کیا بات ہے۔" وہ دوسرے بیڈ پر مریضہ کو انجکشن لگانے جارہی تھی اس کے بلانے پر بدمزہ ہوئی جو اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہورہا تھا۔

"کیا میں بیڈ رپ اتار سکتی ہوں؟"

"خیریت، واش روم جانا ہے کیا۔"

"نہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ میری ڈرپ اتار دیں مجھے اب اس کی ضرورت نہیں ہے میں بیڈ سے اترنا چاہتی ہوں۔"

"بی بی مریض ہو تو مریض ہی رہو خود کو ڈاکٹر سمجھنے کی غلطی نہ کرو۔"

"نہیں، نہیں...... ایسا تو بالکل بھی نہیں ہے لیکن پلیز آپ میری پرابلم سمجھیں میری ماں بھی اسی اسپتال میں ہے اور سخت بیمار ہے میں ان سے ملنا چاہتی ہوں فار گاڈ سیک میری ڈرپ اتار دیں۔" وہ روہانسی ہوئی تھی اور جب سے اسے پتا چلا تھا کہ امی بھی اسی اسپتال میں ہیں تو اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خود ہی اپنے بازو میں لگی سوئی کھینچ پھینکے۔

"دیکھو، بی بی مانتی ہوں کہ تمہاری ماں بیمار ہے

لیکن تم خود سوچو کہ تم بھی تو ماں بننے کے عمل سے گزر رہی ہو، اگر تمہیں کچھ ہوا تو براہ راست اثر تمہارے بچے پر ہی پڑے گا۔"

"اجیہ..... کیا واقعی..... میں خالہ بننے والی ہوں؟" حنین کے چہرے سے چند لمحوں پہلے والی اداسی دور ہوگئی تھی اور اس کا چہرہ خوشی سے یوں دمک رہا تھا کہ نرس بھی مسکرانے لگی۔

"ہاں بھئی تم خالہ بننے والی ہو اس لیے اپنی بہن کو سمجھاؤ کہ اپنا خیال پہلی ترجیح کے طور پر رکھے اپنے لیے نہ سہی تو اپنے ہونے والے بچے کی خاطر ہی سہی۔" اجیہ کا بازو محبت سے تھپتھپاتے ہوئے نرس مسکرائی اور آگے چل دی۔

"بہت بہت مبارک ہو اجیہ، اتنے سارے مشکل دنوں کے درمیان اس خوشی کی خبر نے تو سمجھو مجھے ہواؤں میں اڑا ڈالا ہے۔" اور واقعی یہ خبر تھی ہی ایسی کہ حنین نے اس سے مزید کچھ بھی پوچھنے کے بجائے باقی تمام معاملات کو کسی اور وقت کے لیے موخر کردیا اجیہ بھی مسکرانے لگی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ کچھ ہی دیر بعد حنین دوبارہ اس سے اس کے سسرال کے متعلق سوال کرے گی، اربش کے بارے میں پوچھے گی اور بھلا وہ اربش کے بارے میں اسے کیا بتا پائے گی جبکہ وہ خود اس بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی ڈرپ کے ذریعے قطرہ قطرہ توانائی اس کے اندر انڈیلی جارہی تھی مگر حقیقت تو یہ تھی کہ حنین کو دیکھنے اور امی کو دیکھ لینے کی امید سے ہی اس کے اندر ایک نئی قوت کا اضافہ ہوا تھا وہ خود کو پہلے سے زیادہ مضبوط اور توانا محسوس کررہی تھی اور جانتی تھی کہ آج اگر وہ خیریت سے دوبارہ حنین کے سامنے موجود ہے تو اس میں صرف اور صرف امی کی دعاؤں کی ہی طاقت ہے ورنہ کراچی جیسے بڑے شہر میں جہاں انسانوں کا سمندر موجود ہو ایک بار کسی سے بچھڑ کر یوں مل جانا بڑی بات ہے ورنہ انسانوں کے اس ہجوم میں کچھ بھیڑیا صفت لوگ بھی ہر وقت تاک میں رہتے ہیں کہ کب کوئی نیا شکار ہاتھ لگے ایسے میں اگر اس کی ملاقات اس فرشتہ صفت خاتون سے ہوئی جو اسے اسپتال تک چھوڑ گئی تو پھر یہ دعاؤں کی بدولت پیش آنے والی کوئی کرامت نہیں تھی تو بھلا کیا تھا۔

❀

شرمین ممی اور بوا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی اب اجیہ کے گھر کی طرف روانہ تھی وہ انہیں رستہ بتاتی جارہی تھی اور ممی اس کی ہدایت کے عین مطابق گاڑی کا رخ موڑتی جاتیں آخر مین روڈ سے اتر کران کی گاڑی نسبتاً تنگ یک طرفہ سڑک پر چلنے لگی اور وہاں شرمین نے انہیں تھوڑی ہی دیر بعد رکنے کا کہا۔

"اب آگے گاڑی نہیں جاپائے گی ہمیں پیدل چلنا پڑے گا۔"

"اسی گلی میں رہتا ہے اربش؟" بوا نے گلی کے باہر ہی موجود کچرے کے ڈھیر پر بھنبھناتی مکھیوں اور پاس ہی کھیلتے بچوں کو دیکھ کر پوچھا۔

"جی بوا، اسی گلی میں، بس تھوڑا سا اندر جاکے۔" وہ بوا کے ساتھ گاڑی سے باہر آچکی تھی ممی بھی گاڑی لاک کرکے ان کے ساتھ ہی آ کھڑی ہوئیں۔

"ممی، ہمیں گلی کے کچھ اندر تک جانا ہوگا اجیہ اور اربش وہیں رہتے ہیں۔" جواب میں ممی ارد گرد دیکھتے ہوئے خاموش ہی رہیں اور گلی کی طرف قدم بڑھا دیے وہ یہ حقیقت قبول ہی نہیں کرپارہی تھیں کہ انتہائی نفاست پسند اربش روزانہ اس کچرے کے ڈھیر کے قریب سے یوں گزر کر آتا جاتا ہوگا وہ تو بچپن میں بھی صفائی کا اس قدر دھیان رکھنے والوں میں سے تھا کہ کھانا کھاتے ہوئے کپڑوں پر پانی بھی گر جاتا تو اس وقت تک دوبارہ کھانا شروع نہ کرتا جب تک ممی سے اپنے کپڑے نہ بدلوا لیتا، یہ بچوں کے اسکول جانے کا وقت تھا لہٰذا گلی میں بچوں کی آمد و رفت کی وجہ سے خوب رونق تھی اور کبھی ان تینوں کو یوں غور سے دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی عجیب سی مخلوق ہوں۔

کچھ عورتیں دروازے پر لٹکتے پردوں کی اوٹ سے ان تینوں خوش لباس خواتین کو دیکھ کر حیرت سے سوچ میں تھیں کہ ان کی آمد گلی کے کون سے گھر میں متوقع ہوسکتی ہے اور پھر ذرا سا باہر نکل کر اس وقت تک دیکھتی جب تک کہ

سامنے سے کوئی مرد نہ آتا دکھائی دے۔ گلی کے ذرا سا اندر جاکر شرمین ایک گھر کے سامنے جارکی۔

''یہی گھر ہے اربش کا۔'' گھر کی بیرونی حالت کچھ اتنی اطمینان بخش نہیں تھی شرمین نے ذرا سا دروازے پر دباؤ ڈالا ہی تھا کہ وہ کھلتا ہی چلا گیا اور خود صحن میں داخل ہوتے ہوئے اس نے ممی اور بوا کو بھی اندر آنے کا اشارہ کیا۔

''گھر کیا تھا بس ممی کا تو دل ہی بند ہونے لگا تھا وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ اربش یہاں اس گھر میں رہتا ہوگا، یہ زیر تعمیر مکان جو ابھی مکمل بھی نہیں ہوا تھا ممی کے قدم تو وہیں صحن میں پڑی اینٹوں اور بجری سیمنٹ نے روک رکھے تھے ان کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ آگے بڑھتیں اور کمرے تک جاتیں انہیں معلوم تھا کہ اربش کو گھر سجانے کا کتنا شوق تھا اور گھر میں ذرا سا پھیلا سامان بھی دیکھ کر اس کے چہرے پر کیسی ناپسندیدگی کے آثار ہوا کرتے تھے اور اب یہاں اس گھر میں وہ بھلا کس دل سے رہ رہا ہوگا۔

''آخر اجیہ گئی کہاں؟'' شرمین کمرے سے نکلی تو خود کلامی کرتے ہوئے بلند آواز میں بولی۔

بوا کچن میں رکھی ایک ننھی سی دیگچی دو پلیٹوں دو چمچوں اور پانی کی آدھی بوتل کو دیکھ کر دل گرفتہ تھیں حالات ایک شہزادے کی آن بان سے زندگی گزارنے والے اربش کو کس مقام پر لے آئے تھے وہ جو اکثر اپنی فرمائش پر بوا سے اپنی پسندیدہ چیزیں پکوایا کرتا تھا اب کیا کھاتا ہوگا یہ سب تو باورچی خانے کی حالت دیکھ کر ہی واضح ہو رہا تھا۔

دنیا تمہیں اس موڑ پر لے آئے گی اک دن
ہنسنا تو بڑی بات ہے رو بھی نہ سکو گے

بوا کا دل اس قدر بوجھل ہو رہا تھا کہ واقعی ان کی آنکھ میں آنسو بھی نہیں آرہے تھے اور نہ ہی وہ اس وقت آنسو بہا کر ممی کو مزید پریشان کرنا چاہتی تھیں۔

''کیا مطلب ہے شرمین، کہاں ہے اجیہ اور اربش؟'' ممی نے وہیں ان بدرنگ اینٹوں کے پاس کھڑے کھڑے سوال کیا۔

''اجیہ نہیں ہے کمرے میں اور نہ صرف یہ کہ اجیہ نہیں ہے بلکہ اس کے استعمال کی کوئی بھی چیز اس وقت گھر پر نہیں ہے۔''

''مطلب......!''

''مطلب یہ کہ ممی وہ اپنا سامان سمیٹ کر کہیں چلی گئی ہے چھوڑ گئی ہے یہ گھر ورنہ ابھی کل تک تو وہ بھی یہیں تھے اور اس کا سب سامان بھی میں خود ملی تھی اس سے۔''

''اور میرا اربش وہ کہاں ہے شرمین مجھے ایک بار اس سے ملوا دو پلیز صرف ایک بار......'' ممی اب پچھتا رہی تھیں۔

پہلے گلی پھر گھر کی حالت دیکھ کر وہ انتہائی دل گرفتہ تھیں اور خود کو الزام دے رہی تھیں کہ آج اگر اربش اتنی مشکل زندگی گزارنے پر مجبور ہوا تو اس کی وجہ صرف اور صرف وہ خود تھیں آخر کیوں ماں ہوتے ہوئے بھی انہوں نے درگزر سے کام نہ لیا اس مسئلے کا یقینی طور پر کوئی بہتر حل بھی نکل سکتا تھا پھر کیوں انہوں نے کسی اور آپشن پر غور نہ کیا جس بیٹے کی خاطر وہ پوری زندگی تیاگ سکتی تھیں اس کی خاطر اس کی خوشی کے لیے وہ اس کی پسند پر کمپرومائز کیوں نہ کرسکیں اپنی انا کا بت اپنے ہی بیٹے کے سامنے کیوں کھڑا کردیا اور پھر اس ساری جنگ میں کیا ہاتھ آیا نہ دل کو سکون حاصل رہا اور نہ ہی بیٹے کو کوئی خوشی ملی صرف ان کی ضد کی وجہ سے آج چار افراد بے سکونی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے تھے۔

ایک استاد کے طور پر دوسروں کو سمجھانے ہونے والی وہ یہ بات کیوں یاد نہ رکھ سکیں کہ چھوٹے تو غلطیاں کرتے ہیں کیونکہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں اب یہ ذمہ داری تو بڑوں کے سر ڈالی گئی ہے کہ وہ ان کی غلطیوں کو اس خوب صورتی سے ہینڈل کریں کہ اس کے تمام نقصانات چھوٹوں کے سامنے یوں ظاہر کریں کہ وہ ان کے بڑے پن کو سلام کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ معاف کرنے کی صفت بھی تو بڑوں ہی کی نشانی ہے کہ جب چھوٹے اپنی کسی غلطی کے بعد سر جھکائے انہیں معاف کرنے کی درخواست کریں تو وہ دھتکاریں مت کسی قسم کے طنز وطعنوں سے پرہیز کریں

اور نہیں اس حد تک برا بھلا نہ کہیں کہ پھر ضد میں آ کر یا تو دونوں کے درمیان سے لحاظ اور ادب کا رشتہ ختم ہو جائے اور یا پھر وہ غصے میں آ کر اس سے بھی بڑی غلطی کر بیٹھیں۔

''مجھے تو خود کچھ نہیں آ رہا کہ اربش کہاں ہے بلکہ میں تو اجیہ کے لیے بھی حیران ہوں میں نے خود اسے رات کو یہاں کمرے میں بیٹھا بھی دیکھا تھا اور میں اس کے پاس بیٹھ کر باتیں بھی کرتی رہتی تھی۔'' اجیہ غیر متوقع طور پر گھر سے غائب ہوئی تھی اس لیے خود شرمین حیرت میں تھی۔

''تم اجیہ کے لیے پریشان نہ ہو شرمین، اربش کا بتاؤ اور اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرو اس کے ملنے پر اجیہ کا خود بخود پتا چل جائے گا۔'' ممی اب اربش سے جلد از جلد ملنا چاہتی تھیں۔

اسی دوران شرمین کا فون بجنے لگا تھا پرس میں سے فون نکال کر دیکھا تو دوسری طرف غزنی تھا ذرا سا فاصلے پر ہو کر اس نے فون سنا اور چند لمحوں بعد ممی کے پاس آئی اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی مگر یہ مسکراہٹ ممی اور بوا کی آنکھوں سے چھپی ہوئی تھی ویسے بھی جس سے ہم محبت کرتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں تو اعتماد کی پٹی یوں آنکھوں پر بندھ جاتی ہے کہ پھر اس کا جھوٹ بھی سچ لگنے لگتا ہے شرمین پر بھی ممی اور بوا نے اسی طرح کا اعتماد کر رکھا تھا کہ اگر وہ دن کو رات بھی کہتی تو وہ مان سکتی تھیں۔

''کیا ہوا، کس کا فون تھا شرمین۔'' ممی کے پوچھنے پر وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

''سمجھ نہیں آ رہا کہ بات شروع کیسے کروں ممی؟'' ٹینشن ظاہر کرنے کے لیے اس نے خوامخواہ انگلیاں چٹخانی شروع کر دی تھیں۔

''کیا بات ہے شرمین سب ٹھیک تو ہے ناں؟''

''سب کچھ ٹھیک نہیں ہے ممی یہی تو مسئلہ ہے۔'' اس نے باری باری ممی اور بوا کو دیکھا۔

''کچھ بتاؤ گی بھی یا یونہی پہیلیاں بجھواتی رہو گی؟'' بوا نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔

''میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے شرمین جو کچھ بھی ہے جلدی سے بتاؤ۔''

''ممی..... اربش کا پتا چل گیا ہے۔''

''اوہ میرے اللہ تیرا شکر ہے..... تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے ہماری دعائیں سن لیں۔'' ممی اور بوا دونوں نے فرط جذبات سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے ممی مگر مجھے افسوس ہے کہ خوشی کی یہ خبر ابھی ادھوری ہے اور اس کے ساتھ جو اگلی خبر میں آپ کو بتانے والی ہوں وہ سن کر شاید آپ کی اس خوشی پر اوس پڑ جائے۔''

''میرے اعصاب کو مت آزماؤ شرمین جو بھی بات ہے سیدھے اور صاف طریقے سے ایک ہی مرتبہ بتا دو۔'' ممی نے دوٹوک لہجہ اپنایا۔

''ہمم..... تو پھر صاف اور مختصر بات یہ ہے ممی کہ اجیہ کو عیش و آرام دینے اور اس کی روز روز کی فرمائشیں پوری کرنے کی خاطر اربش نے شارٹ کٹ اپنانے کا تو سوچا مگر.....'' وہ پھر رکی تھی۔

''مگر.....؟'' ممی کا لہجہ سخت تھا۔

''مگر یہ کہ وہ ائیر پورٹ پر منشیات اسمگلنگ کے الزام میں پکڑا گیا ہے۔''

''کیا.....! یہ کیسے ہو سکتا ہے.....؟'' ممی وہیں ایک طرف رکھی اینٹوں کا سہارا لے کر سیمنٹ پر ہی بیٹھ گئیں بوا بھی دل تھامے جہاں کھڑی تھیں وہیں کھڑی رہ گئیں۔

شرمین نے چہرے پر اترتے اطمینان کو چھپانے کی کوشش کی کیونکہ جانتی تھی اس کی منزل اب صرف دو قدم کے فاصلے پر موجود ہے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)



بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے زندگی ہم دور سے پہچان لیتے ہیں
طبیعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تیری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں

اچھی خاصی نیند لینے کے بعد بھی نور کی آنکھیں مارے سستی کے مندی مندی سی تھیں۔ لیکن چائے پینی بھی لازمی تھی۔ ویسے بھی شام ہوچلی تھی۔ وہ ست قدموں سے چلتی باہر برآمدے میں آئی جہاں اماں دو عورتوں کے ساتھ بیٹھی آہستہ آواز میں باتیں کررہی تھیں۔ نور کو غصہ آیا کیوں کہ اماں کا انداز اور ان عورتوں کے چہرے دیکھ کر ہی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ کون ہوسکتی ہیں۔ اس کے اندازے کی تصدیق اس وقت ہوگئی جب اماں نے خود اٹھ کر دونوں کو بیس بیس سیر کے اناج کے تھیلے بھر کر دیے اور ساتھ ہزار ہزار کے دو نوٹ بھی۔ دونوں عورتوں کے چہرے کی خوشی قابلِ دید تھی۔ وہ اماں کو دعائیں دیتیں گھر سے رخصت ہوئیں تو نور پھولے منہ کے ساتھ اماں کے پاس آئی۔

"آپ نے فضول میں دنیا جہان کے فراڈ لوگوں کو سر چڑھایا ہوا ہے۔ آپ نے ان کے کپڑے دیکھے؟ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ محتاج اور ضرورت مند ہیں۔ اب وقت بے وقت منہ اٹھا کر آجایا کریں گی۔" اس کا موڈ بہت آف ہورہا تھا۔

"بیٹا انسانوں کے ظاہری حلیے سے ان کی ضرورتوں کا اندازہ نہیں لگاتے۔" اماں نے جواباً بڑے پیار اور رسان سے اپنی لاڈلی بیٹی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"اماں یہ لوگ ضرورت مندوں کا حق مارتے ہیں۔" نور نے منہ بسور کر اپنے موقف پہ قائم رہنے کا عندیہ دیا۔

"ہمیں کیا پتہ کون ضرورت مند ہے اور کون اپنی مجبوری کے جھوٹے رونے رو رہا ہے اور ہم فیصلہ کرنے والے کون ہوتے ہیں فلاں ضرورت مند ہے کبھی کہ نہیں؟ اور کیا اللہ ہمیں ہماری ضرورت دیکھ کر نوازتا ہے؟" اماں کو وہی دھیما اور ٹھہرا ہوا لہجہ تھا۔

"اماں بندے کا ظاہری حلیہ دیکھ کر ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ کون محتاج ہے اور کون ڈرامہ کررہا ہے۔" اس کی ہٹ دھرمی بدستور قائم تھی۔

"نور بیٹا بعض عزتِ نفس رکھنے والے لوگ اپنی ضرورت بیان نہیں کرپاتے، یہ شرمساری سے ڈوب مرتے ہیں، پر کچھ بول نہیں پاتے، ان کی ضرورت ان کے چہرے

اوران کے خاموش ہونٹوں پہ لکھی ہوتی ہے۔ بظاہری حلیہ کچھ اور ہی کہانی سنا رہا ہوتا ہے۔"

"اچھا اماں ٹھیک ہے، کرتی رہیں فراڈیوں اور نوسر بازوں پہ یقین اور کرتی رہیں ان کی ضرورت پوری۔ آپ نے اور ابا نے ٹھیکہ لیا ہوا ہے ناں علاقے بھر کے محتاجوں کا۔" نور تیز تیز بولتی اندر چلی گئی۔

اس کے ابا کھاتے پیتے خوشحال خاندان سے تھے۔ شہر میں رہتے تھے، پرگاؤں میں ان کی زرخیز سونا اگلنے والی زرعی زمینیں تھیں، جن پہ مزارعے کام کرتے تھے۔ سال میں دو مرتبہ فصل اترتی تو ان کے گھر محتاجوں کا میلہ لگ جاتا۔ چاول، گندم، دالیں، جو جس کے حصے میں آتا خوشی خوشی دعا دیتا لے جاتا۔

اسی پہ موقوف نہیں تھا، محلے کی بے سہارا، محتاج اور ضرورت مند عورتوں کا مہینے بھر کے راشن کا ذمہ نور کے ابا نے اپنے سر لے رکھا تھا۔ اس کے علاوہ وہ تین یتیم بچوں کی کفالت بھی کرتے تھے۔ نور کے ابا راشد صاحب کی طرح ان کی بیوی صابرہ بھی خدا ترس اور رحم دل عورت تھی۔ اپنے گھر آنے والے ضرورت مندوں کو خاموشی سے جو بھی میسر ہوتا چپکے سے اس کے ہاتھ پہ رکھ دیتیں۔ سال کے سال راشد صاحب اپنی اور اپنے پانچ بیٹوں کی آمدنی کا حساب لگا کر جو زکوۃ بنتی اتنا پیسہ ان سے لے لیتے۔ بہوؤں کے پاس جو زیور تھا ہر سال موجودہ مالیت کے مطابق اس پر بھی جو زکوۃ بنتی ان سے وہ رقم لے لی جاتی اور پھر برابر ضرورت مندوں میں تقسیم کردی جاتی۔

نور بہت چڑتی تھی، جانے کیوں اسے روتے دھوتے مجبوری بیان کرتے اپنے جیسے انسانوں کو دیکھ کر غصہ آ جاتا۔ وہ تنفر سے انہیں مانگنے والا بولتی۔ اس بات پہ ہر بار اماں اسے ٹوکتیں کہ انہیں فقیر یا مانگنے والا مت کہا کرو لیکن یہ بات نور کی سمجھ میں نہیں آتی۔ کبھی کبھی تو اسے بے انتہا غصہ آتا جب گھر کے سامنے والے میدان کی صفائی ہوتی اور کچرا اٹھانے والا ٹرک آتا تو ابا چائے کا بڑا سا تھرموس بھروا کر گھر سے لے جاتے اور صفائی کرنے والوں کو پلاتے۔ ان کے گھر کے سامنے والے حصے کی صفائی ایک کرسچن کے ذمے تھی۔ وہ بہت صبح صبح آتا، اماں سردیوں میں اسے گرم گرم چائے کا بڑا سا مگ اور اپنے ہاتھ سے پراٹھا پکا کر دیتیں اور گرمی کے موسم میں دودھ اور روح افزا ملے شربت سے اس کی خاطر داری کی جاتی۔ اماں کا اپنا فلسفہ تھا کہ ایسے اللہ خوش ہوتا ہے۔

راشد صاحب کے گھر مہمانوں اور آنے جانے والوں کا ہجوم رہتا۔ اس بات کا بھی نور کو بہت قلق تھا کہ "ہمارا گھر، گھر کم اور ریلوے اسٹیشن زیادہ لگتا ہے۔" ابا مہمانوں کے معاملے میں بہت کھلے دل کے مالک تھے۔ علاقے میں ان کی بہت شہرت تھی۔ سب عزت کرتے۔ ان کے گھر کی بہو بیٹیاں جہاں سے گزرتیں، لوگ احتراماً وہاں سے ہٹ کر ایک طرف ہو جاتے، کسی نے بری نظر سے کبھی بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

پتہ نہیں یہ نور کس پہ چلی گئی تھی۔ اماں کو اس بات کا بہت رنج تھا کیونکہ ان کی اولاد میں سے کوئی بھی اتنے تنگ دل والا نہ تھا جیسی نور تھی۔

☆......☆☆......☆

وقت آگے سرکا نور کی شادی ہوگئی۔ گھر میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی تھی، بھائیوں نے الگ الگ شادی کے لیے تحفے اور پیسے دیے۔ اپنی مرضی سے اس نے ایک سے ایک مہنگی چیز خریدی۔

سسرال میں اس کے کپڑوں، جوتوں اور نت نئے ہنڈ بیگز کی دھوم تھی۔ راشد صاحب نے لڑکے کی شرافت دیکھ کر نور کا رشتہ دیا تھا۔ روپے پیسے اور مالی حیثیت سے انہیں کوئی بھی غرض نہیں تھی۔ ان کے داماد ہاشم کا پورا خاندان شریف اور دیندار تھا۔ عورتیں، مرد نماز، روزے کے پابند اور مذہبی تھے۔

ہاشم سعودیہ میں ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھے عہدے پہ تھا۔ شادی کے بعد اس نے نور کو بھی اپنے پاس بلوا لیا۔ ہاشم کے ایک چچا اور خالہ کی پوری فیملی بھی برسوں سے سعودیہ میں مقیم تھی۔ نور سب سے ملنے گئی۔ اس کے کپڑے، زیور

پہننے اوڑھنے کا انداز دیکھ کر دل ہی دل میں سب متاثر ہوئے تھے۔

نور ہاشم کے ساتھ اچھے علاقے میں رہتی تھی، کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہیں تھی، گھر پر راج تھا۔ ابا کے گھر کی طرح مہمانوں کا ہجوم نہیں تھا۔ وہ خود بھی کسی کے گھر کم ہی جاتی۔ ہاشم کے چچا اور خالہ کے گھر بھی تب جاتی جب وہاں کوئی دعوت ہوتی یا جب وہ خود سے بلاتے۔

شادی کو پانچ سال گزر چکے تھے۔ ان کے دو بچے تھے۔ دونوں ہی بیٹے تھے۔ نور کو اپنی زندگی سے کوئی بھی شکایت نہیں تھی۔ اس کی اپنی ذاتی دنیا اور چھوٹی سی جنت تھی۔ سال کے سال دونوں میاں بیوی پاکستان جا کر سب سے مل آتے۔ ہر چکر میں نور کے پہنے گئے سونے کے زیور کا الگ ڈیزائن ہوتا۔ دیورانیاں، جیٹھانیاں دیکھتی رہ جاتیں۔ نور پہلے باپ اور پھر شوہر کے گھر میں بھی قسمت کی دھنی تھی۔ ہاشم اس پہ پروانہ وار نثار ہوتا۔ جو بات منہ سے نکالتی پوری کرتا۔ گھر کے کاموں کے لیے اس نے نور کو ملازمہ رکھ کر دی تھی۔

ان کا بڑا بیٹا آفاق اسی سال جدہ کے مہنگے اور اچھے اسکول میں داخل ہوا تھا۔ حالانکہ پڑھائی وہاں کی اتنی خاص نہیں تھی لیکن اسکول کا نام تھا۔ انتظامیہ خوب خوب فائدہ اٹھا رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے خوشحال والدین کو لوٹ رہی تھی۔ پاکستانی کمیونٹی کے لیے ایک بھی ڈھنگ کا اسکول پوری ریاست میں نہیں تھا۔ والدین بچوں کے مستقبل کی طرف سے پریشان تھے۔ لیکن مجبوری تھی اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا بھی تو ضروری تھا۔ جو تعلیم کم اور مجبوری زیادہ تھی۔

نور نے اپنے ہی علاقے میں آفاق کو گھر کے پاس ٹیوشن بھی لگوادی تھی۔ اس کی ٹیوشن ٹیچر سدرہ پاکستانی تھی اور انڈین کمیونٹی کے ایک پرائیویٹ اسکول میں پڑھا رہی تھی۔ اچھی لڑکی تھی نور سے اس کی اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی۔ سدرہ کا میاں بھی جاب کرتا تھا۔ دونوں کی تنخواہ ملا کر گزارا چل رہا تھا۔ سدرہ، نور کو دیکھ کر رشک کرتی۔

"کتنی خوش قسمت ہو تم آرام سے گھر بیٹھ کر کھا رہی ہو..... عیش کر رہی ہو۔"

"تو تم بھی گھر بیٹھ کر کھاؤ اور عیش کرو۔" نور ترکی بہ ترکی جواب دیتی۔

"میرے میاں کی تنخواہ جب تمہارے میاں کی تنخواہ جتنی ہو جائے گی تو میں بھی تب گھر بیٹھ کر عیش کروں گی۔" سدرہ حسرت سے کہتی تو نور صدقِ دل سے آمین بولتی۔

☆.....☆☆.....☆

نور کی طبیعت پچھلے دو ہفتوں سے خراب تھی، کبھی متلی تو کبھی چکر، اسے شک تھا کہ وہ پھر امید سے ہے۔ ہاشم کو بتائے بغیر وہ چیک اپ کے لیے ہاسپٹل گئی تو اس کے شک کی تصدیق بھی ہوگئی کہ اس کے وجود میں ایک اور زندگی بھی سانس لے رہی ہے۔ اسے اب بیٹی کی آرزو تھی۔ نور نے اپنی دانست میں یہ خوش خبری ہاشم کو سنائی تو وہ خاموش رہا۔

"کیا بات ہے..... خوش نہیں ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ارے بہت خوش ہوں کیسی بات کرتی ہو۔" ہاشم نے زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائی۔ لگ رہا تھا وہ اندر سے بہت الجھا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے ہاشم..... کیا کوئی پریشانی ہے؟" اس سے رہا نہیں گیا تو پوچھ بیٹھی۔

"نہیں ایسے ہی اپ سیٹ ہوں۔ حرم شریف میں کرین گرنے کا جو حادثہ ہوا ہے اس نے پریشان کر دیا ہے۔"

"لیکن وہ تو پچھلے ماہ ہوا تھا اور ابھی تک آپ اس کا سوگ منا رہے ہیں۔" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں وہ اصل میں میرے ایک مصری کولیگ کا بھائی اس حادثے میں زخمی ہونے کے بعد چل بسا ہے تو اسی کا سوچ رہا تھا۔" صاف لگ رہا تھا کہ ہاشم اسے ٹال رہا ہے۔

☆.....☆☆.....☆

پھر آنے والے دنوں میں ہاشم اور بھی پریشان رہنے

لگا۔ رات بھر جاگتا اور اپنے سیل فون میں لگا رہتا۔ صبح آفس اور رات کو گھر آتا تو ایک ناقابلِ بیان کرب اس کے چہرے پہ تحریر ہوتا۔ چھ ماہ گزرے تو نور کو تب پتہ چلا کہ ہاشم کو تو چھ ماہ سے اس کی کمپنی نے تنخواہ کی ادائیگی ہی نہیں کی۔ اس دوران وہ اِدھر اُدھر سے ادھار لے کر گھر چلا رہا ہے۔ جب حالات بد سے بدتر ہوئے اس نے تب نور کو بتایا۔ آفاق کی تین ماہ کی اسکول کی فیس ادا نہیں ہوئی تو اسے اسکول سے فارغ کردیا گیا۔ ہاشم نے ایک سال پہلے گاڑی قسطوں پہ لی تھی۔ وہ کئی ماہ سے اس کی اقساط کی ادائیگی کر ہی نہیں پارہا تھا' اسی وجہ سے کمپنی اس کی گاڑی اٹھا کر لے گئی۔ گھر کا چھ ماہ کا کرایہ بھی ہر صورت ادا کرنا تھا۔ دو ماہ بعد نور کی ڈلیوری تھی اور ادھر کریڈٹ کارڈ پہ سود کی مد میں ادا کی جانے والی رقم بڑھتی جارہی تھی۔ ان میاں بیوی کو آسمان سے زمین پہ آنے میں صرف چند ماہ لگے تھے۔

نور نے کبھی بچت کی مد میں ایک روپیہ بھی نہیں بچایا تھا' اسے عادت ہی نہیں تھی۔ ہاشم بھی کھلے دل اور کھلے ہاتھ سے خرچ کا عادی تھا۔ ہر ماہ نور کو اچھی خاصی رقم دیتا تھا۔ وہ اگر چاہتی تو ان پیسوں کو خرچ ہونے سے روک سکتی تھی' لیکن وہی بات کہ اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس فضول خرچی کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑے گا۔ وہ بیدردی سے پیسے جوتوں' کپڑوں اور فالتو چیزوں پہ خرچ کرتی۔ دونوں بیٹوں کے لیے ہر ماہ کپڑے کھلونے لیتی' مہینوں ان کے پہننے کی نوبت نہ آتی رکھے رکھے ہی چھوٹے ہوجاتے۔ تو کسی کام کے نہ رہتے۔ بچے بھی اسی کی طرح لاپروا تھے۔ گھر میں فٹ بال سے کھیلتے ہوئے وہ کتنی قیمتی چیزیں توڑ چکے تھے۔ کھلونوں کا ایک انبار اس کے گھر جمع تھا۔ گھر میں کام کرنے والی سوڈانی عورت وہ مہنگے اور بہت کم استعمال شدہ کھلونے خوشی خوشی لے جاتی تھی۔ نور اپنی ایک بار کی پہنے ہوئے کپڑے' بیگ اور دیگر چیزیں بھی فراخدلی سے اسے دیتی۔ فرنیچر کا بھی یہی حال تھا۔ پانچ سال میں اس نے پانچ بار ہی اپنے گھر کے قالین پردوں برتنوں صوفوں بیڈروم سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی چیز تبدیل کی تھی۔ واشنگ مشین' فریج' اوون' ویکیوم اور دیگر مشینری بھی وہ وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی تھی۔

ہاشم نے اسے کبھی نہیں ٹوکا تھا۔ جو نور نے مانگا اس نے بخوشی دیا۔ نور کو برانڈ کا خبط تھا' سر کی پن سے لے کر پاؤں میں پہننے والی عام چپل بھی اسے برانڈڈ چاہیے ہوتی۔ ہاشم خود بھی جامہ زیب تھا۔ اس کے جوتے کپڑے کلائی کی گھڑی' ٹائیاں' پرفیوم' لیپ ٹاپ سب کے سب انتہائی قیمتی ہوتے۔ خود اس نے نور کو جو عبایے دلائے تھے ان میں سے کوئی بھی آٹھ نو سو ریال سے کم کا نہیں تھا۔ بچوں کے کپڑوں اور جوتوں کا بھی یہی حال تھا۔ بچوں کی شاپنگ وہ ریڈ سی مال۔ عربین مال' اندلس اور سپلیش سے ہی کرتے۔ اس کے علاوہ ہوٹلنگ کا شوق بھی پورا کیا جاتا۔

☆......☆☆......☆

حالات ایک دم سے ایسے بدلیں گے نور نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس نے ان پریشانیوں کا سامنا کیا ہی کہاں تھا۔ ضرورت اور مجبوری کا فرق اب اچھی طرح محسوس ہورہا تھا۔ جمع پونجی چند ماہ میں ہی ختم ہوگئی تھی۔ سعودیہ میں فیملی کے ساتھ رہنا پہلے کی طرح اتنا آسان بھی نہیں رہا تھا۔ جس علاقے میں ان کی رہائش تھی اس کا کرایہ ادا کرنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں تھا۔ جیسا علاقہ تھا اسی حساب سے رہن سہن' کھانا پینا' ملنا ملانا بھی تھا۔ لیکن اب تو گھر کا کرایہ دینا بھی مشکل ہورہا تھا' اوپر سے ان سب کے اقامے اور میڈیکل انشورنس کارڈ بھی ختم تھے۔ نور نے اپنا زیور نکال کر ہاشم کے سامنے رکھا۔ مرد ہوکر بھی اس کی آنکھوں میں پہلی بار آنسو آئے تھے۔

ہاشم صرافہ مارکیٹ زیور بیچنے گیا تھا سونے کی قیمت انتہائی حد تک گرچکی تھی۔ لیکن زیور بیچنا بھی مجبوری ہی نہیں ضرورت بھی تھی ایک آسرا تو ہوگیا تھا۔ چار ماہ کے کرایہ کے بعد اتنی ہی رقم باقی بچی تھی جس سے گھر کا سودا سلف آسکتا۔ نور بہت کمزور ہوگئی تھی' اسے اچھی خوارک کی ضرورت تھی۔

''ہاشم...... میں اپنے ابا اور بھائی سے بات کروں؟

ہمارے حالات جان کر وہ ضرور ہماری مدد کریں گے۔" نور نے تجویز دی۔
"نہیں ایسا کبھی مت کرنا۔ اتنی بے صبری مت بنو۔ تھوڑا انتظار کرو۔ اللہ سب اچھا کردے گا۔" ہاشم نے اسے تسلی دی۔
"اچھا ایسا کرتے ہیں آپ کے چچا اور خالہ کی طرف چلتے ہیں۔ ان سے قرض لے لیتے ہیں۔ مجھے ڈاکٹر نے چھ انجکشن بتائے ہیں۔ صرف ایک کی قیمت نو سو ریال ہے۔" نور کی بات پہ وہ فقط سر ہی ہلا سکا۔
ہاشم کے سب گھر والوں کو ان پہ آنے والی آزمائش کا علم تھا۔ لیکن اس موقعے پہ سب ہی خاموشی سے سائڈ پہ ہو گئے تھے۔ ہاشم فون کرتا تو اس کی کال ہی ریسیو نہ کی جاتی یہ بہانا بنا کر کچھ دیر بعد ہی کال خود ہی کاٹ دی جاتی مبادا وہ کچھ پیسے ہی نہ مانگ لے۔ ایک پریشانی ختم ہوئی بھی نہیں تھی کہ انہیں گھر خالی کرنے کا نوٹس مل گیا کیونکہ ان کے ذمے دو ماہ کا کرایہ ابھی بھی واجب الادا تھا۔ ہاشم نے ایک سستے اور پرانے علاقے میں کافی دوڑ دھوپ کے بعد گھر ڈھونڈ ہی لیا۔ اس گھر کا ایک ماہ کا کرایہ سولہ سو ریال تھا' دو چھوٹے چھوٹے کھولی نما پرانے کمرے' گندی' کاکروچوں سے بھری بلڈنگ' چھوٹا سا کچن اور ایک غلیظ سا پرانا باتھ روم۔ نور کی نفاست پسندی کو شدید قسم کا دھچکہ لگا تھا۔ ٹوٹے پھوٹے فرش' پانی ٹپکاتے نل' کچن کا سنک گندا اور زنگ آلود' پورے گھر میں کاکروچ دوڑتے پھرتے۔ رات کو ان کا ساتھ دینے چوہے بھی آجاتے۔ اب تو نوکرانی والی عیاشی بھی نہیں تھی' اسے کہاں کام کرنے کی عادت تھی۔ اب اس حال میں پورے گھر کا کام وقت طلب ہوتا اور اچھی خوراک نہ ہونے کے برابر۔ ہاشم نہ جانے کہاں کہاں سے قرض لے کر اس امید میں تھا کہ کمپنی بہت جلد اس کی رکی ہوئی تنخواہ کی ادائیگی کردے گی تو سب پہلے کی طرح ٹھیک ہوجائے گا۔

☆......☆☆......☆

"ہاشم پلیز میری فیملی سے بات کریں۔" نور رودی۔ "میرے ابا اور بھائی لاکھوں روپے زکوت اور صدقات دیتے ہیں کیا میرے لیے ان کے پاس کچھ نہیں ہوگا۔"
"تم زکوۃ اور صدقات لے کر کھاؤ گی؟" ہاشم کا جملہ اسے اندر تک لرزا گیا تھا۔
"نہیں...... نہیں اللہ نہ کرے میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"
"میں ان مردوں میں سے ہوں جو بیوی کے میکے سے کسی بھی قسم کی مدد لینا گوارا نہیں کرتے۔ اس لیے پلیز آئندہ مجھے یہ مت بولنا۔" ہاشم کا لہجہ اس کے ساتھ پہلی مرتبہ اتنا تلخ ہوا تھا اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔
"ہاشم پھر ہم کیا کریں گے؟ میری ڈلیوری کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے؟ کم سے کم بھی بارہ ہزار ریال چاہیں' اگر میں کسی سستے سے ہاسپٹل میں بھی جاؤں تو......"
"نور اس وقت یہاں سب ہی ہمارے جیسے حالات سے گزر رہے ہیں' میں کسی سے کیا کہوں......" وہ بے بس نظر آرہا تھا۔
"آپ کے چچا کا اپنا کاروبار ہے۔ ان سے کچھ قرض لے لیں یا اپنی خالہ سے بات کریں۔" نور نے تجویز دی تو نا چاہتے ہوئے بھی ہاشم مان گیا۔

☆......☆☆......☆

"بھئی نور برا مت ماننا' عورت کو مشکل وقت کے لیے کچھ نہ کچھ بچا کر رکھنا چاہیے۔ کپڑا' زیور ہی سب نہیں ہوتا۔ اتنے مہنگے مہنگے سوٹ کس کام کے بھلا' برانڈ سے کم پہ تو تم راضی ہی نہیں تھیں' اس کا کوئی فائدہ ہوا؟ اللہ کو اکڑ اور تکبر پسند نہیں...... خیر اب ان باتوں کا فائدہ نہیں ہے۔ تمہارے اپنے خالو کا کام ان دنوں ٹھیک نہیں ہے۔ پھر بھی میں ان سے کہوں گی۔ فی الحال میرے پاس یہ تین سو ریال ہی ہیں۔" ہاشم کی خالہ نے سو سو ریال کے تین نوٹ اس کی طرف بڑھائے نور کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اب کبھی بھی اپنا سر اٹھا نہیں پائے گی۔ اس نے چور نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ہاشم کی کزنز تمسخرانہ انداز میں اسے ہی دیکھ رہی

تھیں۔ اسے لگا وہ ابھی کھڑے کھڑے گرے گی اور پھر کبھی بھی اٹھ نہیں پائے گی۔ اس نے پیسے لرزتے ہاتھوں سے تھام کر بیگ میں رکھے اور واپسی کے لیے قدم موڑ لیے۔ خالہ اور ان کی بیٹیوں نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اسے اللہ حافظ کہا۔ کوئی پہلے کی طرح دروازے تک چھوڑنے نہیں آیا۔

''ہونہہ اس کی شکل اور سوٹ دیکھ کر کوئی یقین کرے گا کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے اور یہ مجبور ہے۔'' یہ آواز ہاشم کی فرسٹ کزن کی تھی۔ ''اپنے جوتوں' کپڑوں اور زیور کا سب پہ رعب ڈالتی تھی۔ اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہیں۔''

یہ ہاشم کی خالہ تھیں۔ جو نور کے واری صدقے جاتی تھیں۔

''اس عورت کی شاہ خرچیاں ہاشم بھائی کو لے ڈوبیں۔'' یہ ہاشم کی دوسری کزن کی آواز تھی۔ باہر لفٹ کے انتظار میں کھڑی نور کو ان کی باتیں کسی تیر کی طرح لگیں۔ خود کو مشکل سے گھسیٹ کر وہ گھر تک آئی۔

☆......☆☆......☆

اس کے سیل فون پہ مسلسل پاکستان سے کال آرہی تھی۔ اس نے بہتے آنسو دوپٹے سے خشک کر کے موبائل دیکھا۔ یہ اس کی دیورانی صبا کی کال تھی۔ اس نے بے دلی سے کال کاٹ دی۔ خالہ کے گھر سے آئے اسے تین گھنٹے ہوچکے تھے۔ لیکن آج زندگی میں پہلی بار جس ہتک اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کا ملال کم ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔ صبا کی کال بار بار آئے جارہی تھی۔ اس نے بمشکل منہ پہ پانی کے چھینٹے مارے اور ریس کا بٹن آن کیا۔

''کیسی ہو نور اور فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی؟'' صبا چھوٹتے ہی بولی۔

''میں سو رہی تھی۔'' اس نے جھوٹ بولا۔ حالانکہ اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

''تم آج بے بی خالہ کی طرف گئی تھی؟'' صبا نے ہاشم کی خالہ کے بارے میں سوال کیا تو وہ فوراً چونکی ہوگئی۔

''ہاں گئی تھی کیوں؟''

''بے بی خالہ نے کال کر کے پورے خاندان کو بتایا ہے کہ تم آج ان کے گھر قرض مانگنے آئی تھی' سنا ہے بہت روئی دھوئی ہو ان کے سامنے اور بے بی خالہ نے بہت عجیب عجیب باتیں کی ہیں تمہارے بارے میں۔''

''اچھا......!'' نور کو ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ صبا سے ان عجیب و غریب باتوں کی تفصیل معلوم کرتی۔

''نور تم ہر ایک کے سامنے رونے رو کر ہاشم بھائی کو خاندان میں بدنام تو مت کرو۔ ایک ذرا سی پریشانی کیا آگئی تم نے پورے جہاں میں ڈھنڈورا ہی پیٹ دیا' شکر گزار بنو۔'' صبا نے اس طرح کی اور کتنی نصیحتیں کر کے اس کی جان چھوڑی ہی تھی کہ اس کی جھٹانی کی کال آگئی۔ انہیں بھی تجسس ہو رہا تھا کہ بے بی خالہ کے گھر آج کیا کچھ ہوا ہے' وہ نور کی زبانی سننے کی متمنی تھیں۔ نور کو اپنے گلے میں پھندا پڑتا محسوس ہوا۔

''دیکھو برا مت ماننا۔ تمہارے بارے میں بہت عجیب باتیں سننے میں آرہی ہیں۔ واٹس ایپ کے وائس میسج ہیں تمہارے بارے میں۔''

''بھابی......کون سے میسج؟''

''ارے بھولی مت بنو جیسے کچھ پتہ ہی نہیں تمہیں۔ یہی کہ تمہیں اپنے باپ کی دولت اور میکے کا بہت غرور ہے۔ اپنے خاندان پہ ناز ہے تمہیں اور تم ہاشم کو لوٹ کر کھا گئی ہو۔ اس کا بال بال قرض میں جکڑ دیا ہے۔ تمہاری وجہ سے ہی ہاشم کی طبیعت بھی خراب رہنے لگی ہے۔ تمہیں تو سوائے فیشن کے آتا جاتا کچھ نہیں۔ میں تمہیں سب میسجز بھیجتی ہوں خود سن لو۔ مجھے تو بہت دکھ ہو رہا ہے۔ سچ پوچھو تو......''

اس کی جھٹانی اور بھی جانے کیا کیا بول رہی تھی۔ پر فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر چکا تھا۔

وہ بے دم پڑی تھی۔ اس کا چھوٹا بیٹا گلا پھاڑ پھاڑ کر رو رہا تھا۔ ہاشم گھر میں داخل ہوا تو نور بے ہوش پڑی تھی۔ انہی قدموں وہ نیچے بھاگا اور سڑک سے گزرتی لیموزین کو روکا۔ واپس آکر نور کو اٹھایا۔ دونوں بچوں کو ساتھ لیا اور گاڑی میں ساتھ لے کر ہاسپٹل پہنچا۔ نور کے پرس میں خالہ کے دیے ہوئے تین سو ریال پڑے تھے۔ ہاشم نے وہ بھی نکال

کر کچھ اپنے پاس سے ملائے۔ تو دے دلا کر ڈاکٹر سے خلاصی ملی۔ نور نے حد سے زیادہ ٹینشن لی تھی۔ گھر آ کر وہ ہاشم کے گلے لگ کر دھواں دھار روئی۔

"مجھے تم سے کوئی بھی شکایت نہیں ہے جو باتیں کرتا ہے کرنے دو۔ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دو۔ تمہیں پتہ ہے ناں ان باتوں میں سچائی نہیں ہے۔ سب کو بولنے دو۔ ہمارا برا وقت ہے اس نے سب کے چہرے بے نقاب کر دیے ہیں۔ شکر کرو تمہیں علم ہوگیا کہ کون اپنا ہے اور کون صرف تماشہ دیکھنے والا۔ تمہیں جس جس کی باتوں سے تکلیف پہنچی ہے اسے معاف کر دو۔ دل میں مت رکھو۔" کتنے بڑے دل اور ظرف والا تھا ہاشم حالانکہ نور کی حالت دیکھ کر اس کا کلیجہ کٹ گیا تھا۔

☆☆......☆☆......☆☆

"ماما...... مجھے بطاطس (آلو کے چپس) کھانے ہیں۔" آفاق نے بڑی آس سے ماں کی سمت دیکھا تھا۔ نور نے اٹھ کر اپنا پرس کھولا۔ اس میں بیس ریال کی مالیت کے نوٹوں کے علاوہ ڈیڑھ ریال کے تین سکے بھی تھے۔ اس نے اپنا عبایا اوڑھا۔

"آفاق آپ اپنے چھوٹے بھائی کا خیال رکھنا میں مارکیٹ سے ہو کر آتی ہوں۔" اس نے آفاق کو چھوٹے بیٹے کے پاس بیٹھا کر دروازہ لاک کیا۔ اس کے لیے چند قدم چلنا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔ مارکیٹ میں کافی رش تھا۔ اس نے ایک چھوٹے سے بقالے (دوکان) سے ساڑھے سات ریال کی خریداری کی۔ اور وہاں سے نکل آئی۔ بقالے کے باہر روز کی طرح بوڑھی صومالن عربی حلاوہ اور خشک مہندی کے پانچ پانچ ریال کے پیکٹ کے ساتھ دیگر چھوٹی موٹی اشیا سجائے بیٹھی منتظر نگاہوں سے آنے جانے والوں کو دیکھ رہی تھی کہ شاید کوئی اس کے خوانچے کے پاس بھی آئے۔

نور اس کے پاس سے گزری تو اس نے بڑی آس سے اس کی سمت دیکھا۔ جیسے وہ کچھ نہ کچھ ضرور خریدے گی۔ گزرتے ہوئے دونوں کی آنکھیں ٹکرائیں تو نور کے دل کو جیسے کچھ ہوا۔ وہ پوری قوت سے دھڑکا اور سینے میں مقید پسلیوں میں پھڑ پھڑایا۔ بوڑھی صومالن کی آنکھوں میں لفظ محتاج اور ضرورت مند لکھا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ نور نے اپنے اوپر نظر ڈالی۔ قیمتی عبایا پچھلے سال کا خریدا ہوا لان کا برانڈڈ پاکستانی سوٹ جس کی قیمت کسی طرح بھی بارہ ہزار سے کم نہ تھی۔ پاؤں میں خوب صورت نفیس قیمتی اور مہنگے برانڈ کے جوتے کندھے پہ لٹکا ہوا بیش قیمت لیدر بیگ اسے تو کہیں سے بھی آزمائش کا شکار ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ یہ سب چیزیں اس کے پاس پہلے سے تھیں۔ گھر کی دیگر قیمتی چیزیں بک چکی تھیں۔ سوائے استعمال کے کپڑوں جوتوں کے۔ اس کے سامنے بیٹھی بوڑھی عورت یقیناً نہیں جانتی تھی کہ یہ جو عورت حلیے سے بہت معزز باوقار اور صاحب حیثیت نظر آ رہی ہے قریب ہی کے ایک گندے اور غلیظ سے علاقے میں رہتی ہے۔

نور اس سے نظر بچا کر سبزی اور فروٹ کی ریڑھیوں کے پاس آ گئی۔ جو بقالے کے پاس ہی کھڑی رہتی تھیں۔ اس کے پاس چند ریال ہی باقی بچے تھے اس نے تھوڑی تھوڑی مقدار میں آلو شملہ مرچ چند سیب اور تین کیلے شاپر میں ڈال کر یمنی سبزی فروش کی طرف بڑھائے۔ اس کے پاس بڑے خوش رنگ خربوزے بھی تھے ایک آدھا کٹا ہوا خربوزہ ڈھیر کے عین اوپر رکھا تھا۔

"ہذا کم (یہ کتنے کا ہے)" اس نے عربی میں پوچھا۔ اس نے خربوزوں کی طرف دیکھ کر یہ سوال کیا تھا۔ یمنی نوعمر لڑکے نے ایک خربوزہ اٹھا کر تولا اور بولا پانچ ریال۔

"نہیں مجھے وہ کٹا ہوا چاہیے اس کے کتنے پیسے لو گے؟" اس نے اشارہ کیا تو وہ نوعمر لڑکا مسکرایا۔

"اس کے کوئی پیسے نہیں ہیں۔ سب چیزوں کی ادائیگی کے بعد اس کے پاس ڈیڑھ ریال کے سکے بچ گئے تھے۔ یہ سکے لے لو اس خربوزے کے۔" نور نے کٹے ہوئے خربوزے کی سمت اشارہ کیا اور پرس ٹٹول کر سکے نکالے۔

"نہیں اس کے کوئی پیسے نہیں ہیں یہ کٹ چکا ہے اور گاہکوں کو چیک کروانے کے لیے رکھا تھا۔" نوعمر لڑکے کی

مسکراہٹ بڑی دریا دل اور شفاف تھی۔ اس نے وہ کٹا ہوا خربوزہ بھی باقی اشیا کے ساتھ شاپر میں ڈال کر نور کی سمت بڑھایا۔ وہ نوعمر لڑکا نور کی نسبت زیادہ سمجھدار تھا کیونکہ وہ اس کی آنکھوں سے اس کی ضرورت بھانپ چکا تھا۔ آج کل نور کا دل بہت عجیب سا ہو رہا تھا۔ خربوزے کو دیکھ کر بے اختیار اس کا دل مچلا تھا لیکن اس کے پاس پانچ ریال نہیں تھے کہ وہ ایک ثابت خربوزہ لے سکتی۔ فرشتہ صفت آنکھوں والے یمنی لڑکے نے اس کے ساتھ نیکی کی تھی۔

''شکریہ جزاک اللہ۔'' اس نے شاپر لڑکے کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوری سچائی سے کہا تو وہ لڑکا مسکرا دیا۔ اس کا رنگ اتنا صاف نہیں تھا پر اس کی مسکراہٹ بہت اجلی تھی۔

نور آہستہ آہستہ واپس جا رہی تھی۔ غیر ارادی طور پہ اس کی نگاہ پھر سے بوڑھی صومالن پہ پڑی۔ جو ابھی تک آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پر اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے جو وہ اس سے کچھ لے سکتی۔ اس کے پاس ہر چیز پانچ ریال کی تھی۔ نور بہت مشکل سے اپنی بلڈنگ تک پہنچی۔ تالا کھول کر اندر جانے والی تھی جب اسے پھر سے بوڑھی عورت کی آس بھری نظریں یاد آئیں، وہ نظریں اس کے ذہن سے چپک گئی تھی۔

''مجھے اس کے پاس جانا چاہیے، لیکن میرے پاس تو پانچ ریال نہیں ہیں، صرف ڈیڑھ ریال کے تین سکے ہیں۔'' اس کے دل اور دماغ میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور پھر اس حال میں واپس جانا پل صراط پہ چلنے کے مترادف محسوس ہو رہا تھا۔ نور فیصلہ کر کے میکانکی انداز میں مڑی تو ہوش اس وقت آیا جب وہ بقالے کے باہر بیٹھی بوڑھی صومالن کے پاس کھڑی پرس سے شرمساری سے سکے نکال رہی تھی۔ بوڑھی کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ نور نے وہ تینوں سکے جھکی نگاہوں کے ساتھ اس کی طرف بڑھائے۔ اس کے آنسو امنڈنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔ شاپر میں پڑے کٹے خربوزے کا وزن الگ اسے پہاڑ جتنا وزنی محسوس ہو رہا تھا۔

''میں اتنی گر گئی ہوں کہ اس لڑکے سے مفت میں کٹا خربوزہ لے لیا۔ جیسے کوئی خیرات ہو۔'' اس کا دل اسے ملامت کر رہا تھا۔ وہ صومالن کی آواز سے واپس پھر جیسے اپنی دنیا میں آئی۔

''شکرا یا حبیبی۔'' صومولن سکے لے کر مسکرائی۔ بہت بے ریا اور شکر گزاری سے بھری مسکراہٹ۔

تب اچانک نور کا دل ایک دم پُرسکون ہو گیا تھا۔ جیسے اس کے ڈیڑھ ریال کے معمولی سکے اس کے رب نے اپنی بارگاہ میں قبول کر لیے ہوں۔ اتنے ماہ بعد آج رگ و پے میں ایسا سکون اور طمانیت اتری تھی جیسے اچانک ہی وہ بہت امیر ہو گئی ہو۔ اس کے سب مسائل دور ہو گئے ہوں۔

گھر آ کر اس نے مغرب کی نماز ادا کی اور دعا کرتے ہوئے یوں دھاڑیں مار مار کر روئی جیسے کوئی ننھی سی بچی ہو اور اسے زبردستی اس کی ماں سے جدا کر دیا گیا ہو۔ اپنے سب دکھ درد اس نے خاموشی سے آنسوؤں کی زبان میں اپنے رب سے بیان کر دیے تھے۔

☆......☆☆......☆

نور کی طبیعت بہت خراب تھی۔ حالات بتا رہے تھے کہ اس کی ڈلیوری قریب ہے۔ اس کے سیل فون میں اتنا بیلنس بھی نہیں تھا کہ وہ ہاشم کو کال کر کے بتاتی۔ وہ اس کی ڈلیوری پہ آنے والے اخراجات کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ کمپنی کے مینیجر نے تنخواہ کا تقاضا کرنے پہ اس کو اپنی جیب سے ایک ہزار ریال ادھار دیا تھا۔ وہ یہ ذلت سہہ کر آفس سے نکلا۔ پاس ہی باغیچہ تھا۔ وہ ادھر ہی بیٹھ گیا۔ نور کی حالت خراب تھی۔ وہ پریشانیوں کی وجہ سے اداس تھی۔ ٹینشن اس کے دل و دماغ پہ سوار ہو گئی تھی۔ گائنا گالوجسٹ نے اسے بولا تھا بیوی کو خوش رکھو ورنہ ڈلیوری میں پریشانی ہو گی۔ ہر دم ہنسنے والی نور کو چپ لگ گئی تھی۔

☆......☆☆......☆

باؤنڈری سے کچھ فاصلے پر سڑک تھی۔ جہاں سے گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ ہاشم کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بھاگ کر کسی گاڑی کے نیچے آ جائے لیکن بچوں کے معصوم

چہروں اور نور کے خیال نے اسے اس شیطانی منصوبے سے باز رکھا اور عمل پیرا ہونے سے روک دیا۔ ادھر گھر میں درد سے بے حال ہوتی نور بھی یہی سوچ رہی تھی کہ پہلے گلا گھونٹ کر بچوں کو مار دے اور پھر اپنا بھی خاتمہ کرلے۔ وہ مسلسل رو رہی تھی۔ ذہنی اور جسمانی کرب اس کی برداشت سے باہر ہو چلا تھا۔ اسے صاف لگ رہا تھا اب اسے ہاسپٹل چلے جانا چاہیے۔ لیکن جانے کے لیے بھی تو پیسے چاہیے تھے اور اس کے پاس تو پھوٹی کوڑی تک نہ تھی۔ ہاشم صبح سے جانے کس کس کے در کی خاک چھان رہا تھا۔ وہ گھر سے دور باغیچے میں بیٹھا بے بسی سے رو رہا تھا۔ اس وقت رب کے سوا اسے اس حال میں وہاں دیکھنے والا اور کوئی بھی نہیں تھا۔

نور کی ڈلیوری کے لیے پیسوں کا انتظام ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ گھر کا سودا سلف کھانے پینے کا سب سامان ختم تھا۔ آفاق کا اسکول بھی چھوٹ چکا تھا۔ وہ رات کو تھکا ہارا جب گھر لوٹتا تو وہ معصوم بچہ ایک ہی سوال کرتا۔

''بابا میں کب اسکول جاؤں گا؟'' ہاشم نظر چرا لیتا۔ یہاں کھانے کے لالے پڑے تھے وہ اسکول کی عیاشی کہاں سے پوری کرتا۔

☆......☆☆☆......☆

درد کی شدید لہر اس کی کمر سے اٹھی تھی۔ شدت درد سے وہ دہری ہوگئی۔ سیدھا بیٹھا ہی نہیں جا رہا تھا۔ اچانک دروازے پہ زوردار دستک ہوئی۔ آفاق دروازہ کھول سکتا تھا' اس نے ہی جا کر دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلنے پہ پرانے محلے کی سدرہ آفاق کی شکل نظر آئی' اس کے ساتھ ایک اجنبی عورت تھی۔ نور نے پہلے اس عورت کو نہیں دیکھا تھا۔

''میں بلد میں کام سے آئی تھی سوچا آپ کی خیریت بھی معلوم کرتی چلوں اور یہ میرے ساتھ الزبیتھ میری پڑوسی ہیں۔ دو ماہ پہلے ہی میرے علاقے میں شفٹ ہوئی ہیں۔ میں اکیلی تھی اس لیے انہیں ساتھ لے آئی۔'' سدرہ نے ہنس کر وضاحت دی تھی۔ پر نور سے تو رسماً بھی مسکرایا نہیں گیا۔ سدرہ کی پڑوسی الزبیتھ ساؤتھ انڈیا کی رہنے والی تھی اور جدہ ہاسپٹل میں مڈوائف تھی۔ طبیعت اور اخلاق کی بہت اچھی اور رحم دل تھی۔ سدرہ نے اس سے خوب دوستی گانٹھ لی تھی۔

الزبیتھ نے نور کی غیر ہوتی حالت سے فوراً بھانپ لیا کہ اس کے ہاں بچے کی ولادت بہت قریب ہے۔ وقت اتنا کم تھا کہ اسے ہاسپٹل بھی نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ سدرہ اور الزبیتھ نور کے لیے اس وقت رحمت کے فرشتے تھے' ان کی مدد سے گھر پہ ہی نور کی ڈلیوری ہوگئی۔ کسی بھی قسم کا کوئی بھی خرچہ نہیں ہوا' نور کے قریب ایک ننھی سی جان پڑی رو رہی تھی۔ ماں بیٹی دونوں ٹھیک تھیں۔ بس بچی کا وزن کچھ کم تھا۔ ہاشم گھر آیا تو اس کے ہاں ننھے مہمان کی صورت میں رحمت کا اضافہ ہو چکا تھا۔

☆......☆☆☆......☆

سدرہ ایک بار پھر اس کے گھر موجود تھی۔

''یہاں درمیانے درجے کے پاکستانی اور غیر قانونی طور پہ مقیم کتنے ہی یمنی' صومالی اور سوڈانی خاندان آباد ہیں۔ ان کے پاس اقامے نہیں ہیں' اس لیے وہ اپنے بچوں کو اسکول بھی نہیں بھیج سکتے' وہ بچوں کو ٹیوشن پڑھاتے ہیں تاکہ وہ تھوڑا بہت باشعور ہو جائیں۔ اس علاقے میں ایسے بہت سے بچے ہیں جن کے والدین کو اچھی ٹیچرز کی تلاش ہے۔ تم اپنے گھر پہ ہی بچوں کو پڑھانا شروع کردو۔ میں تمہاری مدد کروں گی' پوسٹر بھی بنا دوں گی۔ کسی بھی قسم کا کوئی خرچہ نہیں ہوگا۔'' سدرہ بہت درد مند لڑکی تھی' نور کے گھر اور بچوں کو دیکھ کر اس نے ٹیوشن پڑھانے کی تجویز دی تھی۔

''لیکن میری بچی بہت چھوٹی ہے' صرف ایک ماہ کی ہی تو ہے۔'' نور کا عذر معقول تھا۔

''چھوٹے بچے کہاں تنگ کرتے ہیں' سوئے رہتے ہیں۔ تم اللہ کا نام لے کر شروع کرو۔ سب آسان ہو جائے گا۔'' سدرہ نے اس کی ہمت بندھائی۔

پھر سدرہ نے ہی اسے پوسٹر بنا کر دیے اور نور نے اس کے ساتھ مل کر اپنی بلڈنگ کے ہر فلور پہ لگائے۔ وہ

داخلی گیٹ پہ آخری پوسٹر لگا رہی تھی جب ہاشم کی خالہ کی آمد ہوئی۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' ان کا سوال کھوج لیے ہوئے تھا۔

''خالہ میں نے گھر پہ بچوں کو ٹیوشن پڑھانے کا فیصلہ کیا ہے' اسی لیے یہ لگا رہی تھی۔'' اس کا اشارہ پوسٹر کی طرف تھا۔ اس دوران سدرہ کا شوہر اسے لینے آگیا تو وہ چلی گئی' اب نور تھی اور خالہ کی برے کی طرح چھید کرتی نگاہیں تھیں۔

''خاندان کی عزت کو مٹی میں ملانے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے کہ جگہ جگہ اپنے نام اور فون نمبر کے اشتہار لگواتا مر رہی ہو تم۔ مت ناشکری کرو اپنے رب کی۔ میں آج ہی زرینہ کو فون کر کے بتاتی ہوں کہ بہو بیگم یہاں خاندان کی عزت کے جھنڈے گاڑ رہی ہے۔''

بے بی خالہ وہیں سے بکتی جھکتی واپس چلی گئی۔ نور بے حال قدموں سے گھر آئی اور رونے بیٹھ گئی۔ یہ دن بھی آنا تھا۔ خالہ کو گئے بمشکل سے ایک گھنٹا ہی گزرا تھا کہ پاکستان سے کالز اور میسجز آنا شروع ہوگئے۔ اس کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ کسی سے بات کرے۔ بے بی خالہ نے خاندان کے ہر قابلِ ذکر فرد کو نور کے اس کارنامے کی خبر دی تھی۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ نور ایک بہت ناشکری عورت ہے اور اسی وجہ سے اسے یہ دن دیکھنے پڑے......

اوپر سے وہ ٹیوشن کے اشتہار لگا کر رہی سہی عزت کو بھی خاک میں ملا رہی ہے۔ اس کے سب سسرالی اسے کوس رہے تھے۔ اس کے شریف النفس ساس سسر تک اس کے خلاف ہو چکے تھے۔

نور نے اپنے معصوم بچوں کی طرف دیکھا اور اپنے بہتے آنسو صاف کیے۔ اسے اپنی یہ جنگ خود ہی لڑنی تھی۔ تھکے اور ہارے بغیر۔

☆......☆☆......☆

ابتدا میں نور کے پاس چار بچے آئے۔ ان کی مائیں سو ریال فی بچہ کسی طرح بھی اسے اوپر دینے کو تیار نہیں تھیں۔ اس نے گھر کے ایک کمرے کا فرنیچر ادھر اُدھر کر کے اس کو بالکل خالی کر لیا اور وہاں صرف ایک کپڑوں کی الماری تھی۔ نور نے خالی کمرے میں پرانے گھر سے لایا ہوا ایک کارپٹ وہاں بچھایا چارٹ پیپرز پہ سدرہ نے اپنا آرٹ ورک آزمایا تھا۔ چھوٹا سا کمرہ واقعی بچوں کی نرسری کلاس لگنے لگا تھا۔ چھ ماہ میں نور کے پاس بیس بچے جمع ہو چکے تھے۔ سب کی مائیں خوش تھیں نور بہت محنت سے بچوں کی تعلیمی بنیاد مضبوط کر رہی تھی۔ ساتھ ہی اس نے آفاق کو بھی پڑھانا شروع کر دیا تھا۔

ہاشم کو ایک نیک دل عربی نے اپنے دوست کے توسط سے اسی کی کمپنی میں نوکری دلوا دی تھی' ہاشم نے پرانی کمپنی سے نقل کفالہ لے لیا تھا۔ عالمی کساد بازاری کے ان حالات میں ہاشم کو اس نوکری کا ملنا نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ اوقات کار بہت زیادہ اور تنخواہ بہت منتوں کے بعد ساڑھے تین ہزار ریال مقرر کی گئی تھی۔ اس وقت یہ بھی بہت تھے۔ اس کی شریک سفر نور نے اس کے بوجھ کو کافی حد تک بانٹ لیا تھا۔ اس کے پاس اب پانچویں کلاس تک کے بچے بھی آنا شروع ہوگئے تھے۔ اس نے بیٹی کا نام رحمت رکھا اور وہ سچ میں اس کے لیے رحمت بن کر آئی تھی۔ بہت ہنس مکھ اور صابر بچی تھی۔ کھیلتی رہتی یا سوئی رہتی۔ نور کو اس کے آنے سے کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔

☆......☆☆......☆

ہاشم نے نور کو بچوں سمیت پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ سعودیہ کے موجودہ حالات میں جب کہ اس کی گزشتہ نوکری بھی جا چکی تھی' فیملی کو ساتھ رکھنا خود کو مشکلات کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف تھا۔ نور کے پاس ٹیوشن سے کمائے گئے اتنے پیسے جمع ہو چکے تھے جس سے وہ اپنا اور بچوں کا ٹکٹ لے کر عزت سے واپس جا سکتی تھی۔ اچھے خاصے پیسے پھر بھی بچ رہے تھے۔ ان نو ماہ کے دوران اس نے ایک پیسہ بھی فالتو خرچ نہیں کیا تھا۔ اس میں اللہ نے برکت عطا کی تھی۔ بے بی خالہ کی منجھلی بیٹی کی شادی تھی' نور کی واپسی کی ٹکٹ کنفرم ہو چکی تھی۔ اس کے جانے میں ایک

ہفتہ باقی تھا۔اس کی واپسی سے پہلے ہی شادی کی تقریبات ختم ہو رہی تھیں۔اسے اچھی طرح یاد تھا۔بے بی خالہ نے اس کے منہ پہ تین سو ریال کیسے تھپڑ کی طرح مارے تھے۔وہ ذلت و ہتک اور اپنی خودداری کا قتل اسے بھول نہیں پایا تھا۔
اس نے واپسی کے لیے جو پیسے بچا رکھے تھے ان میں سے کچھ الگ کر کے بے بی خالہ کی بیٹی کے لیے گفٹ خریدا۔ اس نے سونے کے بہت خوب صورت جھمکے اور ساتھ عزیزیہ سے ایک بہت مہنگا کامدار ڈیزائنر سوٹ اور رسٹ واچ لی تھی دیگر چھوٹی موٹی چیزیں اس کے علاوہ تھیں۔اس نے گفٹ اور تین سو ریال بہت شکریے کے ساتھ واپس کیے تھے۔بے بی خالہ کی حیرت دیکھ کر اس کے دل کو سکون مل رہا تھا۔مری ہوئی عزتِ نفس پھر سے سر اٹھا کر کھڑی ہوگئی تھی۔بے بی خالہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھیں کہ نور بھی اتنا مہنگا تحفہ دے سکتی ہے۔
نور کے جمع شدہ پیسے کم ہو گئے تھے پر کچلی گئی خودداری اور عزتِ نفس بحال ہو کر پورے قد سے کھڑی ہوگئی تھی۔
ہم مشکل میں رب کو چھوڑ کر اپنے جیسے کم ظرف انسانوں سے مدد مانگتے ہیں اور پھر انکار پہ روتے ہیں۔نور بھی اپنے رب سے بہت دور تھی اس نے ایک زوردار ٹھوکر مار کر اسے خود سے قریب کر لیا تھا۔اپنی بے پایاں رحمت میں ڈھانپ لیا تھا۔یہ ٹھوکر اس کے لیے بہت مبارک ثابت ہوئی تھی۔ اسے خود میں اپنی چھپی ہوئی خفیہ صلاحیتوں کو دریافت کرنے کا موقع ملا تھا۔اپنے ماں باپ کے گھر میں بے خبری کا جھولا جھولنے والی نور مشکلات سے لڑنا اور نبرد آزما ہونا سیکھ چکی تھی۔اس نے اپنے کسی بھائی بہن کے سامنے اپنے حالات کا رونا نہیں رویا تھا' بے بی خالہ نے پہلے قدم پہ ہی اسے منہ کے بل گرایا تھا۔ورنہ سدا کی بزدل اور پست ہمت نور ضرور اپنے میکے والوں کے سامنے دھاڑیں مار مار کے روتی۔

☆......☆☆......☆

واپسی کا سفر بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔اسے اور اس کے بچوں کو بے دلی سے خوش آمدید کہا گیا۔چھوٹے دیور کی بھی شادی ہوگئی تھی۔گھر اور دل میں جگہ تنگ پڑ گئی تھی۔دبے دبے لفظوں میں کہا جانے لگا کہ نور کو اپنے میکے جا کر رہنا چاہیے کیونکہ اسے اپنے باپ اور بھائیوں پہ بہت غرور ہے ناں۔شکر تھا کہ ایک ماہ کی چھٹی پہ ہاشم اس کے ساتھ آیا تھا۔اس نے اپنے والدین کے گھر کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا گھر کرایے پہ لینے کا فیصلہ کیا۔پر ایڈوانس بہت زیادہ تھا۔یہاں کوئی انہیں ادھار دینے والا نہیں تھا' تب نور نے دوسرے شہر میں مقیم اپنے بھائی سے مدد لی' اس نے خاموشی سے مطلوبہ رقم اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرادی تھی۔
ہاشم ایک ماہ بعد واپس چلا گیا۔نور بچوں اور زندگی کا بوجھ اکیلی ڈھونے لگی۔رات کو سسر اس کے پاس آجاتے۔یوں آس پاس کے لوگوں کا شک دور ہو گیا کہ نور کوئی اکیلی عورت ہے۔اس نے یہاں بھی گھر میں ٹیوشن سینٹر کھول لیا تھا۔ایک کمرہ اسی کام کے لیے مخصوص تھا۔شروع میں طلبہ کی تعداد کم تھی' پھر آہستہ آہستہ بڑھنے لگی کیونکہ اس نے فیس بہت کم رکھی تھی' کچھ ہی عرصے کے بعد نور کو اپنی مدد کے لیے دو اور ٹیچرز رکھنی پڑ گئیں۔اس کا ٹیوشن سینٹر چل نکلا۔اس کا ایک نام تھا' جو بچہ اس کے پاس پڑھنے آتا' امتحان میں اس کے لازما اچھے نمبر آتے۔لوگوں کا اعتبار نور ٹیوشن سینٹر پہ بڑھنے لگا۔اب نور کے ساتھ یہاں پانچ اور ٹیچرز بھی تھیں اور یہ سب ضرورت مند گھروں سے تھیں۔نور ان کو ان کی محنت کا اچھا معاوضہ دیتی تھی۔اس لیے وہ دل لگا کر اپنا کام کرتی تھیں۔
ادھر ہاشم سعودیہ میں اکیلا تھا۔فیملی کے جانے کے بعد اس نے اپنے ایک دوست کے ساتھ رہائش اختیار کر لی تھی۔چار افراد تھے۔کھانا پینا سب اکٹھا تھا۔ماہ بہ ماہ سب ایک مخصوص رقم کی ادائیگی کرتے۔ہاشم ایک ایک پیسہ بچا رہا تھا۔نور اس کی شریکِ سفر اس کا دوسرا بازو بن گئی تھی۔جب سب نے اسے چھوڑ دیا تھا اس نے تب بھی ہاشم کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے رکھا تھا۔وہ سہولیات میں پلی بڑھی جسے فکر چھو کر بھی نہ گزری تھی اپنے گھر اور بچوں کے

لیے گھنا درخت بن گئی تھی۔ وہ بہت کمزور دل کی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رونے والی بڑی بڑی باتوں کو نظر انداز کرنا اور چٹکیوں میں اڑانا سیکھ چکی تھی۔ زندگی نے بہت سبق دیے تھے۔ سب سے بڑھ کر قریبی رشتوں نے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔

ہاشم کو اپنی پرانی کمپنی سے رکی ہوئی تنخواہ اور دیگر واجبات مل گئے تھے۔ نور نے اسے مشورہ دیا' ہم جس گھر میں کرائے پہ رہ رہے ہیں اسے خرید لیتے ہیں۔ اس کی تجویز اچھی تھی۔ چپکے سے ہاشم نے مان لی۔

☆......☆☆......☆

تین سال بعد

نور اپنے گھر کے سرسبز لان میں کھڑی تھی۔ اس کے تینوں بچے کھیل رہے تھے۔ ہاشم ایک ہفتہ پہلے ہمیشہ کے لیے پاکستان آگیا تھا۔ وہ بھی بچوں کے کھیل کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ گھر انہوں نے دو ماہ پہلے ایک جاننے والے کے توسط سے خریدا تھا۔ خوب صورت اور پُرسکون علاقے میں تعمیر یہ گھر ان کی جنت تھی۔ وہ جنت جو ان کی اپنی تھی۔

اس گھر کی تعمیر کی بنیاد نور نے چار ساڑھے چار سال پہلے مونا مارکیٹ میں جلتی جھلستی ایک دوپہر میں صرف ڈیڑھ ریال سے رکھی تھی۔ اس کی ڈیڑھ ریال سے کی جانے والی تجارت نے اسے بے پناہ نفع دیا تھا۔ ڈیڑھ ریال کی نیکی اللہ کے ہاں مقبول ہوئی تھی کیونکہ اس میں ریاکاری نہیں تھی۔ اللہ نے مضبوطی اور پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ اس کی نیکی خالص تھی' سوائے بوڑھی صومالن اور اللہ کے اس کا اور کوئی بھی گواہ نہ تھا۔

☆......☆☆......☆

کچن میں شیلف پہ رکھے ڈبے میں وہ پیسے ڈال رہی تھی۔ پاس کھڑا آفاق شروع سے دیکھتا آیا تھا اس کی ماں مہینے کے آخر میں اس ڈبے میں پیسے ڈالتی ہے۔ ان کا کیا مصرف تھا اسے اس بات کا تجسس تھا۔ وہ اسکول جاتے ہوئے رک گیا کیونکہ پاپا اسے اسکول ڈراپ کرتے تھے ان کی کوئی کال آگئی تھی وہ سننے کے لیے کمرے میں چلے گئے۔

''مما آپ اس ڈبے میں کیوں پیسے ڈالتی ہیں' کیا کرتی ہیں ان کا؟'' اس کا معصوم سوال زبان پہ آہی گیا۔

''بیٹا میں اس ڈبے میں اللہ کا حصہ ڈالتی ہوں۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے میں اللہ کے ساتھ تجارت کرتی ہوں اور جو اللہ کے ساتھ تجارت کرتا ہے وہ اپنے سودے میں کبھی ناکام نہیں ہوتا اور یہ پیسے ضرورت مند لوگوں کے کام آتے ہیں۔ ہمارے پیسوں میں اللہ کے بندوں کا بھی حصہ ہوتا ہے ناں آفاق بیٹا۔'' نور نے تفصیل سے اسے جواب دیا۔

نور کی بہت سی باتیں آفاق کی سمجھ سے باہر تھیں لیکن وہ پھر بھی انہیں سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔

''مما میں بھی اس ڈبے میں اللہ کا حصہ ڈالوں؟'' اس نے بے ساختہ پوچھا۔ نور نے پلٹ کر اپنے بے ریا چہرے والے معصوم بیٹے کی طرف دیکھا۔

''اللہ کے ساتھ آپ کو بھی تجارت کرنی ہے۔''

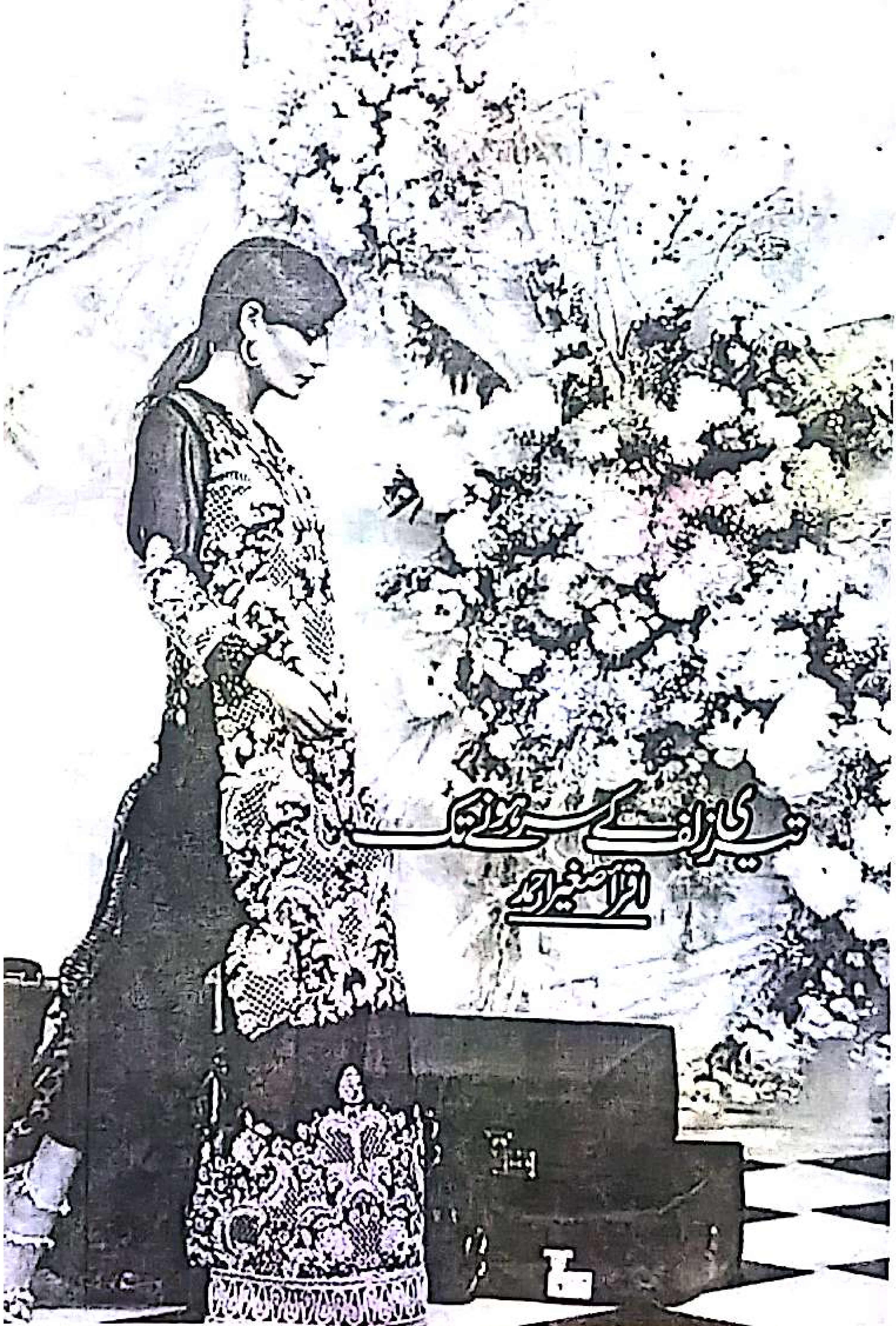
''جی مما۔'' اس نے تیزی سے سر ہلایا۔ نور نے ڈبہ اس کی طرف سرکا دیا۔

آفاق نے اپنی آج کی پاکٹ منی کے آدھے پیسے اس میں ڈال دیے۔

''مما میں بہت خوش ہوں۔'' آفاق کا چہرہ دمک رہا تھا۔

اس کے پُرسکون چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے نور سوچ رہی تھی کہ بظاہر چھوٹی چھوٹی حقیر سی نیکیاں انسان کو کتنی بڑی بڑی خوشیاں دے جاتی ہیں۔ کتنی بڑی بڑی مشکلات سے نکال لے جاتی ہیں۔ جیسے اللہ نے نور اور اس کے خاندان کو بچالیا تھا۔

انسان مٹ جاتے ہیں...... نیکی زندہ رہتی ہے۔


تیری زلف کے سر ہونے تک
اقرا صغیر احمد

قسط نمبر 14

رفاقتوں میں وقار کھونا کوئی سنے گا تو کیا کہے گا
یہ دن میں سونا شب میں رونا کوئی سنے گا تو کیا کہے گا
جو بیچ دریا میں چھوڑ آئے یہ بات اتنی نہ آتی ان پر
یہ اس کا ساحل پہ لا ڈبونا کوئی سنے گا تو کیا کہے گا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

سودہ جنید کو ہسپتال میں مائدہ کے روم سے نکلتے دیکھ لیتی ہے اور اس سے استفسار کرتی ہے۔ جس پر مائدہ صاف مکر جاتی ہے اور زید کی نظروں میں اسے گرانے سے باز رکھتی ہے زیدان تمام باتوں سے بے خبر مائدہ کو ڈسچارج کروا کر گھر لے آتا ہے۔ پیارے میاں سودہ سے ملاقات کی خاطر زید کی مدد لینا چاہتے ہیں۔ جس پر زید بھڑک اٹھتا ہے اور اسے صاف انکار کر دیتا ہے۔ دوسری طرف سودہ کی لاتعلقی اسے طمانیت بخشتی ہے اپنے ان جذبوں پر زید خود بھی گھبرا جاتا ہے ایسے میں شاہ زیب اسے سودہ سے شادی کرنے کا کہہ کر حیران کر دیتا ہے لیکن شاہ زیب کے سامنے وہ اپنے دلی جذبات چھپا کر اپنی نفرت کا واضح اظہار کرتا ہے۔ جس پر شاہ زیب خاموش رہ جاتا ہے دوسری طرف عمرانہ یہ سب سن کر مطمئن ہو جاتی ہیں۔ انشراح نوفل کے ہاتھوں اس قدر ذلت برداشت نہیں کر پاتی اپنی اصلیت جان کر وہ اپنی ہی نگاہوں میں گر جاتی ہے ایسے میں بالی اس کی دلجوئی کرتی ہے۔ جہاں آرا کے ذریعے وہ اپنی ماضی کے متعلق بس اتنا ہی جان پاتی ہے کہ اس کی ماں نوریہ اسے جنم دینے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوگئی تھی اس کے باپ نے اس کی ماں سے محبت کی شادی کی تھی لیکن اسے وہ مقام و رتبہ نہیں دے پایا تھا کچھ عرصے بعد اس کی ماں کو طلاق دے کر اس کا باپ بھی کسی حادثے کا شکار ہو گیا تھا' نانی کے بتانے پر اس سچ کو ہی انشراح نے حقیقت تسلیم کیا تھا لیکن جہاں آرا کا موجود رویہ اسے بالکل بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ عاکفہ اور بابر کے نکاح کی تیاریاں جاری تھیں ایسے میں عاکفہ انشراح کو اپنے نکاح میں شریک کرنے کی بات کرتی ہے۔ جس پر بابر حامی بھر لیتا ہے اور اس کی تلاش میں گھر تک پہنچ جاتا ہے لیکن وہاں جا کر انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ گھر پر کوئی بھی نہیں ملتا۔ ایسے میں عاکفہ اپنے طور پر اس کی تلاش جاری رکھتی ہے اور چوکیدار کے منع کرنے کے باوجود اندر چلی جاتی ہے جہاں آرا کا توہین آمیز سلوک برداشت کرتے وہ انشراح تک پہنچتی ہے تو اس کی حالت دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہے۔ انشراح اسے یہاں سے جانے کا کہہ کر خاموشی اختیار کر لیتی ہے عاکفہ کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوتا ہے جب ہی وہ بابر کو تمام صورت حال سے آگاہ کرتی ہے۔ عمرانہ مائدہ کے ہمراہ رضوانہ کے گھر جاتی ہیں تو رضوانہ زید کی بطور داماد پسندیدگی کا اظہار کرتے عمرانہ کی خاموشی پر طنز کرتی ہے ایسے میں عمرانہ جلد عروہ کو اپنی بہو بنانے کی خواہش کا اظہار کر دیتی ہیں۔ بابر نوفل کی مدد سے انشراح کا پتا لگانے میں تو کامیاب ہو جاتا ہے لیکن دوسری طرف جہاں آرا بھی متفکر ہو جاتی ہیں وہ سراج کو بلوا کر انشراح اور بالی کو بے ہوشی کی حالت میں گھر چھوڑنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں جب ہی ان کی گاڑی کو اچانک روڈ پر روک لیا جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

جہاں آرا نے دل ہی دل میں سراج کو گالیوں سے نوازا اور اس اثناء میں پولیس موبائل سے سپاہی نکل کر گاڑی کو گھیرے میں لے چکے تھے۔ بالی نے کوئی آواز نکالے بنا انشراح کو جھنجھوڑا تھا کہ وہ گہری نیند یا بے ہوشی سے بیدار ہو جائے لیکن نامعلوم کیسی بے ہوشی تھی یا نیند جو ٹوٹنے کا نام نہ لے رہی تھی۔ دوسری طرف سراج اور جہاں آرا گاڑی سے نکل کر باہر مذاکرات میں مصروف تھے‘ گاڑی کی ونڈوز میں بلائنڈ گلاسز ہونے کی وجہ سے باہر کے سارے مناظر دکھائی دے رہے تھے۔

”بی بی...... کسی ہوشیاری کی ضرورت ہرگز نہیں کرنا اگر تم نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو یہیں ڈھیر کردوں گا۔“ پیچھے بیٹھے ہوئے غنڈے نما مردوں میں سے ایک نے پستول دکھاتے ہوئے اپنی شکل سے زیادہ خوفناک آواز میں کہا۔

”ہم رات دو بندے مار کر آئے تھے ہمارے لیے بندے مارنے اور مکھی مارنے میں کوئی فرق نہیں۔“ دوسرے نے بھی اسی انداز میں دھمکی دی‘ بالی نے سر جھکا کر خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔ باہر انسپکٹر سے جہاں آرا کی بحث و تکرار میں مصروف تھیں جبکہ سراج ہونٹ بھینچے کھڑا تھا چہرے پر بڑی عاجزی و مسکینی سجائے۔

بیس پچیس منٹ کی صبر آزما بحث کے بعد انسپکٹر اور جہاں آرا کے مابین ہونے والے مذاکرات کامیاب ہوئے تھے‘ سراج کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

”بڑا ہی کٹھور انسپکٹر تھا مجال ہے جو ذرا بھی اپنی بات سے ہٹا ہو‘ سراج کو گرفتار کر کے ہی لے گیا۔“ وہ گاڑی میں آ کر بیٹھتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں اب ڈرائیونگ سیٹ سراج کے ساتھ آئے مردوں میں سے ایک ساتھی نوید نے سنبھالی تھی سراج کے برعکس وہ جہاں آرا سے بے حد مرعوب دکھائی دے رہا تھا۔

”میڈم جی...... شکر ہے وہ صرف سراج بابو کو ہی گرفتار کر کے لے کر گیا ورنہ اس کے تیور تو ہم سب کو ہی جیل کی ہوا کھلانے کے تھے۔“ نوید نے خوشامدی انداز میں کہا۔

”ارے تو کون سا احسان کردیا ہم پر؟ حرام خور نے دس لاکھ روپے لیے ہیں معاملہ رفع دفع کرنے کے مفت میں کام نہیں کیا اور سراج کو کتنی دفع منع کیا ہے کہ نشے کی حالت میں گاڑی نہ چلایا کر مگر اس کی کھوپڑی میں بھوسا بھرا ہے بات سمجھ نہیں آتی۔ دو بندوں کو رات کو گاڑی ماری تھی پھر دوبارہ اس راستے سے جانے کی کیا ضرورت تھی۔“

”سراج باؤ تو اب لمبے اندر گئے میڈم جی۔“

”کیا میڈم جی...... میڈم جی لگا رکھی ہے تو نے؟ جانتا نہیں ہے یہ شہر ہے یہاں لوگ بڑی عزت کرتے ہیں میری‘ آنٹی بولا کر مجھے۔“ انہوں نے تیوری بدل کر اس کو بری طرح لتاڑا تو وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

”اچھا...... اچھا آنٹی جی۔“

”ماسی...... ہم کہاں جا رہے ہیں اس طرح چوری چھپے؟“

”چوری چھپے......“ جہاں آرا نے اس کی طرف گردن موڑ کر ہنس کر کہا۔

”کہیں نہ کہیں تو چلے جائیں گے فی الحال اس دنیا میں ہیں۔“

”انشی کو ہوش کیوں نہیں آ رہا؟ کب سے بے ہوش ہے یہ۔“

”اس کو ہوش آ جائے گا لیکن تم اپنے ہوش ٹھکانے پر رکھنا‘ ذرا بھی اس کو سن گن دینے کی سعی کی تو جان سے جاؤ گی۔“

”کیا بتاؤں گی اس کو؟ میرے پاس بتانے کے لیے کیا ہے...... تم جو دل چاہے کرتی ہو ہم تمہاری بے دام کنیزیں

ہیں جو چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرو۔" بالی بے بسی کے احساس سے رونے لگی۔
"ان آنسوؤں کا مجھ پر کوئی اثر ہونے والا نہیں...... بہت بڑی بھول کردی میں نے تم دونوں کو سر چڑھا کر اس انشی کو تو مجھے پہلے دن سے ہی اس کی اوقات یاد دلانی تھی کہ اصل میں یہ ہے کیا چیز۔" وہ غصے سے بے ہوش انشراح کو گھورتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔
"اچھا تھا نہ پہلے سے ہی اس کو اپنے بارے میں معلوم ہوتا تو آج اس کی ایسی حالت نہ ہوتی۔ تم نے جھوٹ پر جھوٹ کی دیواریں کھڑی کر کے اس میں اسے زندہ دفن کر دیا ہے۔"
"چپ ہو جاؤ زیادہ بک بک مت کرو آئی بڑی حمایتی بن کر۔" جہاں آرا نے بالی کو ڈانٹ کر چپ کروایا۔
رات کی سیاہ چادر دھیرے دھیرے سرک رہی تھی اندھیرے کی کوکھ سے ہولے ہولے سنہری شعاعیں نمودار ہو کر ماحول کو منور کرنے لگی تھیں۔ سورج ابھی پوری طرح نمودار نہیں ہوا تھا سڑکوں پر معمولی ٹریفک رواں تھا نوید کو جہاں آرا نے واپس بنگلے کی طرف گاڑی موڑنے کا حکم دیا تھا۔ خود گہری سوچوں میں آئندہ کے لائحہ عمل کے تانے بانے بننے میں مگن ہوگئی تھیں اپنی پلان کے آغاز میں ہی ناکامی نے ان کو پریشان کر ڈالا تھا۔

❁......❁......❁

رات نہ معلوم کتنی بیت گئی تھی کروٹیں بدل بدل کر بھی وہ بے زار ہو چکی تھی نیند تھی کہ بدستور غائب تھی۔ منور صاحب کچھ دنوں سے ہارٹ کی تکلیف میں مبتلا تھے ڈاکٹرز نے انہیں سختی سے آرام کرنے کی تلقین کی تھی۔ زید آفس کی مصروفیات کے باوجود ان کو ٹائم دے رہا تھا بھرپور طریقے سے خیال رکھ رہا تھا۔ ان دنوں عمرانہ بیگم کا موڈ سخت خراب تھا انہوں نے مائدہ کے لاہور جانے کا زید کو بتایا تھا اور اس نے سختی سے بھیجنے سے منع کر دیا تھا اور عمرانہ اس سے خفا ہوگئی تھیں اور قبل اس کے کہ وہ اپنے غصے کا عملی مظاہرہ کرتیں اچانک منور صاحب کی خرابی طبیعت نے ان کو پروگرام ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور آج جب منور صاحب کی طبیعت بہتر ہوئے دو دن ہی گزرے تھے وہ زید سے تکرار اور جھگڑنے لگیں کہ وہ ان سے دور ہو گیا ہے۔ ماں بہن کو اگنور کرنے لگا ہے وہ ان سے بے زار ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ اس نے ان کا ہر الزام ہر طعنہ ہر بدگمانی بہت خندہ پیشانی صبر و تحمل سے برداشت کی لیکن اس کی نہ ہاں میں نہ بدلی تھی۔
خالہ اور ان کی دونوں بیٹیوں کی طرف سے وہ مطمئن نہ تھا خصوصی طور پر عروہ اور عفرا پر اس کو شک تھا کہ وہ مائدہ کو مس گائیڈ کر رہی ہیں۔ یہ بات عمرانہ کسی طور ماننے کو تیار نہ تھیں اور وہ اس سے خفا ہو کر اپنے بستر پر دراز ہو چکی تھیں سر تا پاؤں رضائی اوڑھ کر اور وہ ان کے محو خواب ہونے تک قریب ہی بیٹھا رہا تھا نہ اس نے کھانا کھایا تھا اور نہ ہی کافی یا دودھ کی حامی بھری تھی جبکہ عمرانہ بیگم اور مائدہ کھانا کھا چکی تھیں اس بدمزگی اور تکرار نے سودہ کو مضطرب کر دیا تھا۔
گو کہ زید سے اس کے تعلقات کبھی بھی اچھے نہ رہے تھے اب جب سے اس کی منگنی کا شوشا اٹھا تھا وہ کچھ زیادہ ہی اس کا دشمن بن گیا تھا مگر ایک وہ تھی جو اپنی حساس طبیعت و گداز دل کی بدولت خود سے ہی تنگ تھی اب بھی اس کو یہی خیال ستا رہا تھا کہ زید نے سارے دن سے کچھ نہیں کھایا اس طرح بھوکا رہنا قطعی مناسب نہ تھا اس طرح وہ کمزور ہو کر بیمار ہو سکتا تھا اور اس کے بیمار ہونے پر منور ماموں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ یہ خیال آتے ہی اس نے بنارسی بوا کو جگانے کا ارادہ کیا کہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں میں بہلا کر اس کو کھانے پر مجبور کر سکتی تھیں۔ وہ دوپٹہ درست کرتی اٹھی اور مائدہ کی طرف دیکھا وہ بے خبر سو رہی تھی اس نے بھی بھائی کی بھوک ہڑتال کا ذرا نوٹس نہ لیا تھا وہ خود غرض و بے حس بہن ثابت ہو رہی تھی کہ اصل فساد کی جڑ وہ ہی تھی لاہور جانے کی اجازت نہ ملنے پر اس نے ہی ماں کو بھائی کے خلاف بھڑکایا تھا۔

وہ کمرے سے نکلی تو باہر خاصا اندھیرا تھا صرف کوریڈور میں روشن نائٹ بلب کی ناتواں روشنی ماحول کو پراسراریت بخش رہی تھی۔ سارا دن اس کا مختلف شغلوں میں گزرتا تھا بنا کسی خوف و دہشت کے مگر رات کے اس پہر ایک عجیب سی اداسی و دہشت نے لے لی تھی' تیز تیز بڑھتے قدم سست ہوگئے تھے پھر اس کو یاد آیا لاؤنج میں عموماً صوفیہ اور زمرد تہجد کی نماز ادا کرتی ہیں یقیناً وہ وہاں نماز ادا کررہی ہوں گی۔ قدموں میں پھر پھرتی آئی تھی لاؤنج کا دروازہ کھولا تو وہاں کوئی نہ تھا' نیم اندھیرا خاموشی بھری ٹھنڈک ہر سو پھیلی تھی وہ حیرت سے لاؤنج دیکھ رہی تھی' اندر ہر شے ساکت تھی لیکن پھر اس کو باہر کچھ آواز آئی' اس نے چونک کر چاروں طرف دیکھا کچھ نہیں تھا' ہر شے ایسی ہی تھی ساکت و خاموش۔

''کیسی آواز تھی وہ...... آواز تھی یا میرا وہم؟'' وہ ابھی خود کو دلاسہ دے رہی تھی کہ وہ آواز پھر گونجی اور وہ خوف و ڈر کے مارے لرز اٹھی تھی' وہ یہ سوچ کر کمرے سے نکلی تھی کہ لاؤنج میں امی یا ممانی نماز پڑھ رہی ہوں گی تو وہ اطمینان سے جاکر بوا کو جگادے گی لیکن وہاں کی آف لائٹس بتا رہی تھیں کہ گھر کا کوئی فرد ابھی بیدار نہیں ہوا اور جب کوئی فرد جاگ نہیں رہا تو پھر وہ عجیب سی آوازیں کس کی تھیں' کہاں سے آرہی تھیں؟ وہ جس پُرسکون حالت میں یہاں آئی تھی' اب اس سے کئی گناہ خوف میں وہ مبتلا ہوگئی تھی۔ یہ گھر جہاں دن کی روشنی میں وہ آنکھیں بند کرکے ہر مقدم پر پہنچ سکتی تھی۔ رات کے اس وقت گھر بالکل اجنبی وڈراؤنا لگ رہا تھا' بناری بوا کی زبانی سنے گئے تمام ڈراؤنے قصے ایک دم ہی یاد کے آئینہ میں عکس بن کر ابھرنے لگے اور ذہن کا پردہ چاک کرکے حقیقت کی دنیا میں ادھم مچانے لگے تھے۔ کریہہ چہرے والے بدصورت روپ والے اس کو اپنے نرغے میں لے چکے تھے اس نے بھاگنا چاہا قدم پتھر ہوگئے' چیخنا چاہا آواز نے ساتھ نہ دیا اور وہ پراسرار آواز اس تک آن پہنچی تھی۔

❁......❁......❁

عاکفہ جب سے انشراح سے مل کر آئی تھی اس کی حالت اور اس کی نانی کے تیور اور بداخلاقی نے اس کو دوہرے عذاب میں مبتلا کردیا تھا کہ ایک طرف اس کی بگڑی ذہنی حالت نے اس کو متوحش کردیا تھا تو دوسری طرف اس کی نانی کی مشکوک ہٹ دھرمی پتا دے رہی تھی کہ وہ بے ضمیر و بے ایمان عورت جس کی نگاہوں میں نہ رشتوں کا تقدس تھا نہ دوستی کا احترام ملحوظ تھا وہ روپے کی ہوس میں کچھ بھی کر گزرنے کو برا سمجھنے والی نہ تھی۔ اس کے لالچ نے ہی انشراح کو اس حال تک پہنچادیا کہ وہ شوخ و چنچل کسی سے نہ ڈرنے والی لڑکی شدید ذہنی مریض بن کر رہ گئی تھی۔

''عاکفہ...... اس طرح رونے سے مسائل کا حل نہیں نکلتا' جب سے انشی کے پاس سے آئی ہو روئے جارہی ہو' آنسو کبھی مسئلہ کا حل ثابت نہیں ہوتے۔'' حور بانو نے قریب بیٹھتے ہوئے پیار سے کہا۔

''ممی...... آپ انشی کی حالت دیکھیں پھر آنسو آپ بھی ضبط نہ کرسکیں گی' وہ بالکل ہی بدل گئی ہے۔ بہت عجیب' بے حد اجنبی ہوگئی ہے۔'' عاکفہ ماں کے سینے سے لگ کر کہنے لگی۔

''میں بنا دیکھے ہی اس کی حالت محسوس کررہی ہوں' بلندی پر پرواز کرنے والے پرندے کے پر کاٹ کر جب اسے کیچڑ میں پھینک دیا جائے تو اس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے نہ وہ اڑ سکتا ہے نہ چل سکتا ہے صرف سسک کر ہی رہ جاتا ہے پھر انشی تو انسان ہے' بہت اعلیٰ اور مضبوط کردار کی معصوم لڑکی۔ اس پر جو قیامت ٹوٹی ہے وہ اس کی انا و عزت نفس کو ریزہ ریزہ کرچکی ہے۔''

''وہ اندر سے مرگئی ہے اور اس کی موت کی ذمہ دار صرف اس کی نانی ہی نہیں۔ نوفل بھائی بھی ہیں نامعلوم کیوں ان کے اندر عورتوں سے نفرت بھری ہوئی ہے؟ اور انشی سے وہ پہلے دن سے ہی بغض دل میں لیے بیٹھے تھے اب یہ قدرت کا مذاق سمجھیں یا انشی کی بدقسمتی کے اس کی نانی نے پیسوں کی ڈیمانڈ بھی کی تو ایسے شخص سے جو اس کا سب سے بڑا دشمن

ہے اور انہوں نے سوچے سمجھے بغیر ہی اپنے دل کی بھڑاس نکال کر پاگل کردیا ہے اس کو...... نامعلوم کس عورت کا بدلہ میری بے قصور، بہن سے بڑے بھیانک انداز میں لیا ہے۔"

"آپ کے بابا ایک ہفتے بعد واپس آئیں گے قافلے سے پھر وہ کوئی حل نکالیں گے ان کی غیر موجودگی میں ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔" وہ بھی انشراح کی طرف سے فکرمند و مضطرب تھیں۔

"ایک ہفتہ بہت ہوتا ہے ممی...... اس عرصے میں انشی کی نانی نہ جانے کیا کر گزرے؟" وہ بکھرے بال سمیٹتی ہوئی گویا ہوئی۔

"اللہ کے سپرد کردو بیٹا۔" حور بانو نے تسلی دی۔

"بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے ممی...... لیکن ہمیں کوشش تو کرنی چاہیے، راستے پر چل کر ہی منزل ملتی ہے اللہ بھی ان کا ساتھ دیتا ہے، جو محنت کرتے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والوں کی مدد اللہ بھی نہیں کرتا ہے، ہمیں انشی کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہے۔"

"کس طرح بیٹا...... جبکہ وہ خود تعاون کرنے کو تیار نہیں اور ایسے میں جہاں آرا بیگم ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ بنیں گی۔"

"کچھ بھی ہو میں انشی کو اس ظالم و لالچی عورت کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتی، خواہ میں مر بھی جاؤں تو پروا نہیں......"

"اللہ سب اچھا کرے گا میری بچی...... تمہارا جذبہ، تمہاری محبت رائیگاں نہیں جائے گی۔" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

❀......❀......❀

زرقا اور یوسف چند دنوں میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد وطن واپس آرہے تھے ان کی آمد کی خبر نے نوفل کو ہشاش بشاش کردیا تھا کہ ان کے جانے کے بعد وہ خود کو بہت تنہا محسوس کررہا تھا ان کی واپسی کی خوشی میں اس نے گرینڈ پارٹی کا اہتمام رکھا تھا۔ جب وہ انویٹیشن کارڈ بابر کو دینے گیا تو خلاف معمول وہ بے حد پریشان و فکرمند ملا اس کے اصرار پر وہ عاکفہ کی زبانی سننے والی ساری کہانی سنا تا چل گیا جو کچھ دیر قبل ہی عاکفہ نے فون پر سنائی تھی۔

"بہت عجیب بات ہے اور تکلیف دہ بھی، جس کو سن کر تم مسکرارہے ہو یار...... ایک لڑکی کی لائف تمہاری وجہ سے تباہ ہوگئی...... وہ زندگی سے بھرپور لڑکی کتنی بہادر و غیور تھی، جو تمہاری انا و خود غرضی کی بھینٹ چڑھ کر کیا سے کیا ہوگئی اور تم مسکرارہے ہو؟" اس کے وجیہہ چہرے پر تمسخرانہ مسکراہٹ تھی گویا اس کا کوئی لفظ اس کو متاثر نہ کرسکا ہو یا وہ کوئی جوک سنا رہا ہو۔

"تم کیا چاہ رہے ہو، یہاں بیٹھ کر رودوں یا جاکر اس کے آنسو پونچھوں اور کہوں، ایم سوری...... مجھے تمہیں آئینہ نہیں دکھانا چاہیے تھا، تمہاری اوقات نہیں بتانی چاہیے تھی وغیرہ وغیرہ۔"

"تم پھر وہ ہی بات کررہے ہو تم کو اپنے عمل پر کوئی پچھتاوا نہیں؟ اس کی تعلیم کا حرج ہورہا، پڑھائی تقریباً ختم ہوتی جارہی ہے، زندگی کی خوب صورتی سے دور ہوگئی ہے وہ۔"

"وہ کسی نے مثال دی ہے کہ ایک مچھلی پورے تالاب کو گندہ کرتی ہے تو اس مناسبت سے اس کا جامعہ میں نہ ہونا ہی اچھا ہے ورنہ......"

"شٹ یار...... تم اتنے سنگدل تو کبھی نہیں تھے، تم نے عورت ذات کا احترام نہیں کیا تو بے عزتی بھی کبھی نہیں کی۔"

"عورت، عورت کی بات ہوتی ہے ہر کوئی عزت کے لائق کہاں ہوتی ہے۔" وہ کولڈ ڈرنک کے سپ لیتا ہوا بے

اعتنائی سے بولا۔
"یاراس میں انشراح کا کیا قصور کہ وہ غلط گھر میں پیدا ہوئی اوراس بڑھیا نے جو تمہارے ساتھ فراڈ کیا تھا وہ اس سے بھی قطعی طور پر ناواقف تھی۔ یہ بات تو عاکفہ کو بالی نے بتائی جو اتفاقاً اس بڑھیا کی بات سن چکی تھی جو وہ اپنے پارٹنر سے کررہی تھی۔" بابر کی سماعتوں میں اب بھی عاکفہ کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔
انشراح کے متعلق بتاتے ہوئے اس کے ہر لفظ سے سچائی و درد ابھر رہا تھا اور انشراح جیسی پُراعتماد و شوخ و چنچل لڑکی کی ایسی حالت کا تصور ہی بابر کے حساس دل کو مضطرب کرگیا تھا۔
"پہلے اس کو یقین نہیں آیا کہ اس کی نانو ایسا اس کے ساتھ کرسکتی ہیں پھر بالی کے مشورہ پراس نے تم سے تصدیق کرنی چاہی تھی اور تم نے ایسی تصدیق کی کہ اس کی انا' وقار اور اس کی خودداری و نسوانیت لمحے بھر میں راکھ کردی۔" جذبات سے اس کی آواز بھرا گئی تھی پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔
"جانور کو بھی ذبح کرنے سے قبل ایک نگاہِ رحم ڈال لیتے ہیں۔"
"تم کچھ زیادہ ہی ایموشنل ہورہے ہو شاید تمہارے دل میں اس کے لیے کوئی عزت موجود ہو لیکن میرے دل میں ایسا کچھ نہیں...... میں ایسی لڑکیوں کی عزت نہیں کرتا جن کو نوٹوں کے عوض کوئی بھی حاصل کرسکتا ہو نیکسٹ ٹائم میں کوئی آرگومنٹ نہیں چاہتا۔"
"تم سے کچھ کہنا پتھر سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے۔" وہ گہری سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ اس کے سنگ عاکفہ کی طرف کارڈ دینے جانا تھا۔

❁......❁......❁

"بھوت...... بھوت...... بھو......" وہ اس کو دیکھ کر چیخنے لگی تھی معاذ زید نے لمبی جست بھری اور دوسرے لمحے اس کے کھلے منہ پر اپنا ہاتھ جمادیا' وہ ایک ہاتھ منہ پر جمائے دوسرے ہاتھ سے اس کا بازو جکڑے گھسیٹتا ہوا کچن میں لے آیا اور غصے سے کرسی پر بٹھادیا۔
"کس نے کہا تھا اس وقت روم سے نکلو؟" وہ غرایا۔
"سارا دن پورے گھر میں مارچ پاسٹ کرتی پھرتی ہو رات کی ان ساعتوں میں زمین کو اپنے وجود سے پاک رکھا کرو۔" وہ ابھی تک گم صم تھی حواس گمشدہ تھے کہ اصلی بھوت نہ سہی زید اس کے لیے کسی بھوت سے کم بھی نہ تھا پورا جسم دھڑکن بن گیا تھا اور وہ جو ماں کی کڑوی کسیلی باتیں سر جھکائے خندہ پیشانی کے ساتھ سنتا رہا تھا' دل کی بھڑاس وہ اس پر نکال رہا تھا بے بھاؤ سنا رہا تھا۔ وہ نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی اس کے مومی رخساروں پر لرزاں سیاہ گھنی پلکوں کا جنگل اور اس جنگل میں اٹھنے والی اس کی اچانک برہم نگاہیں بھٹکنے لگی تھیں لمحے بھر کو وہ دم بخود سا رہ گیا تھا۔ نشتر چلاتی زبان رک گئی تھی' دل عجیب سوز سے کروٹیں بدلنے لگا تھا۔ کیا سحر تھا ان سیاہ گھنی پلکوں کے جنگل میں؟ نگاہیں جب بھی اٹھتی ہیں پھر واپسی کا سفر بڑا کٹھن و دشوار ہوتا تھا۔
"گیٹ آؤٹ......" لہجے میں برہمی کی شدت کم تھی وہ جو بے حس و حرکت بیٹھی تھی تیزی سے اٹھی اور اس تیزی سے اٹھنے کے نتیجہ میں کرسی زور سے کھسک گئی تھی۔
"ریلیکس...... تایا جان کے خیال سے ہی میں خاموشی سے کافی بنا رہا تھا مگر نہ معلوم تم کیسی شارپ سماعتیں لے کر آئی ہو کہ معمولی آواز پر بھی روم سے باہر آگئی اور اگر تمہیں اتنا ہی گھر کی نگرانی کا شوق ہے پھر خود کو بہادر بھی بناؤ۔ انسان تم کو بھوت دکھائی دیتے ہیں اگر تمہارا منہ نہ بند کرتا تو تم نے رات کے اس وقت میرے لیے مزید پرابلم کری ایٹ

کردیتی تھی ہونہہ۔'' وہ اس کی طرف پشت کیے کافی کے ساتھ دل کی بھڑاس بھی نکال رہا تھا۔

بلو پینٹ پر کریمن کلر کی شرٹ کہنیوں تک سلوز فولڈ تھیں براؤن بال بے ترتیب تھے۔ کئی دنوں سے اس نے شیو بھی نہ کی تھی اس کی بکھری بکھری حالت بے سکون ذہن کی غماز تھی۔ اس نے آج سارا دن کچھ نہیں کھایا تھا اور شاید کئی راتوں سے پوری نیند سے محروم تھا۔ وہ سب کا خیال رکھتا تھا ہر لمحہ ہر ایک کی خدمت کے لیے کوشاں اگر دشمنی تھی تو صرف اس سے تھی وہ ہی ایک ناپسندیدہ ہستی تھی وہ کافی لے کر نکل گیا تھا اس کی طرف دیکھے بنا ہی۔

سودہ کا دل نہیں مانا وہ سمجھ گئی اس کو بھوک لگ رہی ہے تب ہی وہ کافی بنانے آیا تھا اور صرف کافی بھوک کا مداوا بھی نہیں ہوتی ہے۔ اس نے جلدی سے فریزر سے شامی کباب نکال کر فرائی کیے بریڈ کو گرم کر کے دیگر لوازمات کے ساتھ ٹرے میں سیٹ کر کے وہ کچن سے نکل آئی تھی کہ اس کے کمرے میں جانے سے قبل وہ یہ اہتمام کر سکتی تھی اور وہ سیڑھیاں چڑھ ہی رہا تھا جب اس نے ٹرے اس کی طرف بڑھائی تھی جو اس نے خاموشی سے تھام لی تھی۔ شامی کباب اس کی فیورٹ ڈش تھی اور رات کے اس پہر لگنے والی شدید بھوک کو کبابوں کی خوشبو نے اور بڑھا دیا تھا۔

''اوہ...... یہ کیا میں سوچ رہا ہوں ایک ناممکن بات تمہیں شرم آنی چاہیے۔'' جذبات کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے اس نے کہا۔

❁......❁......❁

طوفان آیا تھا تباہی و بربادی دل و دماغ کے ہر گوشے میں پھیلی تھی اس کی ذات اور ہستی تنکوں کی طرح بکھر کر رہ گئی تھی۔ عرش سے فرش اور فرش سے پاتال کے سفر نے اس کو توڑ کر رکھ دیا تھا کئی دنوں تک وہ یقین و بے یقینی استعجاب و ملال کے بھنور میں ڈوبتی ابھرتی رہی تھی۔ کتنا مشکل تھا خود کو اس سچ پر راضی کرنا کہ اس کی ماں کوئی شریف زادی نہیں طوائف زادی تھی۔ وہ کسی نیک عورت کی نہیں ایک طوائف کی بیٹی ہے۔ دل و دماغ نے اس اذیت ناک حقیقت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا وہ خود سے نگاہ نہ ملا پا رہی تھی۔ آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا تھا روشنی سے نفرت ہوگئی تھی خود سے گھن آنے لگی تھی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہا لیکن کسی صورت کامیاب نہ ہوئی کہ بالی اس کا سایہ بن کر رہ گئی تھی وہ سوتے میں بھی معمولی سی جنبش پر اٹھ کر بیٹھ جایا کرتی تھی۔ کئی ہفتے اس نے ہوش و حواس سے عاری گزارے تھے پھر بالی کی محبت اس کو حواسوں میں لانے لگی تھی اور حواس جیسے جیسے بیدار ہونے لگے تھے اس کا یہاں دم گھٹنے لگا تھا ہر جگہ وحشت و اجنبیت محسوس ہونے لگی تھی۔

''دیکھو میری بات سنو کئی ہفتوں سے تم دنیا سے ناطہ توڑے بیٹھی ہو۔ سوگ منا رہی ہو واویلا کر رہی ہو اب مجھے بتاؤ تم کو کیا فائدہ ہوا یہ سب کرنے کا؟ تمہاری تقدیر بدل گئی؟ ولدیت کے خانے میں کسی باپ کا نام آ گیا؟ تمہیں جائز اولاد ہونے کا سرٹیفکیٹ مل گیا؟'' جہاں آرا نے ایک عرصے سے اس کو اس کے حال پر چھوڑا ہوا تھا خاموشی سے اس کو اپنی اصلیت کو قبول کرنے کا موقع دیا تھا وہ زیرک نگاہ و معاملہ فہم تھیں۔ اس دشت کی سیاحی میں ہی ان کے سیاہ بال سفید ہوئے تھے بخوبی جانتی تھیں جب مچھلی جل سے نکلتی ہے خوب مچلتی ہے تڑپتی ہے سسکتی ہے اور آخر کار ساکت ہوجاتی ہے وہ بھی اب چپ تھی کسی ایسی جھیل کی مانند جس کی تہہ میں لاکھ طوفان مچل رہے ہوں مگر سطح پر سکون و پرامن دکھائی دیتی ہے۔ آج کئی ہفتوں بعد وہ لان میں بیٹھی شام کی چائے پی رہی تھی معاً انہوں نے لاڈ بھرے لہجے میں اس کو سمجھانے کی ٹھانی تھی۔

''میری ماں طوائف تھی وہ ایک عورت بن کر گھر بھی بسا سکتی تھی اگر عورت بن کر گھر بسانے کی کسی ایک مرد کی وفادار رہنے کی اہلیت نہیں تھی پھر وہ ماں کیوں بنی؟ میری پیدائش سے پہلے ہی دنیا میں آنے کے میرے راستے مسدود

کردیتی اور ایسا ممکن نہ تھا تو پھر پیدا ہوتے ہی میرا گلا کیوں نہیں دبایا؟ کسی گندے نالے میں ڈال دیتی' کچرے پر پھینک آتی وہاں کتے بلی کھا کر اس دنیا کو میرے ناپاک وجود سے پاک کرچکے ہوتے' میں یہاں پل پل مرنے کے لیے زندہ نہ رہتی۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑی چائے کی پیالی رکھ دی تھی۔

''تمہارے سب سوالوں کا صرف ایک ہی جواب ہے انشی..... عورت طوائف بن کر ہر معتبر رشتہ کھو دیتی ہے۔ عورت طوائف تو بن سکتی ہے طوائف بن کر عورت نہیں۔''

''یہ صرف آپ کی ذہنی اختراع ہے اگر کوئی خود کو بدلنا چاہے تو بدل سکتا ہے' برائی سے اچھائی کی طرف سفر کٹھن و دشوار ضرور ہے ناممکن نہیں' آپ نے اور اس عورت نے کبھی گندگی سے نکلنے کی سعی کی ہی نہیں ہوگی کہ جس طرح آپ کا دین و ایمان دولت ہے اسی طرح وہ عورت بھی دولت کی پوجا کرتی ہوگی۔'' وہ ہذیانی انداز میں بول رہی تھی اور جہاں آرا کے تیور بگڑنے لگے تھے۔

❁.....❁.....❁

وہ دیواروں سے جالے صاف کر کے فارغ ہوئی تھی' نہ معلوم کس سمت سے پٹ سے کوئی شے اس کے سر پہ آ گری تھی اس نے سر پر ہاتھ پھرا تو کوئی گلگلی سی شے اس کے ہاتھ میں سمٹ آئی تھی جس پر نگاہ پڑتے ہی اس نے اسے دور اچھالا اور ساتھ ہی اس کی چیخوں سے ماحول گونج اٹھا تھا اور ساتھ ہی اندر داخل ہونے والے شاہ زیب کے قہقہے بھی' صوفیہ اور زمرد گھبرا کر وہاں آئی اور ان کے پیچھے زید بھی جو سامنے کا منظر دیکھ کر وہیں تھم گیا تھا۔

بلو کارپٹ پر زرد رنگ کی موٹی ربڑ کی چھپکلی پڑی دکھائی دے رہی تھی اور وہ کچھ فاصلے پر اس کا بازو تھامے خوفزدہ کھڑی تھی۔

''توبہ ہے بھئی' دم نکال کر رکھ دیا ایسے چیخی ہے کہ چھپکلی نہ ہوئی کوئی ببر شیر آ گیا ہوا نتہا کی ڈرپوک لڑکی ہے۔'' صوفیہ نے سہلاتے ہوئے خفگی سے کہا۔ زمرد مسکرا کر رہ گئی تھیں شاہ زیب کی شرارت پر۔

''ایم سو سوری سسٹر..... مجھے نہیں معلوم تھا تم اتنا ڈرتی ہو۔'' اس کے لبوں پر ہنسی اور آنکھوں میں شرارت تھی۔

''ارے یہ کس سے نہیں ڈرتی؟ چھپکلی' کاکروچ' مینڈک' اندھیرا' تنہائی' بادل کی گرج' بجلی کی چمک سے۔'' صوفیہ ادھوری نماز چھوڑ کر آئی تھیں تیز تیز چلنے کے باعث ان کا تنفس بے قابو ہو رہا تھا۔

''یہ آپ کی شرارت تھی' میری بچی کو خوفزدہ کر دیا۔'' وہ سودہ کا ہاتھ پکڑ کر شاہ زیب سے گویا ہوئیں جو اندر آتے زید کو دیکھ کر جھینپ گیا تھا۔

''تائی جان..... میں دیکھ رہا تھا یہ کتنی بہادر ہے آخر کار زندگی اس کو ایک مگرمچھ نما انسان کے ہمراہ گزارنی ہے مگر یہ ربڑ کی چھپکلی سے بھی ڈرتی ہے پھر اس مگرمچھ کے ساتھ زندگی کس طرح گزارے گی؟''

''مگرمچھ نہیں ریچھ ہے وہ' میں اس سے سودہ کی شادی کرنے والی نہیں ہوں بھائی صاحب نے خوامخواہ ان ماں بیٹے کو تسلی دی ہوئی ہے ورنہ مجھے معلوم ہے' پیارے میاں اپنی ماں سے بھی دو ہاتھ آگے ہی ہوں گے۔'' صوفیہ کہتی ہوئی چلی گئیں' زید کو وہاں دیکھ کر سودہ بھی ماں کے پیچھے چلی گئی تھی جبکہ وہ تینوں وہاں رہ گئے تھے۔

''تائی جان' یہ کس طرح ممکن ہوگا' پھوپو تو بالکل بھی پیارے میاں کو پسند نہیں کرتی اور وہ کسی طور بھی سودہ کی شادی وہاں کرنے پر راضی نہیں ہیں اور اُدھر پیارے میاں سوتے جاگتے سودہ کو اپنانے کے سپنے دیکھ رہے ہیں۔'' وہ زید کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوا۔

''صوفیہ نے ہمیشہ جذبات سے کام لیا ہے اس دور میں اچھے رشتے ملتے ہی کہاں ہیں پھر وہ لڑکا کچھ فربہ ضرور ہے

مگر قبول صورت ہے اعلیٰ اخلاق وباشعور ہے سودہ سے جو اس نے باہر ملاقات کرنے کی بات کی تھی اس پر وہ معذرت کرچکا ہے اور جو اپنی غلطی تسلیم کرکے معافی مانگ لے میری نگاہ میں وہ معتبر انسان ہے۔'' زمرد بیگم نے مطمئن انداز میں کہتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''لیکن پھوپو اس کو اپنے داماد کے روپ میں دیکھنا پسند ہی نہیں کرتی ہیں اور سچ پوچھیں تو مجھے بھی وہ شخص سودہ کے ساتھ سوٹ نہیں کرتا اس کے ساتھ تو...... کوئی اور ہی جچتا و جچتا ہے۔'' وہ کنکھیوں سے زید کی طرف دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

''گر آپ کی اور تایا کی مرضی ہے پھر دیر کس بات کی ابھی منگنی کردیں اور ایگزام کے بعد شادی کرکے معاملہ ایک طرف کریں۔'' اس نے شاہ زیب کی نگاہوں کو اگنور کرکے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

❁......❁......❁

یوسف اور زرقا کی آمد اس کے لیے بہاروں کی واپسی تھی ایک مدت بعد اس کو سب نے مسکراتے بلکہ ہنستے ہوئے بھی دیکھا تھا وگرنہ ہنسنا درکنار وہ مسکراتا ہی شاذ و نادر تھا لیکن یوسف صاحب کے بعد وہ زرقا کے ساتھ کسی چھوٹے بچے کی طرح ہی رہا تھا اور وہ بھی کسی کم سن بچے کی مانند اس کو سینے سے لگا کر رکھی ہوئی تھیں۔ برابر پیشانی پر بوسے دے رہی تھیں۔

''ماما...... سنا تھا گھر ماں کے بغیر قبرستان کی مانند ہوتا ہے یہ بالکل سچ ہے آپ کے بنا یہ گھر ہی کیا میرا دل بھی قبرستان بن گیا تھا جہاں ہر سو سناٹا تھا ویرانی تھی خاموشی تھی۔'' یوسف صاحب کسی دوست سے ملنے ڈرائنگ روم میں گئے تو وہ ان کے نرم وملائم ہاتھوں کو تھامتا ہوا عقیدت مند لہجے میں بولا۔

''بہت ہی بدقسمت عورت تھی شعوانہ جو نوفل جیسے بیٹے کی قدر نہ کرسکی جس کی محبت وچاہت کی کوئی لمٹ ہی نہیں ہے۔'' وہاں آتی سامعہ مسکراتی ہوئی گویا ہوئیں۔

''اس خوشی کے موقع پر آپ اس عورت کا ذکر کیوں کررہی ہیں آنٹی؟'' خوشی وطمانیت گویا ایک سیکنڈ میں اس کے چہرے سے نوچ لی گئی تھی۔

''جہاں آپ ہوں گے وہاں شعوانہ کا ذکر بھی ہوگا آفٹر آل آپ نے جنم اسی عورت کی کوکھ سے لیا ہے جس کا آپ نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے بی کوز سگی ماں وہ ہی عورت ہے آپ کی۔'' یہ وہ کڑی سچائی تھی جو عکس بن کر اس کے ساتھ رہتی تھی۔

''جنم دینے والی سے زیادہ حق پالنے والی کا ہوتا ہے میں نے نوفل کو اولاد سے بڑھ کر محبت دی اب لوگ یہ یاد رکھتے ہیں کہ نوفل میرا بیٹا ہے۔ بائی داوے لوگ آئینہ دیکھتے ہیں آئینہ کے عقب میں کیا ہے اس سے کسی کو بھی دلچسپی نہیں ہوتی اور شعوانہ کون تھی؟ ماضی کی گرد نے اس کو سب کی نگاہوں سے اوجھل کردیا ہے رواں وقت میں سب کو یہ ازبر ہے کہ میں نوفل کی ماما ہوں۔'' زرقا نے اپنے ہاتھوں پر نوفل کی ڈھیلی پڑتی گرفت کو مضبوطی سے تھام لیا تھا اس کی خوشی سے چمکتی آنکھوں میں ایک دم اترتی سرخی ان کو اپنی ممتا پر ضربیں لگاتی محسوس ہوئی تھی وہ متانت سے کہتی ہوئی اس کی ڈھال بن گئیں۔

''آپ واقعی بہت لکی ہیں بھابی جو نوفل جیسا خوبرو اور فرماں بردار بیٹا آپ کو ملا ایک لاریب ہیں جن کا بچپن ہی ختم نہیں ہورہا۔'' وہ ساڑھی سنبھالتی ہوئی سنگل صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''یہ محض تمہاری سوچ ہے وگرنہ تم بھی جانتی ہو بچپن کی حدود وقیود سے وہ ایک عرصہ ہوا آزاد ہوچکا ہے اب بہتر ہے اس کی شادی کی سعی کرو سب کے لیے اور اس گھر کی خوشیوں کے لیے بہت دعائیں کی ہیں میں نے۔'' وہ پیار بھری نگاہ

کسی گہری سوچ میں گم نوفل پر ڈالتی ہوئی گویا ہوئیں۔
''دیکھتے ہیں کب قبولیت کی منزلیں عبور کرکے ہم تک پہنچتی ہیں؟''
''آج آپ لوگ آئیں ہیں اور کل ہی آپ نے پارٹی رکھ دی ہے کم از کم ایک ہفتے تو ریسٹ کرنا چاہیے تھا پھر آپ تو جانتی ہیں ہماری پارٹی میں بن بلائے لوگوں کا بھی ایک ہجوم ہوتا ہے آپ ملنے ملانے کی فارملیٹی میں تھک جائیں گی۔'' وہ تراشیدہ بالوں کو انگلیوں سے سنوار رہی تھیں۔ وہاں پر اب خالصتاً عورتوں والی گفتگو شروع ہوگئی تھی وہ زرقا سے رات میں ملنے کا کہہ کر اٹھ گیا تھا۔

چند لمحوں قبل دل جس مسرت وانبساط سے دھڑک رہا تھا اب وہاں ایک نام نے گویا صف ماتم بچھا دی تھی۔ یہی ہوتا تھا جہاں وہ سب بھلا کر زندگی سے خوشیاں کشید کرنا چاہتا...... وہیں شعوانہ نام کا بے رحم خنجر نوزائیدہ خوشی کو قتل کردیا کرتا اور اس کے اندر اترتی بے زاری غصہ و رنج گہری سنجیدگی بن کر اس کے روم روم میں سرائیت کرتا چلا جاتا' اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا وہ دل میں اترنے والی وحشتوں سے گھبرا کر کار لے کر نکلا تھا معاً بابر کی کال آگئی وہ اطلاع دے رہا تھا کہ عاکفہ نے اس کی دعوت قبول کرنے سے معذرت کرلی ہے' اس کو ایک اور دھچکا لگا تھا۔

''عاکفہ کو تم نے بتایا نہیں کہ میں کارڈ دینے اس کے گھر گیا تھا وہ لوگ کہیں گئے ہوئے تھے' اس لیے کارڈ میں نے تم کو دیا تھا؟''

''ہاں' میں نے ساری بات بتائی تھی اس کو۔''

''پھر کارڈ نہ لینے کا مقصد؟''

''یہ تم اس سے ہی پوچھو۔''

''کال کی تھی' وہ ریسیو نہیں کررہی۔''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تم بہن اور بھائی کا معاملہ ہے۔'' دوسری طرف بابر کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

''امپاسبل ہے کہ تم کو وجہ معلوم نہ ہو مگر فضول قسم کا سسپنس کری ایٹ کرنے کی پرانی گھٹیا عادت ہے تمہاری' اینی ویز' میں خود جا کر معلوم کرتا ہوں عاکفہ سے نخرے کسی اور کو دکھاؤ۔'' اس کی کار رخ بدل چکا تھا۔

❁......❁......❁

ہم لوگ
دائروں میں چلتے ہیں
دائروں میں چلنے سے
دائرے تو بڑھتے ہیں
فاصلے نہیں گھٹتے
آرزوئیں جلتی ہیں
جس طرف کو جاتے ہیں
منزلیں تمنا کی
ساتھ ساتھ چلتی ہیں
گرد اڑتی رہتی ہے
درد بڑھتا رہتا ہے

صدمہ کتنا ہی گہرا ہوا سے ایک دن گہرائی سے سطح زندگی پر ابھرنا ہی پڑتا ہے خواہ دل میں نوحہ سرپٹختا رہیں۔ زندگی کا پہیا سانسوں کے زیر و بم سے ملتا رہے اسی کا نام زندگی ہے تو وہ بھی زندہ تھی اور حال میں واپس لانے میں عاکفہ جیسی مخلص و شفیق دوست اور بالی کی بے لوث محبت اور حد درجہ دیکھ بھال نے اس کو ان اندھیروں کی ہیبت ناکی سے نکال لیا تھا جو اس کو زندہ ہی نگلنے کی سعی میں تھے۔

جہاں آرا بھی اس معاملے میں تعاون کررہی تھیں وہ بھی انشراح کی بگڑتی دماغی حالت سے خائف ہوگئی تھیں کہ انہوں نے اسے سونے کی چڑیا جانا تھا اور اس کو اپنے من پسند طریقے سے کیش بھی نہ کروا پائی تھیں اور وہ رنگ و بو کی دنیا سے ناطہ توڑنے لگی تھی ان کے سہانے سپنوں کو آگ لگنے لگی تھی جب نیند نہ ہوگی پھر خواب کیونکر نظر آئیں گے؟ خواب آنکھوں سے جدا ہوجائیں گے تو تعبیر کی بستی سے دل کس طرح آباد ہوگا۔ وہ پیشہ ور عورت تھیں عیش و طرب کی دلدادہ بد اعمالیوں و بے ضمیری کا مسکن جس کی ذات تھی بڑھاپے کا سہارا جس نے انشراح کی صورت میں ہی محفوظ کیا تھا۔ ان دنوں روشن بھی تبلیغی جماعت کے ہمراہ افریقہ کے کسی دور دراز علاقے میں گئی ہوئی تھی اور وہ شکر ادا کررہی تھیں کہ وہ طویل عرصے کے لیے گئی ہے ورنہ وہ ان کا جینا دشوار کردیتی ان حرکتوں پر جب سے وہ گناہ کی زندگی سے تائب ہوئی تھی تب سے وہ ان کو بھی راہ راست پر لانے کی تلقین گاہے بگاہے کرتی رہتی تھی لیکن ہدایت بھی اس کو ہی ملتی ہے جو اس کا طلب گار ہوتا ہے وہ دنیادار عورت تھیں دولت جس کی طلب تھی جس طلب کو پانے کے لیے ایک عرصہ قبل وہ انشراح کا انتخاب کرچکی تھیں۔

"ماسی..... چائے پیوگی؟" بالی کی آواز پر پُرسوچ نگاہوں سے انہوں نے دیکھا۔

"پلادوگی تو پی لوں گی مگر چائے اسٹرانگ ہونی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے لاتی ہوں۔" ان کو مسکراتا دیکھ کر وہ بھی مسکرا کر بولی۔

"انشی یونیورسٹی کب سے جانا شروع کرے گی؟"

"ابھی پتا نہیں ہے وہ خاموشی کے خول سے تو باہر آئے جہاں چھپ کر بیٹھ گئی ہے عاکفہ ہر روز فون کرکے اس کا حوصلہ بڑھاتی رہتی ہے سمجھاتی بھی ہے سچ سہیلی ہو تو عاکفہ جیسی جس نے دوستی کی مثال قائم کردی۔ تمہاری دھمکیوں و دھکوں کے باوجود وہ ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹی اور انشی کو حال میں لانے کی تابڑتوڑ کوششوں میں لگی رہی اور اس کی حالت میں جو بہتری آئی ہے اس کا سہرا عاکفہ کے سر جاتا ہے۔"

"ہاں..... تم یہ بالکل درست کہہ رہی ہے واقعی میں اس لڑکی کے حوصلوں کو داد دیتی ہوں میری تمام کڑی کسیلی باتوں کو اس نے ذرا بھی اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور انشی کو کالز کرتی رہی ہے۔ چلو میں اس سے کسی دن معذرت کرلوں گی بلکہ کسی دن کیوں ابھی فون ملا کر دو میں معافی مانگ کر کہوں گی میری انشی و جہاں اتنا بدلا ہے وہاں اتنی اور مہربانی کرو ذہنی طور پر بھی حالات سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش ضرور کرے۔" وہ کھلے دل سے عاکفہ کی تعریف کررہی تھیں جو ان کی سخت مزاجی کی وجہ سے گھر نہیں آرہی تھی مگر فون پر وہ رابطے میں رہتی تھی۔

"بہت اچھی لڑکی ہے وہ اور یہی چاہتی ہے کہ وہ پہلے والی انشی بن جائے ہنستی مسکراتی لڑتی جھگڑتی کسی کو خاطر میں نہ لانے والی۔"

"ہوں چائے بھی پلاؤ گی یا باتیں ہی بناتی رہوگی؟" وہ جو چائے پکانے جانے کی بجائے وہیں بیٹھ گئی تھی جہاں آرا اس کو تیز نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولیں۔

"جا رہی ہوں، تم نے ہی پہلے باتیں کرنی شروع کی تھیں اگر نہ سنتی تو پھر الزام لگاتیں کہ بدتمیز ہوگئی ہوں۔" وہ کھسیا کر بولی۔

❀......❀......❀

مدثر صاحب کی صحت تیزی سے گر رہی تھی، ہر قت کے ذہنی تناؤ و اعصابی بوجھ نے ان کو مضمحل و پژمردہ کردیا تھا۔ عمرانہ سے ان کی شادی پسند کی تھی، خوب صورت و نک چڑی سی ماموں زاد کزن اس کے دل کو اس وقت بھا گئی تھی جب دل نے کسی شریک سفر کی تمنا کی تھی پھر یہاں معاملہ یک طرفہ نہیں تھا۔ عمرانہ کے بھی سپنوں کا شہزادہ وہ ہی تھا، آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی تھی۔ عمرانہ کو اپنانے کی خواہش کا اظہار گھر میں کیا تو زمرد اور صوفیہ نے ان کے فیصلے کو سراہا تھا اور صوفیہ کی وہ گہری دوست تھی، عمرانہ بھابی بن کر گھر آئے گی، یہ سن کر ہی وہ خوشی سے جھوم اٹھی تھی۔

"امی...... آپ بالکل خاموش ہیں، کیا آپ خوش نہیں ہیں؟" بھابی اور بہن کی خوشی پر ماں کا سنجیدہ چہرہ ان کو چونکا گیا تھا۔

"بات تو خوشی کی ہے کہ تمہیں کوئی لڑکی شادی کے لیے پسند تو آئی مگر......"

"مگر کیا امی...... آپ کو عمرانہ پسند نہیں ہے؟" وہ مضطرب ہونے لگا تھا۔

"میرا خون ہے وہ، میرے بھائی کی بیٹی ہے مگر بھابی اور بھائی کے بے جا لاڈ و پیار کے باعث اس کے مزاج بگڑ گئے ہیں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں رہی ہے۔ ابھی رضوانہ کی شادی کو ایک سال ہی ہوا ہے وہ ایک دن بھی سسرال میں سکون سے نہ رہ سکی ہر روز کا جھگڑا ہے سسرالیوں سے اب سنا ہے اس کا میاں دبئی لے کر جانے والا ہے پھر بھی میکے میں ہی ہے وہ۔" ان کی آواز میں وسوسے پنہاں تھے کیونکہ زمرد نے گھر میں بہو بن کر قدم رکھا تھا اور ہمیشہ بیٹی کی طرح رویہ رکھا تھا۔ عمرانہ اخلاق و مزاج میں زمرد کے پاؤں کی دھول بھی نہ تھی۔

"امی...... آپ عجیب باتیں کرتی ہیں، رضوانہ آپی اپنے سسرال میں کچھ بھی کریں ہمیں کیا غرض؟ عمرانہ میری بھابی بن کر ضرور اس گھر میں آئے گی، اگر آپ کو اس کے مزاج سے شکایت ہے تو وہ بھابی کے ساتھ رہ کر بدل جائے گی اور ابھی تو یہی کہوں گی...... خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے۔" عمرانہ بہت جلد ان کی بیوی بن کر گھر آ گئی تھی۔

شروع شروع میں سب اچھا رہا تھا، سب خوش تھے پھر چند ماہ بعد اس کا رویہ بدلنے لگا وہ باہر سے جتنی خوب صورت تھی اندر اس کے اتنی ہی بدصورتی بھری ہوئی تھی۔ سب سے پہلے اس کا ہدف صوفیہ بنی تھی، شادی سے پہلے کی دوستی دشمنی میں بدل گئی تھی وہ گھر کے کسی بھی فرد کو کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار ہی نہیں تھی جب وہ بلاوجہ امی اور زمرد سے بدتمیزی کرتی تو صوفیہ نے پہلے پہل اس کو پیار سے سمجھانے کی سعی کی اور جواباً وہ جب ہر لحاظ و مروت بالائے طاق رکھ کر اس کی بھی بے عزتی کرتی تو پھر ان کے درمیان محاذ آرائی شروع ہوجاتی تھی۔

اسی دوران وہ بیٹے کی ماں بن گئی تھی اور بیٹا پیدا کر کے گویا وہ ہواؤں میں اڑنے لگی تھی کیونکہ زید اس خاندان کی پہلی اولاد تھا۔ منور اور زمرد کو شادی کے چھ سال بعد بھی اللہ نے اولاد سے نہ نوازا تھا۔ اس کی آمد پر گھر و خاندان میں بے تحاشہ خوشیاں منائی گئی تھیں وہ سب کی آنکھ کا تارا تھا، زید کی پیدائش نے عمرانہ کو حکمرانی عطا کردی تھی وہ پہلے ہی کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی اب بھی کسی کی نہ سنتی تھی مدثر کو شدت سے احساس ہونے لگا تھا اپنے غلط انتخاب پر ماں کی بات نہ مان کر کہ انہوں نے پہلے ہی اس کی فطرت کے مطابق بتادیا تھا وہ ان کی کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھی الٹا اپنے حکم پر ان کو بھی غلام بنانا چاہتی تھی جو بننے کے لیے وہ قطعی تیار نہ تھے۔

زید تین سال کا ہوا تو صوفیہ کی شادی کردی گئی اور وہ ڈیڑھ سال بعد چند ماہ کی یتیم بچی گود میں لیے واپس گھر آ گئی اس دوران کئی تبدیلیاں آ گئی تھیں وہ بھی ایک بچی کے باپ بن گئے تھے۔ مائدہ اور سودہ میں ایک ہفتے کا فرق تھا' عمرانہ کے ماں وباپ دنیا میں نہ رہے لیکن عمرانہ کے مزاج واکڑ پر کوئی فرق نہ پڑا تھا بلکہ صوفیہ اور سودہ کا آنا اس کو ذرا نہ بھایا تھا اور وہ آئے دن گھر میں ایک ہنگامہ لگائے رکھتی اس کا کہنا تھا سودہ اس کے بچوں کا حق کھانے آئی ہے۔ ہر وقت کی چخ چخ نے گھر کے ماحول کو خراب کردیا تھا امی وابا نے آفر کی تھی کہ علیحدہ گھر لے کر رہو مگر عمرانہ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ یہاں وہ پانی بھی اٹھ کر پینا گوارہ نہ کرتی تھی' علیحدہ گھر میں نوکروں کی فوج کے باوجود بھی ایسا آرام کہاں ملتا؟ ان دونوں کے درمیان سرد تعلقات تھے نہ وہ اس کے رنگ میں رنگی تھی نہ وہ اس کے حکم پر چلتا تھا۔

امی اور ابا یکے بعد دیگرے ان کا دکھ لے کر اللہ کو پیارے ہوگئے تھے اور وہ ایک شام تھی جب ان کے پاس ان کے استاد کے گھر سے کال آئی تھی کسی لڑکی نے گھبرائے لہجے میں پروفیسر محب اللہ کی خرابی طبیعت کی اطلاع دی تھی روتے ہوئے وہ پریشان سے اٹھ کر چلے گئے تھے' عمرانہ نے چونک کر ان کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

❀......❀......❀

ٹیبل پر لوازمات دیگر برتنوں کے ہمراہ ترتیب سے رکھے ہوئے تھے ان دونوں کے ہاتھوں میں کافی کے مگ تھے اور بھاپ نکل رہی تھی اس نے انویٹیشن کارڈ عاکفہ کی ممی حور بانو کو دیا اور پھر زبانی دعوت کے رسمی جملے بھی ادا کیے تھے حور بانو نے دعوت قبول کرتے ہوئے شرکت کی بھرپور یقین دہانی بھی کرائی تھی۔ لیکن جس کی خاطر وہ آیا تھا وہ کسی صورت دعوت قبول کرنے کو تیار نہ تھی بلکہ بہت شدید ناراض تھی اور وہ ابھی بھی خود کو خطادار ماننے کو تیار نہ تھا۔ انشراح کے ذکر پر اس کی آنکھوں میں وہ ہی تحقیر وحقارت آ جاتی تھی جو انشراح کے لیے گویا وقف ہو کر رہ گئی تھی۔

''پھر تمہارا یہ آخری فیصلہ ہے تم پارٹی میں نہیں آؤ گی؟'' کافی کا خالی مگ وہ ٹیبل پر رکھتا ہوا نرم ودھیمے لہجے میں گویا ہوا۔

''آپ کا بھی آخری فیصلہ ہے کہ آپ کسی صورت انشی سے معذرت نہیں کریں گے؟ آپ نے بہت بے عزتی کی ہے اس کی۔''

''معذرت...... مائی فٹ' بے عزتی کی کیا بات کرتی ہو وہ جس ٹائپ کی لڑکی ہے اس کے لیے عزت وبے عزتی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''نوفل بھائی...... آپ پر یہ باتیں سوٹ نہیں کررہیں۔''

''تم کو بھی یہ سوٹ نہیں کرتا کہ تم کسی چیپ لڑکی کے لیے مجھ کو فورس کرو اور خود کو اس کا پابند بنالو تو بچ عاکفہ' تم اس سے نہ ملو تو بہتر ہے بی کوز ہمارے دوست ہی ہماری شناخت ہوتے ہیں۔'' وہ حسب عادت بے حد دھیمے لہجے میں اس کو قائل کرنے کی سعی کررہا تھا۔

''آپ مجھے برابر ہرٹ کررہے ہیں' ایک لڑکی ہونے کے ناطے سے آپ کی باتیں اور آپ کی نفرت وحقارت جو انشراح کے حوالے سے ہیں وہ ہی میرے لیے بھی ہیں سمجھ رہے ہیں آپ نوفل بھائی۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''آپ کو ساری سچوئشن بابر بتا چکے ہیں ایک ایک بات جو بالی نے مجھے بتائی وہ میں نے بابر کو اور بابر نے آپ کو پھر بھی آپ کہہ رہے ہیں وہ غلط ٹائپ کی لڑکی ہے؟ انسان خود پیدا نہیں ہوتا اور نہ وہ اپنے لیے خاندان منتخب کرسکتا ہے اور نہ ہی لوگ یہ سب پیدا کرنے والی کی مرضی ہوتی ہے۔ میں اور آپ نیک واچھے خاندان میں پیدا ہوئے ہیں یہ رب کی مرضی ہے' ہمارا کوئی کمال نہیں ہے اسی طرح انشراح بھی بے قصور ہے کہ وہ خراب لوگوں میں پیدا ہوگئی ہے نوفل بھائی'

آپ کی باتوں میں پنہاں تیروں نے جو اس کی حالت کی ہے وہ میں نے دیکھی ہے اور اس کو دیوانگی کی حدوں کو چھوتے دیکھ کر جو حالت میری ہوئی ہے......'' فرط جذبات سے اس کی آواز کانپ گئی اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھی' نوفل بہت غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر ابھرنے والے رنج و غم نے اس کو مضطرب سا کرڈالا تھا۔

''وہ میں کبھی بھول ہی نہیں سکتی' میں نے ہمیشہ اس کو چٹان کی طرح مضبوط و محفوظ دیکھا تھا' کبھی وہ کسی بڑے سے بڑے شخص کو خاطر میں نہیں لاتی تھی' ہنسنا' مسکرانا شرارتیں کرنا اس کی بابی تھی۔ کبھی آنکھوں میں آنسو میں نے دیکھے نہ تھے بلکہ...... بلکہ میں تصور ہی نہیں کرسکتی تھی کہ وہ کبھی رو بھی سکتی ہے؟ اب اس کو روتے دیکھا تو میرا دل سہم گیا' مجھے لگا میں مرگئی ہوں یا دنیا ختم ہوگئی ہے۔''

''پلیز عاکفہ...... بی بریو گرل' جو ہنستا ہے وہ روتا بھی ہے' ہنسنا اور رونا انسانی فطرت ہے تم اتنی جذباتی کیوں ہورہی ہو؟'' عاکفہ کا درد' عاکفہ کی تڑپ' اس کے ضمیر کے کسی گوشے کو مضطرب کرنے لگی تھی۔ اس کے آنسو اس کے دل میں اترنے لگے تھے۔

''لوگوں کا میرے بارے میں خیال ہے میں خواتین کی عزت نہیں کرتا' مجھے صنف نازک سے کوئی بغض ہے' چڑ ہے لیکن ایسا نہیں ہے میری بھی ماں ہے' چچی' پھوپو' مامی کزنز یہ سب عورتیں ہیں اور خود ساختہ' دل سے میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ عزت و پیار کرتا ہوں کیونکہ جو رشتے عزت و احترام کے حجاب میں ملفوف ہوتے ہیں ان کی ہی میں عزت کرتا ہوں۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

''تمہاری دوست کی بے باکی پہلے دن سے اس کی اصلیت مجھے دکھا گئی تھی اور میں سمجھ گیا تھا وہ کس ٹائپ کی لڑکی ہے یہی وجہ تھی کہ میری اس سے ایک دن بھی نہ بن سکی تھی پھر تم بھی تو ہوتا۔ تمہیں دیکھ کر کوئی نفرت و حقارت کا جذبہ اجاگر کیوں نہیں ہوتا؟ تم نے خود کو منوایا ہے ایک باحیا و باکردار لڑکی کی حیثیت سے' ایک بہن کی حیثیت سے تب ہی آج میں یہاں بیٹھا تمہیں منا رہا ہوں' وگرنہ مجھ جیسا بے حس بندہ کسی کی پروا کرنے والا نہیں ہے۔'' اس نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے بحث کو سمیٹا۔

''میں آپ کی نگاہوں میں اس لیے معتبر و باعزت ہوں کہ حجاب کرتی ہوں' انشی کی طرح شرٹ و جینز نہیں پہنتی۔ اگر آپ حجاب اور بے حجابی پر کردار کو پرکھیں گے تو یہ قطعی غیر دانش مندی ہوگی کیونکہ بعض اوقات سر سے پیر تک حجاب میں لپٹی عورت کا باطن سراسر بے حجاب ہوتا ہے اور ایک ماڈرن و بے حجاب لڑکی کسی غیر مرد کا غلطی سے چھونا بھی برداشت نہیں کرپاتی...... یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں ناں؟'' غیر ارادی طور پر اس کے لہجے میں طنز در آیا تھا۔

''میں اپنی بہن کے پاس آیا تھا مگر یہاں تو کسی کی دوست محاذ کھولے بیٹھی ہے۔'' وہ اس کی چوٹ پر مسکرا کر گویا ہوا۔

''آپ کی بہن بعد میں بنی ہوں' پہلے کسی کی دوست تھی۔''

''عاکفہ...... بس اب ختم کرو' گھر آئے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا حق میں تم کو نہیں دوں گی۔ انشراح کے ساتھ جو ہوا اس کا دکھ مجھے بھی ہے' وہ ایک اچھی اور معصوم لڑکی ہے اس کو لوگ بے شک برے ملے ہیں مگر وہ خود نیک ہے اور جو لوگ دل کے صاف ہوتے ہیں ان کی مدد خود باری تعالیٰ کی ذات کرتی ہے۔ تم نوفل بیٹے کو پریشان مت کرو۔'' حور بانو کو بالآخر مداخلت کرنی پڑی تھی۔

❁......❁......❁

پروفیسر محب اللہ کو جگر کا سرطان تھا جو خطرناک صورت اختیار کرگیا تھا' بیوی کا عرصہ قبل انتقال ہوگیا تھا وہ اکلوتی بیٹی

صالحہ کے ہمراہ رہا کرتے تھے ان کی طبیعت خرابی پر صالحہ کو سمجھ نہیں آیا کیا کرے؟ اور پھر ان کے موبائل لسٹ میں پہلا نام ان کا ہی تھا پھر وہ اکثر وہاں آتے بھی رہتے تھے اس نے گھبرا کر ان کو ہی فون کر دیا تھا وہ ڈاکٹر کو لے آئے تھے۔

ڈاکٹر کی ٹریٹمنٹ کے بعد ان کی تکلیف میں کچھ افاقہ ہوا تو وہ کمزور لہجے میں سر جھکائے بیٹھی صالحہ سے مدثر کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

''آپ نے اتنی رات کو مدثر کو پریشان کر دیا بیٹی۔''

''کیوں غیر سمجھ رہے ہیں سر...... یہ میرے لیے سعادت ہے جو میں آپ کے کام آیا۔'' وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر گویا ہوئے تھے۔

گھر آنے پر عمرانہ نے پہلا سوال یہی پوچھا تھا کہ کہاں گئے تھے بھاگے بھاگے؟ وہ کوئی نیا ہنگامہ نہیں چاہتے تھے سو اس کو سچ بات بتا دی تھی وہ کئی لمحے ان کو گھورتی رہی تھی پھر بولی تھی۔

''کوئی اور نہیں ملا تھا؟ آپ کے علاوہ دوسرے اسٹوڈنٹس نہیں ہیں؟'' انہوں نے چپ چاپ کروٹ بدل لی تھی فضول بات کا کیا جواب دیتے۔

پروفیسر محب اللہ کی طبیعت بگڑتی جارہی تھی وہ جو کبھی کبھی ان کے پاس حاضری دیا کرتا تھا اب باقاعدگی سے چکر لگانے لگا تھا صالحہ نیک اور باپردہ لڑکی تھی روز آنے جانے کے باوجود بھی وہ بے تکلفی سے پیش نہیں آتی تھی اور زیادہ تر دوسرے کمرے میں ہی رہتی تھی۔ آج کل اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی چند دن میں لڑکے کے گھر والے رسم کرنے آنے والے تھے پروفیسر صاحب کی نازک حالت کے پیش نظر فوراً ہی نکاح اور رخصتی کا پروگرام تھا انہوں نے تیاری کی ذمہ داری اس کو سونپی تھی یہ کہہ کر۔

''مدثر...... آپ صالحہ کے سگے بھائی بے شک نہیں ہیں مگر منہ بولے بھائی تو ہیں اس بیماری میں کسی نے بھی میرا ساتھ نہیں دیا سوائے آپ کے میری دعا ہے آپ سدا خوش رہیں۔'' عمرانہ ایک ایسی عورت تھی جس نے مدثر کو والدین اور بہن بھائی کے ساتھ بھی بیٹھنے نہ دیا تھا وہ اس کی پوری روٹین سے واقف تھی اور اب جو مدثر اپنے استاد کی تیمارداری میں لگا ہوا تھا۔ وہ بدنیت و بدفطرت عورت اپنی شکی نگاہوں سے ان معاملات کو دیکھنے لگی تھی۔ مدثر کو گمان بھی نہ تھا کہ وہ اس کی نگرانی کر رہی ہے کئی بار وہ اس کا پیچھا کر چکی تھی پھر ایسا ہی ایک دن تھا جب ان کی مدثر کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کی آرزو پوری ہوئی تھی۔ مدثر واش روم میں تھے معاً ان کے سیل پر آنے والی کال نے چند لمحے ان کو بے حس و حرکت کر دیا تھا ان کو احساس تھا مدثر کو وہ صرف نیچا دیکھنا چاہتی تھیں۔ یہ ان کی فطرت تھی جو بھی ان سے وابستہ ہوجاتا تھا خواہ وہ انسان ہو یا کوئی بے جان شے وہ اس کو بلاشرکت غیر اپنی ملکیت تصور کیا کرتی تھیں یہی وجہ تھی کہ مدثر اس کی باتوں میں نہیں آئے تھے اور گھر کا ماحول سناٹوں اور وحشتوں کی نذر ہوتا چلا گیا تھا۔

ساس سسر کی ڈیتھ کے بعد ان کے لیے میدان تقریباً صاف ہوگیا تھا کہ منور گھر کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرتے تھے ان کی بیگم بھی ان کی طرح درگزر کرنے والی اور مفاہمت پسند تھیں اب صوفیہ اور اس کی بیٹی سودہ رہ گئی تھی جن دونوں کو وہ نکالنے کی پلاننگ کر رہی تھی۔ پرفیسر صاحب کی کال نے ان کے اندر حشر برپا کر دیا تھا جو بہت عجلت میں کہہ رہے تھے۔

''مدثر بیٹا...... جلدی آجائیں قاضی صاحب کو دیر ہو رہی ہے۔'' کہہ کر رابطہ منقطع ہو چکا تھا وہ ناگن کی مانند بل کھا رہی تھی۔

کچھ جہد مسلسل سے تھکاوٹ نہیں لازم
انسان کو تھکا دیتا ہے سوچوں کا سفر بھی

زندگی کی حقیقتیں بڑے بھیانک انداز میں اس کے سامنے آشکارہ ہوئی تھیں اور نہ کرتے ہوئے بھی اس کو سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا اور اپنی ہستی کی نفی ماننی پڑی تھی اور جس کا ماننا ایسا ہی تھا گویا زہر کا پیالہ پینے کے بعد بھی اذیت بھری زندگی سے نجات حاصل نہ ہو جان کنی کی کیفیت طاری تھی لیکن پھر بھی مسکرانا تھا۔ رات نانی سے اس نے ایک ایک بات پوچھی اور خود سے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی انتقامی جذبے نے بیدار ہو کر اس کے اندر جینے کی نئی امنگ پیدا کر دی تھی۔ کئی ہفتوں بعد وہ آج یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہوئی تھی۔

''ماشاء اللہ...... آج کتنے عرصے بعد تم کو مسکراتے دیکھ کر زندگی اچھی لگ رہی ہوگی بس اب تاحیات اسی طرح مسکراتی رہنا تمہیں خوش دیکھ کر ہی میں خوش رہتی ہوں میری ساری خوشیاں ہی تمہارے لیے ہیں آنشی۔'' فرط جذبات سے بالی کی آواز بھرا گئی تھی انشراح اس سے لپٹ کر بولی۔

''میں جانتی ہوں بالی...... تمہاری محبت و بے لوث خلوص کو اگر تم اور عاکفہ میرا ساتھ نہ دیتیں تو میں آج اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کے قابل نہ ہوتی تم لوگوں کی محبت و دوستی نے میری حیات کی ڈوبتی کشتی کو ساحل سے لگا دیا ہے۔''

''یہ انتقام و بدلہ لینے کی باتیں چھوڑ دو میری جان...... تم اتنا کچھ ہونے پر بھی ماسی کی باتوں کا یقین کرتی ہو؟ تعجب ہے ان کی کبھی کوئی بات سچ نکلی ہے؟ کبھی کچھ کبھی ہر بات کو نیا موڑ دینا ان کی عادت میں شمار ہے۔'' بالی نے اس کو ان کی باتوں سے اتفاق کرنے سے باز رکھنا چاہا تھا۔

''زیادہ نہیں معمولی سا سچ و جھوٹ میں امتیاز کرنا میں بھی محسوس کرنے لگی ہوں بلاشبہ نانی تو جھوٹ میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی ہیں مگر ان کے جھوٹ میں کہیں نہ کہیں سچ کی آمیزش لازمی ہوتی ہے۔''

''میں پھر بھی یہی کہتی ہوں چھوڑو ان باتوں کو دشمنی میں کچھ نہیں رکھا اور کہاں ڈھونڈتی پھرو گی اپنے دشمنوں کو؟''

''بالی پلیز...... اگر تم میرا ساتھ دینا نہیں چاہتی تو تمہاری مرضی میں تمہیں فورس ہرگز نہیں کروں گی مگر مجھے بزدلی کی باتیں کر کے کمزور کرنے کی سعی ہرگز مت کرو۔ اذیت و کرب بھرے دن جس طرح میں نے گزارے ہیں ایسی ہی اذیت و عذاب میں ایک نہ ایک دن ان کو مبتلا نہ کر دوں، تب تک خوشیاں مجھ پر حرام ہیں۔'' وہ فضا میں گھورتی ہوئی مضبوط انداز میں گویا ہوئی تھی۔

''میں ابھی بھی یہی مشورہ دوں گی کہ تم ماسی کی باتوں میں نہ آؤ آنشی۔''

''اوکے جو ہوگا دیکھا جائے گا تم خود بھی ڈرتی رہو اور مجھے بھی ڈراتی رہو ابھی یونیورسٹی جانے میں دیر ہو رہی ہے۔''

وہ ناشتے کی ٹیبل پر نگاہ ڈالتی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔ خاصے دنوں بعد یونیورسٹی جا رہی تھی دل کی حالت عجیب تھی لاکھ وہ بالی کے سامنے بہادر و نڈر پن کا مظاہرہ کر رہی تھی لیکن دل میں انجانی سی گھبراہٹ و بے چینی بھی تھی۔ خوف و خجالت تھی کہ کس طرح اس سنگ دل و بے رحم شخص کا سامنا کرے گی؟ جس سے آخری ملاقات بے حد تکلیف دہ و ناقابل فراموش تھی اس نے لفظوں کی مار مار کر مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

اس کے لفظ و لہجہ اس کا انداز کسی بھی ذی فہم و حساس انسان کو ذہنی طور پر مارنے کے لیے کافی تھا عموماً ایسا ہوتا ہے لوگ اپنے جارحانہ رویوں، زہریلے لفظوں سے حساس لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں اور ان کو اپنے اس گناہ کا احساس تک نہیں ہوتا۔

❁......❁......❁

موسم نے ایک دم ہی تیور بدلے تھے سارے دن کی حبس و گرمی نے شام ہوتے ہی بارش کی صورت اختیار کرلی تھی جو رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئی اور پوری گھن گرج کے ساتھ برس رہی تھی۔ حسب معمول ہر طرف ملازمین کی چہل پہل موجود تھی کہ یہاں مکینوں سے زیادہ ملازم وملازماؤں کی تعداد تھی جو اندر باہر پورے بنگلے میں دکھائی دیتے تھے اور کل ہونے والی پارٹی کی وجہ سے سب ہی متحرک دکھائی دے رہے تھے۔ ماما کے کمرے کا دروازہ لاک تھا جس کا مطلب تھا وہ آرام کررہی ہیں۔

''امینہ بی...... ماما کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' سامنے سے آتی ملازمہ کو دیکھ کر وہ فکر مند لہجے میں استفسار کرنے لگا تھا۔

''جی...... جی بالکل طبیعت ٹھیک ہے بڑی بیگم صاحبہ کی۔'' اس نے قریب آکر نرمی و اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

''پھر ڈور لاکڈ کیوں ہے؟ ماما بے وقت ریسٹ نہیں کرتیں۔'' امینہ کی بات پر بھی اس کو تشفی نہیں ہوئی۔

''سارا دن مہمانوں کی آمد و رفت رہتی ہے عمرہ سے واپسی کے بعد سے بیگم صاحبہ کو آرام کہاں مل رہا ہے روز ہی ڈھیروں مہمان چلے آتے ہیں۔ آج بیگم صاحبہ تھک کر آرام کرنے لیٹ گئی ہیں اب کوئی مہمان آئے گا بھی تو میں باہر کے باہر ہی نمٹادوں گی مجھ سے بیگم صاحبہ کی بے آرامی نہیں دیکھی جاتی ہے۔'' امینہ کی بات پر وہ دھیمے انداز میں مسکرا کر بولا۔

''ارے ایسا نہیں کیجیے گا امینہ بی! مہمان تو رحمت ہوتے ہیں اور خوش نصیبوں کے گھروں میں ہی آتے ہیں آپ اللہ کو ناراض مت کیجیے گا۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں چھوٹے صاحب! بس مجھے تو بیگم صاحبہ کی صحت کی فکر رہتی ہے وہ اپنا بالکل خیال نہیں رکھتی اور کمزوری بھی بہت ہوگئی ہے۔''

''آپ بے فکر رہیں' میں ان کی اچھی طرح سے کیئر کرتا ہوں۔''

''آپ کے لیے چائے لاؤں؟'' امینہ نے ان کو دعا دینے کے بعد پوچھا۔

''کچھ دیر بعد لائیے گا۔'' وہ کہہ کر اپنے روم میں آ گیا جہاں گہری خاموشی اور اس کی پسندیدہ ایئر فریشنر نے استقبال کیا تھا۔ اپنے پاؤں کو جوتوں وموزوں سے آزاد کرکے وہ بیڈ پر بیٹھ گیا تھا' آج طویل غیر حاضری کے بعد اس کو دیکھا تھا۔

زردہ چہرہ

کمزور ولاغر وجود

بے اعتمادی سے اٹھتے ڈگمگاتے قدم

یہ لڑکی اس لڑکی سے بے حد مختلف تھی جو بہت اعتماد و بڑے کروفر سے مقابل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زیر کر دیا کرتی تھی اور اب وہ ہرن کی مانند ڈری سہمی اپنی پرچھائی سے بھی خوفزدہ لڑکی تھی۔ جو مقابل کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنا تو در کنار نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ رکھتی تھی۔ وہ بہت پہلے یہ تہیہ کرچکا تھا کہ انشراح کی طرف نظر بھی نہ ڈالے گا لیکن بابر اور عاکفہ نے جس طرح سے اس کی مظلومیت و پارسائی کا ڈھنڈورا پیٹا تھا اس کے حال زار کی لفظ بہ لفظ کہانی بار بار اور رو رو کر سنائی تھی عاکفہ نے' جس کو سن کر پہلے پہل تو یقیناً دل نہ مانا تھا وہ اس کو بھی اس کی کوئی چال سمجھتا رہا تھا لیکن آج بابر نے اس کو دور سے دیکھ کر کہا تھا۔

''وہ دیکھو اس لڑکی کی جو حالت ہے وہ تمہاری وجہ سے ہے تم ہی سراسر اس کی اس بے اعتمادی و بدحواسی کے ذمہ دار ہو۔'' پھر اتفاقیہ اس کی نگاہ بھی اس پر پڑی تھی اور وہ بری طرح گھبرا کر عاکفہ کے پیچھے ہوئی تھی اور اس کی وہ گھبراہٹ و سہمی حالت اس کے حساس دل کو شاکڈ کر گیا تھا پھر وہ اس راستے سے ہی ہٹ گیا تھا' دشمن برابر کے وار کرے تو لڑنے میں مزہ آتا ہے اور پسپائی اختیار کرے تو سب ختم ہو جاتا ہے یہی اس کے ساتھ ہوا تھا۔ انشراح کا لاغر وجود' چہرے کی زردی اور خوب صورت آنکھوں کا خوف اس کو نافہم احساس سے نبرد آزما کر گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ بیٹھا بے ربط سوچوں میں الجھا رہا اور جب دل کا بوجھل پن حد سے سوا ہوا تو وہ کھڑکی کھول کر برستی بارش دیکھنے لگا۔ شام ابھی پوری طرح جوبن پر نہ آئی تھی کہ موسلا دھار بارش نے ہر سو آدھی رات کی مانند اندھیرا پھیلا دیا تھا' نیچے لان میں لائٹس آن تھیں اس شدت سے برستی بارش میں ان روشنیوں کے سائے بڑے پراسرار لگ رہے تھے۔ گمبھیر خاموشی میں بارش کے پانی کی آواز آ رہی تھی وہ اس اندھیرے اجالے میں گم صم کھڑا نا معلوم کیا دیکھ رہا تھا معاً اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا تھا۔

''امینہ بی...... آپ جائیں میں چائے کچھ دیر میں خود بنالوں گا۔'' وہ الجھے ذہن سے باہر ہی دیکھ رہا تھا جب کوئی دبے قدموں سے اس کی طرف بڑھا اور دوسرے لمحے مہکتا بازوؤں کا ہار پشت کی طرف سے ڈالا گیا تھا۔

❀......❀......❀

آج صالحہ کی نکاح و رخصتی تھی' محب اللہ کی طبیعت نازک تھی ڈاکٹرز کا خیال تھا وہ کسی بھی لمحے کومہ میں جا سکتے ہیں اس خیال سے انہوں نے فوری طور پر نکاح و رخصتی کی تیاری کی تھی۔ اصفہان پائلٹ تھا اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا محب اللہ کی حالت کے پیش نظر سادگی سے شادی پر تیار ہو گیا تھا' اس سادہ تقریب کا سارا انتظام مدثر نے سنبھالا ہوا تھا صالحہ کی طرف سے ایک گواہ وہ بھی تھے۔ صبح سے بھاگ دوڑ میں لگنے کے باعث وہ چینج کرنے گھر آ گئے تھے اور ان کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی تھی۔ عمرانہ نے وہ کال ریسیو کرنے کے بعد ڈیلیٹ کر دی تھی' شومئی قسمت ان دنوں رضوانہ بھی دبئی سے آئی ہوئی تھیں وہ دونوں بہنیں نکاح سے چند منٹ قبل ہی وہاں جا پہنچی تھی۔

''یہ نکاح نہیں ہو سکتا۔'' انہوں نے جاتے ہی یہ فلمی جملہ حقیقی لہجے میں کہا تھا' وہ ایک ہال روم تھا جہاں صوفوں پر مرد اور دو تین خواتین براجمان تھیں' مہمانوں کی تعداد سات نفوس پر مشتمل تھی۔

مولوی صاحب نے ابھی خطبہ شروع ہی کیا تھا کہ عمرانہ کی بلند و بالا آواز نے ان کو چونک کر خاموش رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہاں بیٹھے لوگوں میں کھلبلی مچ گئی تھی ناقابل فہم صورت حال تھی۔

''محترمہ...... آپ کون ہیں اور کیا مقصد ہے آپ کا؟'' مہمانوں میں سے ایک معمر شخص نے کھڑے ہو کر ان سے شائستہ لہجے میں پوچھا۔

''میں اس آدمی کی بیوی ہوں' دو بچوں کا باپ ہے یہ......'' عمرانہ نے آگے بڑھتے ہوئے صوفے پر نگاہ ڈالی اور چونک گئی تھی کہ جس کو وہ مدثر سمجھ رہی تھیں وہ کوئی دوسرا شخص تھا جو تعجب سے آنکھیں پھاڑے ان کو ہی دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لوگوں کی حالت بھی ایسی ہی تھی' دوسرے کمرے سے اندر آتے مدثر نے سب سنا تھا عمرانہ اور رضوانہ کو وہاں دیکھ کر اور عمرانہ کے الفاظ سن کر وہ حیرت و صدمے سے ساکت رہ گئے تھے۔

''اچھا یہ چال چلی ہے تم نے پہلے صالحہ کے ساتھ وقت گزرا......''

''عمرانہ......'' وہ صدمے سے بے قابو ہو کر آگے بڑھے تو رضوانہ ان دونوں کے درمیان آتے ہوئے تیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"خبردار جو تم نے میری بہن پر گرم نگاہ بھی ڈالنی چاہی۔"

"آپ دیکھ رہی ہیں وہ کیا بکواس کر رہی ہے؟" غم و غصے سے وہ پاگل ہو رہے تھے سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔ اندر کمرے میں بیٹھی سرخ سوٹ میں سادہ سی دلہن بنی صالحہ کی حالت ابتر تھی باہر کی تمام آوازیں واضح طور پر اندر سنائی دے رہی تھیں۔ محب اللہ جو پہلے ہی تکلیف دہ بیماری میں مبتلا تھے اندر آتی آوازوں نے ان کو بالکل گم صم کر دیا تھا اور شدید تکلیف چہرہ سے عیاں تھی۔

"بکواس عمرانہ نہیں تم کر رہے ہو روز فون کرتی تھی عمرانہ روتی تھی' بلکتی تھی تمہاری بے وفائی' تمہاری عیاشیوں کا بتاتی تھی جو تم یہاں پروفیسر کی بیٹی کے ساتھ کیا کرتے تھے اور تم نے بھی خوب صلہ دیا اپنے استاد کو دل بھر کر اس آوارہ لڑکی کے ساتھ وقت گزارا اور اب اپنی اترن کسی شریف آدمی کے سر تھوپ رہے ہو۔" رضوانہ کی آواز تھی یا قیامت کا نقارہ' پھر کچھ باقی نہ رہا تھا نہ لفظوں کا وزن رہا تھا' نہ زبان پر تاثیر' سب کچھ حروف غلط کی مانند مٹتا چلا گیا تھا لوگ ظاہر پرست ہوتے ہیں جو سنتے ہیں اس پر یقین کر کے صداقت کی مہر لگا دیتے ہیں' بارات واپس چلی گئی تھی۔

وہ کسی کو بھی قائل نہ کر سکے تھے یہ ان کی زندگی کا عجیب موڑ تھا وہ چیخ چیخ کر اپنی اور صالحہ کی بے گناہی کا یقین دلانا چاہ رہے تھے۔ وہ حق پر تھے سچ کہہ رہے تھے کوئی جھوٹ سمجھ کر لفظوں کی نگاہوں کی سنگ باری کر رہے تھے اور جس نے جھوٹ بولا تھا بہتان لگایا تھا وہ لوگوں کی نگاہوں میں سچی و مظلوم بن گئی تھی۔

کس طرح سے کھایا ہے دھوکا کیسے بتاؤں میں
اپنوں کے مشورے تھے سازشوں کے ساتھ ساتھ
جن کو ہم اپنا کہتے تھے بڑے مان سے
صف بہ صف کھڑے تھے دشمنوں کے ساتھ ساتھ

صالحہ چند گھنٹے دلہن کے روپ میں رہی تھی اور یہ روپ اس کو راس نہیں آیا تھا پھر کسی بیوہ کی طرح اس کو اجڑنے میں بھی ٹائم نہ لگا تھا۔ محب اللہ جو بیٹی کی خوشی دیکھنے کے متمنی تھے بسنے سے قبل ہی بیٹی کو اجڑا دیکھ کر وہ دو دن موت و زیست کی کیفیت میں رہنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ صالحہ اب بالکل تنہا رہ گئی تھی محلے پڑوس کے لوگ جو بارات واپس جانے کے قصے بن چکے تھے وہ اس سے ہمدردی کرنے کے قائل نہ تھے بلکہ کچھ بے ضمیر لوگ اس کو لوٹ کا مال سمجھ کر لوٹنے کی تگ و دو میں لگ گئے تھے' مدثر گومگو کی حالت میں تھے رسوائی جھوٹ ہو یا سچ...... رسوائی ہوتی ہے انہوں نے بہت چاہا وہ پھر پلٹ کر وہاں قدم نہ رکھیں مگر محب اللہ کی طبیعت اور پھر رحلت نے ان کے ارادے کمزور کر دیئے تھے اور اب صالحہ کی ڈری سہمی کالیں آنے لگی تھیں کہ کوئی پراسرار نقل و حرکت وہ مسلسل دروازہ و کھڑکیوں پر محسوس کرنے لگی ہے یہاں پر انہوں نے منور بھائی کو راز دار بنایا اور ان کی اجازت لے کر صالحہ سے شادی کر لی تھی دوسرے کے لیے کھودنے والے گڑھے میں عمرانہ خود ہی گر گئی تھی۔ مدثر کی دوسری شادی پر عمرانہ کو جو تماشہ کرنا تھا وہ اس نے بڑھ چڑھ کر کیا اس کی دھونس و دھمکیوں کے باوجود انہوں نے صالحہ کو طلاق نہ دی تھی البتہ یہ بات ضرور مانی تھی کہ صالحہ کو لے کر علیحدہ بنگلے میں شفٹ ہو گئے تھے' یہیں سے ان کے درمیان جدائی و بیگانگی کا آغاز ہو گیا تھا۔

عمرانہ نے ان کے ساتھ گھر والوں پر بھی کئی شرائط عائد کر دی تھیں کہ صالحہ کبھی بھی اس گھر میں قدم نہ رکھے گی۔ گھر کا کوئی فرد صالحہ سے نہیں ملے گا وغیرہ وغیرہ اور ان کی پہلی والی کچھ شرائط مان لی گئی تھی کہ وہ آج تک وہاں نہ گئی تھیں اور نہ ہی کسی نے یہاں قدم رکھنے کی کوشش کی تھی۔ ان کے بعد کوئی یہاں سے گیا تو وہ شاہ زیب تھا اور شاہ زیب کو بھی وہاں پر داخلے کی اجازت زید نے ہی دی تھی ماں کو سمجھا بجھا کر دقتوں کے بعد۔

''مدثر' آپ سوئے نہیں؟ میں سمجھی آپ سو رہے ہیں ڈسٹرب نہ ہوجائیں اس خیال سے میں ادھر آئی نہیں تھی' کافی لاؤں آپ کے لیے۔'' صالحہ وائٹ و بلو پرنٹڈ سوتی ساڑھی میں ملبوس تھیں' ان کی آواز مدثر کو ماضی کے سرابوں سے واپس لے آئی تھی' انہوں نے پُرسوچ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔ سانولی رنگت' عام نقوش' دبلا پتلا سراپا' سادہ جوڑے میں سیاہ بالوں کی تعداد سفید بالوں سے قدرے کم تھی آنکھوں پر نظر کی عینک لگائے وہ ایک بہت عام صورت عورت تھی۔

وہ ان کے ساتھ باہر جاتے تو لوگ رشک کی نگاہ سے صالحہ کو دیکھتے تھے کہ ایک خوبرو پُروقار' بارعب مرد کے ساتھ چلتی وہ اچھی نہیں لگتی تھی۔

''آج آپ پھر ماضی کی خاک چھاننے لگ گئے ہیں؟ معلوم بھی ہے اس ریت میں سوائے نوکیلے کانٹوں و پتھروں کے کچھ اور نہیں ملے گا۔'' وہ ان کی نگاہ شناس تھیں۔

''ڈاکٹر نے آپ کو سوچنے سے منع کیا ہے پھر بھی آپ بے معنی سوچوں کے صحراؤں میں بھٹکتے رہتے ہیں' ریسٹ کریں میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔''

❁......❁......❁

لمحہ گزرنے سے قبل ہی اس نے اپنے گلے کے گرد لپیٹے گئے بازوؤں کو اس طرح خود سے دور کیا تھا گویا وہ بازو نہ ہوں سانپ بچھو ہوں۔

''میں امینہ بی نہیں' ہاہاہا...... سار یہ تنویر ہوں۔'' مڑ کر دیکھا تو شوخ لباس میں سار یہ کھڑی ہنس رہی تھی اس کا انداز بے تکلف و جھجک سے عاری تھا۔ وہ پیار لٹاتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''کیسا رہا میرا سرپرائز؟ اچھا لگا نہ......'' وہ کھلکھلا رہی تھی۔

''شٹ اپ' مجھے قطعی پسند نہیں ہیں ایسی حرکتیں' آئندہ ایسا سوچنا بھی نہیں۔'' اس کا لہجہ ہی نہیں وجیہہ چہرے کے ہر عضو سے درشتگی و ناگواری عیاں تھی۔

''کیا' کیا ہے میں نے ایسا جو آپ آگ بگولہ ہو رہے ہیں؟ صرف چھوا ہے آپ کو' پیار کرتی ہوں کیا اتنا بھی حق حاصل نہیں ہے کہ آپ کو چھو سکوں؟'' ایک دم ہی اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھے۔

''کیسا حق؟ کس نے حق دیا ہے تمہیں مجھ سے پیار کرنے کا میں کسی پیار محبت کو نہیں مانتا' میری زندگی ان خرافات کے بغیر بھی کامیاب ہے۔''

''پلیز پلیز نوفل...... اس طرح دل مت توڑو زرقا آنٹی سے ملنے کا محض بہانہ ہے ملنے میں تم سے آئی ہوں' تمہیں کیا معلوم میں تم سے کتنی......''

''میں نے کہا ناں دور رہو' ہاتھ توڑ دوں گا تمہارے مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔ ماما کے پاس ہی وقت گزارو تو تمہارے لیے بہتر ہے گیٹ آؤٹ' اب کبھی بھول کر بھی یہاں قدم نہیں رکھنا۔'' سار یہ نے روتے ہوئے اس کے بازو سے لگنا چاہا لیکن اس بار وہ بے خبر نہیں تھا اس کا ارادہ بھانپتے ہوئے وہ دور ہو کر گویا ہوا۔

''میں نے کہا ناں...... میں ماما سے نہیں تم سے ملنے آئی ہوں۔''

''پھر واپس چلی جاؤ' میں تم سے ملنا نہیں چاہتا۔'' اس کی ڈھٹائی و ہٹ دھرمی نوفل کو اس کی طرف سے برگشتہ کر رہی تھی ہر بے باک و بے حیا لڑکی کے چہرے میں اس کو اپنی ماں کا چہرہ دکھائی دیتا تھا' ہرجائی و بے وفائی کا متعفن پیکر لگا کرتا تھا۔

"میں کیوں جاؤں؟ نہیں جاؤں گی' تم مجھ سے محبت نہیں کرتے نہ سہی' میں تم سے محبت کرتی ہوں میرے لیے یہ احساس ہی کافی ہے۔"

"اوہ شٹ آپ' مجھے تمہاری اس بکواس سے کوئی دلچسپی نہیں۔" ذہنی خلفشار نے پہلے ہی اس کو پریشان کیا ہوا تھا' اس پر ساریہ کی آمد اور اظہار محبت نے اس کے ذہن کے سلگتے گوشوں کو مزید بھڑکا دیا تھا۔ تب ہی اینہ بی ٹرالی لے کر کمرہ ناک کرتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"آپ چائے نہ بنائیں' میں خود بنالوں گا' آپ ان محترمہ کو ساتھ لے جائیں۔" چائے بنانے کے لیے کپ وساسر سیدھی کرتی اینہ سے وہ ساریہ کی طرف اشارہ کر کے گویا ہوا تھا جو بھیگا چہرہ ٹشو سے صاف کر رہی تھی۔

"آیئے بی بی صاحبہ۔" اینہ نے حکم کی فوری تعمیل کی تھی۔

"کیا......ایک ملازمہ کی یہ جرأت کہ مجھ پر حکم چلائے۔" غصہ واہانت کے احساس سے اس کا حسین چہرہ سرخ ہو گیا تھا' وہ اینہ بی کو گھورتے ہوئے گویا ہوئی تھی' جو مستعدی سے اس کی طرف بڑھی تھی۔

"تم ان کو ملازمہ سمجھ سکتی ہو میرے لیے یہ گھر کی فرد کی حیثیت رکھتی ہیں اور یہ وہ ہی کریں گی جو ان کو کرنے کا کہا جائے گا۔"

"اوہ......غیروں پر اتنا کرم اور اپنوں کے لیے ستم ہی ستم' یہ دوغلی بات نہیں ہے مسٹر نوفل احمد' گھر آئے مہمان سے بدترین سلوک اور گھر کے نوکروں کو عزت دیتے ہو بہت عجیب پالیسی ہے تمہاری۔" نوفل نے جواب دینے کے بجائے اینہ کو اس کو لے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

"ہاتھ نہیں لگاؤ مجھے۔" ساریہ اینہ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر چیخی۔ "آج مجھے اپنے بیڈروم سے نکال رہے ہو' یاد رکھنا کل ہاتھ جوڑ کر مجھے یہاں لے کر آؤ گے یہ چیلنج ہے میرا۔" نوفل کی کھلی بے عزتی نے اس کی عزت نفس کو بری طرح پامال کر دیا تھا۔ اس نے اس کی بات کا جواب دینا گوارا نہ کیا' ان کے کمرے سے نکلتے ہی زوردار آواز کے ساتھ دروازہ لاکڈ کر لیا تھا۔

"ہونہہ' سمجھتا کیا ہے خود کو کتنی محبت سے آئی تھی میں سرپرائز دیا تھا کہ شاید سرپرائز ہو کر غصے کا اظہار نہ کرے جو اس کی پہچان ہے۔"

"کیوں پتھر سے سر پھوڑتی ہیں بی بی صاحبہ' نوفل میاں کے سینے میں جو دل ہے وہ لڑکیوں کے لیے بنا ہی نہیں ہے۔ ایک سے ایک حور شمائل لڑکی ان کا دل نہیں لبھا سکی' آپ کیوں خود کو دکھ دے رہی ہیں۔" راہداری سے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے اینہ نے سمجھانا چاہا۔

"تمہارا مقصد ہے میں حسین و خوب صورت نہیں ہوں؟ جوان نہیں ہوں؟" وہ جو پہلے ہی نوفل کے سرد رویے کے زیر اثر تھی پلٹ کر غرائی اور اس دوران پاؤں کارپٹ میں الجھا تھا اور وہ چیختی ہوئی اوپر سے نیچے گرنے لگی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی شمارے میں)



کھیتی

ام ایمان قاضی

آدمی کو خاک نے پیدا کیا
خاک کے ساتھ آدمی نے کیا کیا
ایک دنیا مجھ سے تھی روٹھی ہوئی
تو نے بھی ٹھکرا دیا اچھا کیا

”اور جب کہیے ان کو کہ فساد نہ ڈالو ملک میں‘ کہیں گے ہمارا کام تو سنوار ہے‘ سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے۔ (القرآن)“

شگفتہ آپا کو گھر کی دہلیز پار کرتا دیکھ کر نفیسہ بیگم کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ دل خوامخواہ ہی دھڑک اٹھا۔ ان کی آمد تو عام سی ہوتی تھی پر اس آمد کے اسباب و نتائج ہرگز عام نہ ہوتے تھے۔ خیر خود کو سنبھالتے ہوئے انہیں خوش آمدید کہا۔ عرفان صاحب گھر پر نہ تھے ورنہ ہر بار بہن کی ایسی آؤ بھگت کرتے جیسے دور پردیس سے سالہا سال بعد آئی ہوں‘ ایسے میں نفیسہ بیگم کا بس جی ہی جلتا۔

”آپا آرہی تھیں تو آمنہ کو بھی لے آتیں۔ تین ماہ ہوگئے اس کی شکل دیکھے ہوئے کل اس کے ابو بھی یاد کررہے تھے۔“ ابتدائی خاطر تواضع کے بعد نفیسہ بیگم نے ڈرتے ہوئے نند کا موڈ ٹھیک دیکھ کر بیٹی کی بابت دریافت کیا جو بدقسمتی سے شگفتہ آپا کی بہو تھی۔

”اے لو...... بھابی بیگم کمال کرتی ہیں آپ بھی آمنہ کو بھلا میں نے روک یا باندھ رکھا ہے باپ کے گھر آنے سے جب مرضی آئے جائے میرا تو سب کو پتہ ہی ہے کہ

سب راج پاٹ بہو کے حوالے کرکے خود اللہ اللہ میں وقت گزرتا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے ہی سب کچھ ان کے حوالے کردیا کہ ہمیں دنیا دستور کے مطابق کونے سے نہ لگادیں یہ تو آج اس محلے میں سعیدہ آپا کی طبیعت کا پتہ کرنے چلی آئی تو دل کیا کہ بھائی کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتی جاؤں۔'' اور یہ تو نفیسہ بیگم جانتی تھیں کہ کیسا راج پاٹ انہوں نے بہو کے حوالے کر رکھا تھا سو نند کی لن ترانیوں پر ٹھنڈی سانس بھر کر چپ ہورہیں ان سے بہتر بھلا کون جانتا ہوگا شگو آپا کی نفسیات' عادات اور کردار کو۔

''عائشہ نظر نہیں آرہی بھابی بیگم؟'' ان کی کھوجتی نظروں نے سارے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''یونیورسٹی گئی ہے' آتی ہی ہوگی۔ آپ سنائیں گھر میں سب کیسے ہیں' بچیاں کیسی ہیں؟ عبدالمنان تو ٹھیک ہے ناں۔'' نواسے کے نام پر ایک مدھم سی مسکراہٹ نے نفیسہ بیگم کے چہرے کا گھیراؤ کرلیا۔

''سب ٹھیک ہیں' تم سناؤ عائشہ کا کوئی رشتہ وشتہ دیکھا؟'' جواب دیتے ہوئے ذرا سا آگے جھک کر سوال کیا۔

''ابھی کہاں آپا' ایک دو لوگوں نے کہا تھا پھر کہیں بات نہیں بنی جب قسمت میں ہوگا ہو جائے گی۔''

اسی دوران شگو بیگم بھائی کے انتظار میں لمبی تان کر وہیں لاؤنج میں صوفے پر ہی لیٹ گئیں۔ نفیسہ بیگم ویسے تو سالن کے ساتھ ہی سلاد' رائتہ اور تازہ روٹیاں پکالیا کرتی تھیں لیکن آج معاملہ جدا تھا تو بریانی کے ساتھ قورمہ بھی پکا لیا۔ شکر ہے رات کا عائشہ کے ہاتھ سے تیار کیا ہوا ٹرائفل فریج میں تھا۔ سو سلاد کے لیے سبزیاں کاٹ رہی تھیں جب عرفان صاحب بھی آگئے۔ شگو بیگم جاگ گئی تھیں اور اب ابتدائی گلوں شکوؤں کے بعد دونوں بہن بھائی شیر و شکر ہوتے ہوئے بات چیت میں مصروف تھے۔ برا ہوا عائشہ کی قسمت کا کہ آج ہی یونیورسٹی میں ہنگامے کے باعث ہڑتال ہوگئی تو جنید اسے گھر تک چھوڑنے چلا آیا' اور چونکہ دلوں میں کوئی میل نہ تھا سو عائشہ نے اسے اندر بھی بلالیا۔ جنید نفیسہ بیگم کی دور پرے کی کزن کا بیٹا تھا اور عائشہ کا یونیورسٹی فیلو بھی۔ ایک آدھ بار پہلے بھی ایسی ہی کسی صورت حال میں عائشہ کو گھر تک چھوڑ کر گیا تھا۔

''کیوں شگو آپا پہچانا اپنے جنید کو' رضیہ بہن کا بیٹا ہے۔'' وہ اس کا مختلف حوالوں سے تعارف کراتے ہوئے خوشدلی سے بولے اور بصد اصرار جنید کو کھانے پر بھی روک لیا۔ عائشہ پھوپو سے مل کر فریش ہونے کے بعد کچن میں امی کی مدد کرانے لگی اور کچھ ہی دیر بعد کھانے کی ٹیبل سیٹ کرکے سب کو کھانے کے لیے بلالیا' اس بات سے قطع نظر کہ شگو آپا کا سازشی ذہن پتہ نہیں کون کون سے تانے بانے بننے میں لگ گیا تھا۔

❁......❁......❁

''آپ تو کامران بھائی سگے رشتہ دار ہیں ہمارے پھر بھی نجانے کیوں اتنا تکلف کرتے ہیں۔'' رخشی نے اپنی مسکارا لگی آنکھوں کو کچھ زیادہ ہی پٹپٹایا تو سیدھے سادھے کامران میاں ان اداؤں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں ڈھیر ہوگئے۔ وہ آفس سے گھر واپس آرہے تھے جب رخشی سڑک کے کنارے کسی سواری کے انتظار میں گرمی سے بے حال دکھائی دے گئی۔ گمشدہ محبت کے الجھے تار جڑتے دیکھے تو کامران میاں نے فوراً بائیک اس کے پاس جا روکی۔ اس نے بھی والہانہ استقبال کیا گویا درمیان کا ناخوشگوار عرصہ کبھی ان کے مابین آیا ہی نہ تھا۔ اب ڈرائنگ روم میں سجی سنوری خوشبوؤں سے مہکی رخشی' کھانے کی ٹیبل پر انواع واقسام کے کھانے' دلپسند شخصیت کے ناز وادا ان کے ہوش اڑائے دے رہے تھے ایسے میں گھر میں عام شکل وصورت کی وہ معمولی عورت جسے بیوی کہا جاتا ہے انتظار کی سولی پر لٹکتی یہاں سے وہاں' وہاں سے یہاں کرتی بے چین ہوگی' کسے پروا تھی' کچن کے کاموں میں مصروف آمنہ نے مطمئن ہوکر سب کچھ دیکھا سالن' پلاؤ' رائتہ روٹیاں سب کچھ تیار تھا' پسینے سے قمیص جسم پر چپک گئی تھی کپڑے اتار کر سارے بالوں کو ایک بار پھر سمیٹ کر لگایا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھتے جونہی نگاہ ڈرائنگ روم کے کھلے دروازے پر گئی' ایک دم عود کر آنے والی حیرت تفکر میں

بدل گئی۔ اگر یہ پرانے تعلقات کی تجدید تو تھی تو پھر زہرہ خالہ...... پھر پتہ نہیں کیا سوچ کر اس نے دوپٹہ صحیح کیا اور خود اندر آ گئی۔ اس کے سلام پر رخشی کے ماتھے کی لکیریں صاف گئی جانے لگیں جبکہ کامران میاں گھبرا کر بغلیں جھانکنے لگے تھے۔

"زہرہ خالہ کو بھی لے آتے کامران بھائی۔"

"ہاں...... وہ...... وہ اصل میں آمنہ میں گھر سے نہیں آیا راستے میں یہ کنویں کے لیے پریشان تھیں تو ان کو چھوڑنے چلا آیا۔ بہت دیر ہو گئی چلتا ہوں اب۔" ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے زمانہ شناس و نظر شناس شگو خالہ نے دروازے میں کھڑے ہو کر ایک ہی نظر میں ساری صورت حال کو دیکھ پرکھ اور جانچ لیا تھا۔

"ارے کامی بیٹا آیا ہے' بیٹھو بھئی ایسی بھی کیا جلدی' کھانا کھا کے جانا...... جاؤ آمنہ کھانا لگادو۔" ان کے تحکم بھرے حکم پر وہ کچھ تفکرات لیے کچن میں پلٹ آئی۔ اپنے کمرے میں جا کر فریش ہونے اور عبدالمنان کو ایک نظر دیکھ آنے کی خواہش ادھوری رہ گئی تھی۔ کلستے ہوئے اس نے میز پر برتن لگائے' کھانا لا کر رکھا' اشمین اور زرین بھی کالج سے لوٹ آئی تھیں سو شگو خالہ کو گوارا نہ ہوا کہ وہ بھی وہاں موجود رہے سو عبدالمنان کا بہانہ کر کے اسے کمرے میں کھانے سمیت بھیج دیا گیا۔ اسے بھی کون سا یہاں خوشی مل رہی تھی سو فوراً ہی چلی آئی۔ شکر ہے عبدالمنان ابھی تک سو رہا تھا۔ اس نے آ کر اس کی پیشانی چومی کھانے کو ڈھک کر رکھا اور خود فریش ہونے واش روم میں آ گئی۔ نہانے سے جسم و دماغ کو کچھ ٹھنڈک پہنچی۔ کھانے کے دوران بھی پتہ نہیں کیا کیا سوچیں آتی رہیں۔ کچھ سوچ کر وہ اٹھی دروازہ بھیڑ کر باہر کی صورت حال کا اندازہ کیا وصی بھی پہنچ چکے تھے جوان کے بلند بانگ قہقہوں میں کامران کی جھینپی جھینپی ہنسی بھی شامل تھی اسے وصی پر ایک بار پھر غصہ آیا پتہ نہیں کس قسم کا ماحول تھا اس گھر کا سب کچھ جانتے بوجھتے گھر کے مرد خاموش تھے بلکہ کسی حد تک ان کا رویہ ماں بہنوں کو بڑھاوا دینے والا ہوتا تھا' وہ چاہے تین سال پہلے رخشی کے کامران سے تعلقات تھے' اس کے ساتھ آنا جانا' مہنگے مہنگے تحائف لینا' پھر رخشی کو ایک اور دولت مند ٹکرا گیا تو اس نے کامران میاں کو ہری جھنڈی دکھادی۔ وہاں سے مایوس ہو کر کامران میاں نے زہرہ سے شادی کر لی تھی کچھ عرصہ خوش باش بھی گزرا لیکن جب سنا کہ وہ امیر زادہ رخشی کو چھوڑ کر چلا گیا تو وہ دل مسوس کر رہ گئے کہ کچھ عرصہ انتظار کر لیتے تب ہی زہرہ کی طرف سے تھوڑا سا کھنچ گئے تھے۔ ماں باپ تو تھے نہیں وہ روتے ہوئے نفیسہ بیگم کی طرف آ جاتی۔ وہ اللہ پر توکل رکھتے ہوئے اسے صبر سے کام لینے کو کہتیں' دوسری طرف بیٹی کا سسرال تھا وہاں بھی کھل کر کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں۔ آج بھی آمنہ کے آنے والے فون نے نئی فکریں لگا دیں جب اس نے زہرہ کے میاں کا حال کہہ سنایا ساتھ ہی کامران کے اپنے گھر آنے کا ذکر' اپنی ساس نندوں کا اس کا پُرجوش استقبال سب کچھ...... نفیسہ بیگم کیا کرتیں ٹھنڈی سانس لے کر چپ ہو رہیں۔ ماں باپ کے گزر جانے کے بعد زہرہ کو وہ اپنے ہاں لے آئی تھیں اپنی بیٹیوں کی طرح پالا تھا اگرچہ اس پر بھی شگو آپا کی سو باتیں ان کے کانوں تک پہنچی تھیں جو وہ ادھر ادھر کرتی تھیں کہ ہاں بھئی ہمیں تو بھابی بیگم نے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے' نہ صلاح نہ مشورہ' بھائی کی حلال کمائی کو پرایا دھن سمجھ کر سب کچھ پہلے میکے پر لٹاتی رہیں اب جب ماں باپ گزر گئے تو میکہ ہی گھر اٹھا لائی ہیں۔ بھائی عرفان کی آنکھوں پر گویا پٹی بندھ گئی ہے بیوی کی محبت میں لٹائے جا رہے ہیں بس۔ وہ تو شکر ہے کہ عرفان ان کی ہر بات خاموشی سے سن ضرور لیتے تھے۔ اور اب بھی کرتے تھے پر کرتے وہی تھے جو ان کا دل کرتا تھا۔ زہرہ کو وہ بھی بیٹیوں کی طرح چاہتے تھے۔

کامران میاں کی وہی روٹین شروع ہو گئی تھی جو شادی سے پہلے کے دنوں میں تھی۔ ان کا سارا سارا دن اب شگو آپا کے گھر گزرتا' پکے پکائے کھانے لے آتے' رخشی سمیت سب لوگوں کو آؤٹنگ پر لے جاتے اب انہوں نے گاڑی بھی لے لی تھی۔ وصی دفتر میں ہوتے آمنہ گھر پر ہوتی اور یہ

سب کچھ دیکھ کر جلتی کلستی رہتی۔ زہرہ الگ روتی ہوئی نفیسہ بیگم کے پاس آئی تھی کہ کامران میاں کا رویہ اس کے ساتھ بالکل بدل گیا تھا۔ صبح کے گئے رات کو گھر آتے اس پر بھی زہرہ کو ڈانٹنے اور غصہ دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے وہ سخت پریشان تھی اور ابھی نفیسہ بیگم اسی پریشانی میں تھیں کہ ایک دن عائشہ یونیورسٹی سے متورم چہرے اور روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ لوٹی اور آتے ہی سیدھی کمرے میں گھس گئی تھی۔ کھانا کھائے اور کپڑے تبدیل کیے بغیر...... نفیسہ بیگم بہت پریشان ہو کر اس کے پیچھے گئی تھیں' ان کے استفسار پر پہلے تو وہ کچھ نہیں بولی پھر اصرار کرنے پر جیسے پھٹ ہی پڑی تھی۔

"آپ کی نند اور ان کی بیٹیاں جب تک زندہ ہیں نہ تو آپ کی بہن بس سکتی ہے نہ آپ کی بیٹیوں کی زندگیوں میں خوشیاں بھی آسکتیں ہیں۔ وہ حاسد عورت اور اس کی بیٹیاں کب دیکھ سکتی ہیں کسی کو ہنستے بستے۔" وہ روتے ہوئے بولی نفیسہ بیگم کے اصرار پر اس نے بتایا کہ جنید پچھلے سال سے اپنا پروپوزل بھیجنے کا کہہ رہا تھا' لیکن وہ خود ہی ابھی اس قسم کا کوئی سلسلہ نہیں چاہتی تھی کہ دوران تعلیم ایک تو وہ دونوں ڈسٹرب ہوں گے دوسرے لوگوں کو بھی باتیں بنانے کا موقع نہ ملے اب جبکہ وہ فائنل امتحانات سے فارغ ہونے والے تھے اور اس کی امی بھی کچھ دنوں تک آنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ شگو بیگم نے جس دن جنید کو یہاں دیکھا تھا صرف دو تین بار ہی جنید کے گھر چکر لگایا تھا نتیجتاً دن رات نفیسہ بیگم کی بچیوں کے اخلاق اور تربیت کے گن گاتے والی رضیہ خاتون کے خیالات آناً فاناً تبدیل ہو گئے تھے۔ جنید خود پریشان تھا کہ کہاں تو اس کی ماں فوراً ہی ان کے گھر آنے کو تیار تھیں کہاں اب اس کے ذکر چھیڑتے ہی مشتعل ہو جاتیں۔

"ارے بھئی ہمیں تو معاف کرو نفیسہ کی بیٹی کو بیاہ کر میں نے گھر سے باہر نہیں ہونا' شگو آپا بیچاری نے ساری عمر بیوگی کے ساتھ گزاری' یتیم بچوں کو کن مشکلات میں پالا پوسا پر نفیسہ بیگم کی پڑھائی پٹی میں عرفان بھی اندھے ہو گئے' کبھی پلٹ کر بیوہ بہن کی خبر نہ لی پھر بھی ان کی اچھائی دیکھو اسی مطلب پرست بھابی کی بیٹی کو بہو بنا لیا صرف اتنا خیال کرتے ہوئے کہ بھائی کا بوجھ بہن نہیں ہلکا کرے گی تو کون کرے گا' مگر بہو بیگم نے وہ ناکوں چنے چبوائے ہوئے ہیں کہ شگو آپا بیچاری خون کے آنسو روتی ہیں۔ بظاہر میسنی نظر آنے والی وہ آمنہ ایسی چالاک اور گھنی نکلی' نند کے لیے آنے والے رشتے پر ایسا جادو چلایا کہ تیار شادی ختم کرا کے خالہ کو لا بسایا اس گھر میں۔ پورے گھر پہ اسی کی حکومت ہے' میاں کو کاٹھ کا الو بنایا ہوا ہے' ساس نندوں کو نوکر نہ بابا نہ میں بیوہ عورت' میرا ایک ہی سہارا ہو تم' میں تو دیکھ بھال کر ہی رشتہ کروں گی' اب بھول کر بھی اس خاندان میں رشتہ کی بات مت کرنا۔" جنید ششدر بیٹھا بس ماں کے نادر خیالات سنے گیا پھر اس نے ہر حیلہ آزمالیا مگر رضیہ خاتون کا انکار ہاں میں نہ بدلا اور آخر کار انہوں نے دودھ نہ بخشنے کی جذباتی بلیک میلنگ کر کے جنید کو ہی ہار ماننے پر مجبور کر دیا تھا۔ بہت دن سے عائشہ سے کنی کتراتا جنید آخر کار ایک دن ٹوٹا ٹوٹا سا اس کے پاس آیا اور اپنی مجبوری بتا کر عائشہ سے معافی کی درخواست کی تھی۔ وہ تو دھواں دھواں چہرہ لیے بس یک ٹک اسے دیکھتی رہ گئی تھی آمنہ کو بھی جب اس ساری صورت حال کا پتہ چلا وہ بھی جھلس کر رہ گئی لیکن کیا کر سکتی تھی' پھر اسی نے مزید کامران کا بتایا۔

"کیا کروں امی' دیکھ دیکھ کر دل کڑھتا ہے سارا سارا دن کامران بھائی رخشی بی بی کو لیے لیے پھرتے ہیں' کبھی ہوٹل' کبھی پارک' کبھی شاپنگ' رات گئے واپسی ہوتی ہے وہاں ایک دو بار وصی سے دبے لفظوں میں ذکر کیا الٹا انہوں نے مجھے ہی ڈانٹ دیا کہ میری بہن کے حق پر ڈاکا ڈالنے والی پہلے زہرہ تھی اب اگر اس کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے تو اس کا کیا دھرا ہے۔" وہ بات کرتے کرتے روہانسی ہو گئی۔ نفیسہ بیگم گہری سانس لے کر چپ ہو رہیں۔

انہی دنوں جب آمنہ ایک بار پھر امید سے ہوئی اور چند پیچیدگیوں کی بنا پر ڈاکٹرز نے اسے مکمل آرام کا مشورہ دیا۔

”میں بیمار بوڑھی عورت‘ بچیاں بیچاری کام سے تھکی ہاری آتی ہیں‘ اتنے بڑے گھر کے سو جھمیلے کون دیکھے گا بہو بیگم‘ تم جو ماں کے گھر کا بوریا بستر باندھے کھڑی ہو پھر جانتی بھی ہو اگلے ہفتے سعودیہ سے زریں آرہی ہے۔“ شگو بیگم نے تیوریاں چڑھا کر ایک اس کی طبیعت اور حالت کے سوا سب اہم اور ضروری کام گنوائے تو آمنہ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کو مجازی خدا کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملنے والی‘ وصی کو دیکھا لیکن وہ چائے پیتے ہوئے کندھے اچکا کر رہ گیا گویا تمہارا کام تم ہی جانو۔ اب تک تو جیسے تیسے کرکے وہ گزارا کرتی آئی تھی لیکن کل سے جسم میں ہلکا ہلکا ہونے والا درد جب شدید ٹیسیں اختیار کرگیا تو وہ عبدالسنان کی انگلی پکڑ کر رکشہ کرکے ڈاکٹر کے پاس پہنچی تھی۔ وہ بھی خوب بگڑی کہ جب بیڈ ریسٹ کا کہا ہے تو وہ کہنا کیوں نہیں مان رہی آئندہ ایسی کسی صورت حال میں وہ اس کے پاس مت آئے پھر اس نے بے شمار ہدایات کے ساتھ ایک لمبا چوڑا نسخہ پکڑا کر اسے روانہ کیا۔ واپس آکر اسے شگو بیگم کے تیوروں کا الگ سامنا کرنا پڑا کہ ساری دنیا کی عورتیں بچے پیدا کرتی ہیں خود انہوں نے کتنا بڑا کنبہ بھی سنبھالا ساتھ ساتھ بچوں کا سلسلہ بھی چلا اور ان دنوں تو بات بات پہ ڈرانے والے یہ موئے ڈاکٹر بھی نہیں تھے نہ ہی ہاتھ میں دو پیسے ہوتے تھے جوان عیاشیوں پہ جھونک آتے‘ پھر چونچلے کرکے بیٹھ جاتے ایک لمبی تقریر کے بعد وہ گویا ہوئی تھیں کہ بچیاں آنے والی ہیں اور ابھی تک کھانے کا کوئی بندوبست نہیں‘ سو کچن کی راہ لے شام تک آمنہ کی حالت جب غیر ہوگئی تب اس نے امی کے گھر جانے کی ٹھانی لیکن ابھی تک شنوائی نہ ہوسکی تھی۔ افسوس تو اسے وصی پر ہوتا جو اس کی حالت دیکھتا بھی تھا پھر بھی ماں بہنوں کے سامنے ایک لفظ کہنے کو تیار نہ ہوتا۔

اگلے ہی دن دبئی سے بڑی نند زریں اپنے خاوند اور دو بچوں کے ساتھ آگئی۔ رہی سہی کسر اس کی آمد نے پوری کردی تھی۔ پورا خاندان ہی اس سے ملنے کے لیے امڈ پڑا تھا۔ کبھی ساس‘ کبھی دیور کا خاندان‘ کبھی جیٹھ کے گھر والے اور کبھی نندیں‘ زریں کی ایک نند جو کہ دوسرے شہر سے آئی تھیں ان کا قیام تو گھر میں تین چار دن تک رہا‘ آمنہ صبح کی کچن میں گھستی شام تک مصروف رہتی‘ عبدالسنان کو وصی صبح نانی کے گھر چھوڑ آتا‘ واپسی پر لے آتا‘ شگو آپا نے اتنی مہربانی کی تھی کہ کچھ دنوں کے لیے اوپر کی صفائی اور سودا سلف کے لیے جز وقتی ملازمہ کا بندوبست کردیا تھا۔ نندوں کی وہی روٹین تھی‘ گھر میں ہوتیں تو آپس میں ہنسی مذاق چلتا رہتا‘ کھانے کی تیار ٹیبل پر نظر آتیں کامران میاں کے شب و روز آج کل رخشی کی سنگت میں گزر رہے تھے۔ رات گئے وہ اسے گھر چھوڑ جاتے‘ آخر کار آٹھویں دن آمنہ کھڑے کھڑے کچن میں ہی دھڑام سے گری وہ تو شکر تھا کہ وصی گھر پر ہی تھا‘ بھاگم بھاگ اسے لے کر ہسپتال پہنچا لیکن بہت دیر ہوچکی تھی۔ ان لوگوں کی بے حسی سے دنیا میں آنے سے پہلے ہی ایک معصوم روح ماں کے پیٹ میں دم توڑ گئی تھی۔ ساس‘ نندوں کا تو نہیں پتہ‘ وصی البتہ چپ ضرور ہوگیا تھا‘ نفیسہ بیگم‘ عرفان اور عائشہ بھی ہسپتال پہنچ چکے تھے۔ آمنہ کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر نفیسہ بیگم اسے گھر لے آئی تھیں۔ وصی رات تک وہیں رہا تھا۔ شگو آپا اور ان کی بیٹیوں نے آنا تو دور فون تک کرنا گوارا نہیں کیا تھا۔ اگلے آنے والے کئی دن ایسے ہی گزر گئے۔ عرفان صاحب بھی حیران تھے کہ ان کی بیٹی نے اتنا بڑا صدمہ جھیلا تھا اور ان کی بہن ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے ابھی تک مزاج پرسی کو نہ آسکی تھیں۔ وصی نے شرمندہ سے لہجے میں بتایا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور بہنیں اس لیے نہ آسکیں کہ زریں آپا سے ملنے آنے والے مہمانوں میں بری طرح مصروف ہیں۔ آمنہ کو تب سے ہی ایک چپ لاحق تھی۔ وصی آکر بیٹھ کر چلا جاتا وہ خلاؤں میں کچھ تکتی نظر آتی۔ زہرہ آئی تھی اس کے پاس اور رو رو کر بہن کو بتایا تھا کہ اب تو کامران نے رات کو بھی گھر آنا چھوڑ دیا ہے اور آخر کار کچھ ہی دنوں میں شگو بیگم کی بیماری اور اس کی بیٹیوں کی مصروفیت کا پول کھل گیا جب کسی رشتہ دار نے آکر خبر دی کہ ایک دن پہلے ہی شگو بیگم کے گھر میں دو نکاح

کی تقریب تھیں۔ کامران کا رخشی کے ساتھ اور جنید کا ان کی بیٹی اُفشین کے ساتھ اسی لیے اس دن وصی بھی حسب معمول نہ آسکا تھا۔ عرفان صاحب نے بہت رنجیدگی سے بہن کو فون کیا تھا۔

"ساری دنیا مجھ سے آپ کے بارے میں کیا کیا نہ کہتی رہی آپا! میں نے سب کچھ جھٹلایا حتیٰ کہ نفیسہ کو بھی اپنی بچیوں کو بھی کہ میری بہن کیسے اتنی خود غرض ہوسکتی ہے کہ اپنے بھائی کی بچیوں کے گھروں میں ہی آگ لگا دے...... پر جو میں نے ان دنوں میں دکھا' سوچا' جانچا اور پرکھا تو پتہ چلا میں ہی غلط تھا۔ شگو آپا آپ شروع سے اتنی ہی خود غرض تھیں۔" ان کے ٹوٹے ہوئے لہجے میں ایک بھائی کے مان کے ٹوٹنے کی کرچیاں بکھری ہوئی تھیں۔ آنچ دیتا وہ لہجہ اثر تب کرتا اگر جوا گلا زندہ ضمیر شخص ہوتا۔ شگو آپا اتنی دیر ان کی تلخ باتوں کے آئینے میں اپنی شکل نہ دیکھ پائیں اور چیخ پڑیں۔

"بس کرو عرفان ایسا کیا ظلم کر ڈالا تمہارے ساتھ جو یوں حساب کتاب لینے کھڑے ہوگئے ہو۔ یاد کرو تو کامران پر میری رخشی کا حق تھا اور پہل تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔ زہرہ نے ڈاکا ڈالا تھا میری بیٹی کے حق پر اور اپنا حق واپس لینا کوئی گناہ نہیں...... تم جو یوں اچھل اچھل کر اپنی بیٹیوں کی مظلومیت کے قصے رو رہے ہو تو اتنا بھی نہیں پتا کہ بغیر وجہ کے بیٹی کو پندرہ دن سے گھر بٹھایا ہوا ہے تو ایسے تو گھر نہیں بنتے میاں' عورتوں کے ساتھ سو طرح کے مسائل اور اونچ نیچ چلتی رہتی ہے' عمر بھر یہ کیا کہ گھر چھوڑ کر ماں باپ کے گھر ڈیرے جمالیے جائیں۔ ہاں میاں جب ماں باپ کاٹھ کے الو ہوں تمہاری طرح تو ایسے ہی انگلیوں پر نچاتی ہے اولاد وصی آئے گا آج آخری دفعہ تمہاری بیٹی کو لینے نہ آئی تو پھر نتیجے کے لیے خود ہی تیار رہنا۔ میرے بیٹے کے لیے اب بھی رشتوں کی کمی نہیں ہے وہ مجھے ہی بھائی کی محبت کی ہڑک اٹھی تھی جو بھتیجی کو بہو بنا کر لے آئی وہی بھائی جو آج ماں جیسی بہن کی خوشی غم میں شریک ہونے کی بجائے بیوہ بہن پر انگلی اٹھا کے خود ہی کھڑا ہو گیا ہے تو باقی دنیا کا تو کیا ہی کہنا۔" شگو بیگم کے الفاظ نہیں تھے کوئی سنسناتے تیر تھے جو عرفان صاحب کی سماعتوں سے گزر کر دل و دماغ کو خاکستر کر گئے تھے۔ شگو آپا اب بھی تیز تیز کچھ بول رہی تھیں پر انہوں نے ڈھیلے ہاتھوں سے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا اور ہوا وہی جیسا شگو آپا چاہتی تھیں۔ شام کو جب نظریں چرائے وصی ان کے ہاں آیا تو اس کے ساتھ آمنہ نہیں تھی اپنی انا' خودداری' عزت نفس پر پاؤں رکھ کر ایک ایسی لاش گئی تھی جس کی ایک بیاہی بہن (زہرہ) ماں باپ کی دہلیز پر بیٹھی تھی' دنیا اسباب نہیں دیکھتی' پس منظر نہیں کھنگالتی' بس وہی دیکھتی ہے جو نظر آرہا ہوتا ہے' اس نے ان دنوں میں ماں باپ کے مرجھائے ہوئے چہرے دیکھے تھے' عائشہ کا بے رونق اور سست انداز نوٹ کیا تھا جس کے ایک دو رشتے آگر آئے بھی تھے تو شگو آپا کی پھیلائی گئی من گھڑت کہانیوں کی بدولت انہوں نے دوبارہ آنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ سب کچھ ٹھیک کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی لیکن صرف انا اور عزت نفس کو کچل کر وہ کچھ تو ٹھیک کرہی سکتی تھی پھر اس کے ماں باپ نے یہی سکھایا تھا کہ نہ تو روشنی سب کے لیے ہوتی ہے نہ اندھیرے سب کے لیے۔ وہ مقدر بنانے والا بہترین منصف ہے۔ اسی ایک سہارے کی بدولت وہ اس دوزخ میں دوبارہ لوٹ آئی تھی اس کولہو کے بیل کی طرح جو ساری زندگی چکر ہی لگاتا رہتا ہے وہ بھی جت گئی تھی اپنے مدار کے گرد۔ کامران بھائی کا قیام اب مستقل اس کے گھر ہی تھا۔ اس کی ساس بھی شاید اسی کے انتظار میں تھی کہ وہ بے دام باندی آئے تو گھر میں شادی کی تاریخ رکھ دی جائے' جنید کے ساتھ اُفشین کی شادی کا سارا بکھیڑا بھی آمنہ کے سر تھا جنید نجانے کیوں فنکشنز میں اس سے نگاہیں چراتا رہا' ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آکر دم توڑ جاتی۔ عرفان صاحب کے گھرانے سے البتہ صرف نفیسہ بیگم بارات کے فنکشن میں شریک ہوئی تھیں کچھ بھی تھا بیٹی کا سسرال تھا اور بیٹیوں کے والدین کو اپنی بچیوں کی خوشی کے لیے بہت سے ان چاہے قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔

زہرہ ابھی تک نفیسہ بیگم کے ہاں تھی اور اللہ نے اسے

اولاد کی خوش خبری سے نوازا تھا۔ گھپ اندھیروں میں ننھی سی روشنی کی کرن ٹمٹمائی تھی۔ زہرہ نے کامران کی سب زیادتیاں بھلا کر اسے فون پر یہ خوش خبری سنائی تھی لیکن دوسری طرف سپاٹ سا انداز محسوس کر کے ساری خوشی اندر ہی اندر مر گئی تھی۔ وہ سادہ لڑکی نہیں جانتی تھی کہ خوشیوں کا تعلق بھی دل سے وابستہ افراد کے ساتھ ہوتا ہے جن سے دل کی وابستگی ہو ان کی طرف سے ملنے والی ہر خوشی بھی اچھی لگتی ہے اپنی لگتی ہے جب کہ اس کے خاوند نے اسے کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں تھا۔ مرد عورت کے ناز' ادائیں' نخرے اور بے جا فرمائشیں صرف تب تک برداشت کرتا ہے جب تک عورت محبوبہ ہوتی ہے بیوی بنتے ہی وہ اپنی مردانگی کا خول پھر سے خود پر چڑھا لیتا ہے' صرف تین ماہ میں ہی کامران رخشی کے یہ طور طریقے برداشت کر سکا تھا پھر اسے یہ سب کچھ کھٹکنے لگا تھا۔ ان تین ماہ میں رخشی نے صرف ناز ہی اٹھوائے تھے۔ ہر روز وہ شاپنگ اور ہوٹلنگ کے لیے تیار ہوتی' کھانا بھی زیادہ تر بازار سے منگوایا جاتا کہ گھر کا پکا ہوا کھانا وہ کم ہی پسند کرتی تھی۔ آئے روز کی شاپنگو سے کامران پر دن بدن قرضہ چڑھتا جا رہا تھا۔

کامران چپ چاپ گھر میں پھرکی کی طرح پھرتی آمنہ کو جو کبھی کسی کام میں مصروف ہوتی تو کبھی کسی کام میں دیکھتا تو نجانے کہاں سے ایک سادہ سی لڑکی کا سراپا چھم سے آنکھوں کے سامنے آ جاتا جو روز طرح طرح کے لذیذ پکوان تیار کیے اسے اپنے پرسکون اور صاف ستھرے گھر میں منتظر ملتی تھی۔ اس کی بے رخی کبھی بھی اس کی محبت پر اثر انداز نہ ہوتی تھی۔ روز رات کو اس کے پاؤں دبا کر سونے سے بقول اس کے اسے سکون ملتا اور اپنے اٹھنے پر وہ اسے ہمیشہ بیدار ہی ملتی تھی۔ وہی گھر' وہی لوگ اور ان کے طور طریقے جو کبھی اس کے آئیڈیل تھے اسے بے طرح کھٹکنے لگے۔ بہت اصرار اور ضد کر کے وہ رخشی کو اسی گھر میں لے آیا جہاں پہلے زہرہ رہتی تھی لیکن وہ بھول گیا کہ اس کا مکان تو وہی تھا پر مکین بدل چکا تھا۔ رخشی اپنی عادتوں سے چھٹکارا پانے کو تیار ہی نہ تھی' اسے خود ہی ناشتا کر کے آفس جانا پڑتا کہ اس ٹائم وہ سوئی ہوئی ہوتی' واپسی پر وہ خود تو اچھی طرح سے تیار ملتی جبکہ گھر کا دو ہفتوں میں برا حشر ہو گیا تھا' وہ گھر جہاں گرد کا ایک ذرہ بھی نہ ملتا تھا' اب مٹی اور دھول سے اٹا ہوا تھا۔ آخر کار مصنوعی محبت کا یہ چولا محض تین ماہ میں ہی اپنی خوب صورتی کھو بیٹھا' کامران فطرتاً صلح جو آدمی تھا۔

اس نے بہت دفعہ رخشی کو آرام سے' پیار سے اس ڈگر پہ لانے کی کوشش کی جو کہ ایک گرہستن کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ آئے دن کی چخ چخ سے تنگ آ کر وہ پہلی دفعہ روٹھ کر میکے چلی گئی' کامران کو اسے پھر ڈھیروں پیسے خرچ کر کے شاپنگ کی مد میں' ایک اچھے ہوٹل میں کھانا کھلا کے اور شگو بیگم کی بری بھلی سن کر منا کر لے آنا پڑا' دوسری بار صرف منتوں سے اور تیسری بار اس نے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ سات دن ہو گئے تھے ان کے تازہ ترین جھگڑے کو وہ روز فون کرتا سنجیدگی سے یہ پوچھنے کے لیے کہ آخر وہ کیا چاہتی ہے' لیکن اول تو وہ موبائل ہی بند کر دیتی' لینڈ لائن پر کال کرتا تو پتہ چلتا کہ سوئی ہوئی ہے یا باہر گئی ہوئی ہے' غصے اور بے چارگی سے کھولنا اب اس کا مقدر بن چکا تھا۔

❀......❀......❀

''بس اماں بہت ہو گیا میں بھی فیصلہ کر کے آئی ہوں اب اس جہنم میں پھر نہیں جانا' جس میں پتہ نہیں کیا سوچ کر مجھے آپ نے جھونک دیا ہے' غضب خدا کا وہ مکار بوڑھی عورت جو میرے جاتے ہی بیمار پڑی ہے تو بستر سے اٹھنے کا نام نہیں لے رہی کم بخت...... بیٹا ہے تو کاٹھ کا الو ماں کا دیوانہ' کچھ کہوں تو کہتا ہے کہ تمہارا فرض ہے میری ماں کی خدمت اور کس لیے بیاہ کر لائے ہیں تمہیں۔ تمہاری ماں تو تھکتی نہیں تھی تم بہنوں کے سگھڑاپے کی کہانیاں سنا سنا کے' مجھے تو ان تین ماہ میں سلیقہ نام کا دکھائی نہیں دیا۔'' یہ شگو آپا کی تیسرے نمبر والی بیٹی تھی افشین تھی جس کو بڑے چاؤ سے اس کی ساس بیاہ کر لے گئی تھیں' پر اب وہی ساس اس سے بے حد تنگ تھیں۔ ابھی وہ اپنی ساس اور شوہر کے قصیدے پڑھ ہی رہی تھی کہ آمنہ لوازمات کی ٹرے کے ہمراہ اندر آئی تھی۔ افشین کو ایک بار

پھر بڑی زور کا غصہ آیا۔

"پتہ نہیں کیا میسنیاں جادو کرتی ہیں کہ ساس تو ساس جنید تک مجھے سنا چکے ہیں کہ عائشہ جیسا ہیرا چھوڑ کر مجھے اپنالیا..... تو یہ ان کے گناہوں کی سزا ان کو مل رہی ہے۔" وہ کینہ توز نظروں سے اس کو دیکھ کر غصے سے بولی۔

وہ کینہ پرور یا حاسد نہیں تھی پر نجانے اس کی یہ بات سن کر نجانے کیوں سکون کی ایک لہر آمنہ کے اندر تک اتر کر اسے سرشار کرگئی تھی۔ اسے اپنے ابا کے الفاظ یاد آئے تھے جو انہوں نے اسے جب وہ بے حد ملول و رنجیدہ اس گھر میں واپس آئی تھی کہے تھے۔

"بیٹا' ہمیشہ یاد رکھنا کہ اللہ ظالم کی رسی دراز ضرور کرتا ہے پر جس پل کھینچتا ہے پھر ایسے لوگوں کو نہ تو آسمان پناہ دیتا ہے نہ زمین' بس اللہ کے انصاف کا انتظار کرنا میری بچی' دوسروں کی بیٹیوں کی سیج جلا کر جو لوگ نئے رشتے بناتے ہیں وہی رشتے ایک دن انہی لوگوں کے لیے ناسور بن جاتے ہیں' میں اپنی آپا کو بددعا نہیں دیتا لیکن اتنا یقین ضرور ہے کہ ایک دن میری بچیوں کو بھی ان کے حصے کی خوشیاں ضرور ملیں گی۔" اس پل جھکے کندھوں اور آنسو بھری آنکھوں والے باپ کو دیکھ کر وہ تینوں رو دی تھیں۔ زہرہ' عائشہ اور وہ۔

"ارے تمہاری ماں ابھی زندہ ہے میری جان' مت پریشان ہو دیکھنا وہ کھنی رضیہ ناک رگڑے گی پھر بھیجوں گی تمہیں واپس' کیسے میٹھی زبان بولتی تھی شادی سے پہلے' میرے گھر کا اجالا' میرے آنگن کا چاند' کم بخت نہیں جانتی کہ شگو سے پالا پڑا ہے اس بار تو کھڑی کیا کن سوئیاں لے کر خوش ہو رہی ہے نامراد جا دفع ہو یہاں سے۔" آمنہ کے خیالات کا سلسلہ شگو آپا کی تیز آواز نے توڑ ڈالا وہ تیزی سے دوبارہ کچن کی سمت آ گئی۔ شگو آپا کی قسمت اچھی تھی کہ ساری زندگی ماں کے گھر جب تک رہی بھائی کو تگنی کا ناچ نچائے رکھا' پھر سسرال میں میاں بیچارے شریف ملے تو ساس کو دن میں تارے دکھائے' وہ بیچاری اپنی قسمت کو روتے گزر گئیں' اپنی ناعاقبت اندیشی' بدسلیقگی اور دوسروں کا گھر برباد کرنے کے لیے کن سوئیاں لینے کی ادا آگے ایک کی چار لگانے کی جس ڈگر پر خود چلیں اپنی ساری اولاد کو چلایا' میاں کے گزر جانے کے بعد اور شیر ہوگئیں کہ جوان اولاد کا ساتھ تھا۔ پر نہیں جانتی تھیں کہ ہر انسان کے صبر اور ضبط کی ایک حد ہوتی ہے' جب وہ توڑ دی جائے تو کچھ نہیں باقی بچتا۔ نہ احترام نہ مان نہ محبتیں اور نہ ہی رشتے۔

انہی دنوں آمنہ کو میکہ کی طرف سے جو خوش خبری سننے کو ملی اس نے اسے سرشار ہی کر ڈالا تھا۔ زہرہ کو اللہ نے ایک صحت مند بیٹے سے نوازا تھا اور رخشی کے ہٹ دھرم رویے سے بیزار کامران تک یہ خبر جب پہنچی تو وہ رہ نہ سکا اور فوراً ہی عرفان صاحب کے ہاں جا پہنچا اور اپنی تمام غلطیوں کی زہرہ اور ان میاں بیوی سے معافی طلب کر کے اپنے جگر کے ٹکڑے کو سینے سے لگا لیا تھا۔ اندر دور تک ٹھنڈک سی پھیل گئی تھی۔ اس دن اس چھوٹے سے گھر میں خوشیاں بہت دن بعد مہمان بنی تھیں اور وہ مہمان نواز لوگ تھے۔ رخشی تک یہ خبر جب پہنچی کہ کامران زہرہ اور اپنے بچے کو گھر لے آیا ہے تو گویا انگاروں پر ہی لوٹ گئی تھی۔ اس نے خود ہی کامران کو فون کیا تھا کہ وہ زہرہ کو اگر دوبارہ گھر سے نکال دے تو وہ واپس آنے کو تیار ہے ورنہ اسے فوراً طلاق چاہیے اور کامران جو حقیقت کو کب سے جانچ رہا تھا وہ مزید کسی بے وقوفی کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا' سو اس نے رسان سے رخشی کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ زہرہ کی موجودگی میں ہی اسے اس گھر میں رہنا ہے تو اس گھر کے ساتھ اس کے دل کے دروازے اس کے لیے کھلے ہیں پر شگو بیگم جیسی مائیں ہی ہوتی ہیں جو اولاد کو غلط راستہ دکھا کر اور ان پر چلا کر ان کے گھروں کو برباد کرنے کا سبب بنتی ہیں' سو مفاہمت کی ہر راہ بند ہوگئی تھی۔ عرفان نے بہن کی تمام کوتاہیاں بھلا کر ایک بار پھر بہن کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ بیٹی کا گھر بسانے کی کوشش کرے نہ کہ بگاڑنے کی۔

"میری بیٹی کھلی بانہوں سے رخشی بیٹی کے استقبال کے لیے تیار ہے' شگو آپا اس کی طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی میں وعدہ کرتا ہوں۔" وہ بہن کو

سمجھانے کا تہیہ کرکے آئے تھے پر اللہ ہدایت انہیں دیتا ہے جو ایسی نعمت کے طلب گار ہوں۔

"اے جاؤ میاں سب کچھ کرکرا کے اب معصوم بن کے آگئے ہو' تمہاری بٹی میری بٹی کے گھر عیش کرے اور میں تمہاری دوسری بٹی کو آنکھوں کے سامنے راج کرتا دیکھوں' ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا' اس کو بھی ساتھ لے جاؤ' اس کی اب اس گھر میں کوئی جگہ نہیں۔ ہاں ہمارا بچہ ہمارے پاس رہے گا۔" شگو آپا نے انتہا ہی تو کرڈالی تھی پھر نہ آمنہ کی منتیں کام آئیں نہ عرفان صاحب کا ہاتھ جوڑ کر اپنی شگو آپا سے معافی طلب کرنا کہ اس میں آمنہ کا کوئی قصور نہیں ایسا ظلم مت کریں لیکن جب اپنا سکہ ہی کھوٹا اور کمزور ہو تو دفاعی مورچے کمزور پڑجایا کرتے ہیں۔ وصی' بیٹے کو آمنہ سے چھین کر کمرے میں گم ہوگیا تھا اور وہ دونوں ایک بار پھر اسی دہلیز سے لٹے پٹے نکلے تھے' آمنہ بیٹے کے غم میں اور اس کا بیٹا ماں کی جدائی میں بیمار ہوگیا تھا۔ ایسی پریشان کن صورت حال میں کامران نے رخشی کو فون کرکے کہا تھا کہ وہ اسے الگ گھر میں رکھنے کو تیار ہے پر آمنہ کو واپس بلالیا جائے لیکن ان لوگوں کی ہٹ دھرمی ہنوز قائم تھی کہ زہرہ کو طلاق دے تو پھر ہی کچھ سوچا جائے گا۔ آخر غصے میں آکر کامران نے رخشی کو طلاق کے کاغذات بھجوا ہی دیئے تھے کہ اسے پتہ چلا تھا کہ رخشی نے اپنے تعلقات کی ڈور ایک نئے آنے والے ہمسائے میں الجھا لی تھی جو کہ دبئی پلٹ اور ایک بیوی بھگتایا ہوا تھا اور بے تحاشا دولت مند بھی تھا۔ اس سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوسکا تھا۔

❁......❁......❁

"بہن آپ یقین جانیں کہ آپ کی تربیت اور آپ کی بیٹیوں کے حسن سلوک کی تو سارا خاندان مثال دیتا ہے' میں بھی آخر شگو بیگم کی ڈسی ہوئی ہوں جس نے زریں جیسی پھوہڑ اور زبان دراز بیٹی کو میرے بیٹے کا بنا کر میرا پورا بیٹا ہی ہتھیالیا' ان شقی القلب لوگوں میں جیسے آمنہ بٹی نے گزارا کیا میں خود گواہ ہوں' اب زریں بیگم اپنی سب سے چھوٹی بہن کو میرے چھوٹے بیٹے کے سر منڈھنا چاہتی ہے' لیکن میرا بیٹا ماشاء اللہ خود سمجھدار ہے کہتا ہے اماں بھابی کے خاندان کا کوئی پیس لاکر میں نے اپنا گھر جہنم نہیں بنانا' آپ آمنہ بھابی کی بہن کا ہی رشتہ لے کر جائیں' مجھے اپنا گھر ویسا نہیں چاہیے جیسا بھابی کی ماں کا ہے' یا زریں بھابی کا ہے' یقین کریں میرے دل کی کلی ہی تو کھل گئی کیسا انمول ہیرا جیسی لڑکی آنکھوں کے سامنے بھی اور میں یہاں وہاں پھر رہی تھی۔" یہ شگو آپا کی بڑی بٹی زریں آپی کی ساس تھیں جو نفیسہ بیگم کی بیٹیوں کی تعریف میں رطب اللسان تھیں۔ پھر نصیب بنانے والا ایسے ایسے راستے کھولتا ہے کہ انسانی عقل دنگ ہی رہ جاتی ہے۔ عائشہ کی شادی جھٹ پٹ طے پاگئی تھی' زریں آپی کے بے حد لائق فائق انجینئر دیور سے' جن پر وہ بہت عرصہ سے نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔ شگو آپا کے گھر سے کوئی شریک نہیں ہوا تھا۔ ایک آمنہ ہی تھی جو دن بدن گھلتی جارہی تھی آخر جب اس کے بیٹے کی جان کے لالے پڑے تو وصی افتاں و خیزاں اسے لے گیا۔ جب بچے کو ہسپتال داخل کرانا پڑا تھا۔ شگو آپا نے انتقام میں بچے کو رکھ تو لیا تھا لیکن بچے کو رکھنے کی ذمہ داری نہ نبھا سکی تھیں۔ ان کی اپنی مصروفیات تھیں پھر بیٹیاں بھی اپنی روش پر قائم تھیں وہ کب اتنے چھوٹے بچے کی ذمہ داری سنبھال سکتی تھیں سو جلد ہی بچہ مرجھا گیا تھا اور اس کی پوری ذمہ داری وصی پر آگئی تھی۔ آمنہ زارو قطار روتے ہوئے اسے سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔ ماں کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر رونق آگئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار آمنہ نے وصی کو پشیمان دیکھا تھا' اب یہ تھا کہ وصی نے بچے کو آمنہ کے پاس ہی رہنے دیا تھا۔ بنیادی طور پر وہ ایک کمزور مرد تھا شروع سے اس کی زندگی اپنی ماں اور بہنوں کی اجارہ داری میں گزری تھی' سو بیوی کے حقوق سے اتنا ہی واقف تھا جتنا اس کی ماں' بہنیں چاہتی تھیں۔

"لو میاں...... یہ خوب تماشا لگادیا تم نے ہماری عزت کا بیچ چوراہے' وہ عرفان اور اس کی بٹی جس کا اپنی دہلیز پر ماتھا رگڑوانے کے کتنے ہی سہانے سپنے جوڑے بیٹھی ہوں سارے چکنا چور کرڈالے۔ میں کہتی ہوں مرد کا بچہ ہے تو جا

اور لے آ اسے واپس۔" شگو آپا کے تو اوسان خطا ہو گئے' جب وصی نے آہستہ سے بتایا کہ بچہ آمنہ کے ساتھ اپنی نانی کے گھر ہے۔

"اماں میں سب کچھ برداشت کرسکتا ہوں لیکن اپنے بچے کو جیسے میں نے بلکتے دیکھا ہے پھر اس کی حالت جس طرح سیریس ہوگئی تھی خدانخواستہ کچھ ہو جاتا میرے بچے کو تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتا۔"

"لو بیمار ہی پڑا تھا' مر تھوڑی گیا تھا وہ۔"

"بس کریں اماں...... اللہ کے لیے بس کریں' یہ نہ ہو میں آپ کا احترام بھول جاؤں' آج اپنی اولاد کی بربادی کی ساری ذمہ دار مجھے آپ نظر آرہی ہیں' ابھی بھی فیصلہ کرلیں' بہت کچھ بگڑنے سے بچ سکتا ہے۔" اپنے بیٹے کے مرنے کی بات سن کر وہ تڑپ ہی تو گیا اور منہ سے وہ سب کچھ نکل گیا جو دل میں کچھ عرصے سے پنپ رہا تھا۔ انتہائی فرماں بردار بیٹے کے منہ سے یہ بات سن کر وہ ساکت ہی تو رہ گئیں۔ رخشی کا نکاح اس کی عدت پوری ہوتے ہی اسی امیر زادے سے شگو آپا نے خاموشی سے کردیا تھا۔ انہیں وصی کے تیور ہولا رہے تھے جو بہت کم گو ہوتا جارہا تھا' اب نہ تو ان کی محفلوں میں شریک ہوتا نہ ہی آفس سے واپسی پر ان کے پاس حاضری لگواتا بس گھر آکر چپ چاپ اپنے کمرے میں پڑا رہتا۔ رخشی کا میاں اسے لے کر دبئی چلا گیا تھا۔ اُشمین ابھی تک ان کے گھر تھی۔ اس کی ساس ایک بار آئی تھیں اسے منانے پر ان ماں بیٹی کی شرط سن کر الٹے قدموں واپس لوٹ گئی تھیں۔ جب یہ سنا تھا کہ اُشمین کو الگ گھر چاہیے۔ جاتے جاتے ایک بار وہ اُشمین کے پاس رکی تھیں۔

"بیٹی میں تمہاری ماں کی طرح ہوں' جنید میرا جینے کا واحد سہارا ہے' ایک بات ضرور سوچنا کہ جیسا تقاضا تمہاری ماں نے میرے سامنے رکھا ہے کہ میری بیٹی کا گزارا تمہارے ساتھ ممکن نہیں ہے اپنے بیٹے سے کہو الگ گھر لے اور اسے آکر لے جائے' ایسا ہی تقاضا اگر تمہاری بھابی تمہارے اکلوتے بھائی کے سامنے رکھے تو کیا کرو گی تم؟ کیا اس کی فرمائش پوری کرو گی؟" اس کے بعد وہ رکی نہیں تھیں فوراً ہی بیرونی دروازہ پار کر گئی تھیں۔

"ارے کم بخت رکتی تو سہی' میں اسے بتاتی کہ میری شہزادی بیٹی کو اس جنم جلی آمنہ سے ملانے کی جرأت کیسے ہوئی اس کی' پھر میرا بیٹا جس نے بیوی کو نکالا ہے تو اس کے گنوں کی وجہ سے...... ہونہہ۔" شگو آپا اپنے دل کی تسلی کو بول رہی تھیں یا دل میں لگی اس آگ کو کم کرنے کو جو رضیہ بیگم (اُشمین کی ساس) کی بات نے ان کی دل میں لگائی تھی۔ کوئی نہ جان سکا' ہاں اُشمین ضرور خاموش ہوکر ماں کی شکل دیکھتی رہ گئی۔ اپنے کمرے کے دروازے میں کھڑے وصی نے یہ سب سنا تھا ماں کے اس ردعمل پر ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آکر دم توڑ گئی تھی۔ وہ نافہم انداز میں سر کو جھٹکتا پھر سے اندر چلا گیا تھا۔

رخشی نے جیسے جیتے جی جنت پالی تھی' وہ اپنے خوابوں کا شہزادہ ملنے پر' اپنے خوابوں کی جنت زمین پر حقیقت بنے دیکھ کر بے حد خوش تھی۔ کامران سے جان چھڑانے اور اس سے طلاق لینے کا فیصلہ اس کے حق میں اتنا اچھا ثابت ہوگا یہ احساس اسے اب ہو رہا تھا۔ کاشف ایک خوب صورت کھلے اور فرنشڈ اپارٹمنٹ کا مالک تھا جو کہ ہر طرح کی آسائش سے مزین تھا' ان چند دنوں میں کاشف نے اسے دبئی' شارجہ کا چپہ چپہ دکھا ڈالا تھا۔ اس کا وہاں بہت بڑا بزنس تھا۔ آج بھی کاشف آفس کے کسی ضروری کام سے اسے چھوڑ کر روانہ ہوا تھا اور کہہ کر گیا تھا کہ وہ شام کو تیار رہے' آج ایک دوست اور بزنس پارٹنر نے ان کے اعزاز میں دعوت رکھی ہے۔ بہت دنوں بعد رخشی گھر پر تھی' تو پہلے پہل اٹھ کر ناشتا کرنے کے بعد اب مالکانہ حقوق کے احساس کے ساتھ گھوم کر پورے اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پاکستان اماں سے کال ملا کر لمبی بات کی اور انہیں اپنی خوشیوں میں شریک کرنے کے ساتھ وصی کے بدلتے رویے پر تشویش کا اظہار بھی کیا تھا۔

"یہ کیا بے وقوفی کرڈالی اس نے' اس گھنی آمنہ کو اپنا بچہ

مل گیا ہے اب بھلا کب آئے گی وہ اس گھر میں۔ میں تو کہتی ہوں کہ وصی کو ہی نکیل ڈال لیں یہ نہ ہو ہم منہ تکتے رہ جائیں اور وہ بیوی سے چوری چھپے رابطہ بھی رکھ رہا ہو۔ اتنا بھی خیال نہ آیا اس کو کہ اسی مسینی کی خالہ نے اس کی بہن کا گھر اجاڑا اور اب عیش کررہی ہے۔" حسد کی چنگاری بھڑک کر آگ بنی اور اس نے اماں کو وصی کو قابو کرنے کے اور آمنہ اور زہرہ وغیرہ کو سبق سکھانے کے کئی سبق سکھا ڈالے۔ "افشین سے کہنا پریشان نہ ہو دیکھنا چند ہی دنوں میں کیسے سر کے بل آئے گا اس کا میاں۔" افشین چونکہ سو رہی تھی سو اس نے افشین کے لیے بھی کچھ ہدایات جاری کیں پھر ایک لمبی سی بات کے بعد مطمئن ہو کر فون بند کیا' شام تک کا وقت اس نے ایسے ہی گزارا۔ ٹی وی دیکھ کر' رسائل کا جائزہ لے کر' کھانا کھایا پھر شام کی دعوت کے لیے کپڑوں کی سلیکشن کر کے لمبی تان کر سوگئی۔

❁......❁......❁

آمنہ اگرچہ مطمئن تھی پر خوش ابھی بھی نہیں تھی' وصی جتنا بھی بے حس اور لاپروا سہی اس کا شوہر تھا۔ اس گھر میں اس پر جتنے بھی ظلم کیے گئے ہوں پھر بھی وہ گھر اسے عزیز تھا۔ زہرہ اور عائشہ اپنے اپنے گھروں میں بے حد خوش تھیں۔ کامران اور زہرہ ہر دوسرے تیسرے روز ان کے گھر چکر لگاتے' اسی طرح عائشہ بھی اپنے میاں کے ساتھ آجاتی ایسے میں آمنہ کے سسرال کی بے حسی اور ڈھٹائی پر وہ سب کڑھ کر رہ جاتے۔ وصی اگرچہ بچے کو آمنہ کے حوالے کرہی چکا تھا لیکن اس کے بعد اس نے پھر رابطہ نہیں کیا تھا۔ پھر عام دنوں جیسا ہی ایک دن تھا جب آمنہ بچے کو تھپک کر سلارہی تھی کہ عرفان بے حد پریشان سے گھر میں داخل ہوئے۔

"آمنہ بیٹا...... ماں کو بلاؤ اپنی اور تم بھی تیار ہو جاؤ' اسپتال جانا ہے۔" آمنہ ان کے پریشان لہجے پر گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

"الٰہی خیر......! کیا ہوا ابو' کون ہے اسپتال میں؟" اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"آپا پر فالج کا اٹیک ہوا ہے صبح' وصی کا فون آیا ہے ابھی میرے پاس۔" وہ بے حد سنجیدہ سے بولے۔ کچھ بھی تھا وہ ماں کی طرح ہی محبت کرتے تھے شگو آپا سے اور اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی ایک ہلکی سی دراڑ جو دل میں آئی تھی' وہ ان کی بیماری کی خبر سن کر خود ہی بھر گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ تینوں اسپتال کی طرف روانہ تھے۔

"اللہ گواہ ہے ایوان کے رویے پر بہت خار کھانے کے باوجود میں نے ان کے لیے ایسی بددعا کبھی نہیں کی۔" آمنہ نے راستے میں آہستگی سے باپ کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے پتا ہے بیٹا' اپنی اولاد کو مجھ سے بہتر بھلا کون جانتا ہوگا۔" انہوں نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

فالج نے شگو بیگم کی ٹانگیں بالکل بیکار کردی تھیں۔ جسم کے باقی حصے البتہ تھوڑے بہت متاثر ہوئے تھے۔ ان کے پاس وصی کے علاوہ افشین اور چھوٹی بیٹی شہرین تھی جو کہ فرسٹ ایئر کی طالبہ تھی۔ پندرہ دن بعد شگو آپا کو ڈاکٹرز نے ڈسچارج کیا تو ہدایات کی ایک لمبی لسٹ بھی ساتھ تھی کہ ان کا علاج ممکن تھا لیکن اس کے لیے بہت وقت اور احتیاط درکار تھی۔ زریں آپا بھی پہنچ چکی تھیں ہاں رخشی سے بہت کوشش کے باوجود رابطہ نہیں ہو پارہا تھا۔ عرفان نے سب کے سامنے اسپتال میں آمنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ بھی اپنے گھر جائے اس کی ساس کو اس کی ضرورت ہے۔ یوں آمنہ ایک بار پھر ان سب کے ساتھ اسی دہلیز پر چلی آئی تھی۔ جہاں سے بری طرح دھتکاری گئی تھی۔ اس نے جی جان سے شگو آپا کی خدمت کا بیڑہ اٹھالیا تھا۔ زریں آپا واپس لوٹ گئی تھیں۔

انہی دنوں جنید کی طرف سے ملنے والے طلاق کے کاغذات نے افشین کو پاگل ہی کر ڈالا تھا۔ وہ جو الگ گھر کے خیالوں میں تھی اور کئی خواب سجا کے بیٹھی تھی بری طرح چیخ چیخ کر روئی بستر پر پڑی ماں کو جی بھر کر کوسنے دیئے۔

"آپ کی وجہ سے ہوا ہے یہ سب' آپ ایک اچھی گرہستن ہوتیں تو ہمیں بھی گھر بنانے کے گن دیتی ناں۔ ارے آپ نے تو بس دوسروں کو برباد کرنا سکھایا ساری عمر اور دیکھا اللہ نے کیا کیا آپ کے ساتھ۔" اپنی ساس سے

سخت نالاں سہی پر جنید سے بہت محبت تھی اسے۔ خاموش لیٹی شگو آپا کی آنکھوں میں ایک ناقابل فہم سا تاثر در آیا جیسے اسے رونے سے روکنا چاہتی ہوں۔ وہ غوں غاں کر کے کچھ بولنے کی کوشش کرنے لگیں۔ آمنہ نے روتی ہوئی افشین کو قابو کرنے کی کوشش کی۔

''چھوڑیں بھابی مجھے' آپ بھی تو بیٹی تھیں ناں کسی کی' کیا آپ کو پڑھائے آپ کی ماں نے وہ سبق جو یہ ساری عمر ہمیں پڑھاتی رہیں۔ نہیں سکھائے ہوں گے یقیناً ورنہ اتنی تذلیل کے بعد آپ کبھی لوٹ کر اس گھر میں نہ آتیں' کیونکہ آپ ایک گھر بسانے والی عورت تھیں' ورنہ کیا نہیں ہوا اس گھر میں آپ کے ساتھ۔ کیا کچھ نہیں کیا ہم نے آپ کے ساتھ' مجھے تو لگتا ہے کہ آپ کی آہ لگی ہے ہم سب کو۔'' ہذیانی انداز میں بولتی اور روتی افشین کو آمنہ زبردستی وہاں سے لے گئی کیونکہ اس نے اپنی ساس کا تیزی سے زرد ہوتا چہرہ اور انداز میں بے چینی محسوس کی تھی۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہوں' افشین کو بڑی مشکل سے شہرین کی مدد سے اس نے نیند کی گولی دے کر سلایا یونہی روتے روتے اور بولتے ہوئے وہ گولی کے زیراثر جلد ہی غنودگی میں چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

وہ کسی مجسمے کی مانند ساکت تھی۔ نظریں کسی غیر مرئی نکتے پر مرکوز تھیں' خوب صورت چہرہ مرجھایا ہوا اور آنکھوں کی ویرانی دیکھ کر خوف آتا تھا۔ اسے چند دن پہلے کا وہ منظر یاد آیا جب بے حد تیار کرا کر رخشی کو کاشف دعوت میں لے گیا تھا اور کھانا کھانے کے دوران ہی ایک ضروری فون سننے کا بہانا کر کے گم ہو گیا تھا' پھر کافی دیر بعد جب اس کی فکر پریشانی میں بدلی تو وہ آدمی قہقہہ لگا کے ہنسا تھا۔ اس کے الفاظ اسے ایک بار پھر یاد آ کر ویسی ہی اذیت دے گئے جیسی اس وقت دی تھی۔

''ویسے حسن جب انجان بننے کی اداکاری کرتا ہے تو کیسے کیسے دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے میری شہزادی...... یہ بات تم جانتی ہو جبھی تو یہ ادائیں دکھا کر اس عاشق دل کو مزید تڑپا رہی ہو۔'' اس کے گال پر جھولتی لٹ کو چھو کر اس نے مکروہ انداز میں کہا تو رخشی بے حد چونک کر پیچھے ہوئی۔

''کیا بکواس کر رہے ہیں آپ' کاشف کو بلائیں' کہاں ہے وہ؟ میں اب ایک منٹ بھی یہاں نہیں رک سکتی۔'' کرسی کو تیزی سے دھکیلتی وہ کھڑی ہوگئی۔ اس کے اس انداز پر وہ آدمی ہنسا تو ہنستا ہی چلا گیا پھر اس نے اس پر یہ جان لیوا انکشاف کیا کہ کاشف شادی کا جھانسا دے کر پاکستان سے لڑکیوں کو یہاں لاتا ہے اور خود عیش کرنے کے بعد بیچ دیتا ہے' یہی اس کا کاروبار ہے اور بعض لڑکیاں تو ایسی بھی ہوتی ہیں جو دولت کی چکا چوند سے متاثر ہو کر خود ہی آنے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔ رخشی کو بھی اس نے اس آدمی کو لاکھوں میں فروخت کیا تھا وہ بہت روئی تھی' قسمیں اور واسطے دیئے تھے پر اس آدمی کو اس پر ذرا بھی رحم نہیں آیا تھا۔ اب اس آدمی کا کاروبار یہی تھا کہ کئی لڑکیاں اس کے ہاں ملازم تھیں جو جسم فروشی جیسا قبیح فعل سرانجام دینے پر مجبور تھیں' کچھ اپنی مرضی سے اور کچھ رخشی جیسی زبردستی۔ گاہکوں سے ڈیل وہ خود کیا کرتا تھا۔ اس محل نما گھر میں کئی لڑکیاں تھیں۔ اس سے موبائل لے لیا گیا تھا۔ اس گھر میں وہ پوری مرضی سے آزادانہ گھوم پھر سکتی تھیں لیکن کڑی نگرانی میں۔ رات کو باوردی ڈرائیور اور ایک گن مین تیار لڑکیوں کو ان کی منازل تک پہنچا کر واپس لوٹ آتا اور صبح مقررہ وقت پر واپس بھی لے آتا۔

''بی بی پارسائی کا اتنا ہی دعویٰ تھا تو پھر کیوں چھوڑا تھا کامران کو۔'' ضمیر کی آواز پر وہ تڑپ اٹھتی۔ اس شادی سے پہلے کامران' پھر جلیل اور بعد میں کاشف کے ساتھ اگرچہ اس نے ملاقاتیں کی تھیں' لیکن شاپنگ اور ہوٹلنگ پر ان کے تعلقات کبھی اس نہج پر نہیں گئے تھے جس پر اسے کسی قسم کی شرمندگی ہوتی اور اب گناہ کی اس دلدل میں وہ روز اترتی اور نکلتی روز مرتی تھی۔ کئی بار خودکشی کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن شاید اتنی بہادر نہیں تھی کہ موت کو اس ذلت بھری زندگی پر ترجیح دیتی۔ کچھ دن ایسے گزارنے پر اسے سیل فون کی سہولت دے دی گئی تھی لیکن کتنی ہی دیر خالی خالی نظروں

سے وہ چمکتے دمکتے فون کو دیکھتی رہ گئی کہ اب وہ اپنی ماں بہنوں اور بھائی سے بات بھی کرے گی تو کس منہ سے؟ کہے گی بھی تو کیا' کاشف کے ساتھ شادی کا فیصلہ سراسر اس کا اپنا ذاتی تھا۔ اگرچہ وصی اس حوالے سے تھوڑا متردد تھا کہ بے شک بظاہر امیر اور خوب صورت نظر آنے والا وہ شخص ان سب کے لیے انجان ہے پر شگو بیگم کی شہہ پر اس نے وصی کا ہر اعتراض چٹکیوں میں اڑا ڈالا تھا اور آج کانپتے ہاتھوں سے بہت دنوں بعد اس نے شگو بیگم کا نمبر ملایا تھا اور ایک نہیں کئی روح فرسا خبریں ملی تھیں۔ اس کی سب سے چھوٹی بہن رو رو کر اس سے پوچھ رہی تھی کہ یکے بعد دیگرے ان کے گھر پر کئی قیامتیں گزر گئیں' وہ کہاں تھی۔

''اماں کو فالج ہوگیا ہے رخشی آپا' وہ بستر پر مفلوج ایک لاش کی مانند پڑی ہیں اور افشین آپا کو طلاق ہوگئی ہے اس پر ڈپریشن کے دورے پڑ رہے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر آمنہ بھابی اور ممانی کی فیملی ہمیں سہارا نہ دیتی تو نہ جانے کیا ہوجاتا۔'' روتے ہوئے شہرین نے کئی سنسناتے تیر اس کی سماعتوں میں اتار دیے۔ ایسے حالات میں جب بربادی نے اس کی ماں کے گھر کی دہلیز پکڑ لی تھی وہ کیسے اپنی بربادی کی داستان سناتی۔ جان سے پیاری سہیلی جیسی ماں جو بستر پر لاچار پڑی تھی یا غم سے پچھاڑیں کھاتی اس بہن کو جس نے شادی کے چند ماہ بعد طلاق کا داغ ماتھے پر سجالیا تھا۔ آمنہ سے جسے انہوں نے گھر میں کبھی بہو اور بھابی کا درجہ نہیں دیا تھا بلکہ ہمیشہ ایک ملازمہ سمجھا تھا' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی' اب تک وہ کروڑوں بار اللہ کو یاد کرکے شکوے کر چکی تھی کہ آخر اس سے ایسا کون سا گناہ ہوگیا جس کی اسے ایسی سزا ملی' اب کچھ دنوں سے اپنے سارے گناہ' غلطیاں کوتاہیاں یاد آرہی تھیں' غیر محرموں سے تعلقات' ان کو اداؤں سے رجھا کر تحفے تحائف لینا گناہ ہی تو تھا' مگر کہاں اس کے کھاتے میں یہی ایک گناہ تو درج نہ تھا' گناہوں کی ایک فہرست تھی' آمنہ سے بدترین سلوک وصی کو کبھی انہوں نے اپنی بیوی کے قریب نہ ہونے دیا بلکہ حتی الوسیع کوشش کرتیں کہ اسے بیوی کے جتنا زیادہ خلاف

کیا جائے اتنا اچھا ہے۔ زہرہ سے شادی کے بعد کامران پر دوبارہ اپنی اداؤں کے جال پھینک کر کسی دوسری عورت کا گھر برباد کرنا بھی تو گناہ ہی تھا۔ جب وہ دونوں ماں بیٹیاں ڈٹ گئیں کہ کامران زہرہ کو طلاق دے جب آمنہ کو گھر سے بار بار نکال دیا گیا' وہ اپنے چہرے اور سر پر ہاتھ مار مار کر روتی رہی اور اپنے حصے میں لکھے خسارے یاد کر کے تڑپتی رہی' کوئی ایک نیکی کسی ایک اچھے عمل اور زاد راہ کا اس کی زندگی میں کہیں بھی تو گزر نہیں تھا جس کی سفارش پر وہ اللہ سے معافی طلب کر سکتی' ہر بار اپنے جسم کی تذلیل پر وہ خود کو مارتی' اذیت دیتی کہ اچھا ہوا تم جیسی عورت کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

❁......❁......❁

انشین کو اب آہستہ آہستہ قرار آتا جا رہا تھا' اس نے ایک مدرسہ میں قرآن کی تفسیر کی کلاسز لینی شروع کر دی تھیں۔ اس کی نمازوں میں باقاعدگی آ گئی تھی۔ اس کی بے قراری کو سکون مل گیا تھا۔ اب وہ ماں کو قصور وار نہیں ٹھہراتی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اپنی زندگی کی ناکامی میں وہ بھی اتنی ذمہ دار ہے جتنی اس کی ماں' آخر وہ باشعور تھی اور اللہ نے نیکی اور برائی کے راستوں کی واضح پہچان کرا دی تھی پھر بھی وہ حقوق العباد کو بھول گئی تھی۔

''بچیاں پھولوں کی طرح ہوتی ہیں' ان کی تربیت ماؤں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے جس طرح پودے کی کانٹ چھانٹ نہ کی جائے' اسے گرمی' سردی کی شدت سے نہ بچایا جائے' مناسب دیکھ بھال نہ کی جائے تو وہ خودرو ہو کر کسی بھی سمت پروان چڑھ جاتے ہیں' اسی طرح اولاد کی تربیت بھی ایسی ہی ہے ذرا سی غفلت اور لاپروائی نسلوں کو نقصان کی فصل دے جاتی ہے۔'' عالمہ کا بچیوں کو دیا جانے والا سبق سن کر اس کی آنکھیں بھر آئیں' ان کی ماں کی غفلت نے بھی تو بربادی کی فصل ہی تھمائی تھی اس کے ہاتھ میں۔ شگو آپا بالآخران کی مسلسل خدمت اور دیکھ بھال سے آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہی تھیں اور جس دن انہوں نے کانپتے ہاتھوں کو آپس میں جوڑ کر بے معنی الفاظ منہ سے نکالتے ہوئے آمنہ سے معافی مانگنے کی کوشش کی وہ ان کے ہاتھوں کو تھام کر رو دی۔

''نہیں......نہیں ایسا کر کے مجھے گناہ گار مت کریں پھوپو' یہ آپ کا منصب نہیں ہے' ماضی میں اگر کچھ ہوا بھی تو وہ میں بھلا چکی ہوں۔ اللہ گواہ ہے کہ میں نے کبھی آپ کو بددعا نہیں دی' اللہ آپ کے لیے آسانی پیدا کرے گا ان شاء اللہ۔'' وہ صابر لڑکی روتے ہوئے ان سے بس اتنا ہی کہہ پائی۔ انشین نے بے ساختہ ایک طویل سانس لی تھی۔ اب ان بہنوں کے آمنہ سے مثالی تعلقات تھے۔ وصی بھی کئی بار آمنہ سے معافی مانگ چکا تھا بس ان سب کو رخشی کی فکر تھی جو اگرچہ کال تو کرتی تھی لیکن کبھی بھی خوشی کا وہ احساس ان سب کو محسوس نہیں ہوا تھا جو شادی کے شروع دنوں میں تھا۔ واپسی کی سوال پر ایک طویل خاموشی ان کو سننے کو ملتی یا وہ لائن کاٹ دیتی تھی۔ کچھ ہی دنوں بعد پاکستان کے ایک شام کے کثیر الاشاعتی اخبار میں سب سے آخری صفحے پر ایک چھوٹی سی خبر تھی کہ ''دبئی میں ایک گیارہ منزلہ ہوٹل کی چھٹی منزل سے چھلانگ لگا کر ایک لڑکی نے خودکشی کر لی تھی۔ بہت تفتیش کے بعد اتنا پتہ چلا تھا کہ وہ رات گیارہ بجے اپنے باوردی ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں سے اتر کر چھٹی منزل کے کمرہ نمبر ۲۲۲ میں گئی تھی جہاں مسٹر اکرام نے بکنگ کرا رکھی تھی۔ مسٹر اکرام کون تھے اور وہ لڑکی کون تھی اور اس کا ان سے کیا رشتہ تھا کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا۔ بہت ڈھونڈنے پر بھی اس کا اتا پتا نہ ملنے پر لاش کو لاوارثوں کے قبرستان میں دفنا دیا گیا تھا۔ رخشی نے ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دی تھی اور زندگی کا وہ باب ختم ہو گیا تھا جس کا آغاز شگو آپا نے کیا تھا۔ شگو بیگم اور اس کے گھر والے آج کل تشویش کا شکار ہیں کہ دو ماہ سے رخشی سے ان کا کوئی رابطہ نہیں ہے لیکن اندر کہیں یہ اطمینان بھی ہے وہ ایسی ہی ہے موڈی بعض دفعہ دنوں رابطہ نہیں کرتی۔


عہدِ وفا
رافعہ ملک

لوگ کیوں بس کے اجڑ جاتے ہیں کبھی سوچا ہے
کس لیے جاں سے گزر جاتے ہیں کبھی سوچا ہے
جو نظر آتے ہیں آئینہ سی پوشاکوں میں
وہ بھی مٹی میں اتر جاتے ہیں کبھی سوچا ہے

شام کے سائے تیزی سے پھیل رہے تھے۔ دن بھر پوری آب و تاب سے چمکتا سورج مغرب کی گود میں آہستہ آہستہ غروب ہوتا جارہا تھا۔ تھکے ہارے پرندے اپنے آشیانے کی جانب محو پرواز تھے۔ وہ چھت پر بنی چار دیواری پر کہنی ٹکائے شام کے اس منظر کو انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ مؤذن کی صدا ''اللہ اکبر'' بلند ہوئی تو اس کا انہماک ٹوٹا۔ یونہی اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو نمی کا احساس ہوا۔ اس کا اضطراب مزید بڑھ گیا تھا۔ اس نے چہرہ صاف کیا اور آہستہ قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی پھر نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اک آزردہ مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا ساتھ ہی دو آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پر لکیر بناتے ہوئے اس کے دوپٹے میں جذب ہوگئے۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے چہرہ صاف کیا اور تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔ صحن میں بیٹھے لوگوں سے نظریں چرائی غسل خانہ کی طرف بڑھ گئی اور وضو کرکے نماز پڑھی اور جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو جیسے سارے لفظ کہیں کھو گئے تھے۔ بس آنسو تواتر سے چہرہ بھگونے لگے تھے۔

✿ ⁘ ✿

''دعا جلدی کرو یار..... ٹرین نکل جائے گی۔ پہلے ہی تم اتنی لیٹ کلاس سے نکلی ہو۔''

''ہاں یار..... آج سائیکالوجی کا ٹیسٹ تھا دیر ہوگئی۔ باقی سب چلی گئیں کیا؟''

''جی میم صاحبہ بس ہم ہی آپ کے انتظار میں رہ گئے۔ براہ مہربانی اب آپ جلدی کیجیے ورنہ ٹرین نکل جائے گی۔''

''اوکے..... بس چلو۔'' دونوں کالج کا گیٹ عبور کرکے سامنے بنی سڑک پر بہت تیزی سے چلنے لگیں سڑک پار کی اور میدان کی طرف سے ہوتی ہوئی اسٹیشن پہنچ گئیں۔ سیٹ تو کوئی تھی نہیں سو خاموشی سے ایک جانب کھڑی ہوگئیں۔

ربیعہ اور دعا کی دوستی کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا سال بھر پہلے کالج کے لیے آتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر ہی دونوں کی دعا سلام ہوئی تھی جو سال بھر میں بہت پکی دوستی میں بدل گئی۔ ربیعہ آزاد خیال لڑکی تھی کہ اس کا گھریلو ماحول بھی ایسا ہی تھا مگر دعا خاموش طبع اور لیے دیے رہنے والی سادہ سی لڑکی تھی۔ ربیعہ دعا سے ہر بات شیئر کرتی تھی مگر دعا کے پاس جیسے کہنے کو کچھ ہوتا ہی نہیں تھا۔ بس وہ رابی کو ایک نصیحت ضرور کرتی تھی۔

''محبت وحبت کچھ نہیں ہوتی' رابی کی بچی' کبھی محبت نہ کرنا بس اپنی پڑھائی پر توجہ دیا کرو۔'' رابی ہمیشہ مذاق میں بات اڑا دیتی تھی۔

''یار دعا..... ایک بات تو بتاؤ۔ کیا تمہیں آج تک کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی.....؟'' دعا نے رابی کو دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔

''اچھا.....!'' رابی نے کافی دیر سوچ کر کہا۔ ''دعا..... میری دعا ہے کہ تمہیں محبت ضرور ہو۔''

''تمہاری دعا مجھ پر اثر نہیں کرے گی رابی..... مجھے

کبھی محبت نہیں ہوگی' مجھے محبت کرنی ہی نہیں اور تم آئندہ ایسی فضول دعائیں مجھے مت دینا۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا اور رابی خاموش رہ گئی۔

❁......❖......❁

شام کا وقت اسے پسند تھا۔ ڈوبتا سورج اور پرندوں کو اپنے گھروں کی طرف لوٹتے دیکھنا پھر رات کئی کئی گھنٹے آسمان کی وسعتوں میں کچھ تلاش کرتے ہوئے اپنا درد خود سے کہنا...... کیا کہتی وہ کسی دوسرے فرد کو جب اس نے ہی نہیں سمجھا جسے سمجھنا چاہیے تھا۔ آج بھی اس کی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ مؤذن نے اذان شروع کی تو وہ اپنے خیالوں سے چونکی۔ رات تو گزر چکی تھی وہ بہت آہستگی سے اٹھ بیٹھی اور اذان سننے لگی پھر نماز کی تیاری کی۔ نماز کے لیے کھڑی ہوئی' نیت کی پھر رک گئی اور پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور رونے لگی۔ کافی دیر رونے کے بعد دوبارہ نماز پڑھی' دعا مانگی اور پھر وہیں بیٹھ گئی آہستہ آہستہ آوازیں آنا شروع ہوئیں تو اس نے جاء نماز تہہ کر کے رکھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ امی کے ساتھ ناشتا بنانے میں مدد کی اور پھر اسکول جانے کی تیاری کرنے لگی۔ پور پور اترتی تھکن اور اداسی کو اپنے اندر سمیٹ کر بمشکل خود کو مصروف اور خوش ظاہر کررہی تھی۔

❁......❖......❁

کائنات کی ہر چیز کو تغیر ہے۔ سوائے اللہ کی ذات کے تو پھر دعا اس تغیر کی زد میں کیسے نہیں آتی۔ ان دنوں بی اے کے ایگزامز ہونے والے تھے اور وہ سب کالج سے فارغ تھیں۔ یونہی وقت گزاری کے لیے دعا ایف ایم سننے لگی تھی۔ ایف ایم پر پریزنٹر حمدان سید انتہائی خوب صورت لب و لہجے کا مالک' اس کی خوب صورت آواز کے سحر میں دعا کھو جاتی۔ دعا کو پتا ہی نہ چلا اور محبت اپنا وار کر بھی گئی۔ وہ جو دعویٰ کرتی تھی کہ اسے کبھی محبت نہیں ہوسکتی...... اب اسی محبت نے اسے اپنا اسیر کرلیا تھا۔ ساری بے چینی اس کی روح کو سونپ کر محبت مسکرا رہی تھی۔

"کیوں دعا فاطمہ...... تمہیں میرے وجود سے انکار تھا ناں' اب ڈھونڈ واپنے وجود کو......" محبت مسکرا رہی تھی اور دعا حیران تھی۔ وہ محبت جس سے ہمیشہ منحرف رہی تھی' اس نے اسے سختی سے جکڑ لیا تھا۔ گویا اس کی روح میں سرائیت کرگئی تھی۔ بہت انحراف کے بعد دعا محبت کے آگے ہار گئی تھی بالآخر اپنی شکست کے اعتراف کے بعد وہ کچھ پُرسکون ہوگئی تھی اور اب خاموشی سے حمدان سید کو سنتی رہتی۔

❁......❖......❁

آج رابی بہت دنوں بعد اس کے گھر آئی تھی اور اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ بہت کمزور ہوگئی تھی۔ سفید رنگت پر آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے واضح ہورہے تھے۔

"رابی...... ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" وہ رابی کے یک ٹک دیکھنے پر گھبرائی۔

"تم یہ بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے؟ پندرہ بیس دنوں میں تم اتنی بدل گئی ہو۔"

"ارے کچھ نہیں ہوا رابی' بس تمہیں وہم ہوگیا ہے۔" وہ رابی سے آنکھیں چرا کر بولی۔

"ارے بیٹا...... میں بھی پوچھ پوچھ کے تھک گئی۔ تم ہی پوچھو نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔" دعا کی امی اس کے لیے لوازمات سمیت چائے لے آئی تھیں۔

"آپ فکر مت کیجیے آنٹی' میں ہوں ناں یہ محترمہ بس یونہی پریشان کرتی ہیں۔ آپ لائیے یہ سموسے چائے وغیرہ مجھے دیجیے' دیکھیے کیسے دیکھ رہی ہے میرے سموسوں کو۔"

"لو بیٹا...... میں ذرا مارکیٹ سے کچھ سامان لے آؤں۔" وہ مسکرا کر چلی گئیں۔

"چلیے محترمہ...... اب بتایئے کیا حادثہ ہوچکا ہے آپ کے ساتھ......" دعا نے رابی کو دیکھا اور آنسو دعا کی آنکھوں میں جھلملانے لگے۔ "دعا پلیز یار...... بتاؤ ہوا کیا ہے؟؟" دعا اسے حمدان سید کے بارے میں بتانے لگی۔ سب سننے کے بعد رابی مسکرانے لگی۔

"واقعی دعا یار...... مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ میری دعا اتنی جلدی اثر کرے گی ورنہ پہلے اپنی شادی کی دعا کرتی۔" دعا

مسکرانے لگی۔

❁......❖......❁

آج بارش خوب زوروشور سے برس رہی تھی۔ ویسی ہی بارش اس کے اندر بھی ہورہی تھی۔ اس کی مضطرب روح اب تھکنے لگی تھی۔ وہ ماضی میں کھونے لگی تھی۔ تین سال پہلے جب محبت نے اسے بدلا تھا۔ اس نے اپنے وجود کو منوایا تھا کچھ الفاظ اس کی سماعتوں میں پھر سے زندہ ہوگئے تھے۔ کسی نے اپنی محبت کا اقرار کیا تھا۔ اس کی محبت کو قبولیت کا مان بخشا تھا وہ تو آج بھی ان ہی لفظوں کی قید میں تھی اب بھی اسی موڑ پر کھڑی تھی۔

''آپ میری روح میں محبت بن کر کب اتر گئیں پتا ہی نہیں چلا۔ آپ سب سے مختلف ہیں' میرے لیے بہت اہم ہیں آپ...... میں آپ کو کبھی کھونا نہیں چاہوں گا۔'' لفظوں کا جال اس کے اردگرد پھر سے تنگ ہونے لگا تھا۔ وہ جیسے ایک بار پھر بکھرنے لگی تھی۔

وہ حمدان سید کے شو میں کال نہیں کرتی تھی پر موضوع پر اپنے خیالات خط کے ذریعہ سے ضرور پہنچاتی تھی۔ آج بھی حمدان سید کا شو شروع ہوچکا تھا اور اس کی خوب صورت آواز دعا کو جکڑ رہی تھی۔ وہ اس کے ایک ایک لفظ کو امرت کی طرح اپنے اندر اتارتی تھی۔

''پیارے سامعین...... السلام علیکم! شب غزل میں' میں ہوں آپ کے ساتھ حمدان سید۔ ہمارا آج کا موضوع ہے محبت۔ آپ اپنے خوب صورت خیالات کا اظہار ہمیشہ کی طرح فون کال کے ذریعے کرسکتے ہیں۔'' وہ اپنے مخصوص دھیمے انداز میں کہہ رہا تھا۔ شو سننے کے بعد دعا اپنے خیالات کو کاغذ پر اتارنے لگی۔

محبت اٹل حقیقت ہے۔ یہ ایسا احساس ہے جس میں صرف محبوب کی خوشی اہم ہوتی ہے۔ کائنات کی ہر چیز محبت ہے۔ اس کائنات کی بنیاد ہی محبت ہے۔ یہ محبت ہی ہے جس نے ہر چیز میں زندگی کو زندہ رکھا ہے۔ محبت کی نہیں جاتی' ہوجاتی ہے۔ ایک بے بس کردینے والا جذبہ جو انسان کو اپنے سامنے سرنگوں کرلیتا ہے۔ محبت دینے کا نام ہے۔ محبوب' محبت سے پانے کی یا چاہے جانے کی توقع نہیں رکھتا۔

''شاہ جی...... آپ نے اپنے شو میں پوچھا تھا کہ محبت میں کیا اہم ہوتا ہے' محبت کیوں ہوتی ہے...... محبت کیا ہے...... تو میں کہتی ہوں محبت دھڑکن ہے۔ محبت روح ہے۔ محبت رگوں میں گردش کرتا لہو ہے' محبت محب کو سوچ کر عقیدت سے آنکھوں سے بہنے والا آنسو ہے۔ کسی کو اپنے نام کرلینا محبت نہیں' کسی کے نام ہوجانا محبت ہے۔ محبت سانس ہے' محبت آس ہے' محبت مان ہے۔ محبت اپنی ہار ہے' محبت کسی کو عزت دینا ہے' محبت عقیدت ہے۔'' وہ بے خودی لکھتی چلی گئی۔

❁......❖......❁

اگلی رات شب غزل تھوڑی دیر سے شروع ہوا تھا۔ بارش کی وجہ سے ڈی جے حمدان سید تھوڑے لیٹ ہوگئے تھے اور دعا نے ان کی آواز سنے بنا خود کو ادھورا پایا تھا۔ وہ بہت اضطراب میں تھی مگر جب شو میں شاہ جی کی آواز سنی تو جیسے پُرسکون ہوگئی تھی۔ آج شو کا موضوع ساون تھا مگر آج اس نے لکھنے کی بجائے نمبر ملایا تھا مگر دل کی دھڑکن اتنی بڑھ گئی کہ اس نے کال ڈراپ کردی۔ وہ خیالوں میں ان سے ڈھیروں باتیں کرتی تھی مگر حقیقتاً بات کرنا مشکل تھا۔ شو سننے کے بعد وہ انہیں سوچتے ہوئے سوگئی تھی۔

موسم تھا بے قرار تمہیں سوچتے رہے
کل رات بار بار تمہیں سوچتے رہے
بھیگی رتوں میں گھر کے دریچے سے لگے ہم
افسردہ سوگوار تمہیں سوچتے رہے

❁......❖......❁

اگلے دن رابی آئی۔

''دعا...... تمہارے لیے ایک اچھی خبر ہے۔''

''وہ کیا؟'' رابی نے دعا کو محبت سے دیکھا۔

''میری بات ہوئی تھی حمدان بھائی سے ان کے شو میں......'' دعا نے مضطرب ہوکر رابی کو دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو پھر......! رابی نے اس کی نظروں کا سوال اور اضطراب

بھانپ لیا تھا۔ ''میں نے ان سے کہا کہ میں ان کی بہت بڑی فین ہوں اور انہیں اپنا بھائی مانتی ہوں۔ سو مجھے وہ اپنا پرسنل نمبر دیں کیونکہ مجھے ان سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ تب تو انہوں نے کچھ نہیں کہا اور کال ڈراپ کردی مگر تین دن پہلے مارکیٹ میں' میں ان سے ملی تھی اور ان سے گزارش کی کہ وہ تھوڑا سا ٹائم مجھے دیں۔ تم یقین کرو گی دعا..... تمہارا ذکر سنتے ہی وہ چونک گئے۔ میں نے ان کے چہرے پر اضطراب دیکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا تھا کیا تم وہی دعا ہو جو انہیں خط بھی لکھتی ہو۔ جب میں نے کہا ہاں' تو وہ بہت خوش ہوئے تھے اور میں نے انہیں تمہارا سیل نمبر بھی دیا تھا۔ اگر وہ کال کریں تو بات ضرور کرنا۔'' دعا کے دل کی دھڑکن بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ وہ بے یقینی سے رابی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے آخری جملے پر چونکی۔

''مم..... میں..... میں کیسے کروں گی بات.....؟ مجھ سے نہیں ہوگی۔''

''اوہو..... تم پاگل ہو کیا' بے وقوف نہ بنو میں چلتی ہوں۔'' رابی چلی گئی اور دعا پریشانی کے عالم میں سوچنے لگی تھی کہ وہ کرے گی کیا اگر کال آئی تو۔

❁......❖......❁

محبت نے اسے بہت خاموشی سے اپنا اسیر کیا تھا۔ محبت تو وہ پہلے بھی کرتی تھی ماں' باپ' بھائیوں' اپنے ملک' اپنے لوگوں سے پر یہ محبت نئی تھی۔ وہ اسے اتنا سوچتی تھی کہ اسے اپنے پاس پاتی تھی پھر اس کے احساس سے گھنٹوں باتیں کرتی..... جیسے اس محبت نے اس کے اندر زندگی کو زندہ کردیا تھا۔ پہلی بار حمدان سید سے اس کی بات ہوئی تو وہ کچھ بول ہی نہیں پارہی تھی اور دوسری طرف اسے سننے کا اشتیاق تھا۔ حمدان سید..... جن کی لڑکیاں دیوانی تھیں ان کی کال اس کے لیے..... کتنی دیر وہ بے یقینی کی سی کیفیت میں رہی تھی۔ وہ اس کی سوچ کی تعریف کررہے تھے کہ وہ عام لڑکیوں سے مختلف ہے پر وہ تو عام سی لڑکی تھی وہی عام سی لڑکی جو اور بہت سی لڑکیوں کی طرح حمدان سید سے محبت کرتی تھی۔ وہ اس کی رگوں میں لہو کی طرح گردش کرتا تھا۔ جیسے یہ نام اس کے لیے آکسیجن کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ عام لڑکی تھی بہت عام..... ابھی تو کل آسانی سے اپنی محبت کے سامنے شکست تسلیم کرگئی تھی۔

فاصلے بہت تیزی سے سمٹ گئے تھے۔ اکثر ان کی میسجز پر بات ہوتی۔ اس نے شاہ جی کے پوچھنے پر خود ہی تو بتایا تھا وہ کسی کو بہت چاہتی ہے اور جب اس نے میسج کرکے پوچھا تھا کہ کیا کبھی انہوں نے کسی سے محبت کی تو حمدان سید نے کہا تھا کہ نہیں اور ہوگی بھی نہیں تب اس نے فوراً میسج ٹائپ کیا تھا۔

''میری دعا ہے کہ آپ کو کبھی محبت ہو بھی نا.....''

دوسری طرف خاموشی چھاگئی تھی۔

وہ ہمیشہ یہی دعا کرتی تھی کہ شاہ جی کو کبھی محبت نہ ہو پھر ایک دن شاہ جی نے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے جس سے وہ محبت کرتی ہے تب اس نے ٹال دیا تھا۔

''بس ہے کوئی.....''

''نام تو بتادیں۔'' میسج پڑھ کر وہ مسکرادی۔

''آپ کا ہم نام بھی ہوسکتا ہے۔'' ایک دلفریب مسکراہٹ نے حمدان شاہ کے لبوں کو چھوا تھا۔

''مطلب..... وہ میں بھی ہوسکتا ہوں؟'' میسج پڑھ کر اس نے فوراً ریپلائی کیا۔

''ایسا تو میں نے نہیں کہا۔''

''وہ جانتا ہے؟'' انہوں نے پوچھا تھا۔

''نہیں' وہ نہیں جانتے۔ نہ کبھی مجھے دیکھا اور نہ ملے ہیں۔''

''تو پھر اسے بتادیجیے کہ آپ اس سے کتنی محبت کرتی ہیں۔''

''محبت سچی ہے تو وہ خود ہی سمجھ جائیں گے۔''

''ارے ایسے کیسے سمجھے گا، مجھے بتادیجیے' میں اسے بتادوں گا۔''

''آپ ہی کو تو نہیں بتانا شاہ جی کہ وہ آپ ہی ہیں۔'' میسج پڑھ کر اس نے خود کلامی کی تھی۔

''کیا ہوا؟'' موبائل کی بپ ہوئی۔ شاہ جی کا میسج تھا'

اس نے ریپلائی کیا۔

"کچھ نہیں۔" جواب فوراً آیا۔

"تو پھر......؟"

"پھر یہ وہ خود ہی سمجھ جائیں گے۔"

"ہوسکتا ہے اسے پتا ہو اور وہ آپ سے سننا چاہتا ہو۔"

"اچھا جی....." اس نے ریپلائی کیا۔

"ہاں جی۔"

"وہ آپ ہیں۔"

"مجھے پتا تھا پہلے سے ہی کہ آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں۔"

"ہاں پر آپ کو تو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ ہونی بھی نہیں چاہیے۔"

"کیوں مس دعا فاطمہ؟"

"بس ایسے ہی شاہ جی....."

"لیکن اگر مجھے آپ سے محبت ہو تو....." دعا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

یونہی دن گزر رہے تھے۔ محبت اپنا آپ ہو کر پُرسکون ہوگئی تھی۔ اس دن شاہ جی سے بات کرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا شاہ جی..... محبت میری زندگی میں دعا کی صورت داخل ہوئی ہے یا بددعا کی صورت....." تب انہوں نے کہا۔

"دعا..... حمدان خود تو بددعا بن سکتا ہے مگر اپنی محبت کو بددعا نہیں بننے دے گا۔" پھر اک روز بات کرتے کرتے یونہی حمدان سید نے پوچھا تھا۔

"دعا..... تم نے مجھ سے محبت کیوں کی؟"

"میں نے محبت کہاں کی' یہ تو خود ہی ہوگئی شاہ جی۔" دعا نے میسج سینڈ کیا تھا۔

"پھر بھی دعا..... کوئی وجہ تو ہوگی ناں۔"

"نہیں شاہ جی..... کوئی وجہ نہیں' میں آپ کو ٹھیک سے جانتی تک نہیں سوائے اس کے کہ آپ ڈی جے ہیں۔ کبھی دیکھا تک نہیں اور ویسے بھی محبت کے لیے وجہ کا ہونا ضروری نہیں۔" اس نے میسج سینڈ کیا اور پھر میسج ٹائپ کرنے لگی۔

"شاہ جی..... ایک ماں اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتی ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ بدلے میں اس سے کچھ چاہتی ہے۔ یہ محبت تو اس کی فطرت ہے۔ اولاد صلہ نہ بھی دے تو بھی وہ محبت کم نہیں ہوگی۔"

"ہاں پر دعا..... وہ ماں ہے' اولاد سے اس کا تعلق خون کا ہے' اس نے تو اسے اپنے بطن سے جنم دیا۔ مگر تم مجھ سے محبت کیوں کرتی ہو۔ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" میسج پڑھ کر جیسے اس کے دل کو کسی نے مٹھی میں مسل ڈالا تھا۔

"مجھے آپ سے محبت کیوں ہے' یہ مجھے بھی نہیں پتا مگر میں آپ سے کچھ بھی نہیں چاہتی' سوائے ایک بات کے.....؟"

"وہ بات کیا ہے دعا۔"

میرے ساتھ
میری یہ روح
میرے جسم سے پرواز کر جائے
تو لوٹ آنا
سسکتے شہر میں تم بھی
ذرا سی دیر کو رکنا
میرے بے نور ہونٹوں کی دعاؤں پر
اپنی سرد پیشانی کا پتھر رکھ کے رو دینا!
بس اتنی بات کہہ دینا
مجھے تم سے محبت ہے

دعا نے میسج سینڈ کیا اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"دعا..... تم آئندہ مرنے کی بات مت کرنا۔ تم تو میری زندگی ہو۔"

"شاہ جی..... آپ کو پتا ہے میں آپ سے کیسی محبت کرتی ہوں؟"

"کیسی.....؟" ان کا جواب آیا تھا۔ جس کے جواب میں دعا نے پھر نظم بھیجی۔

جب ہاتھ دعا کو اٹھتے ہیں

الفاظ کہیں کھو جاتے ہیں
بس دھیان تمہارا رہتا ہے
اور آنسو بہتے رہتے ہیں
ہر خواب تمہارا پورا ہو
اس رب کی منت کرتے ہیں
ہم ایسی محبت کرتے ہیں
تم کیسی محبت کرتے ہو
ہمیں ٹھنڈک راس نہیں آتی
ہمیں بارش سے خوف آتا ہے
پر جس دن سے معلوم ہوا
یہ موسم تم کو بھاتا ہے
اب جب بھی ساون آتا ہے
بارش میں بھیگتے رہتے ہیں
ہم ایسی محبت کرتے
تم کیسی محبت کرتے ہو

ڈیڑھ مہینہ بہت جلدی بیتا تھا۔ حمدان سید مصروف رہنے لگے تھے اور دعا مضطرب بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ میسیج کرتی تو نو ریپلائی کال کرتی تو ریسیو نہ ہوتی۔ پھر یہ عقدہ بھی جلدی ہی کھل گیا تھا۔ جب ایف ایم پر حمدان سید کو شادی کی مبارک باد دی گئی تھی۔ سچ کیا تھا وہ جو سب کے ساتھ اس نے بھی سنا تھا یا کچھ اور...... کیا وہ اتنی بے خبر تھی......؟ اک بے یقینی نے دل و دماغ کو جکڑ لیا تھا۔

''شاید کوئی وجہ ہوگی ورنہ وہ مجھ سے کبھی نہیں چھپا سکتے تھے۔ پر اب میں کیسے ان سے پوچھ سکتی ہوں اب تو وہ کسی اور کے ہو چکے ہیں مجھے ان سے رابطہ نہیں رکھنا چاہیے۔''

تب اس نے بڑی دقتوں سے ایس ایم ایس ٹائپ کیا تھا اور شادی کے لیے بیسٹ وشز لکھ کے اللہ حافظ کہہ دیا تھا۔ بہت سے سوال تھے جو شاہ جی سے کرنا محبت کی توہین تھی۔ وہ سوال وہ خود سے کرتی تھی۔ وہ شاہ جی سے تصور میں ڈھیروں باتیں کرتی تھی۔ بار بار پوچھتی تھی کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا جب کہ اسے تو بدلے میں محبت بھی نہیں چاہیے تھی مگر......!

ڈیٹ شیٹ آ گئی تھی پیپر عنقریب تھے اور دعا کی حالت عجیب تھی۔ حمدان سید سے تمام رابطے ٹوٹ گئے تھے۔ اسے جیسے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا۔ پڑھائی میں بھی دل نہ لگتا۔ جیسے تیسے پیپر تو ہو گئے۔ آخری پیپر دے کر وہ واپسی پر ٹرین کا انتظار کر رہی تھی اضطراب حد سے بڑھا تو اس نے سامنے دیکھنا شروع کر دیا۔ ریل کی پٹڑی کی دوسری طرف کچھ بنجاروں نے اپنے ٹھکانے بنائے ہوئے تھے۔ پچھلی طرف سڑک تھی اور سڑک کے پار انتہائی خوب صورت پکے مکان تھے۔ وہ ایک بار پھر انہیں اپنے آس پاس محسوس کرنے لگی۔ اسے لگا وہ اس کے قریب بنچ پر بیٹھے ہیں۔ وہ خیال قوی تھا وہ خیال سے باتیں کرنے لگی۔

''شاہ جی...... آپ سامنے بنی بلند و بالا عمارتوں کی طرح ہیں اور میں کچی مٹی...... وہ مٹی جو خشک ہو کر اگر ہوا کے ساتھ اڑے تو چیزوں کو گرد آلود کرتی اور آنکھوں میں نمی لا سکتی ہے اور وہی کچی مٹی کسی غریب کے سہارے کے کام بھی آ سکتی ہے۔ شاہ جی...... محبت تو سچی ہوتی ہے ناں آپ کی بھی کوئی مجبوری رہی ہوگی میں وہ مٹی بنوں گی جو دکھ نہیں سکھ دیتی ہے۔ آپ میرے دل میں تھے ہیں اور رہیں گے آپ تو ہمیشہ سے میرے ساتھ تھے۔ ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ ہمارے راستے جدا ہماری منزلیں بھی جدا مگر محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ محبت کو پانا ہی تو سب کچھ نہیں۔'' یہ اس کا فیصلہ تھا۔

وہ پاس ہو گئی تھی اور ایک مقامی اسکول میں جاب کر رہی تھی خود کو ہر پل مصروف رکھنے کے لیے اس نے بی ایڈ میں داخلہ بھی لے لیا تھا پر ضروری تو نہیں کہ خود کو مصروف کر لینے سے یادوں سے بھی دامن چھڑا لیا جائے۔ یاد تو مصروفیت بھی نہ دیکھتی نہ ہی یاد کو بلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

خاک اڑتی ہے رات بھر مجھ میں
کون پھرتا ہے در بدر مجھ میں
مجھ کو مجھ میں ہی جگہ نہیں ملتی
وہ ہے اس قدر موجود مجھ میں

ایسے لگتا تھا جیسے کہ زندگی اسے گزار رہی ہے۔ زندگی کی رنگینیوں میں تو وہ پہلے بھی حصہ نہ لیتی تھی مگر اب شاید وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔ یہ بھی کہ اس کے ماں باپ اور بھائیوں کے بھی کچھ حقوق ہیں جو ہر صورت اس پر ادا کرنا واجب ہیں۔ وہ کوشش کے باوجود بھی کسی کو کچھ نہیں دے سکتی تھی...... زندگی سے یک دم ہی اس کا دل اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس روز وہ عشاء کی نماز کے بعد صحن میں بچھی چارپائی پر لیٹی تو شدید تھکن کے باوجود بھی نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اسے پتا تھا کہ وہ اب اس کا نہیں کسی اور کا ہے۔ وہ پھر بھی اسے سوچتی تھی' سوچوں پر اور یادوں پر تو کسی کا پہرہ نہیں اور اگر یاد حمدان سید کے حوالے سے ہو تو وہ سب کچھ بھول جاتی۔ ان کی یاد کا سرا تھامے دور تک بھٹکتی چلی جاتی۔ آج بھی یہی ہوا تھا کہ اچانک میسج ٹون پر چونک گئی۔ ایس ایم ایس کھولا تو جیسے آنسوؤں کی برسات آنکھوں سے رواں ہوگئی۔ لکھا تھا۔

''دعا کیسی ہیں آپ؟'' یہ میسج حمدان سید کا تھا۔ رات کے اس پہر انہوں نے کیوں میسج کیا' وہ بھی اتنے عرصے کے بعد...... کافی سوچنے کے بعد اس نے جواب ٹائپ کیا اور سینڈ کردیا۔ حمدان نے میسج کھولا لکھا تھا۔

''الحمدللہ......'' ہمیشہ اس کی خیریت جاننے کے لیے بے چین رہنے والی نے آج حال تک نہ پوچھا تھا۔ اس نے کچھ دیر سوچا اور ٹائپ کیا۔

''دعا...... کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟'' جواب فوراً ملا تھا۔

''نہیں۔'' حمدان نے میسج ٹائپ کیا۔

''کیوں؟ آپ کو ناراض ہونے کا حق ہے۔'' دعا نے میسج پڑھا اور آنسو کی روانی میں شدت آگئی۔

''کیسا حق......! آپ نے تو کبھی مجھے کوئی حق دیا ہی نہیں تھا شاہ جی' پھر کس حق کی بات کررہے ہیں آپ...... آپ نے تو کبھی مجھ پر بھروسا بھی نہیں کیا ورنہ میں نے کب چاہا تھا کہ آپ مجھے ضرور ملتے' میں نے تو محبت کے بدلے محبت بھی نہ چاہی تھی' خواب دکھانے والے تو آپ خود تھے پھر اس خواب کو اتنی بے دردی سے توڑا کہ اب روح مضطرب ہوکر در بدر بھٹکتی ہے۔'' حمدان میسج کا انتظار کررہا تھا اور دعا اپنے خیالوں میں کھوئی تھی۔ اس نے پھر میسج ٹائپ کیا اور دعا کو سینڈ کردیا۔ دعا نے موبائل فون کو کچھ پل دیکھا وہ جانتی تھی میسج حمدان سید نے کیا ہوگا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس نے کیا لکھا ہوگا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے میسج کھولا حمدان کا ہی تھا اور وہی لکھا تھا جو وہ سوچ رہی تھی۔ اس نے لکھا کچھ نہیں' ساتھ ہی اس نے ایک اور ایس ایم ایس ٹائپ کیا۔

''جو گزر گیا اسے بھول جایئے۔ مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔ کل کو چھوڑ کر اپنے آج اور آنے والے کل کو یاد رکھیے۔'' کچھ ہی پلوں میں جواب موصول ہوگیا۔

''ایسے مت کہو دعا...... آپ میری زندگی ہو۔ میں نہیں بھول سکتا آپ کو۔'' ایس ایم ایس پڑھ کر اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔ بہت سے درد جیسے تازہ ہوگئے تھے مگر اس نے خود کو پگھلنے سے روکا اور ایس ایم ایس کا جواب ٹائپ کرنے لگی۔

''اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں شاہ جی...... سب بھول جایئے۔ اب آپ کسی اور کے ہیں......''

''کیسے بھول جاؤں دعا...... کیا آپ مجھے بھول گئیں؟'' میسج پڑھ کر دعا کے لبوں پر ایک تھکی ہوئی سی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔ جب کوئی آپ کے لیے آپ کی روح کی مانند ہو تو کتنا مشکل ہوتا ہے اسے یہ احساس دلانا کہ وہ آپ کے لیے کچھ بھی نہیں۔ اس نے سوچا اور ٹائپ کیا۔

''میں نے آپ کو بھلا دیا شاہ جی اور آپ کے بنا بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' جواب پڑھ کر حمدان کے لبوں پر ایک خوب صورت مسکراہٹ رقصاں ہوگئی' اس کی بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں دیے کی طرح جلنے لگیں۔

''میں آپ کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں دعا...... آپ ابھی بھی مجھے ہی یاد کررہی تھیں۔ آپ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ مجھے بھلانا آپ کے بس میں نہیں۔ تو یہ فرار کیوں......؟'' حمدان کا جواب پڑھ کر اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹا آنسوؤں کا پھندا سا اس کے گلے میں اٹک گیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا مگر بہت سی راتوں کی طرح وہ رات بھی جاگ کر گزری۔ صبح اتوار تھا۔ ساری رات رونے اور جاگنے کی وجہ سے اس کا سر شدید درد سے پھٹ رہا تھا اور بخار سا محسوس ہورہا تھا۔ وہ اٹھی خود کو سنبھالا اور کچن میں جاکر امی کی مدد کرنے لگی۔

''دعا...... کیا ہوا؟'' اس کی امی نے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔ اس نے سر جھکا لیا اور برتن سنک میں رکھنے لگی۔

''کچھ نہیں امی...... بس سر میں درد ہورہا ہے۔'' کام سے فارغ ہوکر اس نے دو بسکٹ اور ایک کپ چائے کا لیا اور گولی لے کر لیٹ گئی۔

''دعا......''

''جی امی۔''

''تم دوپہر کا کھانا پکا لینا۔ میں ذرا تمہاری نانو کی طرف جارہی ہوں۔''

''جی اچھا امی۔'' امی چلی گئیں تو وہ لیٹ گئی۔ آنکھیں بوجھل ہورہی تھیں۔ ابھی اسے سوئے بمشکل گھنٹا ہی ہوا ہوگا کہ دروازے کی بیل پر جیسے کوئی انگلی رکھ کر ہٹانا بھول گیا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھی دوپٹا درست کیا اور بنا چپل کے ہی بھاگ کر گیٹ کھول دیا۔ اسے لگا تھا امی ہوں گی مگر سامنے اجنبی چہرہ دیکھ کر وہ ٹپٹا گئی۔

''ج...... ج...... جی آپ کون؟'' وہ ایک دم گھبرائی۔ لفظ ٹوٹ کر اس کے لبوں سے ادا ہوئے۔ اجنبی کے چہرے پر بڑی جان دار مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ بہت دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ سفید پاؤں چپل کے بنا، شکن آلود سیاہ شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹا جو شاید جلدی میں اس نے یونہی لیا تھا۔ بالوں کی لٹیں چہرے پر بکھری تھیں، خوب صورت ستواں ناک، سرخ چہرہ جو یا تو غصہ کی وجہ سے تھا یا شاید کوئی اور وجہ...... لمبی پلکیں۔

''اگر آپ نے تفصیلی جائزہ لے لیا ہو تو بتایئے آپ کون ہیں؟'' اس نے بہت غصہ سے پوچھا۔ اجنبی شرمندہ ہوگیا۔ وہ ایسا نہیں تھا کہ لڑکی دیکھی اور نظر پھسل گئی۔

''میں کیپٹن علی ہوں اور اسلام آباد سے آیا ہوں۔ آپ کے والد صاحب میرے والد کے دوست ہیں، کسی کام سے آیا ہوں۔'' وہ گھر میں اکیلی تھی اندر نہیں بلاسکتی تھی سو ہاتھ مسلنے لگی۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ ''آپ کی امی کہاں ہیں؟''

''جی، وہ گھر پر نہیں ہیں۔ گھر میں کوئی نہیں......'' ابھی وہ کچھ اور بولتی کہ اس کی امی آگئیں اور اجنبی کو ڈرائنگ روم میں لے گئیں۔ منہ دھو کر وہ کچن میں گئی اور مہمان کی خاطر مدارات کا سامان کرنے لگیں۔

❁......✤......❁

دوسرے دن وہ اسکول سے لوٹی تو وہ اجنبی سامنے ہی بیٹھا اس کی امی سے باتیں کررہا تھا۔ اس نے سلام کیا اور کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ چینج کرکے کچن میں چائے بنانے چلی گئی۔

''مس فاطمہ...... ایک کپ چائے ہمیں بھی مل سکتا ہے کیا؟''

''جی ضرور...... آپ کمرے میں بیٹھیں میں چائے لے کر آتی ہوں؟'' دعا کو اس شخص کی نظروں سے وحشت ہوتی تھی۔ اس نے چائے بنائی اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔ وہ سامنے ہی صحن میں امی کے ساتھ بیٹھا باتیں کررہا تھا۔ اس نے میز پر چائے رکھی اور اپنا کپ اٹھا کر جانے لگی جب امی نے اسے بھی وہیں بٹھالیا، وہ بددلی سی ہوکر بیٹھ گئی۔

''آپ پڑھاتی ہیں؟'' اس نے اچانک سوال کیا تھا، وہ اپنے خیالوں میں مگن تھی۔ اس نے چونک کر امی کی طرف دیکھا اور جواب میں سر ہلا دیا۔

''جی پرائیویٹ اسکول میں......''

''مگر اب تو چھٹیاں ہیں ناں؟'' اجنبی نے پھر سوال

کیا۔اس نے غصہ سے اجنبی کو دیکھا اور جواب دیا۔
''جی...... سر کیمپ لگا ہے۔'' ساتھ ہی کپ اٹھا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

❁......❖......❁

وہ رات کو چھت پر رکھی کرسیوں میں سے ایک پر آنکھیں موندے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے حمدان سید کو سوچ رہی تھی۔ اس کی چائے بالکل ٹھنڈی ہوچکی تھی۔اس کی کزن حمنیٰ اس کے پاس بیٹھ کر بور ہوکر جاچکی تھی تب کوئی پاس ہی کھنکارا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔سامنے کیپٹن علی اس کے چھوٹے بھائی حمزہ کے ساتھ کھڑا تھا۔

''کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں؟'' وہ انہیں دیکھ کر جلدی سے سیدھی ہوئی جبھی کیپٹن علی نے پوچھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی۔حمزہ نے فوراً کہا۔

''ارے علی بھائی...... ہماری آپی سے کیا پوچھ رہے ہیں آپ' یہ بہت کم بولتی ہیں۔دراصل ہماری آپی کو لگتا ہے کہ حکومت کہیں بولنے پر ٹیکس نہ لگادے' تو یہ پہلے ہی ذرا خاموش رہنے کی مشق کررہی ہیں۔ ہے ناں آپی......'' اس نے بولتے ہوئے اس سے بھی تصدیق چاہی۔وہ پھر بھی کچھ نہیں بولی۔حمزہ پھر شروع ہوگیا تھا' وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی۔

❁......❖......❁

وہ اس روز کھانے سے فارغ ہوکر بیٹھی ہی تھی کہ ایس ایم ایس ٹون بجی۔اس نے میسج دیکھا جو حمدان کا تھا۔اس نے خیریت پوچھی تھی۔دعا نے کوئی جواب نہیں دیا۔کچھ دیر بعد پھر میسج آیا تھا۔

''دعا پلیز...... بات تو کریں۔کچھ تو پوچھیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟'' اس نے میسج پڑھا اور جواب ٹائپ کیا۔

''شاہ جی...... وقت گزر چکا ہے' مجھے اب کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔اب ہمارا کوئی تعلق نہیں۔آپ بھول جائیے سب۔'' کچھ ہی دیر میں جواب آ گیا۔

''کیسے بھول جاؤں دعا...... میں تمہیں نہیں بھول سکتا۔جو بھی ہوا اس میں میری غلطی نہیں تھی' سب اچانک ہوگیا۔''

''جو اچانک ہوگیا' اسے آپ نے اپنایا۔اب ایمانداری سے اس رشتے کو نبھانا بھی آپ پر فرض ہے' جو اللہ نے آپ کو عطا کردیا وہ آپ کی منزل ہے۔'' اس نے جواب سینڈ کیا۔

''اور آپ کیا ہو دعا...... میری منزل تو آپ ہو۔''

''میں آپ کی منزل نہیں حمدان سید...... میں تو صرف راستہ تھی جو بس کچھ وقت کے لیے آپ کے نصیب میں لکھا تھا' اب آپ اسے بھول جائیے۔'' اس نے میسج سینڈ کیا اور پھر میسج ٹائپ کیا۔''میں آپ کے راستے میں آنے والا وہ پتھر ہوں شاہ جی...... جس نے کچھ پلوں کے لیے آپ کے پاؤں میں چبھ کر آپ کو منزل سے غافل کیا۔ راستہ روکنے والے پتھروں کو راستے سے ہٹاتے ہیں شاہ جی۔'' اس نے میسج بھیجا اور چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔تھوڑی ہی دیر میں جواب آ گیا۔

''کچھ پتھر ہیرا ہوتے ہیں دعا۔'' ایک اداس سی مسکان نے اس کے لبوں کو چھوا۔

''ہیرا جتنا بھی خوب صورت ہو' جتنا بھی قیمتی ہو شاہ جی' وہ زہر ہوتا ہے۔''

''یہ زہر بھی میرے لیے امرت ہے دعا......'' دعا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حمدان کے میسجز کا جواب دینا اس نے چھوڑ دیا تھا۔دن بہت تیزی سے گزر رہے تھے۔وہ اسکول' کپڑوں کی سلائی اور رات کے کھانے کی ذمہ داریوں میں مصروف رہتی اور ساتھ میں کسی کی یادوں اور خوشیوں بھری زندگی کی دعاؤں میں بھی۔

❁......❖......❁

کیپٹن علی تین دن ان کے گھر رہ کے گیا تھا اور وہ تین دن وہ اس کی نظروں سے بہت الجھتی رہی تھی۔ شروع میں وہ بہت پریشان رہی کیونکہ جاتے ہوئے

کیپٹن علی نے کہا۔

"میم...... کچھ لوگ زندگی سے بھی پیارے کیوں ہوجاتے ہیں جیسے آپ مجھے......" وہ تیزی سے کہہ کر چلا گیا مگر وہ پریشان ہوتی رہی۔

مہینہ گزرنے کے بعد بھی سکون تھا۔ علی کا پتا نہ تھا تو وہ پُرسکون ہوگئی۔ چند دن مزید گزرے۔ اس دن ڈنر پر چاچو اور ماموں کی فیملیز کو آنا تھا' گھر میں بہت مصروف تھی۔ حمنی نے تو کال کرکے کہا تھا کہ سندھی بریانی اور کچے قیمے کے کباب تم لازمی پکانا۔ وہ امی کی ساتھ کچن میں مصروف تھی۔ کل رات ہی بھائی بھابی بھی لاہور سے آگئے تھے۔ کام دوپہر سے شروع ہوئے اور بمشکل شام تک تیاری مکمل ہوپائی۔ وہ بھی حمنی اور ماموں کی بیٹی جمانہ نے بہت مدد کی تب۔ سب نے مل کر بڑے کمرے میں کھانا لگایا' رات دیر تک کھانے کے بعد بھی محفل جمی رہی۔ رات تقریباً ڈیڑھ بجے وہ فارغ ہوئی' سب کے اپنے گھروں کو جانے کے بعد۔

اپنی چارپائی پر لیٹی کچھ دیر آسمان کو دیکھتی رہی اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سونا چاہتی تھی مگر نیند آج بھی ناراض تھی۔ کافی دیر وہ کروٹیں بدلتی رہی مگر پھر ناکام ہوکر اٹھ بیٹھی۔ سب سو رہے تھے۔ اسے ڈائری لکھنے کی عادت پڑگئی تھی۔ رابی تو شادی کرکے اپنے شوہر کے ساتھ دبئی چلی گئی تھی' دوبارہ کبھی رابطہ بھی نہ ہوا تو وہ جب بہت بے چین ہوجاتی' بہت دکھی ہوتی تو ڈائری لکھتی۔ اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے۔ وہ ڈائری میں اپنے اللہ کو مخاطب کرکے ہر بات کہتی تھی۔ اب بھی اس نے ڈائری نکالی اور لکھنے بیٹھ گئی۔

"پیارے اللہ جی' یہ محبت اتنا اضطراب کیوں دیتی ہے؟ مجھے پتا ہے اب شاہ جی میرے نہیں۔ مجھے یہ بھی پتا ہے کہ انہیں مجھ سے کوئی محبت نہ تھی اور نہ ہے۔ بس وہ یہ نہیں چاہتے کہ میں جو ان سے اتنی محبت کرتی ہوں' اس محبت میں کسی اور کو حصہ دار ٹھہراؤں۔ پیارے دوست' آپ تو جانتے ہوناں کہ اب اس دل میں اور کوئی نہیں آئے گا۔ وہ کسی اور کے ہیں مگر ان کی محبت میری روح کی گہرائیوں میں اتر چکی ہے اور مجھے لگتا ہے یہ محبت مجھے حق کی طرح تو لے کر جائے گی پر کسی اور کا نہیں ہونے دے گی اور حق موت ہے۔ موت جو سچ ہے۔ میرے مولا رحم فرما' وہ خوش رہیں اپنی زندگی میں' اپنی جیون ساتھی کے ساتھ آمین۔"

وقت ایک بار پھر اپنی ڈگر پر چلنے لگا تھا' بھابی ملیحہ جو کہ اس کے بڑے بھائی عمر کی پیاری بیوی اور ان کے پیارے سے بیٹے گل شاور کی امی تھیں۔ اپنے بھائی کا رشتہ دعا کے لیے لے آئیں۔ بھائی کو بہن سے زیادہ بیوی کی خوشی عزیز تھی۔ ان کی خاطر تو بھائی نے ماں' باپ' بہن' بھائیوں کو چھوڑ کر دوسرے شہر جاکے بسیرا کیا تھا۔ وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اس رشتے کے لیے۔ انہیں یہ بھی نظر نہیں آرہا تھا کہ ان کا سالا دو جوان بچوں کا باپ ہے۔ دعا کے عمر کی تو ان کی بیٹی ہے۔ خوب معرکہ کے بعد بھائی ناراض ہوکر واپس لاہور جاچکے تھے کیونکہ ابو نے صاف لفظوں میں انکار کردیا تھا۔ امی دعا سے ناراض تھیں کیونکہ اسی کی بدولت ان کا بیٹا ان سے ناراض ہوکر چلا گیا تھا۔ بھابی نے چیخ چلا کر اسے کتنا بُرا بھلا کہا تھا کہ دعا جتنی معصوم دکھتی ہے اتنی لگتی نہیں۔ دیکھ لینا جتنا ہماری ساس' سسر پیار کرتے ہیں ہماری نند صاحبہ اتنا ہی ان کی عزت کو داغ دار کریں گی۔ بھابی لفظوں کے تیر پھینک کر جاچکی تھیں۔ امی ناراض تھیں اور ابو وہ تو عجیب دھوپ چھاؤں سا مزاج رکھتے تھے۔ پتا نہیں وہ ناراض تھے یا نہیں مگر انہوں نے کچھ نہ کہا تھا۔ کوئی دعا سے بھی تو اس کے دل کی حالت پوچھتا' وہ تو انجانے میں ہی مجرم بن گئی تھی۔ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گنہگار تھی۔ اس کی خاموشی مزید بڑھ گئی' جب اپنے آنکھوں کے سوال سمجھنے سے قاصر ہوں تو زبان کو کیا شرمندہ کرنا۔

دن عجیب بے کیف سے گزر رہے تھے۔ بھائی نے تو جیسے ہر رشتہ ہی توڑ دیا تھا۔ امی بیمار تھیں اور اب بھی اس

سے خفا تھیں۔ دعا نے بھائی کو فون کیا تھا مگر وہ اٹینڈ ہی نہ کرتے تھے۔ کتنے دنوں سے وہ کوشش کر رہی تھی مگر ناکام تھی۔ اس دن وہ کچن میں امی کے لیے سوپ بنا رہی تھی اور ساتھ ابو کے لیے چائے۔ وہ اپنے ہی خیالوں میں گم بھائی کے بارے میں سوچتے ہوئے چائے کو بھول چکی تھی جو ابل ابل کر ختم ہو رہی تھی کہ قریبی شیلف پر پڑا اسیل فون بجا تھا۔ وہ ایک دم چونکی ہاتھ کیتلی سے لگا جو سیدھی پاؤں پر جا گری۔ چائے جو آدھے کپ سے بھی کم بچی تھی اس کا پاؤں جلا گئی۔ فون دوبارہ سے بج رہا تھا۔ اس نے جلدی سے کیتلی اٹھا کے سنک میں رکھی۔ چولہا بند کیا ایک نظر موبائل فون کو دیکھا جو بند ہو چکا تھا۔ نمبر چیک کیا تو بھائی کا تھا۔ اس نے کال کی مگر بھائی نے ڈراپ کر دی۔ اس نے اک بے بس نگاہ ہاتھ میں پکڑے موبائل پر ڈالی پھر اپنے پاؤں پر جو سرخ ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں جھلملا گئیں۔ اک انجانے درد سے آنکھیں بھیگی تھیں۔ اس نے جلدی سے دوبارہ چائے بنائی اور ٹرے میں سوپ کا پیالا اور چائے کا کپ رکھ کے امی ابو کو دینے چلی آئی۔ وہ کمرے میں گئی تبھی ابو کا موبائل بجنے لگا۔ ابو ہوں ہاں میں جواب دیتے رہے اور پھر اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس نے چائے پکڑائی تو ابو پوچھنے لگے۔

"تم نے بھائی کی کال کیوں نہیں لی؟" وہ خاموش رہی تو ابو نے رات کھانے پر اچھا انتظام کرنے کو کہا۔ نہ ابو نے کچھ بتایا نہ اس نے پوچھا۔ باہر نکلتے ہوئے اتنا سنا کہ بھائی بھابی آ رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی اور بھائی کی پسندیدہ چیزیں پکانے کے بارے میں سوچنے لگی پھر مینو ترتیب دے کر کام میں جت گئی۔ شام تک بھائی بھابی کی آمد ہو گئی تھی۔

اس نے ہر چیز بھائی کی پسند کی پکائی تھی مگر بھائی نے تو اس کی طرف نہ دیکھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ وہ خاموشی سے اپنے کاموں میں مصروف رہی۔ کھانے کے بعد کچن کی صفائی کی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر گل کو اٹھا لائی اور اس سے کھیلنے لگی۔ جب وہ اکتا کر رونے لگا تو اسے اٹھا کر بھابی کے پاس لے گی جو امی کے کمرے میں تھیں۔ ابو شاید کہیں باہر جا چکے تھے۔ بھائی بھی پاس ہی تھے۔ امی ان کے آنے سے بہت خوش تھیں۔ وہ گل کو دے کر جانے لگی تو بھابی نے بٹھا لیا۔ وہ چپ ہو کر بیٹھ گئی کیونکہ بھابی اب امی سے باتیں کر رہی تھیں۔ دعا نے الجھ کر امی اور بھابی کو دیکھا۔ اسی وقت بھابی نے بھی اسے دیکھا تھا ایک تمسخر اڑاتی مسکراہٹ ان کے لبوں پر پھیل گئی۔

"امی...... جب آپ لوگوں نے فون کیا تھا ہم لوگ بھائی کے نکاح میں تھے۔ میرے بھائی کے لیے رشتوں کی کمی تو تھی نہیں۔ وہ تو میں نے بھائی کو دعا کے لیے کہا تھا ورنہ انہوں نے تو منع کیا تھا۔ معاف کیجیے گا امی...... پر بھائی کے خیال میں دعا آزاد خیال ہے اور پھر لڑکوں کے ساتھ بھی پڑھتی رہی ہے۔ وہ تو میری وجہ سے مان گئے تھے مگر اچھا ہوا آپ نے منع کر دیا پھر جب آپ لوگ مان گئے تھے اور خود کال کر کے دعا کے لیے بھائی کا کہا تو ہم نے بہت منایا مگر بھائی نے فوراً منع کر دیا اور جلدی نکاح بھی کروا لیا......" بھابی اور بھی بہت کچھ بول رہی تھیں مگر دعا کا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھی ایک نظر ماں اور بھائی کو دیکھا۔ وہ کتنے مطمئن تھے، وہ مزید کچھ بھی سنے بغیر بھاگتی ہوئی باہر آ گئی۔

"کیا میں کچھ بھی نہیں مالک...... میری کوئی عزت نفس نہیں۔ جب اقرار کرنا ہی تھا تو ابو نے انکار ہی کیوں کیا؟ کاش امی آپ نے مجھے بھی تھوڑی اہمیت دی ہوتی۔" صبح جو بھی آیا تھا بھابی نے امی کے سامنے اسے بتایا کہ اس لیے ان کے بھائی نے دعا کو رد کیا۔

"تو دعا بی بی...... اب آپ کا کردار بھی مشکوک ٹھہرا......" وہ خود پر مسکرائی۔ ایسی مسکراہٹ جیسے اپنی مسکراہٹ ہونے پر خود ہی شبہ تھا۔ اس مسکراہٹ میں بھی درد تھا۔ اسے امی کی خاموشی پر حیرت تھی۔

❁......❖......❁

بھابی واپس جا چکی تھیں، اپنے دنوں کو خوش گوار اور اس کے کردار کو مشکوک بنا کر...... شاید ان کی آمد کا مقصد ہی

یہی تھا۔ اپنی ہار کا انتقام لے کر اپنی فتح کا پرچار کرنا..... دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں بدلنے لگے تھے گویا سب کچھ بدل گیا تھا۔ دعا کی خاموشی گہری چپ میں بدل گئی۔ اس کے اندر قبرستان کے سے سناٹے اتر چکے تھے۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ اس روز مغرب کے وقت اس کے سیل پر میسج آیا' پھر کال آتی رہی جو اس نے اٹینڈ نہیں کی کیونکہ حمدان سید کی کال تھی۔ دو دن بعد پھر میسجز آئے۔ وہ کب تک نظر انداز کرتی آخر حمدان شاہ اس کا عشق تھا۔ اس نے میسج پڑھا۔ لکھا تھا۔

''دعا..... تم مجھ سے محبت کرتی ہو ناں؟'' وہ جیسے پتھر ہوگئی تھی۔ ساتھ ہی دوسرا میسج آیا۔ ''دعا..... ایمان میری بیوی ضرور ہے مگر ہمارا تعلق صرف نام کا ہے..... صرف بس دکھاوا..... تم میری پہلی اور آخری محبت ہو دعا' کچھ تو بولو پلیز.....'' وہ پگھلی تھی پر ایسا ممکن نہ تھا..... اس کی خاموشی دبیز ہوگئی۔ میسج پھر آیا تھا۔ ''پلیز دعا کچھ تو بولو'' اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو کال آ گئی۔ تیسری بار کال پر اس نے کال اٹینڈ کی مگر کچھ بھی نہیں بولی۔ دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی پھر وہ بولا تھا ایسے الفاظ جن کے سحر میں وہ اپنا آپ کھو بیٹھی تھی۔ وہ لفظ جو اس کی ادھوری ذات کی تکمیل تھے۔

''دعا..... میں حمدان سید اپنے پورے حواس میں تمہیں دعا فاطمہ بنت احسان ملک کو سچے دل سے اپنا بنا کر تمہیں اپنا نام اور اپنا آپ سونپتا ہوں۔ تم صرف میری اور میری رہو گی۔'' مغرب کا وقت تھا ساتھ ہی اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی تھی۔ حمدان سید نے اپنے الفاظ پھر سے دہرائے تھے۔ ''دعا..... کچھ تو بولو کیا تمہیں میرا نام قبول نہیں۔'' حمدان نے ایک بار پھر پوچھا تھا۔ اک انجانی قوت نے جیسے دعا کے احساسات سلب کر لیے تھے' کیسے انوکھے عہد کا پابند کر دیا تھا اسے حمدان سید نے..... جس کی مثال کہیں ڈھونڈنے سے نہ ملتی تھی۔

اذان ہو چکی تھی' اس نے فون بند کیا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔ اس کی حالت عجیب سی تھی' نماز پڑھ کر دعا مانگنے لگی تو حمدان سید کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔ وہ بے چین سی ہو کر رونے لگی۔

''مالک..... میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے نہیں پتا کیسے سب ہوگیا۔ اے پاک پروردگار' کیا صحیح ہے کیا غلط میں نہیں جانتی۔ میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ یہ رشتہ ایک ایسا عہد ہے جس کے گواہ آپ خود ہیں۔ میرے لیے یہ عہد ایسے ہی سچ ہے جیسے آپ سچ کیوں کہ یہ عہد حمدان سید نے آپ کا نام لے کر باندھا ہے۔ اے پاک پروردگار! مجھے میرے ماں باپ اور میرے بھائیوں کے لیے امتحان نہ بنانا۔ مجھے اسی عہد کے ساتھ اپنے پاس بلانا۔ بے شک تُو گواہ ہے میں نے شاہ جی سے عشق کیا پر کبھی انہیں پانے کی دعا نہیں کی۔ اب ان کا نام پایا تو بھی میری دعا ہے کہ وہ ایمان کے ساتھ مکمل اور خوش گوار ازدواجی زندگی بسر کریں۔ رحم فرما مالک..... آمین ثم آمین۔'' اس نے چہرہ صاف کیا۔ جاء نماز تہہ کر کے اپنی جگہ پر رکھی اور کچن کی طرف چلی گئی۔

❁.....❖.....❁

بی ایڈ کے ایگزامز ہونے والے تھے اور اس کی کوئی تیاری نہ تھی۔ دو کتابوں کا مسئلہ تھا۔ ایک اکیڈمی میں ریگولر کلاسز ہو رہی تھیں دعا اور اس کی کولیگ دونوں نے وہاں جانے کا سوچا۔ انہیں ٹرین سے جانے میں پون گھنٹہ لگتا تھا۔ کلاسز جمعہ کو دوسری شفٹ میں اور اتوار کو پورا دن ہوتی تھیں۔ ایک اور جگہ پورا ہفتہ کلاسز ہوتی تھیں مگر کیونکہ وہ جاب کرتی تھیں تو انہیں جمعہ اور اتوار مناسب لگا۔ گھر والوں سے اجازت لے کر انہوں نے جانا شروع کیا۔ آج پھر وہ اسی کے شہر میں تھی۔ اس نے اردگرد ایک نظر دیکھا شاید اس نے ہر چہرے میں حمدان سید کو کھوجا تھا پھر اکیڈمی کی طرف چل پڑی۔ انہوں نے صرف دو مہینہ کلاسز اٹینڈ کی تھیں۔ دن اتنی تیزی سے گزرے کہ مہینہ گزرنے کا پتا بھی نہ چلا۔ حمدان سید جیسے صرف اسے اپنے نام کا پابند کرنا چاہتے تھے۔ وہ خود خیریت پوچھتی تو فائن کہہ کر بات ختم کر دیتے۔ وہ ہر بات شیئر کرتی جس کا جواب وہ جی اچھا'

ٹھیک ہے یاد کر کے کہہ کر دیتے۔ کوئی خواب ' کوئی امید نہ تھی پھر کیوں' کبھی کبھی دل جلتا تھا۔ کیوں کبھی کبھی وہ بے سبب ہی رو پڑتی تھی۔ وہ سوچتی کیا حمدان سید سے اسے امیدیں ہیں؟ پر اندر جیسے خالی سا تھا۔ وہ اپنی کیفیت سمجھ نہ پاتی اور خود سے الجھنے لگتی۔

''شاہ جی..... آپ تو کبھی نہیں پوچھتے دعا کیسی ہو..... اگر میں مرجاؤں تو آپ کو تو خبر بھی نہ ہوگی کیونکہ جب تک میں میسج نہ کروں آپ تو کوئی میسج بھی نہیں کرتے۔''

''کرتا تو ہوں ناں دعا..... بس تھوڑا مصروف رہتا ہوں۔'' وہ ان کا جواب پڑھ کر خاموش ہو جاتی پھر کہتی۔

''شاہ جی..... اگر میں مرجاؤں تو آپ ضرور آئیے گا۔ یہی میری خواہش ہے۔''

''دعا..... کیوں اتنا فضول سوچتی ہو؟ آئندہ ایسی بات مت کرنا۔'' وہ خاموش رہ گئی۔ مگر اک عجیب سی ناقابل بیان کیفیت اس کے دل کو جکڑ گئی۔ حمدان سید نے اسے جس عہد کا پابند کیا تھا' وہ کسی اور کے بارے میں سوچنے نہ دیتا اور حمدان سید کی جانب اسے کھینچتا۔ کبھی کبھی وہ عجیب سی کیفیات میں گھر جاتی۔ وہ جس کی پابند تھی۔ کبھی اسے ایک نظر دیکھا بھی نہ تھا۔ تب اس نے کہا۔

''شاہ جی..... میں آپ کو دیکھنا چاہوں تو.....'' اس نے میسج کیا۔

''کیا کرو گی دیکھ کر.....؟'' جواب فوراً آیا۔

''بس یونہی دل کرتا ہے آپ نہیں چاہتے تو کوئی بات نہیں۔'' اس نے میسج سینڈ کیا۔

''میں آؤں گا دعا..... میں نے منع تو نہیں کیا۔ بتاؤ کب اور کہاں؟'' حمدان نے پوچھا۔

''کل ریلوے اسٹیشن ٹھیک دو بجے۔'' اس نے وقت اور جگہ بتائی۔

''ٹھیک ہے' میں آجاؤں گا۔ پہچانو گی کیسے؟''

''پتا نہیں۔ میں سیاہ لباس میں ہوں گی۔'' اس نے بتایا۔

''ٹھیک ہے اب سو جاؤ' اللہ حافظ۔''

اگلی صبح اس کے دل کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس کی کولیگ نے پوچھا بھی پر وہ ٹال گئی۔ واپسی پر اس کی کولیگ اپنے منگیتر کے ساتھ کچھ شاپنگ کرنے چلی گئی اور وہ اسٹیشن پر آگئی۔ مسافر خانے میں کوئی بھی نہ تھا سوائے ایک شخص کے' وہ بھی سو رہا تھا۔ اس نے ٹرین کا پتا کیا وہ کچھ دیر پہلے جا چکی تھی اور دوسری کچھ دیر بعد آنی تھی۔ وہ بنچ پر بیٹھ گئی۔ دو سے اوپر ہو چکے تھے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا سیاہ رنگ کی کار رکی تھی جس میں سے ایک آدمی باہر آیا اور مسافر خانہ کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ پہچان گئی تھی' یہ حمدان سید تھا۔ اس نے نظر اپنے رجسٹر اور کتابوں پر جمائی تبھی دو خوب صورت اور سفید پاؤں سیاہ چپل میں اس سے کچھ فاصلے پر رکے تھے۔ سلام کی آواز پر اس نے آہستہ سے سر اٹھایا اور دھیرے سے سلام کا جواب دیا۔ بس ایک پل وہ جوان بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں دیکھ پائی۔ وہ کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر بنے بنچ پر جا کے بیٹھ گیا تھا۔ دعا نے سامنے دیکھا حمدان ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے اشارے سے نقاب ہٹانے کو کہا تھا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دعا نے نقاب ہٹایا۔ حمدان نے دیکھا تھا اس کی طرف پھر حمدان کا سیل فون بجنے لگا تھا۔ اس نے کال ریسیو کی اور بات کرنے لگا تب دعا نے بغور اسے دیکھا تھا۔ خوب صورت کشادہ پیشانی پر سلکی بال بکھرے ہوئے تھے' جنہیں بے دھیانی میں اس نے ہاتھ سے پیچھے کیا' وہ پھر بکھر گئے تھے۔ اس نے آج تک اتنے خوب صورت ہاتھ کسی مرد کے نہیں دیکھے تھے۔ اس نے بات کرتے کرتے اسے دیکھا تھا اور مسکرا دیا۔ دعا نے شرمندہ سی ہو کر سر جھکا دیا۔ وہ بات ختم کر کے اس کے قریب رکا۔

''چلو دعا..... میں تمہیں اسٹاپ تک چھوڑ دوں' ٹرین تو جا چکی ہے۔'' وہ اپنے ہاتھ مسلنے لگی جیسے کشمکش میں ہو۔ حمدان نے پھر پکارا۔ ''دعا.....'' وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی۔ حمدان نے اس کے لیے کار کا اگلا دروازہ کھولا۔ وہ سمٹ کر بیٹھ گئی' دروازہ بند کر کے وہ دوسری طرف ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے دعا سے

ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا۔
''دعا......'' اس نے اچانک پکارا۔
''ہوں......'' کہہ کر دعا نے حمدان کی طرف دیکھا تبھی حمدان نے ایک نظر اس کو دیکھ کر سامنے سڑک پر دیکھنا شروع کردیا تھا۔ دعا سوالیہ نظروں سے اسی کو دیکھ رہی تھی۔
''دعا...... تم بہت خوب صورت ہو لگتا ہے جیسے یہ رنگ صرف تمہارے لیے بنا ہے۔'' دعا نے جلدی سے نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔ گاڑی میں خاموشی چھا گئی کچھ ہی منٹوں میں وہ اسٹاپ پر تھے۔ حمدان نے اسے وین میں بٹھایا اور اللہ حافظ کہہ کر چلا گیا۔ وہ وین میں بیٹھ کر سوچنے لگی محبت ہونے سے آج تک کے عرصہ میں یعنی دو سال میں وہ آج پہلی بار ملے تھے۔ اسٹیشن سے لے کر اسٹاپ تک ان کی ملاقات کا دورانیہ بیس منٹ کا تھا۔ پتا نہیں اس نے صحیح کیا تھا یا غلط پر وہ مطمئن تھی۔ اس دن گھر آ کر کافی دیر اس کی حمدان سے بات ہوئی تھی۔ وہ حمدان کو اچھی لگی تھی۔
''دعا...... تم بہت پیاری ہو بہت خوب صورت۔''
''اور اگر میں خوب صورت نہ ہوتی تو......؟'' دعا نے پوچھا۔
''تو کیا دعا...... پھر بھی میری محبت میں کوئی کمی نہ آتی۔'' وہ مسکرادی تھی۔

❁......❖......❁

اکیڈمی میں کلاسز ختم ہوگئی تھیں۔ اس کی کبھی کبھار حمدان سے بات ہوتی تھی مگر اس کی روح کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ اسے لگتا اس نے خود کو حمدان پر مسلط کیا ہوا ہے۔ ان کی مصروفیت بڑھتی جارہی تھی جیسے یکسر اسے فراموش کر بیٹھے تھے۔ وہ ایس ایم ایس کرتی تو جواب نہ آتا۔ کال پر بھی وہ بمشکل مل پاتے۔ تب وہ شکوہ کر بیٹھتی۔
''شاہ جی...... مجھے لگتا ہے جیسے میں آپ کو پریشان کرتی ہوں۔'' وہ حمدان سے کہتی تو وہ کہتے۔
''ایسی بات نہیں بس مصروفیت کی وجہ سے ٹائم نہیں دے پاتا۔ تمہیں ورنہ تم تو میری زندگی ہو۔ تم بس ہر وقت ناراض رہتی ہو۔''
''ناراض نہیں ہوتی شاہ جی...... جب میں آپ سے ناراض ہوجاؤں گی تو دیکھنا آپ کی ہزار کوششوں کے باوجود بھی نہیں مانوں گی۔ آج آپ کے پاس ٹائم نہیں کل آپ کے پاس ٹائم ہوگا تب بھی آپ مجھ سے بات نہیں کرپائیں گے۔''
''ایسا نہیں ہوگا دعا کہ میں تمہیں پکاروں اور تم میری پکار کا جواب نہ دو۔''
''ہونے کو کچھ بھی ہوسکتا ہے شاہ جی جو محبت میں روتے ہیں، کبھی کبھی رلا بھی دیا کرتے ہیں۔ دیکھنا شاہ جی! ایک وقت ایسا آئے گا جب میں نہیں رہوں گی پر میری محبت کا احساس ہر پل آپ کے ساتھ ہوگا۔ ایسے ہی جیسے آج میں ہوں، محبت ہے پر آپ کو احساس نہیں......'' دعا کے کہنے پر حمدان نے کہا۔
''پاگل ہو تم دعا۔'' کہہ کر کال ہی ڈراپ کردی تھی۔
دن یونہی گزرتے گئے۔ دعا کا اضطراب بڑھتا گیا۔ اس روز وہ اسکول سے واپس لوٹی تو گھر میں مہمان تھے۔ اس نے سب کو سلام کیا اور کمرے میں چلی گئی۔ چینج کر کے امی کے پاس گئی جو کچن میں مصروف تھیں اور جمانہ جو اس کے ماموں کی بیٹی تھی وہ شاید امی کی مدد کی غرض سے آئی تھی۔ اس نے امی کو مہمانوں کے پاس بھیجا اور کچن میں مصروف ہوگئی۔ ساتھ ہی اپنے لیے چائے بھی بنانے لگی۔
''دعا...... کیا تمہیں پتا ہے یہ مہمان کون ہیں؟'' جمانہ نے پوچھا۔
''نہیں...... میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔''
''اچھا۔'' جمانہ کو سن کر افسوس ہوا کیونکہ وہ اب اسے جاننے کی کوشش کررہی تھی کہ ان مہمانوں کی آمد کا مقصد کیا ہے۔ ان دونوں نے مل کر کھانا تیار کیا اور امی سے پوچھ کر لگادیا۔ دعا کمرے میں چلی گئی۔ کچھ ہی دیر میں جمانہ بھی حاضر تھی۔
''اے دعا...... اٹھو پتا ہے وہ لوگ اسلام آباد سے آئے ہیں۔ کیپٹن علی کی امی ابو اور بھابی ہیں۔'' دعا کی ساری نیند

بھاگ گئی۔ جمانہ مزید کہہ رہی تھی کہ وہ علی کے لیے اس کے رشتے کی غرض سے آئے ہیں۔ جمانہ اس کے دھواں ہوتے چہرے کو دیکھے بغیر خوش ہو رہی تھی۔

تب ہی کوئی دستک دے کر اندر داخل ہوا۔ یہ علی کی بھابی تھیں۔ جو چہرے سے ہی کافی مغرور لگ رہی تھیں وہ پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

"تو تم دعا ہو؟" انہوں نے کافی نخوت سے دعا کو مخاطب کیا۔ دعا نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ "شکل سے تو کافی معصوم لگتی ہو...... شاید اسی معصومیت پر علی فدا ہو گیا تھا۔ وہ ایک پل کے لیے بھی اپنے فیصلے سے نہیں ہٹا۔ تم نے ایسا کیا کیا جو وہ تمہارے لیے سب چھوڑنے کو تیار ہے؟"

"میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا' یہ آپ کے دیور کا ذاتی فیصلہ ہے۔" کہہ کر دعا واش روم کی طرف بڑھ گئی اور تب تک نہیں نکلی' جب تک وہ کمرے سے چلی نہیں گئیں۔ وہ لوگ چلے گئے مگر دعا کے اضطراب میں اضافہ کر گئے۔ اس نے امی سے انکار کیا تھا کہ وہ علی سے شادی نہیں کرنا چاہتی پر امی نے اتنے بُرے طریقے سے ڈانٹا کہ وہ خاموش ہو گئی۔ رات اس نے حمدان کو میسجز کیے پر جواب نہ آیا وہ اللہ سے مدد طلب کرنے لگی۔

"میں اس عہد کو کیسے بُھلا سکتی ہوں جس کے گواہ آپ خود ہو۔ اے مولا رحم فرما...... مجھے میرے پیاروں کے لیے...... آزمائش مت دینا۔ میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتی نہ حمدان کو اور نہ امی ابو کو۔" ساری رات آنکھوں میں بسر ہو گئی۔ صبح اسے شدید بخار تھا۔ اسکول بھی نہیں گئی بس لیٹی رہی۔

اس نے حمدان کو کتنے میسجز کیے' کالز کیں پر کوئی جواب نہ تھا۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حمدان کا میسج آیا۔ وہ جانتا تھا دعا بہت کم اسے کال کرتی ہے اور ایک بار اٹینڈ نہ ہونے پر دوبارہ نہیں کرتی مگر آج اس کی کئی مسڈ کالز میسجز تھے۔ حمدان نے پھر میسج کیا تھا۔

"سوری دعا...... میں سو رہا تھا اور سیل سائلنٹ پہ تھا۔"

دعا نے فوراً میسج کیا۔

"کوئی بات نہیں شاہ جی...... مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ جب فارغ ہوں تو بتایئے گا۔" حمدان نے "اوکے" کہا تھا اور وہ انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد حمدان کا میسج آیا تھا۔

"ہاں دعا...... بولو کیا ہوا؟"

"شاہ جی پلیز آپ کچھ کیجیے۔ گھر والے میرا رشتہ طے کر رہے ہیں۔"

"میں کیا کروں دعا...... تمہارے گھر والے کیسے مانیں گے؟"

"مجھے نہیں پتا شاہ جی...... مگر آپ گھر والوں کے بنا تو کبھی بھی نہ مانیں گے جب کہ آپ شادی شدہ بھی ہیں۔"

"اور یہاں میرے گھر والے بھی نہیں مانیں گے دعا۔" دعا کو حمدان کا میسج پڑھ کے بہت تکلیف پہنچی۔ اس پر اپنی حیثیت واضح ہو چکی تھی مگر وہ سچ جاننا چاہتی تھی۔ اس نے میسج ٹائپ کیا۔

"تو پھر میں کیا سمجھوں؟"

"مجھے خود نہیں پتا دعا...... مجھے نہیں لگتا میرے گھر والے کبھی مانیں گے۔"

"ٹھیک ہے شاہ جی۔" جواب سینڈ کر کے وہ سوچ میں پڑ گئی۔ جو سفر اس نے شروع کیا تھا' اس میں وہ بالکل تنہا تھی اور اس سفر کا انجام کیا تھا اسے نہیں معلوم تھا۔ اسے حمدان سید کے جواب سے تکلیف پہنچی تھی۔ وہ اگر اپنے گھریلو حالات سے واقف تھا تو اسے پابند کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بُری طرح بکھر گئی تھی۔

❁......❖......❁

اس نے کہیں پڑھا تھا۔

سمندر کا وہ پانی جو سمندر سے باہر ہوا سے دریا' جھیل' بادل' آنسو' شبنم کچھ بھی کہہ دو لیکن پانی کا وہ حصہ جو سمندر میں شامل ہو جائے سمندر ہی کہلائے گا۔

"یا اللہ...... میں تو پانی ہوں جو سمندر سے باہر ہے میں سمندر کا حصہ نہیں' حمدان سید سمندر ہیں اور ان کا حصہ

ایمان ہے۔ وہ ایمان جو ان کی شرعی بیوی ہے۔ جو اُن کی ذات کا حصہ ہے۔ میں کہاں ہوں۔ کہیں بھی نہیں' نہ ان اپنوں کے وقت میں' نہ احساس میں۔ وہ عہد جسے میں تیری ذات کی طرح سچ مانتی ہوں' اس کی کوئی وقعت نہیں۔ تُو رحم فرما پاک پروردگار...... انہوں نے نہ سہی پر میں نے محبت بھی کی ہے اور اس رشتے کو سچ بھی مانا ہے۔ تُو مجھے اپنے پاس اسی رشتے کے ساتھ بلانا۔ مجھے پتا ہے معاشرے کے لیے میرا یہ رشتہ ناقابلِ قبول ہے کیونکہ میرے پاس نہ تو کوئی قانونی ثبوت ہے' نہ کوئی انسانی گواہی جب کہ سماج میں رشتے کی عزت کے لیے یہ ضروری ہے۔ مجھے پتا ہے کہ آپ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے شرعی طریقہ بتایا ہے۔ میں جتنا بھی اس رشتے کو سچ مانوں یہ حقیقت سے انحراف ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ یہ باقاعدہ رشتہ نہیں' بس ایک عہد ہے۔ جس کے سبب یہ سچا اور پاکیزہ ہے کیونکہ میں نے سماجی تقاضوں کو نہیں نبھایا اور مجھے شاہ جی سے بھی کبھی کوئی سوال نہیں کرنا۔ تُو رحم فرمانا مالک' مجھے اس عہد کی پاسداری کے قابل بنا۔'' بہت سے آنسو اس کی ڈائری کے صفحات بھگو گئے تھے۔ اس نے ڈائری بند کی اور کرسی کی پست سے سر ٹکا دیا۔

❁......❖......❁

وہ چھت پر بیٹھی سوچ میں گم تھی۔ جبھی ایک آہٹ پر چونک کر دیکھا۔ سامنے کیپٹن علی تھے جنہیں گھر والے قبولیت کا درجہ دے چکے تھے۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جو بہت کمزور اور مضطرب لگ رہی تھی۔

''دعا جی...... ایسے کیا دیکھ رہی ہیں' مانا کہ مابدولت بہت خوب صورت لگ رہے ہیں پر......'' دعا نے اس کی بات کاٹ دی۔

''آپ جتنے بھی خوب صورت ہوں مسٹر علی...... میری نظریں آپ پر نہیں رک سکتیں۔'' کافی غصہ سے کہہ کر وہ نیچے چلی گئی تھی۔ علی نے سوچا شاید دعا کو اس کا انداز اچھا نہیں لگا۔ چلو میں سوری کہہ دوں گا۔ یہ سوچتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ دعا سامنے کہیں نہ تھی۔ وہ دعا کی امی سے باتیں کرنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد دعا کی اور اس کی منگنی تھی' وہ چاہتا تھا کہ دعا کو خود شاپنگ کروائے اسی لیے وہ آیا تھا اور پھر اسے دعا کو بتانا بھی تو تھا کہ وہ اسے کتنی پیاری ہوگئی ہے۔ وہ کتنی محبت کرتا ہے اس سے اور اس نے کتنا سوچا ہے اسے مگر...... وہ حمزہ کے ساتھ باہر چلا گیا۔

رات کے کھانے کے وقت واپس آئے دونوں۔ دعا کہیں نہ تھی کچھ دیر بعد کھانے کی میز پر وہ اسے نظر آ گئی تھی۔ دعا کو دیکھ کر علی جتنا خوش ہوا تھا' دعا اتنی ہی پریشان ہوئی تھی۔ وہ ابو کے ڈر سے کھانا کھانے تو آ گئی تھی مگر کھا نہیں رہی تھی۔ ابو اٹھ کر گئے تو وہ بھی جلدی سے وہاں سے اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔ حمدان سید شاید کافی دیر سے میسج کر رہے تھے اور موبائل چونکہ کمرے میں تھا تو اس نے میسجز دیکھے نہیں ہیں۔ کال آئی تو اسے حیرانی ہوئی کیونکہ اس سارے عرصہ میں ان کی کال بس دو چار مرتبہ آئی تھی۔ اس نے کال ڈراپ کردی۔ میسجز دیکھے۔ شاعری والے ایس ایم ایس تھے۔ ایک میں اسے مخاطب کیا گیا تھا بس دعا لکھا تھا اور ایک میں لکھا تھا۔

''ناراض ہو؟'' دوسرے میں کہا گیا۔ ''پلیز دعا' جواب تو دو۔'' اس نے موبائل فون اک طرف رکھا اور بیڈ کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ ایک بازو بیڈ پر رکھا اور اس میں منہ چھپا کر رو دی۔

سُونا آنگن' تنہا عورت' لمبی عمر
خالی آنکھیں' بھیگا آنچل' گیلے ہونٹ
اتنا بولو گی تو کیا سوچیں گے لوگ
رسم یہاں کی ہے لڑکی' سی لے ہونٹ

موبائل فون پھر سے بجنے لگا اس نے آن کر کے کان سے لگالیا اور السلام علیکم کہا۔ رونے سے اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ دوسری طرف حمدان تھا۔

''اتنے دنوں سے بات کیوں نہیں کر رہی تھیں' کیا ناراض ہو؟''

''نہیں شاہ جی' ناراض ہوگئی تو آپ کی دسترس میں

سے نکل جاؤں گی۔"
"کیا مطلب دعا؟"
"کچھ نہیں شاہ جی، کیسے ہیں آپ؟"
"ٹھیک ہوں یار پر تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں۔"
"میں اللہ کے کرم سے بالکل ٹھیک ہوں شاہ جی، خیریت آپ نے آج مجھے کیسے یاد کیا؟"
"تمہیں یاد کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ہوتی دعا' تم مجھے بھولتی کب ہو؟"
"ایمان کیسی ہیں شاہ جی؟"
"مجھے نہیں پتا وہ اپنے میکے میں ہے۔"
"مجھے نہیں پتا تھا شاہ جی کہ وہ گھر پر نہیں کیونکہ اگر وہ گھر ہوتیں تو آپ اس وقت مجھ سے بات نہ کررہے ہوتے۔"
"دعا تم......" دعا نے ان کی بات کاٹ دی۔
"آج کہنے دیجیے شاہ جی' آپ نے مجھے اپنے عہد کا پابند کیا مگر آپ میرے سامنے ایمان کا ذکر سکتے ہیں۔ جانتے ہیں کیوں؟ کیونکہ وہ آپ کی شرعی بیوی ہیں۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں انہیں اپنایا ہے مگر میرا ذکر آپ ان کے سامنے کبھی نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارا رشتہ بس زبانی کلامی ہے۔"
"دعا میں اس رشتے کو بالکل سچ مانتا ہوں مگر تم یقین کرو کہ مجبور ہوں۔"
"ٹھیک ہے شاہ جی' پر آپ کے رویے نے ہر پل مجھے محسوس کروایا ہے کہ میری حیثیت آپ کی نظروں میں کیا ہے۔ یاد ہے شاہ جی' ایک بار آپ سے میں نے پوچھا تھا کہ اگر کبھی مجھے آپ کے ساتھ کی ضرورت ہو تو کیا آپ میرا ساتھ دیں گے تو آپ نے صاف انکار کردیا۔ کیونکہ آپ خوف زدہ تھے شاہ جی' آپ مجھے پابند تو کرسکتے ہیں مگر ساتھ نہیں رکھ سکتے۔"
"دعا...... ایسی باتیں کیوں کررہی ہو۔ تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں......؟"
"اعتبار مجھے آپ پر اپنی ذات سے بڑھ کر ہے شاہ جی' یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ نے ایمان اور اپنے رشتے کے متعلق مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔"
"کیسا جھوٹ دعا......!" حمدان نے پوچھا۔
"کل میں نے آپ کو مارکیٹ میں دیکھا تھا' آپ شاپنگ کررہے تھے اپنے بیٹے کے لیے...... یہ بات آپ نے خود اپنے منہ سے بتائی تھی کسی کو فون پر بیٹا بہت بہت مبارک ہو شاہ جی' میں نہیں پوچھوں گی کہ آپ نے یہ جھوٹ کیوں بولا کہ ایمان سے آپ کا تعلق بس دکھاوا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں جاننا کہ میں نے ایسا کیا کیا جو آپ نے میرے ساتھ یہ سب کیا کیونکہ میں جانتی ہوں۔ محبت آپ کو چھو کر بھی نہیں گزری......"
"ایسے مت کہو دعا......" حمدان نے پھر بولنے کی کوشش کی تھی مگر آج دعا سننے کے موڈ میں نہ تھی۔
"آج آخری بات کہنے دیجیے شاہ جی...... آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے' آپ کو اپنے لیے میری محبت متاثر کرتی ہے' آپ نہیں چاہتے کہ میں کسی اور کی ہوجاؤں' اس لیے آپ نے مجھے پابند کیا مگر اب آپ مجھے باقاعدہ اپنا نام نہیں دے سکتے کیونکہ ایسی صورت میں ایمان اور سب کی ناراضگی مول لینا آپ کے بس میں نہیں......"
"دعا...... میں اپنی زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں مگر......" دعا نے حمدان کی بات کاٹ دی۔
"شاہ جی...... جب اگر مگر کیوں اور کیسے جیسے الفاظ درمیان میں آجائیں تو محبتیں' محبتیں نہیں ہوا کرتیں' مجبوریاں بن جاتی ہیں اور محبت میں تو کسی کو مجبور کرنا یا باندھ کر رکھنا ہے ہی نہیں۔ میں نے آج تک اللہ سے آپ کو یا آپ کی محبت کو نہیں مانگا' پر میری دعا ہے آپ کو مجھ سے محبت ہوجائے۔ وہ محبت جس میں دوسرے کی عزت کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ وہ محبت جو اپنی ذات کو بھلا دیتی ہے۔ یاد رہتا ہے تو بس محبوب...... آج کے بعد میں آپ سے بات نہیں کروں گی' آپ کے پاس کچھ عرصہ ہے شاہ جی اور مجھے پتا ہے آپ فیصلہ میرے حق میں نہیں کرسکیں گے۔"
"کچھ عرصہ بعد کیا ہوگا دعا؟" حمدان نے پوچھا۔

"آپ فیصلہ کرلیجیے گا۔"

"اگر تمہیں چناؤ کرنا پڑا دعا تو تم کیا کرو گی' اپنے گھر والوں کو چنو گی یا مجھے......؟"

"میری زندگی میں صرف تین رشتے اہم ہیں۔ ایک امی ابو جو میرا دل ہیں' دوسرے آپ...... آپ میری روح ہیں' تیسرے میرے بھائی جو میری دھڑکن ہیں۔ میں فرار اختیار کروں گی شاہ جی' مجھے آپ سے عشق ہے آپ سے رشتہ بے لوث ہے' آپ نے سنا ہوگا کچھ لمحے چاقو کی دھار کی طرح ہوتے ہیں' ان میں اگر غلط فیصلہ ہوجائے تو جان بچتی ہے نہ ایمان...... جب مجھ سے محبت ہوجائے گی تو آپ سمجھ جائیں گے کہ حدود و قیود سے نکلو تو فنا شرط ہے۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا شاہ جی' زندگی رہی تو کبھی رابطہ کروں گی۔"

"دعا...... تم مجھ سے بات کرنا مت چھوڑنا۔" حمدان جیسے اس کے ہر لفظ کے قائل ہوگئے تھے' ان کا لہجہ شکستہ تھا۔

"میرے لیے خود بہت مشکل ہے مگر میں کسی بھی لمحے کمزور نہیں پڑنا چاہتی اور ویسے بھی آپ بہت مصروف ہوتے ہیں۔"

"نہیں دعا' ایسے مت کہو۔"

"شاہ جی...... اب آپ سو جائیے۔ فی امان اللہ۔" کہہ کر اس نے فون بند کردیا تھا۔ جس سے بات کیے بنا وہ ایک پل نہ رہ سکتی تھی' اسے خود ہی دور کردیا تھا۔ ساری رات وہ خوب روئی تھی۔

❁......❖......❁

پچھلے پانچ دنوں سے دعا نے اس سے بات نہ کی تھی۔ اس کے میسجز کا کوئی جواب نہ دیا تھا اور اب تو نمبر بھی آف کردیا تھا۔ آج تک کبھی ایسا ہوا نہ تھا کہ وہ دعا کے لیے مضطرب ہوا ہو۔ اسے دعا سے محبت نہ تھی وہ تو خود بہت خوب صورت تھا۔ کتنی لڑکیاں اس سے خود دوستی کا کہتیں۔ اس سے محبت کا اظہار کرتیں مگر وہ دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ وہ اپنی کزن ایمان میں انٹرسٹڈ تھا۔ اسے ایمان سے محبت تھی یا نہیں' اس نے کبھی سوچا نہیں۔ وہ خوب صورت تھی بلکہ بہت خوب صورت تھی اور اس سے محبت بھی کرتی تھی اور اہم بات یہ کہ وہ اس کی بچپن کی منگیتر تھی۔ پھر اسے دعا کے خط ملے جو اس کی سامع تھی۔ وہ ہفتہ میں اسے ایک خط ضرور لکھتی تھی۔ حمدان کو اس کے لفظ اچھے لگتے۔ اسے لگتا جیسے دعا کا ہر لفظ بس اس کے لیے ہے۔ کبھی اگر دعا خط لکھنے میں دیر کرتی تو وہ بے چین ہوجاتا۔ اسے انتظار رہتا اس کے خط کا۔ پھر ایک دن جب مارکیٹ میں وہ اپنی دکان جو کہ ریڈی میڈ گارمنٹس کی تھی' پر تھا جب ایک لڑکی اس کے دوست کے ساتھ آئی۔ وہ اس کے دوست کی بہن رابی تھی۔ اسے جب پتا چلا کہ وہ ڈی جے حمدان شاہ ہے تو وہ بہت خوش ہوئی تھی۔ چونکہ وہ کافی لبرل لگ رہی تھی نمبر بھی لے لیا جو حمدان نے دوست کی بہن ہونے کی وجہ سے دے دیا تھا۔ رات کال کرکے رابی نے اسے دعا کے بارے میں بتایا تھا۔ حمدان کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ دعا اسے اتنی شدت سے چاہتی ہے۔ اس نے اس خوشی کا سبب سوچا ہی نہ تھا۔ رابی نے اسے دعا کا نمبر بھی دیا تھا پھر اس کی دعا سے بات ہونے لگی۔ وہ اس سے اتنی محبت کرتی تھی کہ کبھی کبھی وہ حیران ہوتا۔ رابی نے کہا تھا کہ دعا کو محبت سے انکار تھا' آج محبت اتنی ہی شدت سے دعا میں بس گئی تھی۔ وہ دعا کی محبت کی شدت جاننے کے لیے اکثر اسے میسجز کا جواب نہ دیتا۔ وہ کبھی پریشان ہوکر کال کرتی' وہ اٹینڈ نہ کرتا' جب وہ اپنی محبت کا اقرار کرتی تو اپنی اہمیت جان کر وہ خوش ہوتا۔ وہ کہتی۔

"شاہ جی...... مجھے پتا ہے آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے' اسی لیے ایسے کرتے ہیں۔" تو وہ جھوٹ بول دیتا کہ "تم میری زندگی ہو میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" وہ ایسا کیوں کرتا تھا۔ کبھی اس نے سوچا نہیں پر وہ بھی عجیب تھی' اقرار سن کر بھی دکھی ہوجاتی اور کہتی۔

"نہیں شاہ جی...... جھوٹ مت بولا کریں کیونکہ جب محبت ہوتی ہے تو اپنا آپ خود منوالیتی ہے۔ آپ محبت کا اقرار تو کرتے ہو پر ابھی آپ کا محبت سے واسطہ نہیں پڑا۔ اضطراب محبت کا مقدر ہے شاہ جی...... میں کب کہتی ہوں

کہ آپ مجھ سے محبت کریں۔ مت کریں محبت! بس جھوٹ مت بولیں۔"

اتنے عرصے میں آج پہلی بار وہ جاگا تھا۔ وہ بھی دعا کو سوچ کر...... شاید اس نے ٹھیک ہی کہا تھا' تاروں بھرے آسمان سے نظریں ہٹا کر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا جو پونے تین ہونے کا اعلان کررہی تھی۔ وہ پچھلے اڑھائی گھنٹے سے کھڑکی کے پاس کھڑا تھا اور آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ کتنے لفظ اس کی سماعتوں میں گونج رہے تھے۔ اس کی خوب صورت آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔ اس نے اضطرابی انداز میں اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور مڑ کر بیڈ کے قریب آیا اور جھک کر بیڈ سائیڈ ٹیبل کے اوپر سے اپنی اور ایمان کی شادی کی تصویر اٹھالی اور دیکھنے لگا۔ یہ ان کے ولیمہ کی تصویر تھی۔ ایمان نے اس کی پسند پر نیلے رنگ کی کامدار ساڑھی باندھی تھی۔ اس کے لمبے گھنے خوب صورت بال اسی کے کہنے پر کھلے چھوڑے تھے۔ سب نے کہا تھا وہ ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔ تصویر میں ایمان صوفہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور حمدان اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ تصویر کو دیکھتے ہوئے اچانک حمدان کو لگا جیسے تصویر میں ایمان کی جگہ دعا ہو۔ اس نے تصویر اپنی جگہ پر الٹی کرکے رکھ دی اور سامنے بنی الماری کی طرف بڑھا' سیف میں سے ایک ڈبا نکال کر ایک طرف رکھے صوفوں کی طرف بڑھ گیا۔ صوفہ پر بیٹھ کر کچھ دیر ڈبا ہاتھ میں لیے گھورتا رہا۔ اس کے چہرے پر عجب بے بسی و اضطراب تھا پھر اس نے وہ ڈبا میز پر رکھا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موندلیں۔ بالوں میں ہاتھ پھیرا پھر اسی ہاتھ کی انگلیوں سے اپنا ماتھے دبانے لگا۔ اس کے کانوں میں پھر دعا کے لفظوں کی بازگشت ہوئی۔

"شاہ جی..... آج تک میں نے رب سے کبھی آپ کو نہیں مانگا۔ کبھی آپ کی محبت بھی نہیں مانگی' پر اب مانگتی ہوں۔ اللہ کرے آپ کو مجھ سے محبت ہوجائے۔"

وہ جلدی سے سیدھا ہو بیٹھا۔ ایک نظر میز پر پڑے چھوٹے سے ڈبے کو دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اٹھالیا۔ ڈبے کو کھول کر دیکھا اور اس میں سے کچھ کاغذ نکالے۔ یہ وہ خط تھے جو دعا نے اسے لکھے تھے۔ اس نے ایک بار پڑھ کر یہ خط رکھ دیے تھے مگر آج وہ سارے خطوں کو ایک بار پھر سے پڑھ رہا تھا۔ آج سے پہلے کبھی اس نے سوچا نہ تھا کہ کسی نے کتنی محبت اور عقیدت سے یہ خطوط اس کو لکھے ہیں۔ اس کے لیے یہ بس اس کی جوابی ستائش تھی۔ پتا نہیں کس احساس کے تحت اس نے یہ خطوط سنبھال کے رکھے تھے۔

وہ بارہ یا تیرہ خط تھے جو اس نے پڑھے پھر بڑی عقیدت سے انہیں تہہ کرکے ڈبے میں رکھ دیے اور ڈبے میں سے ایک تصویر نکالی۔ ساڑھی کے بارڈر پر گولڈن کام تھا۔ اس نے انتہائی سلیقے سے ساڑھی باندھ رکھی تھی' چہرے کے نقوش میں جاذبیت تھی۔ اس کے خوب صورت کٹاؤ دار ہونٹ لپ سٹک کے بغیر تھے۔ گھنگھریالے بالوں کی ایک لٹ ماتھے سے ہوتی ہوئی رخسار کو چھو رہی تھی' گلے میں گولڈ کا لاکٹ جس پر اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس کی خوب صورت لمبی گردن اور کاندھے کے درمیان ایک تل تھا جو بہت واضح ہورہا تھا۔ پھولوں کے پاس کھڑے ہونے کی وجہ سے سرخ پھول اس کے بازو کو چھو رہا تھا۔ تصویر کی عقبی جانب لکھا تھا۔

Dear dear n dearest
Hmdan Syed! my Soul,
my Love, my Life.
your Dua

اس نے پڑھا پھر اپنے ہونٹ اس نام پر رکھ دیے۔ اس کی آنکھوں سے دو آنسو پھسل کر تصویر پر گرے تھے۔

I Love you alote dua!

دور کہیں اذان کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے تصویر ڈبے میں رکھی اور ڈبا کو اپنی جگہ پر رکھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ وضو کرنے کے بعد وہ گارڈن والے حصے کے پاس آیا' کچھ پل کیاری کے پاس کھڑے ہوکر پھولوں کو دیکھا اور گیٹ کھول کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے قدم قریبی مسجد کی جانب تھے۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے

بعد وہ کتنی دیر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے روتا رہا۔ وہ مرد اپنی انا کو بھلائے خالق حقیقی کے سامنے اس عورت سے محبت کا اظہار کررہا تھا جسے اس نے اللہ کو گواہ بنا کر صرف اس لیے اپنے نام کا پابند کیا تھا تاکہ وہ کسی اور کی نہ ہوجائے اور وہ پاگل لڑکی تو محبت کے عہد میں اپنے ہر احساس اپنے ہر رشتے اپنی روح تک کو گروی رکھ کے تہی دست ہوگئی تھی۔ آج وہ اس عورت کی ڈھیروں عزت اپنے روم روم میں محسوس کررہا تھا۔ محبت نے اسے تسخیر کرلیا تھا۔ وہ دعا کو مانگ رہا تھا اپنے ربّ سے پُرتقدیر مسکرارہی تھی کیونکہ اس نے محبت کے ساتھ ساتھ سچے ربّ کی ذات کو ہمراز رکھ کے جو عہد باندھا تھا۔ اسے بس اپنے مفاد میں رکھنے کی کوشش کی تھی۔ جب صبح کی سپیدی ہر سو پھیلنے لگی تو وہ اٹھ کر گھر کو چل دیا۔ نمازِ جمعہ اور عیدین کے علاوہ وہ آج پہلی بار اپنے ربّ کے سامنے سربسجود ہوا تھا۔

❁......✥......❁

دعا ساری رات اپنے ربّ کے سامنے روتے روتے وہیں سجدے میں سوگئی تھی۔ دروازہ پر دستک کی آواز پر اٹھی' گھڑی پر نظر پڑی تو نو بج رہے تھے جلدی جلدی جاءنماز تہہ کرکے اپنے مقام پر رکھی اور دروازہ کھول دیا۔ وہ جلدی میں بنا دیکھے دروازہ کھول کر پلٹ رہی تھی جب کیپٹن علی کی آواز اپنے کمرے میں سُن کر ٹھٹک کررکی۔ جو تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

''میم دعا...... آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟'' وہ سوالیہ نگاہیں لیے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دعا نے نہایت ترشی سے پوچھا۔

''مسٹر علی...... آپ میرے کمرے میں کیا رہے ہیں؟''

''دراصل آپ اتنی دیر سے باہر نہیں آئیں تو مجھے تشویش ہوئی۔ آپ مجھے کافی کمزور اور بیمار لگ رہی ہیں۔''

''میں بالکل ٹھیک ہوں مسٹر علی اور آپ اب میرے کمرے سے جاسکتے ہیں۔'' وہ کچھ دیر ضبط سے لب بھینچے اسے دیکھتا رہا پھر خاموشی سے چلا گیا۔

دعا فریش ہوکر کمرے سے باہر نکلی تو گھر میں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ امی شاید نانو کی طرف گئی تھیں۔ ڈرائنگ روم سے حمزہ کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ اس نے ڈرائنگ روم کی طرف قدم بڑھائے۔ حمزہ فون پر کسی سے بات کررہا تھا۔ علی صوفہ پر بیٹھا تھا جب کہ اس کے دونوں چھوٹے بھائی شایان اور کاشان جو کہ جڑواں تھے اور دونوں میٹرک کے طالب علم تھے لڈو کھیلنے میں مصروف تھے۔ کاشان' شایان سے کچھ منٹ چھوٹا تھا' جس کا فائدہ شایان رعب جھاڑ کے اٹھاتا تھا۔ اب بھی ان میں تکرار جاری تھی۔ وہ دروازے میں ہی کھڑے تھی تبھی شایان کی نظر اس پر پڑی۔

''آپ...... آپ وہاں کیوں کھڑی ہیں' اندر آجایئے۔'' علی نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر نیچے دیکھنے لگا۔ دعا خاموشی سے کچن کی طرف پلٹ گئی تھی۔ وہ اپنے لیے چائے بنا کر ڈائننگ ٹیبل پر آبیٹھی۔ وہ علی کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت وعقیدت دیکھ چکی تھی پر اس کے دل میں اس کے لیے کچھ نہ تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا تھا اور اس کی آنکھوں میں چمک بڑھ گئی۔ علی جو حمزہ کے ساتھ اسی طرف آرہا تھا اس نے پہلی بار دعا کو مسکراتے دیکھا تھا۔ وہ جیسے تھم سا گیا۔

''یہ کتنی پیاری لگتی ہے مسکراتے ہوئے......'' اس نے بےاختیار سوچا تھا۔ حمزہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

''ڈیئر آپی...... ہمیں بھی تو بتائیں آخر کس خوشی میں اکیلے اکیلے مسکرایا جارہا تھا؟'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔ حمزہ باہر کی جانب بڑھ گیا تو علی آگے بڑھا۔

''مس دعا...... مجھے کچھ کہنا ہے آپ سے......'' دعا نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ علی نے ایک نظر اسے دیکھا اس چہرے پر اس وقت سختی کے تاثرات نہ تھے جو اکثر اسے دیکھتے ہی واضح ہونے لگتے تھے۔

''مجھے بس اتنا ہی کہنا ہے دعا کہ اگر محبت کی کوئی حد ہوتی ہے تو میں اس آخری حد تک آپ کو چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے لگتا ہے آپ اس رشتے سے خوش نہیں ہیں۔ دعا...... کسی کو

اپنے نام کرلینا محبت نہیں بلکہ کسی کے نام ہوجانا محبت ہے۔ جس موڑ پر میں ہوں وہاں سے پیچھے ہٹنا میرے لیے ممکن نہیں مگر میں زبردستی آپ کو خود سے منسلک کرنا نہیں چاہوں گا۔" دعا سر جھکائے سب سُن رہی تھی پھر بہت خاموشی سے سر اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو جھلملاتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ علی کو لگا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا ہے۔ وہ تو ان آنکھوں میں ڈھیروں خوشیاں رقصاں دیکھنا چاہتا تھا پھر یہ آنسو کیوں...... وہ مضطرب ہوگیا۔

"دعا...... کیا آپ خوش نہیں؟" اس کی آنکھوں میں چمکنے والے آنسو رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔ وہ بھاگ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی' علی اور بھی مضطرب ہوگیا۔

❁......✥......❁

حمدان کتنے دنوں سے دعا کا نمبر ٹرائی کررہا تھا مگر وہ سوئچ آف جارہا تھا۔ حمدان بہت پریشان اور مضطرب تھا مگر دعا جو کبھی ضد نہ کرتی تھی اس بار وہ اپنی ضد پر قائم تھی کہ وہ اب اس سے رابطہ نہیں کرے گی۔ وہ کتنے دنوں سے شو نہیں کررہا تھا تاکہ وہ اس سے رابطہ کرے اور پوچھے "کیوں شاہ جی...... آپ کیوں مجھے تنگ کرتے ہیں؟" مگر وہ شاید پتھر ہوگئی تھی اور اسے پتھر بنانے والا بھی وہ خود تھا۔ پہلے وہ جان کر انجان بنا رہا تھا' یہاں تک کہ اس نے جو عہد اس سے باندھا تھا وہ بھی پہلے اس کی نظر میں کچھ نہ تھا۔ وہ حمدان جو دوستوں سے کیا عہد نبھانے کے لیے جان تک دینے کو تیار ہوجاتا تھا وہی حمدان اپنے رب کے نام پر باندھے گئے عہد کو اہم نہ سمجھا تھا اور جب سمجھا تو محبت اس کی روح میں سرایت کرگئی تھی تب وہ سننے کو تیار نہ تھی۔ وہ گھر بہت دیر سے لوٹا تھا۔ اپنے کمرے میں آیا تو ایمان جو آج ہی اپنے میکے سے لوٹی تھی اس پر نظر گئی وہ بیڈ پر بے خبر سو رہی تھی۔ اس کا پیارا سا معصوم بیٹا بے بی کاٹ میں سو رہا تھا۔ وہ دبے قدموں سے چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا اور ایمان کو دیکھنے لگا' وہ بہت خوب صورت تھی' دعا اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی۔ اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ یہاں تو دعا بس گئی تھی اور ایسی بسی تھی کہ اب اسے ہر طرف وہی دکھائی دیتی تھی۔ وہ آہستگی کے ساتھ وہاں سے ہٹا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ باغیچے کے سامنے بنے برآمدے کی نشستوں پر وہ بیٹھ گیا۔ کچھ دیر آسمان کو دیکھتا اور پھر برآمدے کے ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ وہ اپنے ماضی میں کھونے لگا۔ اسے یاد آیا ایک بار دعا نے کہا تھا کہ اسے چاند دیکھنا بہت پسند ہے وہ بھی سرد راتوں میں۔ اس نے کہا تھا۔

"شاہ جی...... اگر ہماری شادی ہوگئی تو آپ چاندنی راتوں میں دیر تک میرے ساتھ بیٹھنا میں آپ کے کاندھے سے سر لگا کر چاند دیکھوں گی۔" پھر وہ بولتے بولتے رکی تھی اور کہنے لگی۔ "ایسے تو آپ بور ہوجائیں گے' آپ ایک کام کرنا بس مجھے دیکھنا۔" وہ ہنس پڑا تھا۔ "شاہ جی' ایسے کیوں ہنس رہے ہو؟" اس کے ہنسنے پر دعا نے پوچھا تھا۔

"کیوں' تمہیں میرا ہنسنا بُرا لگتا ہے؟" اس نے الٹا سوال کیا تھا۔ کچھ پل دعا کچھ نہ بولی پھر چند پل خاموش رہنے کے بعد وہ بولی تھی۔

"آپ کا ہنسنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے شاہ جی' چاہے آپ مجھ پر ہی کیوں نہ ہنسیں......؟"

"اچھا......" اس نے بس اتنا ہی کہا تھا پھر بولا۔

"دعا' جب تم چاند دیکھو گی تو میں تمہارا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہوں گا' دعا' تمہیں پتا ہے تم حمدان شاہ کی زندگی ہو۔" حمدان نے آنکھیں کھولیں۔ وہ آج وہیں بیٹھا تھا۔ چاندنی رات' کھلا آسمان' برآمدہ' نشستیں ستون سب کچھ تھا' پر وہ نہیں تھی۔ اس رات جو آنسو دعا کی آنکھوں سے بہے تھے' ان کی نمی کو حمدان شاہ کی آنکھوں نے محسوس کیا تھا۔ وہ شدید اضطراب کی حالت میں وہاں سے اٹھا اور سامنے باغیچے میں جاکر چکر لگانے لگا مگر اضطراب کم ہونے کی بجائے بڑھنے لگا تو وہ کمرے میں چلا گیا۔ وضو کیا اور جاء نماز اٹھا کر اسٹڈی روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے نوافل پڑھے' نماز تہجد پڑھی اور وہیں

بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر میں فجر کی اذان ہونے لگی۔ آج اس نے اذان کا ہر لفظ دل سے سنا‘ اس پکار کا جواب اس کے لب دے رہے تھے اور اس کی آنکھیں اس کے رخساروں کو بھگو رہی تھیں‘ اس پر عجب سی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ اس کا اضطراب کم ہو رہا تھا۔ اندر جیسے سکون سا اتر تا جا رہا تھا۔ اذان ختم ہوئی تو وہ ایک بار پھر قبلہ رو ہو کر کھڑا ہوا۔ نماز کی نیت کی۔ اب اس کے ہونٹ بےآواز اللہ کی حمد و ثناء میں مشغول تھے۔ اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ سجدہ میں جھکا تو دو آنسو گر کے جاء نماز میں جذب ہو گئے۔ وہ اشکِ ندامت تھے جو بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ پاتے جا رہے تھے۔ وہ تو رحمٰن ہے وہ تو خالق ہے اور خالق کو اپنی ہر تخلیق پیاری ہوتی ہے‘ وہ جیسی بھی ہو‘ وہ رب تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کر دینے والے کے سامنے گناہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اس کے سامنے تو نیت اہم ہوتی ہے۔ وہ خالص نیت والے کو عطا کرتا ہے بنا خطا دیکھے کہ وہ تو رب ہے جو ستر ماؤں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ اس نے نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

”اے پروردگارِ عالم..... اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مجھے بخش دے۔ اے مولا پاک‘ میں نے تیرے بتائے طریقے سے روگردانی کرتے ہوئے کسی کو اپنے نام سے جوڑا۔ اے مولا‘ تو جانتا ہے وہ صرف عہد ہے‘ ایک ایسا عہد جس میں اسے ہمیشہ اپنا رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے پتا تھا وہ آپ سے اتنی محبت کرتی ہے کہ آپ کے نام سے جوڑے گئے تعلق کو آپ کی طرح حقیقت مانے گی‘ اسی میں جیے گی۔ میں نے شرعی حدود کو پھلانگنے کی کوشش نہیں کی تُو جانتا ہے۔ پر میں نے اس کی مجبوریوں کو سمجھے بغیر اس کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھنا چاہا۔ اس بندھن میں جس کی سماج میں کوئی حیثیت نہیں۔ اے مولاؑ میرا عہد سچا ہے۔ میں اسے نام بھی دوں گا اور مقام بھی۔ تُو مدد فرما‘ مجھے بخش دینا۔ میرا اور اس کا رشتہ ایک سچا عہد ہے وفا کا عہد..... جس کا گواہ تُو ہے۔ ایک ایسا عہد جس میں میرے ساتھ کے باوجود میری قبولیت کے باوجود پہلے وہ اکیلی تھی پر اب میں اس کے ساتھ ہوں۔ تُو سب کے حق میں رحم فرمانا‘ ہمیں بخش دے مولا.....“ اس نے دعا مانگ کر چہرے پر ہاتھ پھیرے آنسوؤں سے تر چہرے کو صاف کیا اور جانماز تہہ کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ فیصلے پر پہنچ کر کافی پُرسکون تھا۔ اب اسے دعا کو منانا تھا۔

❁......❖......❁

واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے نل کھولا اور ہاتھوں کے پیالے میں پانی لے کر منہ پر چھینٹے مارنے لگی۔ اس نے سامنے لگے آئینے میں دیکھا‘ گیلے چہرے پر آنسو اب بھی بہہ رہے تھے فرق بس اتنا تھا کہ اب وہ پانی میں مل کر صرف آنسو نہ رہے تھے۔ اس نے خود کو سنبھالا اور منہ پر پھر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔ وہ جیسے ہی واش روم سے باہر نکلی سامنے علی مضطرب انداز میں کھڑا تھا۔ اس نے چہرہ صاف کیا اور علی کو نظر انداز کرتی ڈریسنگ ٹیبل کی دراز کا لاک کھولنے لگی‘ سرخ رنگ کی ڈائری نکالی۔ ایک نظر علی کو دیکھا پھر ڈائری اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

”یہ ایسے راز ہیں جن کا گواہ میرے علاوہ میرا رب ہے۔ امید کرتی ہوں آپ اچھے رازداں ثابت ہوں گے کہ محبتیں تو بہت معتبر ہوا کرتی ہیں۔“ علی نے ڈائری لے کر بہت الجھتے ہوئے اس کی باتیں سنی تھیں۔ ”مسٹر علی‘ اس میں آپ کے ہر سوال کا جواب ہے۔ اب آپ جائیے پلیز۔“ علی خاموشی سے مڑ گیا تھا۔

❁......❖......❁

بتاؤ کیسا لگتا ہے
کسی کو پا کے کھو دینا
کسی کے ساتھ تو چلنا
مگر اس کا نہ ہونا
خود ہی کو کوستے رہنا
مگر اس کو نہ کچھ کہنا
خود ہی گرنا‘ سنبھلنا‘ ہنسنا اور رو دینا

بتاؤ کیسا لگتا ہے؟
خزاں کی سخت سردی میں
ہجر کی لمبی راتوں میں
کسی کی یاد میں رونا
کسی کو سوچتے سوچتے اپنی آنکھیں بند کرنا
اور اندھیروں میں چلے جانا
بتاؤ کیسا لگتا ہے؟

وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے چھت پر آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ شایان اور کاشان چھت پر کمرے کے سامنے بنے برآمدے میں کتابیں کھولے بیٹھے تھے۔ تبھی علی اس کے قریب آیا' کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ شدتِ ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں پھر دھیمے سے اس نے دعا کو پکارا۔

''دعا....'' اپنا نام سن کر اس نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا پھر کھڑی ہو کر سامنے رکھی کرسیوں کی جانب بڑھ گئی۔ وہ جانتی تھی علی کی متوقع ہر بات ہر سوال کو۔ علی آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کی جانب آیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔

''دعا.... آپ کو پتا ہے وہ کتنا جھوٹا ہے' جس کی محبت میں آپ سب بھول بیٹھی ہیں؟''

''وہ کتنا جھوٹا ہے میں نہیں جانتی' میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ میں کہاں تک سچی ہوں۔''

''دعا.... وہ آپ سے دھوکا کر رہا ہے۔'' علی نے پھر کہا۔

''نہیں مسٹر علی' وہ دھوکا نہیں کر رہا' وہ تو میری محبت کی گہرائی ناپ رہا ہے۔ دھوکا تو میں کھا رہی ہوں۔''

''آپ جانتی ہیں' وہ رشتہ بے معنی ہے۔''

''میں نے کب کہا کہ وہ رشتہ بامعنی ہے؟ وہ تو عہد ہے' عہد وفا۔''

''دعا عہد ایسے نہیں ہوتے....؟''

''تو کیسے ہوتے ہیں مسٹر علی؟'' پھر خود ہی کہنے لگی۔

''مسٹر علی' آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں بقول آپ کے....'' اس نے علی کو دیکھا۔ علی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ''میں کیسے مانوں؟'' اس نے پھر سوال کیا۔

''میں سب کے سامنے آپ کو اپنانے کو تیار ہوں۔''

''پر سب کے سامنے بنایا گیا ہر رشتہ سچا اور پائیدار نہیں ہوتا۔'' دعا نے کہا۔

''میں قسم کھانے کو تیار ہوں دعا اور میرا وعدہ ہے کہ یہ رشتہ پائیدار ہوگا۔'' دعا کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا پھر وہ بولی۔

''میں اس وعدے کو کیونکر مانوں' کل آپ مکر بھی سکتے ہیں۔''

''وعدے نبھانے کے لیے ہوتے ہیں دعا....''

''بالکل.... یہی تو میں کہتی ہوں....'' اس نے علی کی بات کاٹی۔ ''وعدے نبھانے کے لیے ہوتے ہیں۔ جب ایک انسان کسی انسان سے وعدہ کر لیتا ہے تو دوسرا اس پر اعتبار کرتا ہے کہ وعدہ ضرور پورا ہوگا پھر میرے وعدے کے تو گواہ بھی معتبر ہیں۔ مجھے پتا ہے میرے کہہ دینے سے اور حمدان سید کے مان لینے سے ہم ایک دوسرے کے نہیں ہو گئے۔ میں کیونکہ ان سے محبت کرتی ہوں تو یہ میری محبت کا عہد ہے۔ میں حدود و قیود سے واقف ہوں۔ مجھے میرے ماں باپ کی عزت کا بھی احساس ہے۔ مجھے پتا ہے مجھے خود پر لگائے الزامات کی تردید کرنا ہے۔ مجھے پتا ہے وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ میں بس ان کے نام سے مرنا چاہتی ہوں کیونکہ اگر میری شادی ہو گئی تو آخرت میں ابدی زندگی میں وہ مجھے نہیں ملیں گے۔ جب کہ مجھے انہیں اس دنیا میں نہیں ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی میں پانا ہے' اپنے رب کے حکم سے....'' اس نے اپنی بات ختم کر کے علی کو دیکھا پھر بولی۔

''آپ اس رشتے سے انکار کر دیجیے۔ آپ کو آپ کی محبت کا واسطہ....'' انتہائی بے بسی سے اس نے علی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ ''میں سب کے سامنے بے بس ہوں' اپنی سچائی اپنا عہد ثابت نہیں کر سکتی۔ آپ نے بھی تو محبت کی ہے۔ مجھے میرے عہد کو پورا کرنے میں مدد

کریں پلیز......'' علی نے ایک نظر روتی ہوئی دعا پر ڈالی اور سیڑھیاں اتر گیا۔

❁......❖......❁

اگلی صبح علی واپس اسلام آباد جاچکا تھا۔ اسے لگا تھا وہ انکار کردے گا رشتے سے پر یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ آج علی کو گئے تیسرا دن تھا جب اک دن اس کی امی نے اسے بتایا کہ آج شام علی کے ساتھ اس کی منگنی ہے۔ بس چند قریبی لوگ ہی ہوں گے اس کے ماموں، پھوپو، چاچو وغیرہ اور علی کی فیملی...... وہ تو کچھ سُن ہی نہیں رہی تھی۔ اس کے اعصاب جیسی شل ہو چکے تھے۔ وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ کمرے میں جاکر کھڑکی کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھی اور سامنے دیوار پر لگی خانہ کعبہ کی تصویر کو دیکھنے لگی۔

''میرا عہد مت ٹوٹنے دینا مولا، وہ عہد مجھے بہت پیارا ہے۔ میری محبت اور میرا عہد میں کیا کروں مولا؟'' الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے لبوں سے ادا ہو رہے تھے۔ ''میں تھک گئی مولا، مدد فرما۔ آپ ہی تو کہتے ہیں کہ مومن عہد نہیں توڑتے۔ میری مدد فرما کہ یہ عہد نہ ٹوٹے۔ میں سب آپ پر چھوڑتی ہوں۔'' وہ چہرے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ باہر سے ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں پھر کوئی اس کے کمرے میں آیا تھا۔ وہ اس کی کزن زروئی تھی جس نے اسے جلدی باہر آنے کو کہا کیونکہ اسلام آباد سے مہمان آچکے تھے۔ اس نے جواب میں صرف ہُوں کہا اور زروئی جلدی سے باہر نکل گئی۔ کچھ ہی دیر میں وہ چینج کر چکی تھی تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعد کوئی اندر آیا تھا مگر وہ ہر احساس سے عاری سامنے دیکھنے میں مگن تھی۔ اس نے بالکل سادہ سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے گیلے گھنگھریالے بال بکھرے ہوئے اور کچھ ماتھے سے چپکے ہوئے تھے۔ دوپٹا آدھا صوفے سے نیچے تھا اور آدھا اس کے گھٹنوں پر اندر آنے والی جمانہ، زروئی اور اس کی باقی کزنز تھیں۔ زروئی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور مہندی لگانے لگی۔ اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اس کی کزنز باتوں میں مصروف تھیں کہ دعا خوش نصیب ہے۔ علی بہت ہینڈسم اور مال دار گھرانے سے ہے۔ کچھ علی کی فیملی پر تبصرہ کر رہی تھیں مگر دعا جیسے یہاں تھی ہی نہیں۔ یہاں تک کہ زروئی نے مہندی بھی لگادی مگر وہ ابھی تک اسی حالت میں بیٹھی تھی۔ وہ جوں کی توں بیٹھی رہی۔ کمرے کا دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز نہ سُن سکی۔ علی آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا پھر دوزانو ہو کر دعا کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ پتھر کے مجسمے کی طرح ابھی تک ساکت تھی۔ علی نے اسے پکارا مگر جواب ندارد لگتا تھا جیسے وہ یہاں تھی ہی نہیں۔ علی نے دعا کا دوپٹا اٹھا کر اس کے سر پر ڈالا۔ تو وہ ایک دم سے ہڑبڑائی۔ سامنے بیٹھے علی کو دیکھا جو سر اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جہاں مہندی لگی تھی پھر ویران آنکھوں سے علی کو دیکھا اور سر جھکا گئی۔

''میرا وعدہ سچا تھا۔ آپ سمجھے نہیں......'' وہ جیسے خود کلامی کے سے انداز میں بولی مگر علی نے اس کا ہر لفظ بغور سنا۔

''دعا......'' علی نے پکارا۔ ''آپ کا عہد ضرور سچا رہے گا۔ میں آپ کی کیفیت سمجھ سکتا ہوں پر آپ میری بات سنیں......'' دعا نے علی کو دیکھا، ان آنکھوں میں ویرانی سی تھی۔ ''دعا، آپ جانتی ہیں شریعت میں منگنی کا کوئی تصور نہیں۔ اگر میں رشتے سے انکار کرتا تو بھی آپ کی شادی کہیں نہ کہیں ضرور ہوتی۔ منگنی ہونے کے بعد بھی ہمارا رشتہ صرف دوستی کا رہے گا۔ میں آپ سے شادی نہیں کروں گا۔ یہ منگنی صرف آپ کا ساتھ دینے کے لیے ہے۔ میں نے آپ کو چاہا ہے اسی لیے مجھے آپ کی خوشی عزیز ہے، دعا...... آپ سمجھ رہی ہیں ناں۔'' دعا ایک دم چونکی۔

''آپ مجھ سے محبت مت کریں علی...... آپ بہت اچھے ہیں۔''

''کیا محبت کرنا نہ کرنا اپنے بس میں ہوتا ہے؟'' اس کی بات سُن کر علی نے پوچھا اور دعا سر جھکا گئی۔

❀.....❖.....❀

ہلکے گلابی رنگ کے کامدار چوڑی دار پاجامے اور پشواز میں دعا بہت پیاری لگ رہی تھی۔ علی نے دیکھا تو جیسے پلک جھپکنا بھول گیا۔ دعا کو لاکر اس کے ساتھ بٹھایا گیا تو وہ چونکا اور جلدی سے تھوڑا فاصلے پر ہوگیا۔ اسے اپنا عہد یاد آ گیا۔ کچھ دیر میں منگنی کی رسم ہوئی دعا نے اسے اور اس نے دعا کو انگوٹھی پہنائی۔ سب اسے مبارک باد دے رہے تھے۔ ہر طرف شور سا تھا مگر اس کے اندر گہری جامد خاموشی تھی۔ اسے دعا سے محبت ہوئی۔ وہ پاسکتا تھا اسے اس لیے سب سے لڑ کر اسے پانے کی کوشش کی مگر دعا ہوا کی طرح تھی اسے وہ اپنے گرد محسوس تو کرسکتا تھا مگر اسے پکڑنا اسے چھونا اس کے بس میں نہ تھا۔ وہ دعا کا ساتھ ضرور دے گا۔ یہ عہد اس نے خود سے کیا تھا کہ محبت صرف دعا نے ہی نہیں علی نے بھی کی تھی۔ ویسی ہی محبت جیسی دعا نے حمان سے کی تھی بالکل ویسی ہی محبت علی نے دعا سے کی تھی۔

❀.....❖.....❀

وقت تھوڑا سا آگے سرکا۔ دعا کے ایگزامز بھی ہوگئے اور وہ پاس بھی ہوگئی بی ایڈ میں۔ کبھی بہت مضطرب ہوتی تو زیادہ سے زیادہ وقت رب کے سامنے گزار کر اپنے عہد کو وفا کرنے میں اپنے رب کی مدد کو پکارتی تھی۔ وہ اللہ کی مدد کے بنا کچھ نہ کرسکتی تھی اسی نے تو اسے اتنا پیارا دوست دیا تھا۔ وہ اکثر علی سے اصرار کرتی تھی کہ شادی کرلو اور وہ کہتا پھر آپ کا کیا ہوگا۔ تب وہ کہتی اچھا ابھی رہنے دو میرے جانے کے بعد کرلینا۔ وہ جواب میں کچھ نہیں کہتا تھا۔

میں اس کو بھولنا چاہوں تو کس طرح عادل
جو میری ذات میں زندہ ہے خود میری ذات ہونے تک

❀.....❖.....❀

وقت کا کام گزرنا ہوتا ہے۔ دعا نے اسے کچھ عرصہ کا کہا تھا مگر آج دو سال گزرنے کے باوجود نہ حمان نے خود رابطہ کیا تھا اور نہ ہی اس کی رابطے کی کوئی کوشش کامیاب ہوئی تھی۔ حمان کے دن تو بہت مصروفیت بھرے گزر جاتے مگر اکثر راتیں وہ دعا کی یادوں میں اسے سوچ سوچ کر گزارتا۔ شروع میں ایمان نے اس کے رویہ کی وجہ سے کئی بار جھگڑا کیا مگر پھر حمان کی خاموشی سے سمجھوتا کرلیا۔ ایمان حمان کی تنہائیوں کی ساتھی تھی۔ وہ اسے شروع سے جانتی تھی۔ شادی سے پہلے اور بعد میں بھی حمان اس کا بہت خیال رکھتا تھا بہت محبت سے پیش آتا۔ ایمان حمان سے محبت کرتی تھی۔ اسے پالیا تو خود کو دنیا کی خوش نصیب عورت تصور کرنے لگی۔ وہ خوش تھی ہر کام حمان کی پسند کا کرتی لباس تک اس کی پسند سے پہنتی اور حمان بھی بہت تعریف کرتا۔ مگر پھر اچانک کچھ ایسا ہوا کہ حمان بدل گیا کچھ تھا جو پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔ حمان کا ایمان کے ساتھ آج بھی رویہ بہت نرمی لیے ہوتا مگر ایمان جتنی بھی پیاری لگ رہی ہوتی حمان کی نظروں میں وہ رنگ نہیں اترتے جو شادی کے شروع دنوں میں دیکھ کر وہ نہال رہتی تھی۔ کچھ ایسا ہوا تھا جس نے حمان کے اندر اضطراب بھر دیا تھا۔ حمان ایمان کے ساتھ ہوکر بھی وہاں نہیں ہوتا تھا۔ ایمان کو لگتا وہ جیسے خود کو کہیں رکھ کے بھول گیا ہو۔ اکثر وہ ساری ساری رات گھر سے غائب رہتا اور اگر گھر میں ہوتا تو بہت بے چین پھرتا یا گارڈن میں اسٹڈی روم یا پھر برآمدے کی نشستوں پر..... یوں لگتا تھا جیسے گرمی سردی کی اسے کوئی پروا نہ تھی۔ ایمان عورت تھی اس کی بیوی اس کی شریکِ سفر۔ جب حمان اس کے ساتھ ہوکر بھی ساتھ نہ ہوتا تو وہ بے چین ہوجاتی۔ اسے کھوج رہنے لگی کہ کہاں پر اور کیا بدلا ہے۔ سال بھر پہلے جب حمان رات کو بے چین ہوکر وضو کرکے اسٹڈی روم میں گیا تو اس کے جانے کے کچھ دیر بعد ایمان بھی اس کے پیچھے گئی۔ اسٹڈی روم ہلکا سا کھلا تھا۔ حمان سلام پھیر رہا تھا پھر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ایمان نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔ اس کا حمان اس کا محبوب شوہر رو رہا تھا۔ اس نے اپنی ساری سماعتیں حمان کے لبوں سے پھسلتے لفظوں پر لگادیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''اے پروردگارِ عالم میرے گناہوں کو بخش دے۔ میں نے تیرے نام سے دعا سے جو عہد باندھا اس کو پورا کرنا چاہتا ہوں پر اس کی کوئی خبر نہیں۔ آج دعا سے مجھے

عشق ہے پر وہ اب مجھ سے بات ہی نہیں کرتی۔ اپنی ساری بے چینیاں اس نے مجھے سونپ دی ہیں۔ کل میرے جھوٹ پر اسے یقین تھا آج میرا سچ وہ کیوں سننا نہیں چاہتی۔"

ایمان اس سے آگے سُن ہی نہیں پائی اور اپنے بے جان ہوتے وجود کو بمشکل گھسیٹتے ہوئے اپنے بیڈ تک آئی۔ اس کی حالت لٹے ہوئے مسافر کی سی تھی۔ اس کا محبوب شوہر اس کا ہوکر بھی اس کا نہ تھا۔ اس کے پاس تو حمدان کا خالی وجود تھا' روح تو دعا کے پاس تھی۔

"تو حمدان سید..... آپ کی ساری بے چینیاں' ساری وفائیں' ساری محبتیں اس عورت کی ہیں' جس سے آپ نے کوئی عہد باندھا تھا۔ میری مجبوری یہ ہے حمدان سید کہ میں آپ کو چھوڑ بھی نہیں سکتی۔ پتا نہیں مجھے دعا سے نفرت کرنی چاہیے یا نہیں۔ وہ عورت ہوکر بھی عورت کا دکھ نہیں سمجھتی یا محبت نے سمجھنے نہ دیا۔ میرے دل میں اس کے لیے پتا نہیں کیوں کہیں کوئی نفرت نہیں شاید اس لیے کہ وہ آپ کی محبت ہے اور آپ میری محبت میرے شوہر ہیں اور میاں بیوی تو لباس کی طرح ہوتے ہیں' جس طرح لباس وجود کی تمام خوب صورتیوں اور بدصورتیوں کو چھپاتا ہے اور تحفظ فراہم کرتا ہے۔ میاں بیوی کا رشتہ بھی ویسا ہی ہے۔ میری آپ سے محبت پہلے سے بھی بڑھ کر ہے پر میں شاید کبھی آپ کو بتا نہیں پاؤں گی کہ میں آپ کے راز سے واقف ہوں مگر پھر بھی آپ سے محبت کرتی ہوں کہ میرے بس میں صرف چاہنا ہے چاہے جانا میرے بس میں کہاں....." ایمان کی سوچوں کا تسلسل ریان کے رونے کی آواز سے ٹوٹا تھا۔ وہ بے بی کاٹ کے پاس آئی جہاں اس کا ڈیڑھ سالہ بیٹا بھوک سے رو رہا تھا۔ اس نے جھک کر اپنے بیٹے کو اٹھایا اور اپنی بانہوں میں بھرلیا۔ ماں کے وجود کی گرمی کو محسوس کرتے ہی ریان خاموش ہوگیا۔ ایمان کو لگا اس کی کل کائنات تو اس کی بانہوں میں ہے۔ اس سوچ نے اس کی رہی سہی بے چینی کو بھی ختم کردیا تھا۔

❀.....❖.....❀

وہ کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کررہی تھی جب امی کی پکار پر پلٹ کر دیکھا۔

"جی امی۔" دعا نے کہا۔

"بیٹا' تمہارے بھائی کا فون تھا۔ انہوں نے تمہیں اپنے پاس لاہور بلایا ہے' تمہاری بھابی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" دعا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "تم فارغ ہوکر اپنی پیکنگ کرلو۔ علی شام کو آئے گا کل تم اسی کے ساتھ چلی جانا۔" علی آج کل لاہور میں ہی تعینات تھا۔

"جی امی۔" دعا نے کہا اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

آج کل گھر میں دعا اور علی کی شادی کی باتیں ہورہی تھیں۔ دونوں گھروں کو ہی جلدی تھی جب کہ دعا مضطرب تھی مگر وہ حمدان سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے پیکنگ کرنے کے بعد ٹائم دیکھا۔ سوا دس بج چکے تھے' اس نے سیل فون آن کیا۔ ہینڈز فری لگائے اور کھڑکی کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ کر سننے لگی۔ آج پتا نہیں کیوں حالت عجیب سی تھی۔ شو شروع ہوچکا تھا' حمدان ایک نظم پڑھ رہا تھا۔

چلو اک اور دنیا میں
تمہارے ساتھ چلتے ہیں
جہاں حالات کچھ بھی ہوں
مگر ہم ساتھ رہتے ہیں
جہاں موسم کوئی بھی ہو
جدائی کا نہ ہو لیکن
جہاں یہ چاند بھی تم ہو
جہاں سورج ہو' روشنی
خوش بُو کا رنگ تم سے ہو
جہاں ہر دل دھڑکنے کا
ہر ایک احساس تم سے ہو
جہاں پر میرے جینے کی
ساری آس تم سے ہو
چلو اک اور دنیا میں

تمہارے ساتھ چلتے ہیں

حمدان کا ہر لفظ اب دعا کے لیے ہوتا تھا مگر دعا اب اس کے لفظوں میں خود کو نہیں ڈھونڈتی تھی کہ جب اس نے حمدان کے لفظوں میں خود کو ڈھونڈا تھا تو سوائے دکھ کے کچھ نہ ملا تھا۔ اس نے سارا شو سنا اور پھر رات بھر جاگتی رہی۔ آج اس کے ساتھ عجیب سا ہو رہا تھا۔ جو بھی دیکھتی یا سنتی یوں لگتا آخری بار دیکھ یا سن رہی ہو۔ وہ سوئی نہیں۔ بس کبھی بیٹھ جاتی، کبھی کمرے میں چکر لگانے لگتی۔ اس نے ڈائری نکالی اور لکھنے لگی۔

''اے پروردگار...... تُو شاہ جی کو ہمیشہ خوش رکھنا۔ پتا نہیں کیوں آج میرا ان سے بات کرنے کو بہت دل کر رہا ہے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے، میں ہر کام آخری بار کر رہی ہوں پھر کبھی نہ کر پاؤں گی۔ یااللہ پاک...... شاہ جی کو مطمئن کر دینا۔ وہ ایک مکمل خوش گوار ازدواجی زندگی بسر کریں۔ میں نے انہیں معاف کیا تُو بھی معاف فرما، ہم سب پر رحم فرما آمین۔''

❁......❖......❁

ان کی گاڑی پنڈی بھٹیاں انٹرچینج سے نکلی تھی۔ رات تقریباً پونے دس کا ٹائم تھا جب اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے ڈائری نکال کر علی کی جانب بڑھائی اور بولی۔

''علی...... آپ اسے اپنے پاس رکھ لو اگر میں نہ رہوں تو آپ یہ حمدان کو دینا۔ اس میں ان کا نمبر، ایڈریس اور تصویر بھی ہے۔'' علی نے ڈائری پکڑتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔

''دعا...... بہت فضول باتیں کرتی ہو تم......'' اس نے کئی روز بعد ایک نظم حمدان کو سینڈ کی۔

مجبور انا ہوکر پابندِ وفا ہوکر
ہم بیٹھ گئے آخر راضی بہ رضا ہوکر
جس رُت میں وہ بچھڑا تھا اس رُت کے تعاقب میں
دل ہے کہ بھٹکتا ہے راہوں کی ہوا ہوکر
اس جسم کے زنداں میں اک عمر سے قیدی ہیں
اڑ جائیں گے ہم آخر اک روز رہا ہوکر
اس درجہ حوادث سے خائف ہے میری ہستی
ہر لفظ نکلتا ہے ہونٹوں سے دعا ہو کر

Always be happy dearest

فی امان اللہ۔

حمدان نے ایس ایم ایس پڑھتے ہی کال کی تھی پر دعا نے ریسیو نہیں کی اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ڈیش بورڈ پر رکھا اس کا موبائل فون پھر بجا تھا۔ علی نے اسے دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھالیا، آن کر کے کان سے لگایا دوسری طرف کوئی بہت بےقراری سے بولا تھا۔

''پلیز دعا...... میری بات سُن لو۔ مجھے تم سے تمہارے عشق سے بھی زیادہ عشق ہے۔ میں تمہیں تمام رسموں اور شریعت کے مطابق اپناؤں گا۔'' وہ بول رہا تھا اور علی دعا کو دیکھ رہا تھا، جس کی بند پلکوں سے آنسو گر رہے تھے۔ علی کی نظریں دعا پر اور سماعتیں حمدان شاہ کے لفظوں کی طرف تھیں۔ پیچھے سے ایک ٹرک ڈرائیور نے اوورٹیک کرنے کی کوشش میں گاڑی کو ٹکر ماری تھی۔ علی نے کار سنبھالنے کی کوشش کی مگر گاڑی دور تک ٹرک کے ساتھ گھسٹتی ہوئی گئی تھی۔ ٹرک ڈرائیور تو فرار ہو گیا۔ ان کی کار الٹ گئی تھی۔ علی نے بمشکل تمام وہاں سے خود کو نکالا اسے کافی چوٹیں آئی تھیں۔ دعا ابھی تک الٹی کار میں بے ہوش پڑی تھی، وہ شدید زخمی تھی۔ موٹروے پرگشت پر مامور پولیس فوراً وہاں پہنچی اور علی کی مدد سے دعا کو نکالا اور دونوں کو قریبی اسپتال لے گئے۔ علی کو یوں تو کافی چوٹیں آئی تھیں مگر کوئی بھی چوٹ خطرناک نہ تھی۔ وہ ٹھیک تھا اسے ماتھے اور ہاتھ پر بینڈیج کر دی گئی تھی۔ اتنے خطرناک حادثے سے اس کا بچ جانا معجزہ تھا مگر دعا کی حالت سیریس تھی وہ آئی سی یو میں تھی۔ علی کاریڈور میں بیٹھا رب سے دعا کے بچنے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

❁......❖......❁

وہ کل سے شدید اضطراب میں تھا۔ احساسات عجیب سے ہو رہے تھے۔ لگتا تھا جیسے اس کا کچھ کھو گیا ہو، کچھ

بہت قیمتی۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ سامنے ٹی وی چل رہا تھا مگر اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ وہ بے چین تھا تبھی اس کے موبائل فون کی بپ ہوئی اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی سیل اٹھا کر آج بھی اس امید سے چیک کیا کہ شاید دعا کا میسج ہو اور آج اس کی امید سچ ثابت ہوئی۔ ایس ایم ایس دعا کا ہی تھا۔ اس نے میسج پڑھتے ہی کال کی مگر دعا نے ریسیو نہیں کی۔ اس نے جب بار بار کال کی تو ریسیو کرلی گئی مگر وہ بولی نہ تھی۔ وہ بہت کچھ کہہ رہا تھا تبھی عجیب سا کچھ ہوا تھا شاید کوئی حادثہ ہوا تھا وہ کافی دیر بولتا رہا مگر کوئی جواب نہیں آیا' اس کی بے چینی حد سے سوا ہوگئی تھی پھر ایک مردانہ آواز ابھری تھی۔

''حمدان...... میں علی بول رہا ہوں۔ پنڈی بھٹیاں انٹرچینج سے تھوڑے فاصلے پر ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ دعا کی حالت ٹھیک نہیں' اسے اسپتال لے جارہے ہیں۔'' اتنا کہہ کر کال ڈراپ کردی گئی تھی۔ حمدان فوراً اپنی کار لے کر گھر سے نکلا تھا۔ تقریباً رات بارہ بجے کے قریب پنڈی بھٹیاں پہنچ کر اس نے دعا کے نمبر پر کال کی جو کچھ دیر بعد ریسیو کرلی گئی تھی۔ علی سے پتا پوچھ کر وہ اسپتال پہنچا۔ وہاں پہنچ کر پھر علی کو فون کیا علی اسے ایمرجنسی وارڈ میں لے گیا تھا۔ وہ دعا کو دیکھنے کے لیے بے چین تھا مگر دعا کے پاس جانے کی اجازت کسی کو نہ تھی۔ علی نے گھر والوں کو بھی مطلع کردیا تھا۔ حمدان کی حالت عجیب ہورہی تھی۔ علی نے پتا نہیں کیا کہا کہ ڈاکٹرز حمدان کو دعا کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ حمدان آہستہ قدموں سے چلتا ہوا دعا کے قریب پہنچا۔ دعا کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اس کی گردن پر گہرا زخم کا نشان تھا۔ اسے کار کا شیشہ ٹوٹ کر لگا تھا۔ دعا کی آنکھ کے پاس بھی تقریباً ڈیڑھ انچ زخم کا نشان تھا۔ اس کی سفید رنگت زرد ہوگئی تھی۔ حمدان کو اس کی بند آنکھوں سے وحشت ہونے لگی۔ وہ اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر غور سے دعا کو دیکھا۔

''دعا...... اٹھو مجھے تم سے بہت سے باتیں کرنی ہیں۔ ان دو سالوں کی ہر بات بتانی ہے جو تمہارے بعد مجھ پر گزری...... تم اب مجھ سے دور نہیں جاسکتیں۔'' اس نے نے علی کو دیکھا اور بولا۔ ''علی پلیز...... آپ اس سے کہیں نا کہ یہ اٹھے اور مجھ سے بات کرے۔'' وہ پھر دعا کو دیکھنے لگا اور خود کلامی کے سے انداز میں بولا۔ ''دعا...... تم نے کہا تھا شاہ جی' میں آپ سے عشق کرتی ہوں تو تمہیں اس کا واسطہ اٹھو...... میرے دل کی دھڑکن بند ہوجائے گی۔ ایسے چپ مت رہو۔ میں نے تمہیں بہت تنگ کیا' تم مجھے تنگ مت کرو پلیز دعا......''

علی نے حمدان کے کاندھے پر ہاتھ رکھا' حمدان نے اک نظر دیکھا اور پھر دعا پر جھکا اس کے پپوٹوں میں جکڑے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیئے پھر سیدھا ہوا دعا کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا اور بے بسی سے دعا کو دیکھنے لگا۔ علی بمشکل حمدان کو باہر لایا تھا کیوں کہ دعا اور علی کے گھر والے کسی بھی وقت آسکتے تھے۔

❁......❖......❁

دعا کا چھوٹا بھائی حمزہ اور ابا آگئے تھے۔ دعا کی امی کو فی الحال حادثے کا نہیں بتایا گیا۔ علی کے گھر والے بھی آگئے تھے۔ وہ لوگ دعا کے کمرے کی طرف بڑھے تو علی اور حمدان رک گئے تھے۔

''حمدان پلیز...... آپ خود کو سنبھالیے' اس موڑ پر آ کر آپ کی محبت بدنام ہو یقیناً آپ نہیں چاہیں گے۔ آپ کی ایسی حالت دیکھ کر سب سوال ضرور کریں گے۔ سو پلیز......'' علی نے حمدان سے کہا ابھی وہ کچھ اور بھی کہتا کہ حمزہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

''علی بھائی...... آپی کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے۔'' یہ سنتے ہی علی تیزی سے ڈاکٹر کو بلا لایا۔ ڈاکٹر نے سب کو دعا کے پاس سے ہٹا دیا تھا۔ کاریڈور کے یخ فرش پر دعا کے ابو سجدہ ریز ہوکر مالکِ حقیقی سے اپنی بیٹی کی سلامتی کی دعا مانگ رہے تھے مگر شاید دعاؤں کی قبولیت کا وقت گزر چکا تھا۔ تبھی ڈاکٹر ان کے قریب آرکا' سب نے سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا تھا۔ ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز

میں کہا تھا۔

"آئی ایم سوری...... شی از نو مور......" ڈاکٹر کہہ کر جاچکا تھا۔ دعا کے ابو گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔ انہیں اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی بس کبھی کہا نہیں آج وہ محبت سامنے تھی مگر اس سے دیکھنے والی تھک ہار کر اپنی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کرچکی تھی۔ تمام کارروائیاں پوری کرنے کے بعد دعا کی میت لے کر وہ سب تقریباً صبح سات بجے کے قریب گھر پہنچے۔ دعا کے بڑے بھائی عمر بھی ابھی پہنچے تھے اور قریبی عزیز گھر میں جمع تھے۔ دعا کی امی کو کچھ دیر پہلے ان کی بیٹی کی موت کی خبر سنائی گئی تھیں وہ تب سے بے ہوش تھیں۔ دعا کی نانو جھریوں زدہ چہرے پر بے شمار آنسو لیے اپنی بوڑھی آنکھوں سے اپنی سب سے پیاری نواسی کے بے جان وجود کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ اکثر کہتی تھیں۔

"نانو...... امی مجھ سے پیار نہیں کرتی ناں پتا ہے نانو! آپ کے وجود میں ان سب کی محبت کی گرمی کو محسوس کرتی ہوں۔ بس آپ وہ واحد ہستی ہیں جو مجھ سے پیار کرتی ہیں۔ نانو آپ دیکھنا ایک دن سب مجھ سے کہیں گے کہ وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں پر تب میں نہیں سنوں گی۔ ناراض ہوجاؤں گی سب سے......" تب انہوں نے مسکراتے ہوئے دعا کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور بولیں تھیں۔

"میری بیٹی...... تو بہت پیاری ہے کبھی ناراض نہیں ہوتی۔"

"پر دیکھنا آپ نانو...... میں ہوجاؤں گی ناراض......"

دعا نے کہا تھا اور آج وہ ناراض تھی سب اس کے لیے اشک بار تھے پر وہ نہیں سُن رہی تھی۔ اس کی امی کو ہوش آ گیا تھا وہ اپنی بیٹی کے بے جان وجود کو چومتے ہوئے اپنی ممتا کا یقین دلا رہی تھیں۔

"دعا...... تم جب جارہی تھیں تو میں نے تمہیں بھائی' بھابی کل سب کا خیال رکھنے کو کہا۔ تمہارا خیال رکھنے کو نہیں کہا تو تم نے رکھا بھی نہیں۔ کیوں دعا کیا تم نے اپنی ماں کے دل کی آواز کو نہیں سنا تھا؟ اٹھو ناں دعا' تمہاری ماں پوری کائنات میں سب سے زیادہ تم سے پیار کرتی ہے۔" ان کی آنکھوں سے آنسو دعا کے بے جان وجود پر گر رہے تھے پر اب دعا ہر احساس سے دور جاچکی تھی۔ سفید کفن میں لپٹے اس کے معصوم وجود کو دیکھ کر ہر آنکھ اشک بار تھی۔ نماز جنازہ کے بعد اسے اس کے آخری ٹھکانے پر لے گئے تو عمر کو یاد آیا' دعا کو قبرستان سے بہت ڈر لگتا تھا۔ عمر دعا سے پانچ سال بڑا تھا۔ دعا جب چھ سال کی تھی تو ایک بار وہ قبرستان آئی تھی اور قبرستان میں داخل ہوتے ہی وہ عمر کی ٹانگوں سے چپک گئی تھی اور اب وہ اس کے وجود کو قبر میں اتار رہے تھے۔ تب بھی وہ چپ چاپ تھی' عمر کو لگا وہ اٹھے گی اور کہے گی۔

"بھائی...... مجھے یہاں ڈر لگتا ہے' مجھے گھر لے چلو۔"

پر دعا نے کچھ نہیں کہا تھا۔ اس کے سب پیاروں نے اس پر مٹی ڈالی تھی۔ وہ مٹی تھی مٹی میں مل گئی۔ ہر چیز کو فنا ہے سوائے رب کی ذات کے۔ وہ مرگئی مگر سب کے دلوں میں اپنی محبت چھوڑ گئی تھی۔ وجود مٹ گیا تھا۔ اخلاق و محبت زندہ تھے کئی دلوں میں اس کے پیارے اسے دفنانے کے بعد شکستہ قدموں سے واپسی کی جانب محوِ سفر تھے۔

زندگی کی بساط بس اتنی ہی ہے۔

✿......❖......✿

حمدان گھر پہنچ کر اسٹڈی روم میں بند ہوگیا تھا۔ وہ کل رات گھر سے نکلا تھا اور آج شام لوٹا تھا۔ ایمان کئی بار اسے فون کرنے کی کوشش کرچکی تھی مگر اس کا نمبر بند تھا۔ وہ پریشان تھی اور جب وہ لوٹا تو بنا دیکھے اسٹڈی روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔ پیچھے سے اسے پکارا بھی تھا' اس نے ایک پل رک کر دیکھا اور دوسرے ہی لمحے دروازہ بند کرلیا تھا۔ ایمان کو اس کی آنکھیں اور چہرہ دیکھ کر لگا تھا جیسے وہ سب کچھ ہار گیا ہے۔ اس کی سرخ آنکھیں مکمل اجنبیت لیے ہوئے تھیں۔ ایمان کو لگا وہ اپنے حواسوں میں نہیں۔ حمدان دروازہ بند کرکے میز کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھا ہاتھ میں پکڑی ڈائری پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رودیا تھا۔

"تو دعا...... تم سچ مچ مجھ سے ناراض ہوگئیں؟ ایک بار میرا اعتراف تو سُن لیتیں۔ تم نے کہا تھا تم فرار اختیار کرو گی۔ تم کسی کو تو چنتیں...... اپنے گھر والوں کو ہی چُن لیتیں پر زندہ رہتیں۔" اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ ان ہاتھوں میں اس دعا کا چہرہ تھاما تھا۔ انہی ہاتھوں میں اس نے کئی گھنٹے دعا کا ہاتھ تھامے رکھا تھا پھر انہی ہاتھوں نے اس پر مٹی بھی ڈالی تھی اور مغفرت کی دعا کے لیے بھی یہی ہاتھ اٹھائے تھے۔ اس نے سامنے رکھی ڈائری کو کھولا اس کا ہر لفظ محبت میں ڈوبا تھا اور وہ محبت اس کے لیے اس کے اپنوں کے لیے تھی۔ وہ کہتی تھی۔

"حمدان آپ کو مجھ سے محبت نہیں، اگر ہوتی تو میرے اپنوں کو آپ اپنا سمجھتے، ان کی عزت کرتے۔ جیسے میں آپ سے وابستہ ہر چیز سے محبت کرتی ہوں چاہے وہ جان دار ہو یا بے جان۔ آپ کے گھر والے ہوں، آپ کا گھر، آپ کا شہر یا کچھ بھی جو آپ سے وابستہ ہو۔"

"دعا...... مجھے محبت ہے تم سے...... اور تم سے وابستہ ہر چیز سے......" وہ بول رہا تھا مگر جو سننا چاہتی تھی وہ منوں مٹی تلے جا سوئی تھی۔ اس کے اعترافات اب اسے واپس نہیں لاسکتے تھے۔

❁......❁......❁

آج دعا کو اس دنیا سے گئے کئی سال ہوگئے تھے۔ اس کی محبت میں اس کے بھائی عمر نے اپنی بیٹی کا نام دعا رکھا تھا جو اپنی دادو کے پاس رہتی تھی اور سب کی جان تھی۔ حمدان نے اپنی بیٹی کا نام دعا رکھا تھا کہ وہ دعا کی بے پناہ عزت کرتا تھا۔ ایک دعا علی کی بیٹی تھی۔ سب اپنی اپنی زندگی میں مصروف تھے مگر آج بھی ہر ہفتے حمدان کی گاڑی شہرِ خموشاں کی جانب آتی تھی جہاں دعا سو رہی تھی۔ دعا کی قبر پر تازہ سرخ پھول رکھتا۔ بہت سی باتیں شیئر کرتا، کچھ خاموش آنسو دعا کی قبر کی مٹی کی نذر کرتا اور تھکے قدموں سے لوٹ جاتا کہ سننے والی اب خاموش تھی۔ محبتوں کا اقرار کردینا چاہیے کہ زندگی کا کیا بھروسہ۔ جو آپ کی زندگی میں اہم ہیں انہیں ضرور ان کی اہمیت کا یقین دلانا چاہیے کہ وقت گزر جائے تو اضطراب مقدر ٹھہرتا ہے۔ آج سب اپنی زندگی میں مگن تھے مگر آج بھی ان سب کے دل کا ایک کونا دعا کی یادوں اور اس کی محبت سے آباد تھا۔

اسے کہنا بچھڑنے سے محبت تو نہیں مرتی
بچھڑ جانا محبت کی صداقت کی علامت ہے
محبت عین فطرت ہے
اور فطرت کب بدلتی ہے
سو جب ہم دور ہو جائیں
نئے رشتوں میں کھو جائیں
تو یہ مت سوچ لینا تم!
محبت مر گئی ہوگی
نہیں ایسا نہیں ہوگا!
میرے بارے میں سُن کے جب
تمہاری آنکھ بھر آئے
چھلک کر ایک بھی آنسو
پلک پر جو اتر آئے
تو بس اتنا سمجھ لینا
جو میرے نام سے آتی
تیرے دل کو عقیدت ہے
تیرے دل میں بچھڑ کر بھی
ابھی میری محبت ہے
محبت تو بکھر کے بھی
سدا آباد رہتی ہے
محبت ہو کسی سے تو
ہمیشہ یاد رہتی ہے

❁



رہ طلب کے تقاضوں سے آشنا ہی نہ تھے
نماز عشق وگرنہ نہ ہم قضا کرتے
میرے تکلم میں گر ٹھہرتا تو
بیاں ہم بھی اس سے دل کا مدعا کرتے

گھڑی کی ٹک ٹک میرے اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی، مجھے اپنے اعصاب سے جنگ کرتے ہوئے پہلے ہی بہت دن بیت چکے تھے۔ خالی کمرہ، اداس لمبی راتیں، تنہائی اور لاچاری نے مجھے خودترسی میں مبتلا کردیا ہے۔ بے بسی کی انتہا پر پہنچ کر میں نے اپنے بال نوچے اور دبی دبی سسکیوں نے چیخوں کی شکل اختیار کی اور ان چیخوں نے ایک لفظ کی تکرار کی شکل اختیار کرلی اور پھر مجھے خود بھی پتا نہ چلا کہ میری زبان اللہ اللہ کا ورد کرنے لگی اور اس لفظ نے میرے اعصاب کو پُرسکون کردیا تھا۔ کیا ہے اس ایک لفظ اللہ میں۔

❁......❁......❁

"ہیلو ٹینا۔" مارتھا کی آواز پر ناگواری نے میرے وجود کا گھیراؤ کرلیا تھا، اس کی جانب دیکھے بغیر مجھے یقین تھا کہ اس نے گاؤن نما میکسی پہن رکھی ہوگی اور ہمیشہ کی طرح اسے میرے ٹاپ سلیولیس بلاؤز اور منی اسکرٹ پر اعتراض ہوگا لیکن وہ کبھی مجھے میرے لباس پر ٹوکتی نہ تھی مگر میں ہمیشہ اس کا مذاق اڑاتی جس کا جواب وہ ہمیشہ تحمل سے دیتی کہ وہ کیتھولک انگریز ہے جن کی روایات مشرق جیسی ہوتی ہیں۔

"ٹینا تم نے آج پھر ساری کلاسز مس کردیں۔" اس نے انتہائی شستہ انگریزی لہجے میں بات کی جبکہ میں ہمیشہ بگڑے ہوئے امریکیوں کی تباہ شدہ انگریزی میں بڑے فخر سے لوگوں کو متاثر کرتی تھی۔ ہم میں کچھ بھی ایک جیسا نہ تھا پھر بھی کوئی تعلق کی ڈور ایسی ضرور تھی جس نے ہمیں ایک دوسرے سے باندھ رکھا تھا۔

"مارتھا تم مجھے لیکچر مت دیا کرو، ایک تو پہلے ہی میرا موڈ آف ہے۔" ڈیوڈ نے آج ضرورت سے زیادہ دیر کردی تھی اور اسے آج ڈیوڈ کے ساتھ ڈیٹ پر جانا تھی اور مارتھا کی مداخلت بری لگ رہی تھی، ابھی میں مارتھا سے جان چھڑانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ مارتھا میری ناگواری بھانپ گئی کہ میرا موڈ ڈیوڈ کے نا آنے سے خراب ہے۔

"مار ٹینا...... ڈیوڈ تمہارے لیے اچھا نہیں ہے اور......"

"مارتھا پلیز تم پرسنل ہورہی ہو۔" میں نے اس بار

اسے غصے سے دیکھتے ہوئے بات کاٹی۔

"میں جانتی ہوں کہ کسی کی پرائیویسی میں مداخلت کرنا بری بات ہے مگر میں تمہیں اپنی دوست سمجھتی ہوں۔"

"تم اپنی سمجھ اپنے پاس رکھو، میں کوئی دودھ پیتی بچی نہیں ہوں۔" میں ابھی شاید اس کو اور بھی کچھ سناتی مگر ڈیوڈ کو دور سے آتا دیکھ کر میں نے اپنے موڈ کو خوشگوار بنایا اور ڈیوڈ کی جانب بڑھ گئی۔ مارتھا نے تاسف سے اس کی پشت کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر کالج کی عمارت کی طرف چل دی۔

❁......❁......❁

"زیبی ڈارلنگ کہاں ہو تم؟" سکندر باہر سے لاک کھول کے اپنی بیوی کو آوازیں دیتا اندر آیا۔ زیبی اس وقت ایکسرسائز کرکے فارغ ہوئی تھی اور جوس لے کر صوفے پر نیم دراز بلامقصد ٹی وی کے چینل بدل رہی تھی۔ سکندر کی آواز پر اس کی پوزیشن میں کوئی فرق نہ آیا البتہ اس نے وہیں سے اس کو جواب دیا۔

"ہنی میں لاؤنج میں ہوں، یوں آتے ہی چلایا مت کرو، پڑوسی بھی شکایت کرتے ہیں۔" سکندر نے پیک شدہ کھانا ٹیبل پر رکھا اور خود بھی صوفے پر نیم دراز ہوگیا۔ آج اتوار تھا اور دونوں ہی گھر پر آرام کررہے تھے، سکندر گروسری اور کھانا لینے مارکیٹ گیا ہوا تھا۔

"زیبی ڈارلنگ...... کل سے رمضان شروع ہونے والے ہیں۔" زیبی نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور حیرت سے پوچھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا' کیا پاکستان میں کسی سے رابطہ ہوا؟"

"نو ہنی...... اسٹور پر مسلمانوں کے لیے خاصی ڈسکاؤنٹ سیل لگی ہوئی تھی' مجھے اچھے خاصے سستے داموں سب سامان مل گیا۔"

"تو پھر کیا کیا جائے' میرا تو بی پی بہت لو ہورہا ہے ان دنوں' تو کیا تم روزہ رکھو گے؟" وہ طنزیہ ہنسی۔ سکندر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر پیک شدہ کھانا نکالنے لگا لیکن اس کی خاموشی میں کچھ خاص تھا جس کو زیبی محسوس نہ کرپائی۔

❁......❁......❁

"اٹھ جاؤ پتر بخت' پھر سحری کا وقت گزر جائے گا۔" اماں سارے بچوں کو اٹھا چکی تھیں سراج اور معراج تو سحری کھا کے مسجد چلے گئے تھے حالانکہ باباجان جب بختو کو اٹھانے آئے تھے تو اس کے کان بھی کھینچے تھے' وہ اٹھ کر بیٹھا تھا مگر باباجان کے جانے کے بعد پھر سو گیا تھا۔

"شاباش پتر اٹھ جا' اللہ دی نعمت دا شکر کر اور رحمت نال تسکین پا' ناشکری نہیں آزمائش میں نہ ڈال دے۔" بختو آنکھیں مسلتے ہوئے اماں کے پیچھے باورچی خانے کی چوکی پر آ بیٹھا' اماں نے اس کی چنگیری میں پراٹھا رکھا اور کٹوری میں دہی ڈالا' بختو تیزی سے کھانے لگا۔

❁......❁......❁

"تم آخر چلی کیوں نہیں جاتی روز کیوں آجاتی ہو۔ مجھے میری مجبوری' لاچاری کا احساس دلانے یا میری بدصورتی کا مذاق اڑانے' مت آیا کرو۔ مر جانے دو مجھے اسی تنہائی میں' تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگتی ہے۔ میں جانتی ہوں تم مجھ سے جلتی ہو' یہ تمہاری ہی بری نظر ہے جو آج میں ایسی ہوں آج تم اپنی برتری مجھ پر جتانے آتی ہو۔ دفع ہوجاؤ یہاں سے گیٹ لاسٹ......"

لیکن وہ تو جیسے گونگی بہری بنی ہوئی تھی' میری کوئی بھی بات اس کو مشتعل نہ کررہی تھی بلکہ وہ اور بھی تیزی سے ہاتھ چلاتی ہوئی کمرے کو صاف کررہی تھی۔ صفائی سے فارغ ہو کر اس نے کھانا پکایا اور پھر جب میرے کپڑے تبدیل کرنے وہ پاس آئی تو میں نے اس کو ہاتھوں سے پرے دھکیلنا چاہا۔

"تمہارے دھکے دینے سے میں نہ تو یہاں سے جاؤں گی اور نہ ہی تمہارے کپڑے تبدیل کیے بغیر چھوڑوں گی۔ تم جانتی ہو کہ میں باز نہیں آؤں گی پھر کیوں

اتنا چخ چخ نہ ہو خاموش رہو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔'' اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے مجھے خاموش کروایا اور اپنا کام تیزی سے کرتی رہی۔

❁ ❁ ❁

''اگر مارٹینا ڈیوڈ کی پہلی گرل فرینڈ نہ تھی تو ڈیوڈ بھی کوئی مارٹینا کا پہلا بوائے فرینڈ نہ تھا لیکن ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ ڈیوڈ کے ساتھ شرم وحیا کی تمام حدود پھلانگ گئی تھی۔ مغربی معاشرے میں یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی اب وہ دونوں برملا ایک ہی فلیٹ میں رہتے ہلا گلا پارٹیز‘ مخلوط گیدرنگز اور شراب پینا ان کی معاشرت کا معمول تھا۔ مارٹینا نے تعلیم ادھوری چھوڑ دی تھی‘ والدین کو تو وہ ویسے بھی بہت پہلے چھوڑ چکی تھی پر وہ ان سے ملنے کے لیے تھوڑا وقت نکالتی تھی تو اس وقت جب اسے پیسوں کی کمی کا سامنا ہوتا۔

❁ ❁ ❁

''زیبی میں سوچ رہا ہوں کہ ہم واپس پاکستان شفٹ ہوجائیں۔'' سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''اوہ مائی گاڈ...... ! سکندر تمہیں کیا ہوتا جارہا ہے‘ آخر تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا؟ وہاں کے لوگ امریکا میں آنے کے لیے ترستے ہیں اور تم نیویارک سٹی میں رہتے ہوئے پاکستان جانے کا سوچ رہے ہو اور وہ بھی گاؤں میں‘ میں تب نہ رہ سکی اور اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ ناگواری سے بولی۔

''میں گاؤں جانے کی بات نہیں کررہا...... گاؤں میں اب ہے ہی کون میرا انتظار کرنے والا۔ میں تو کراچی یا اسلام آباد کے کسی شاندار علاقے میں رہائش اختیار کرنا چاہتا ہوں۔'' سکندر کے لہجے میں اداسی رچی ہوئی تھی۔

''کبھی نہیں...... کسی بھی قیمت پر نہیں‘ کیا تم نیوز نہیں دیکھتے کہ وہاں کے لوگ کس طرح کی خوف زدہ زندگی گزار رہے ہیں۔ آئے دن کی دہشت گردی سے لوگوں کا جینا مشکل ہوجاتا ہے۔ جانے کب کس طرف سے آتی گولی کس کی جان لے لے کچھ پتا نہیں چلتا۔ ہم

وہاں کیسے سروائیو کرسکتے ہیں اور اصل حقیقت تو یہ بھی ہے کہ ہم نے کچھ جمع بھی خاص نہیں کیا۔'' وہ کہہ کر رکی اور پھر قدرے جھجکتے ہوئے اس نے بات مکمل کی۔ ''اور اگر یہ سب ہم نظر انداز کر بھی دیں تو تم نے اپنی اولاد کا سوچا' کیا وہ ہمارے کہنے سے پاکستان جائے گی۔'' زیبی کے آخری جملے نے سکندر کو پتھرا دیا اور اس نے سوچا کہ کاش وہ ان کی بیٹی نہ ہوتی۔

✿......✿......✿

عید کے کپڑے جانے ماں نے کب سی کے تیار کرلیے تے' ہم تینوں لڑکے تھے اور ہماری کوئی بہن نہ تھی اور اماں اکیلی جان کب سارے کام کرلیتی تھی یہ ہم کو پتا ہی نہیں چلتا اور صرف عید کے کپڑے تھے جن کو دیکھ کر بختو کو عید کے چاند کا سب سے زیادہ انتظار رہتا تھا۔

''میرا پتر...... تہجد پڑھا کر اللہ اس وقت بندے دے کول آجاتا ہے بہت کول۔'' اماں بختو کو سینے سے لگائے سمجھا رہی تھیں۔

پسینے میں شرابور سکندر کی آنکھ کھلی تو اس نے پانی کے جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو نظر ٹائم پیس پر پڑی۔ ڈھائی بجے تھے رات کے وہ کچھ سوچ کر اٹھا اور پھر واپس بستر پر ڈھیر ہوگیا۔

مولوی سعید احمد کے دونوں بیٹے عملاً مسلمان تھے اپنے اماں اور ابا کی طرح' بختو کی طبیعت میں بدلاؤ تھا' جانے کیوں اس کی فطرت الگ تھی' بلا کا ذہین تھا مگر کچھ تھا جو اس میں قناعت نہ تھی اور نافرمانی تو اس نے پندرہ سال کی عمر میں ہی کرڈالی تھی جب پہلی بار چھپ کے وہ شہر گیا اور فلم دیکھ کر آیا۔ یہ تو اس کے دوستوں نے معراج (اس کے بڑے بھائی) کو بتادیا تو اماں کو علم ہوگیا۔

''بختو یہ جو چلتی پھرتی تصویریں ہیں ناں یہ آدمی کا ایمان تباہ کردیتی ہیں۔ تیری عمر ابھی بہت نکی جئی اے میرے پتر مجھے سے وعدہ کر آئندہ تو ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ بس رک جا' گناہ ابھی تمہارے جسم کی منڈیر پر بیٹھا ہے اس کو دل کے اندر ڈیرے نہ ڈالنے دینا۔ اس کو برا مہمان سمجھ کے باہر کے دروازے بند کردو' پھر اگر یہ میزبان بن گیا تو بڑی مشکل کرڈالے گا۔'' بختو نے اماں سے وعدہ تو کرلیا لیکن دل سے نہیں آنکھیں چرا کے کیے ہوئے وعدے پر سادہ دل مائیں یوں ہی اعتماد کرلیتی ہیں' شیطان اس کی روح کا میزباں بن چکا تھا اس سے تو بخت بھی بے خبر تھا۔

✿......✿......✿

عبداللہ نے چند ہی دنوں میں یونیورسٹی میں ثابت کردیا تھا کہ وہ کسی بھی انگریز کو چیلنج دے سکتا ہے۔ اس کی ذہانت بے مثال تھی اور مارتھا کو اس کی جس چیز نے سب سے پہلے متاثر کیا تھا وہ یہی ذہانت تھی۔ وہ بے انتہا ذہین' بہت مہذب اور ریزورڈ بھی رہتا تھا یہ اس کی اضافی صفات تھیں۔

''یو ایڈیٹ' تم نے جرأت کیسے کی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی؟'' مارٹینا زور سے چلائی' ڈیوڈ کے لیے وہ پہلا دن تھا جب اس نے ٹینا پر ہاتھ اٹھایا اور مارٹینا جو ایک ترقی یافتہ ملک کی شہری تھی وہ اس سے پٹتی لیکن اس کو چھوڑنے کو تیار نہ ہوتی کیونکہ ایک تو پچھلے دروازے وہ اس دن خود پر بند کرچکی تھی جب اس کے ڈیڈ نے اس کو ڈیوڈ کے ساتھ رہنے سے روکا تھا اس کی بڑی وجہ وہ ڈرگز بھی تھی جو ڈیوڈ اس کو دیتا رہا تھا۔ وہ اپنی تعلیم بھی مکمل نہ کرسکی تھی اور ڈرگز اور ابارشن پر ابارشن نے جہاں اس کا حسن تباہ کیا وہیں وہ کسی بھی کام کے قابل نہ رہی تھی۔

✿......✿......✿

مولوی صاحب سر جھکائے صحن میں بیٹھے تھے' سراج اور معراج دونوں ابا کی خاموشی میں حصہ دار بنے ہوئے تھے اس خاموش ماحول کو اماں کی آواز نے توڑا۔

''مولوی صاحب سراج اور معراج کی دلہنیں ہمارے گاؤں اور رشتہ داروں میں سے ہیں۔ ہمارا بڑھاپا ان کے ساتھ گزر جائے گا' آپ بسم اللہ کریں اور بخت کی مرضی جہاں ہے وہاں اس کی شادی کردیں۔'' بخت بہت ذہین تھا' پڑھائی میں سراج اور معرج نے کوئی

خاصی دلچسپی نہ لی انہوں نے کھیتی باڑی سنبھال لی اور جلد ہی ان کی شادیاں بھی اماں نے بھتیجوں سے کردیں البتہ سکندر پڑھائی میں جھنڈے گاڑتا رہا تھا یہاں تک کہ اب وہ پنجاب یونیورسٹی کا ہونہار طالب علم تھا اور وہیں اس کی ملاقات زیب النساء سے ہوئی اور شروع شروع کی پسند پیار میں بدل گئی۔ زیب النساء بھی ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی اور اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی دونوں کی سوچیں ایک جیسی تھیں دونوں ہی زندگی میں بہت آگے جانا چاہتے تھے اور ذہانت ان کے لیے راستے کھول بھی رہی تھی۔

یوں دونوں کی تعلیم مکمل ہوتے ہی سکندر بخت اور زیب النساء کی شادی ہوگئی۔ ابھی تو شادی کو کچھ ہی ماہ ہوئے تھے دونوں کو کیلی فورنیا کی برکلے یونیورسٹی کی اسکالرشپ مل گئی اس بار اماں بھی متفکر تھیں۔

''بابا جان مجھے باہر جانا ہے پاکستان میں کچھ نہیں رکھا ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں۔''

''تمہیں کس نعمت کی کمی ہے بخت...... اللہ نے ہر نعمت تو دے رکھی ہے۔ تم میں یہ ناشکرا پن کہاں سے آ گیا؟'' بابا جان نے آزردگی سے کہا۔

''بابا جان نعمت روٹی مل جانا' سونے کو بستر ہونا' ایک کچا پکا گھر یہ کافی نہیں' جینے کو اور بھی بہت کچھ چاہیے ہوتا ہے۔'' اپنی طرف سے بخت نے مضبوط دلیل دی۔ بابا جان لحظہ بھر کو چپ ہوئے اور پھر مسلسل بولتے چلے گئے۔

''نعمت کا مطلب سمجھتے ہو' ہاتھ کو دائیں سے بائیں گھمانا اور اپنے پاؤں میں خود جوتا پہن لینا اور جب چاہنا جہاں چاہنا چلے جانا۔ دنیا میں یہ کتنی بڑی نعمت ہے یہ تم اس شخص سے پوچھو جس کی ٹانگیں مفلوج ہوں اور دنیا میں ایک تولہ تھوک کی کیا قیمت ہے۔ یہ تمہیں صرف وہ بتا سکتا ہے جس کا منہ ہر وقت خشک رہتا ہے اور اسے زبان کو حرکت دینے کے لیے ہر پانچ منٹ کے بعد کیمیکل کا گھونٹ بھرنا پڑتا ہے چنانچہ تم سب سے پہلے اللہ کی ان نعمتوں کو تسلیم کرو اور اس کے بعد صدق دل سے پوری دنیا کو بتادو' تم پر اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے اور تم اللہ کے اس کرم پر اس کے بہت مشکور ہو۔'' یہ کہہ کر مولوی صاحب رکے نہیں باہر چل دیئے' جاتے ہوئے اماں کو کہہ گئے۔

سائرہ محمد ایس

السلام علیکم! پہچانا ہمیں ہم پہلی بار آئے ہیں' اپنا تعارف کرواتے ہیں۔ میں سائرہ 22 اپریل 2000ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے پیارے سے گاؤں ناگرہ میں تشریف لائی۔ ہم تین بہن بھائی ہیں' سب سے بڑی بہن سویٹی مدیحہ ہے۔ اس سے چھوٹا بھائی ہے جو اس وقت شارجہ میں ہے' میری بیسٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' اقراء صغیر احمد' عمیرہ احمد ہیں اور بیسٹ ناول ''اک محبت اور سہی' جنت کے پتے' پیر کامل، یہ چاہتیں یہ شدتیں'' ہیں۔ کھانے میں پسند شوارما' بریانی۔ کلر بلیک پنک پسند ہے' اچھا اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

مسکان علی

تمام آنچل قارئین کو میرا پیار بھرا سلام۔ تمام قارئین کیسے ہیں آپ سب؟ میں 6 جون 2001ء کو کڑکتی دھوپ میں پیدا ہوئی تو سب جل کے رہ گئے (گرمی میں)۔ اچھا جی ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے' اپنے بابا جانی سے بہت محبت ہے تو جناب اب آئے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف۔ خامی میری یہ ہے کہ غصے کی بہت تیز ہوں اور میری دوست کرن کہتی ہے کہ تم بہت مطلبی ہو حالانکہ یہ سب غلط ہے۔ پسندیدہ مشغلہ شاعری کرنا ہے۔ کلرز میں پنک اور پرپل بہت پسند ہے' کانچ کی چوڑیاں جنون کی حد تک پسند ہیں۔ وکیل بننے کا شوق حد سے زیادہ ہے' دوستوں میں کرن' رملہ' روبی' رومانہ' نادیہ اور خنساء ہیں۔ فرسٹ ایئر سائیکالوجی کی طلبہ ہوں' کھانے میں گول گپے اور بریانی پسند ہے۔ گانے بہت شوق سے سنتی ہوں' ہمیشہ خوش رہو' اللہ حافظ۔

''جانے والوں کو جانا ہے زبردستی نہ روکنا بھلی لوک کچھ بچوں کو وقت سمجھتا ہے ہم نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ باہر چل دیے۔

''دیکھ سکندر بخت' آج تک مولوی صاحب نے تیری کوئی بات نہ موڑی' میں تیرے جانے پر خوش نہیں ہوں پر دل تے پتھر رکھ کے اجازت دے رہی ہوں مگر تم اپنا آپ نہ بھولنا اللہ کے آگے ماتھا ٹیکنا نہ چھوڑنا۔ اللہ کی یاد کا دیا دل میں ہمیشہ جلا کے رکھنا۔'' سکندر بخت نے آنکھیں کھولیں تو اماں کی آواز بھی کہیں گم ہوگئی تھی اور اماں تو کیا ابا بھی اب کہیں نہ تھے وہ تو بختو کا انتظار سینے سے لگائے دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔

❀......❀......❀

مارتھا اور عبداللہ کی اب اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی تھی' کبھی کبھی عبداللہ کو لگتا تھا کہ مارتھا اس میں کوئی غیر معمولی دلچسپی لے رہی ہے لیکن پھر مارتھا کا سادہ انداز اور صرف اسٹڈیز پر ڈسکس اسے مغالطے سے نکال دیتے۔ مارتھا اس سے گاہے بگاہے اسلام کے بارے میں ضرور معلومات لیتی رہتی اور پھر کچھ دن سے وہ اس کے فلیٹ پر بھی آنے لگی جو وہ اپنے فرینڈ رونالڈو سے شیئر کرتا تھا۔

مارتھا بھی اس کو نماز پڑھتے دیکھتی تو بہت اچھا محسوس کرتی' آج بھی اتوار تھا اور وہ صبح ہی آ گئی تھی۔ آج عبداللہ روزہ سے تھا تو مارتھا نے اس سے اس کے روزے کے بارے میں معلومات حاصل کیں' اس کو حیرت ہوتی تھی کہ عبداللہ جب بھی اس سے بات کرتا تھا تو اپنی نظر بہت کم اوپر کرتا' ایک ایسا ملک جہاں جگہ جگہ ترغیبات تھیں حسن جا بجا بکھرا پڑا ہو وہاں ایک حسین نوجوان کس طرح اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا اس کی نیچی نگاہیں ضرور تا او پر اٹھتی تھیں لیکن وہ کسی کو تبلیغ نہیں کرتا تھا تو کسی پر تنقید بھی نہیں کرتا تھا۔ آج وہ اپنے آپ کو روک نہ سکی اور پوچھ ہی بیٹھی۔

''عبداللہ تمہارے مذہب میں عورتوں کو تو پردے کا حکم ہے' تم تو مرد ہو پھر تم اپنے اوپر پابندی کیوں لگائے ہوئے ہو؟'' عبداللہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''مارتھا ہماری کتاب قرآن پاک میں جس آیت میں عورت کو پردہ کا حکم ہوا اس سے ایک آیت پہلے مرد کو اپنی نگاہ نیچی رکھنے کا حکم ملا۔ جانتی ہو ہمارا مذہب تو ہمیں اس بات کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ ہم کسی غیر عورت کے ساتھ اکیلے کہیں پر بیٹھیں جیسے کہ اس وقت ہم دونوں اکیلے ہیں یہ بھی گناہ ہے' ترغیب ہے۔'' مارتھا اس کی بات پوری طور سمجھ گئی تھی کہ عبداللہ کا اخلاق اس کو اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ اس کو اپنے فلیٹ پر آنے سے منع کرے مگر اس نے مہذب طریقے سے مذہب کے حوالے اس کو منع کر دیا تھا۔

''آئی ایم سوری عبداللہ...... مجھے تمہارے مذہب نے بہت متاثر کیا ہے' اس لیے میں تمہارے پاس آتی تھی مگر اب احتیاط کروں گی۔'' وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ عبداللہ نے دروازے تک اس کو رخصت کیا لیکن اس کو ایسا لگا جیسے کچھ کھو بیٹھا ہو۔

❀......❀......❀

سکندر بخت کا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس اتوار کو فلپ کی دی ہوئی بے ہودہ پارٹی پر جائے لیکن زیبی تو آراستہ ہو کر جانے کو تیار بیٹھی تھی۔ کوئی چوتھی بار وہ سکندر بخت کو تیار ہونے کا کہنے آئی تو سکندر نے اس کو بھی پارٹی پر جانے سے منع کیا تو وہ غصے میں بپھر گئی۔

''میں محسوس کر رہی ہوں تم دن بدن بہت پوزیسو ہو رہے ہو' جانے کن خیالوں میں گم رہتے ہو۔'' سکندر نے چڑ کر اس کو گھورا اور اسے اکیلے جانے کو کہہ دیا' زیبی بڑبڑاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ بند کر کے نکل گئی۔ سکندر نے کوفت سے آنکھیں بند کرلیں۔

''تو کیا پایا سکندر تم نے اتنے سالوں میں اور کیا کھویا۔'' آج بالآخر مولوی سعید احمد کا بیٹا اس کے سامنے کھڑا ہو کر احتساب کرنے لگا تھا۔

''نماز سے رشتہ تو عرصہ ہوا چھوڑ بیٹھے ہو ترقی کی دوڑ

میں یہ جو آسائشیں تم نے اپنے آس پاس جمع کر رکھی ہیں ان کو تم نعمت کہتے تھے نا، مل گئی ہیں تو خوش کیوں نہیں ہو۔ اس پر اولاد ملی وہ بھی نعمت نہیں زحمت ہی بنی' دوزخ کا ایسا ایندھن بنی کہ اس کے اعمال کا بوجھ بھی تمہارے کندھوں پر لد گیا۔ بیوی ملی تو اس پر الزام کیا دھرو گے کیا جانتے نہ تھے اللہ کا وعدہ ''مومن عورتیں مومن مردوں کے لیے'' تو سکندر بخت تم کہاں رہے مومن؟ کون سا گناہ تھا جس کو تم نے اپنی زندگی آلودہ کرنے کے لیے نہ کیا ہو'' کچھ گناہوں کا قرض تو اولاد بھی چکاتی ہے اور وہ قرض اس کی بیٹی اس کی عائشہ چکا رہی تھی اور عائشہ کی غلطیوں کا بوجھ روز حشر اس کو ڈھونا تھا۔

''یا اللہ میری نعمت کب میری آزمائش میں بدل گئی میں نے اپنے ہاتھوں خود کو تباہ کرلیا۔''

''مولوی احمد کی پوتی اگر گناہوں کی پوٹ بنی تو صرف اور صرف سکندر بخت تمہارے گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے کاش تو بختو' سکندر بخت کبھی بھی نہ بنتا۔'' اس کا سانس لینا دشوار ہو رہا تھا اور ذہن غنودگی میں جا رہا تھا۔

''بختو پتر...... اٹھ دیر نہ کر' اذان ہوگئی اے' دیکھ اللہ دی پکار بڑی سوہنڑی اے' اٹھ جا میرے پتر۔'' اماں کی آواز پر سکندر نے آنکھیں کھولیں' اماں آس پاس کہیں نہ تھیں لیکن دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی تو اماں کی پکار سمجھ میں آگئی۔ عشاء کا وقت باقی تھا اس نے وضو کیا اور جائے نماز پر کھڑا ہوگیا۔ کتنے سال بعد اس نے شیطان کو دل سے نکالا تھا کچھ احساس نہ تھا۔ نماز کے دوران اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا' آخری سجدے میں گیا تو یوں لگا جیسے سکون کا دریا اس کی رگوں میں اترنے لگا ہو' اس کے ماں باپ کی دعاؤں نے اس کو صراط مستقیم کی طرف لوٹا دیا تھا' اس نے نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کی دعاؤں میں صرف ایک فرد کے لیے التجا تھی۔

''میری اولاد کو صراط مستقیم دکھا میرے مالک اور اسے بخش دے۔'' دعا کر کے وہ سجدہ میں گیا اور کس کو معلوم تھا کہ یہ سجدہ سکندر بخت کا آخری سجدہ ہوگا' سجدہ

بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے؟

کفار نے چھاپے ہیں میرے نبی ﷺ کے خاکے
بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے؟
پھر سے اس ظالم کو ہوئی کیسے یہ جرأت
کیوں بنایا اسے عبرت کا نشان نہیں ہے
پوچھتے ہو میرے آقا ﷺ کی عظمت کیا ہے
کیا تم میں پڑھا کسی نے قرآن نہیں ہے؟
وہ خیر البشر اللہ کے محبوب پیارے
کیا میرا نبی ﷺ رحمتِ جہان نہیں ہے
وہ محمد ﷺ وہ احمد وہ قوموں کا ہادی
کوئی یاد تمہیں ان کا احسان نہیں ہے؟
وہ کامل' وہ اکمل' وہ رحیمؐ وہ عادل
کچھ تو بولو منہ میں تمہارے زبان نہیں ہے
کوئی تو ہو جو آنکھیں دکھا کر پوچھے
کیا کوئی عقل مند حکمران نہیں ہے؟
تاج فہم اسلام گر ہم میں آجائے
پھر دیکھنا کیسے بھاگتا شیطان نہیں ہے

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

میں ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

زیبی بڑبڑاتی ہوئی لفٹ سے نکل کر تیزی سے گاڑی نکال کر لے گئی' وہ بڑبڑاتے ہوئے ڈرائیو کر رہی تھی۔

''جانے سکندر کو کیا ہوگیا؟ خیر دفع کرو......'' وہ پارٹی میں پہنچی تو سب کچھ بھول گئی' برہنہ بازوؤں والا بے ہودہ لباس پہنے ہوئے وہ کہیں سے بھی مسلمان نہیں لگ رہی تھی۔

غصہ اور جوش میں وہ ڈرنک بھی کرنے لگی۔ پارٹی ختم ہونے پر وہ لڑکھڑاتی ہوئی گاڑی تک آئی اور گاڑی اسٹارٹ کی' اس وقت وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ جو پاکستان موت کے خوف سے جانے سے انکاری تھی اس کو امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی ہولناک موت سے کوئی نہیں

بچا پائے گا۔ راستے میں ہونے والے خوفناک حادثے میں وہ جاں بحق ہوگئی اور اب اجنبی لوگوں کے ہجوم میں اس کا نیم برہنہ وجود تماشہ بنا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

میری آنکھ کسی آواز سے کھلی تھی یہ آواز کچھ دور سے آرہی تھی' میرے لیے یہ آواز انجان نہیں تھی مگر جو کچھ بولا جارہا تھا اس کا تصور میں اپنے فلیٹ کے اندر اس آواز سے کم از کم توقع نہیں کرسکتی تھی۔ میرے لاشعور میں یہ اجنبی سی آواز یا یوں کہہ لیں کہ یہ اجنبی زبان موجود تھی۔ کہیں بچپن میں یہ زبان میں نے پڑھی بھی تھی لیکن سب سے حیران کن بات یہ تھی کہ یہ آواز مارتھا کی تھی اور مارتھا اور قرآن پاک کو خوب صورت لہجے میں پڑھ رہی تھی اور پھر انگلش میں اس کا ترجمہ دہرا رہی تھی' میں نے اپنے کان اس طرف لگادیئے۔

''بھلا کون ہے جو تمہیں جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راستہ بتاتا ہے اور اپنی رحمت سے پہلے کون خوش خبری کی ہوائیں چلاتا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے' اللہ ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔'' مارتھا کی آواز آنا بند ہوگئی تھی اور میں جو ایک سرور کے عالم میں چلی گئی تھی مجھے اس کا خاموش ہوجانا ناگوار گزرا لیکن میرے اندر کچھ تھا جو میرا دل ہولے ہولے پگھل رہا تھا۔

❁......❁......❁

عبداللہ اور مارتھا کی ملاقات تقریباً نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی لیکن جب بھی مارتھا عبداللہ کو نظر آتی تو ہر بار اس میں کوئی حیرت انگیز تبدیلی محسوس ہوتی۔ آج بھی اس نے مارتھا کو دیکھا تو اس نے گاؤن نما میکسی پہنی ہوئی تھی اور سرخ رنگ کے رومال سے بالوں کو پوری طرح لپیٹا ہوا تھا۔ زیبی اور سکندر کی وفات کے بعد ان کی بیٹی تلاش کے باوجود پولیس کو دستیاب نہ ہوسکی' کاغذات میں اس کا نام عائشہ سکندر بخت تھا لیکن اس نام کی کوئی لڑکی مل نہ پائی۔ تفتیش کے دوران پتا چلا کہ عائشہ بہت پہلے اپنا گھر چھوڑ گئی تھی اور شاید اپنا نام اور مذہب بھی تبدیل کرچکی تھی۔

❁......❁......❁

گندگی کے ڈھیر سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے مگر بھوک ایسی ظالم چیز ہے کہ جو ہر احساس پر حاوی ہوجاتی ہے۔ وہ تیزی سے ڈسٹ بن کھنگال رہی تھی' یہ ہوٹل کا ڈسٹ بن تھا اور اس میں سے مارٹینا کو کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جاتا تھا۔ ڈیوڈ کے لیے اب وہ ایک بے کار چیز تھی' ڈیوڈ کی وجہ سے اس کے پاپا نے اس پر گھر کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کردیے تھے اور قدرت کے معجزوں میں سے یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ وہ اس کو کال گرل بنانا چاہتا تھا اس نے ڈیوڈ کی بات ماننے سے انکار کردیا تھا۔ ڈیوڈ نے غصے میں اس کے چہرے پر تیزاب ڈال دیا تھا وہ کوئی قانونی چارہ جوئی بھی نہ کرسکی۔ مہینوں وہ ہسپتال میں رہی' ہسپتال میں جہاں اس کے چہرے کے زخموں کا علاج ہوتا رہا' وہیں اس کو ڈرگز چھڑوانے کے لیے بھی اقدامات کیے گئے۔ جب وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہوئی تو اس کے پاس رہنے کا ٹھکانہ بھی نہیں تھا نہ کھانے کو پیسہ' بھوک سے بے حال وہ ڈسٹ بن کھنگالتی لیکن اس کی بے حال ہستی کے سامنے کوئی بھیک کا سکہ بھی نہ پھینکتا کیونکہ وہ امریکا تھا جہاں بہت کم لوگ دوسروں پر ترس کی نگاہ ڈالتے ہیں۔

آج بھی جب وہ ڈسٹ بن میں سے برگر نکالنے میں کامیاب ہوئی تو اتنے میں ہوٹل کے باہر فائرنگ ہونے لگی شاید گورے کالے کے نسلی تعصب پر دو گروہوں میں لڑائی ہوگئی تھی۔ ابھی وہ پوری طرح کچھ سمجھ نہ پائی تھی کہ ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور اس کی ٹانگ میں گویا آگ لگ گئی اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا کہ دو ہاتھوں نے اس کو سنبھال لیا تھا۔

❁......❁......❁

آج کمیونٹی سینٹر میں عبداللہ اور مارتھا جو کہ اب زینب تھی ان کا سادگی سے نکاح تھا' مارتھا نے عبداللہ کو قبول اسلام کے بعد بتایا تھا۔

”عبداللہ میں آپ سے نہیں اسلام سے متاثر ہوئی تھی‘ اسلام وہ مذہب جو مکمل ترین مذہب ہے بلاشبہ پیدائش سے لے کر موت تک کے ہر مرحلے کا حل قرآن پاک اور اسلام میں موجود ہے بلاشبہ قرآن پاک میں نایاب ترین الجھنوں کا حل موجود ہے۔ الحمدللہ اب میں مسلمان ہوں اور مذہب اسلام مجھے اس بات کا حق دیتا ہے کہ میں جس کو اپنا شریک سفر چن لوں اس کو نکاح کا پیغام بھی دوں تو میں آپ کو اپنے لیے منتخب کرتی ہوں۔“ عبداللہ نے مارتھا یعنی زینب کے پیغام کو اپنے والدین کی رضامندی سے قبول کرلیا۔

❀......❀......❀

مارتھا انتہائی پریشان حالت میں ہسپتال میں عائشہ یعنی مارٹینا کے ساتھ موجود تھی‘ گولی نکال دی گئی تھی اور کچھ دن تک مارٹینا کو ہسپتال سے ڈسچارج کردیا جانا تھا اور مارتھا جواب زینب تھی اپنے گھر میں مارٹینا کو نہیں لے جاسکتی تھی بہرحال اس نے کوشش کرکے کونسل سے اس کے لیے ایک کمرے کا فلیٹ حاصل کیا اور اس کو وہاں شفٹ کرکے دن اس کے پاس گزارتی اور اس کا پورا خیال رکھتی۔ مارٹینا سارا دن اس کو کوستی‘ گالیاں دیتی لیکن وہ ان سنا کرکے اس کا خیال رکھتی کیونکہ مذہب اسلام اس کو یہی سکھاتا تھا۔

زینب کی مصروفیات پر عبداللہ کو زیادہ دھیان دینے کا موقع اس لیے نہ مل سکا کہ وہ خود ان دنوں بے حد مصروف ہوگیا تھا‘ اس کو علم تو تھا کہ اس کے چچا چچی اس ملک میں موجود ہیں مگر اس نے ان سے رابطہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی تھی کیونکہ ان سے اس کے تایا اور والد دونوں نے کوئی تعلق نہیں رکھا تھا۔ لیکن پچھلے دنوں یہاں سے پاکستان رابطہ کیا گیا تھا کہ چچا چچی انتقال کرگئے تھے اور ان کی وارث ان کی بیٹی کا کچھ پتا نہ تھا۔ ایسے میں پاکستان سے کوئی ان کی تدفین کرے اور ان کی انشورنس وغیرہ کے مسائل کے لیے اس کے ابو معراج نے اس کو ان کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ چچا اور

نظم

تمہارے نام کے حرفوں سے بہتر‘ حرف ابجد میں
نہیں ہیں
نجانے کب سے یہ موسم
ستاروں کی دھرتی کے سینے پر فروزاں ہیں
مگر ان کی نگاہوں نے
تمہارے وصل کے لمحوں سے بہتر وقت
دیکھا ہے نہ سوچا ہے
ہوا نے منظروں پر آج تک جو کچھ بھی لکھا ہے
تمہارے نام لکھا ہے
خط کے ٹوٹتے تارے
تمہارے بام سے گزریں تو رکنے کو مچلتے ہیں
فلک کو چومتے جذبے
تمہاری آنکھ سے اتریں تو پاتالوں میں گرتے ہیں
تمہارے خواب سے روشن منارے
وقت کے دریائے بے حد میں نہیں ہیں
تمہارے نام کے حرفوں سے بہتر‘ حرف بجد میں
نہیں ہیں

نادیہ عباس دیا قریشی......موسیٰ خیل

چچی کی تدفین کروانے کے بعد وہ اب اپنی اس کزن کی تلاش میں تھا جس کی فقط تصویریں اس کے پاس تھیں۔

اسی دوران ایک دن زینب صبح فجر کی نماز کے لیے اٹھی تو بے ہوش ہوکر گر پڑی‘ عبداللہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ اس کو ہسپتال لے کر گیا تو اس کو خوش خبری ملی کہ وہ باپ بننے والا ہے لیکن زینب کو کمزوری کے باعث چند دن ہسپتال میں رکھا گیا تھا۔

❀......❀......❀

پھر یوں ہوا کہ اچانک زینب نے آنا بند کردیا‘ اب وہ اس فلیٹ میں اکیلی تھی وہیل چیئر گھسیٹ کر اپنا کام کرتی فریج میں موجود کھانا کچھ ٹائم تک تو کام چلا گیا لیکن جب وہ بھی ختم ہوگیا اور اس کا وجود گندگی میں لت

پت ہوگیا تب وہ اپنے لیے موت کی دعا مانگنے لگی اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس کے منہ سے اللہ اللہ کی تکرار شروع ہوگئی اور اب وہ اللہ سے رحم، صبر اور سکون کی دعا مانگتی۔

''اے اللہ تُو جانتا ہے، میں گناہ گار ہوں تُو جانتا ہے میں گندگی میں تر ہوں۔ میں ایسی کیوں بنی اللہ جب تُو نے مجھے ایک ایسے گھرانے میں پیدا کیا کہ میں پیدائشی مسلمان تھی تو میرے اعمال ایسے کیوں ہوئے۔ میرے اللہ اب تو میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ تیرے سامنے کھڑی ہوسکوں۔'' اس کے آنسو اس کے گالوں سے ہوتے ہوئے اس کے گریبان کو تر کررہے تھے۔ ''اللہ تُو مجھے صبر دے، تُو ہی ہے جو مشکل کو آسانی میں بدلتا ہے، اللہ تُو نے مارتھا جیسی پیدائشی عیسائی کو مسلم بنادیا، تو میں تو ایک مسلم گھرانے کی بھٹکی ہوئی اولاد ہوں مجھے بخش دے، مجھے صبر دے کیونکہ صبر سے ہی تو زم زم کے چشمے پھوٹتے ہیں یہی بتایا تھا ناں زینب نے مجھے۔''

اسے پتا بھی نہ چلا کہ کب زینب اندر آئی اور نرمی سے اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔ آج تو زینب کو بھی پتا چل گیا تھا کہ عائشہ کی طرف اس کا دل کیوں کھنچتا تھا۔ آج وہ صبح سے بے قرار تھی اس کی طبیعت سنبھلی تو اس نے عبداللہ کو مارٹینا کے بارے میں شروع سے آخر تک بتایا اور معذرت بھی کی کہ وہ اس کو بتائے بغیر ٹینا جیسی لڑکی کا خیال رکھتی رہی لیکن عبداللہ اس کو فخر سے دیکھ رہا تھا۔

''میری بیوی کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا، اتنا ہی مخلص و صابرہ۔'' اور پھر عبداللہ نے بھی اپنے چچا کے تمام معاملات اس کے گوش گزار کیے اور اپنی کزن کی گمشدگی اور اس کی تصویروں کا بھی بتایا۔

''عبداللہ آپ مجھے بھی ایک بار عائشہ کی فوٹوز دکھا دیں ہوسکتا ہے میں کوئی مدد کرسکوں۔'' اور تصویر دیکھ کر زینب اللہ کی قدرتوں پر حیران رہ گئی۔

''عبداللہ...... مارٹینا ہی عائشہ سکندر بخت ہے۔'' عبداللہ حیرانگی اور شکر کے ملے جلے تاثرات لیے مسکرادیا۔

اللہ جب کسی کے لیے راستہ بناتا ہے تو یونہی سبب پیدا کرتا ہے۔ زینب ساری داستان عائشہ کو سنا رہی تھی اور عائشہ ہک دک اپنے اس وجیہہ کزن کو دیکھ رہی تھی بلاشبہ عبداللہ زینب کے صبر کا اجر تھا جو پہلا خیال عائشہ کے دل میں آیا وہ یہی تھا۔

❁......❁......❁

آج میں یعنی عائشہ چار سال بعد اپنے دادا جان کے گھر پر ہوں میری جسمانی کمزوری ختم ہوچکی ہے۔ میں نماز پڑھ کر باہر نکلی تو صحن میں گاؤں کے بچے میرے منتظر تھے جن کو میں درس قرآن دیتی ہوں۔

''میرا جسمانی علاج ہی نہیں ہوا بلکہ ذہنی و روحانی طور پر بھی میں اب ایک باعمل مسلم ہوں الحمدللہ۔''

ادھر عبداللہ اور زینب امریکہ میں ہیں لیکن زیبی اور بختو کی طرح نہیں، الحمدللہ دونوں حافظ قرآن بن چکے ہیں اور اپنے تین سالہ بچے کو بھی حافظ قرآن بنارہے ہیں۔

''اور تم اللہ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

صحن میں بچے زور زور سے آیت کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں اور میں بھی دہراتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہوں۔

اللہ تعالیٰ اکثر ٹوٹی ہوئی چیزوں کو بڑی خوب صورتی سے کسی تعمیری مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے جیسے کہ ٹوٹ کر بکھرے ہوئے بادلوں سے بارش برساتے ہیں۔ زمین جب ٹوٹ کر مٹی کے ذرات میں تبدیل ہوتی ہے تو اس میں سے غلہ اگتا ہے، پودوں یا فصلوں کی گری ہوئی قلموں یا شاخوں سے پودا یا نئی فصل اگتی ہے اگر آپ کا دل ٹوٹ کر ٹکڑے ہوجائے تو یقین رکھیں کہ اللہ اب آپ سے کوئی بڑا کام لے گا۔

❁


جنون سے عشق تک
سمیرا شریف طور

مغرور ہی سہی، مجھے اچھا بہت لگا
وہ اجنبی تو تھا مگر اپنا بہت لگا
لپٹا ہوا کُہر میں جیسے خزاں کا چاند
میلے لباس میں بھی وہ پیارا بہت لگا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شہرینہ گھر آتے ہی اپنے کمرے میں بند ہوجاتی ہے' وہ اپنے کمرے کی ہر چیز تہس نہس کردیتی ہے۔ اسے اَفگن کے ساتھ اپنا نکاح ہوجانے پر غصہ ہوتا ہے' فائقہ شہرینہ کے کمرے میں آتی ہے تو کمرے کی حالت دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے اور وہ شہرینہ سے بات کرنا چاہتی ہے لیکن شہرینہ ان کو کمرے سے جانے کا کہتی بدتمیزی سے پیش آتی ہے۔ جس پر وہ شہرینہ کو واپس آ کر بات کرنے کا کہتی ہے' فائقہ کو لیڈیز کلب کی میٹنگ میں جانا ہوتا ہے۔ فائقہ کے جانے کے بعد شہرینہ کا دل چاہتا ہے کہ وہ کمرے کے ساتھ خود کو بھی آگ لگالے' اسے اپنے والدین پر بھی غصہ ہوتا ہے اس کے انکار پر بھی انہوں نے اس کا نکاح اَفگن سے کردیا تھا' مسلسل بجتے موبائل کو اٹھانے کی غرض سے وہ بیڈ کی طرف جانے لگتی ہے تب کانچ اس کے پاؤں میں چبھ جاتا ہے' تکلیف کی لہر جسم میں دوڑ جاتی ہے۔ شہرینہ کچن میں آتی ہے اور زبیدہ (ملازمہ) اسے ڈاکٹر کو بلانے کا کہتی تو وہ اس کے غصہ کا نشانہ بن جاتی ہے۔ میٹنگ میں آ کر بھی فائقہ کا ذہن مسلسل شہرینہ کی طرف ہوتا ہے اس میٹنگ میں وہ عثمان فاروق (شوہر) کے کہنے پر آئی تھیں۔ عثمان فاروق اور فائقہ کو ایز آ چیف گیسٹ انوی ٹیشن ملا تھا' عثمان اپنے ٹف اور بزی شیڈول کے سبب نہیں آتے' تب فائقہ مجبوراً گھر کے نمبر پر کال کرتی زبیدہ سے شہرینہ کے بارے میں پوچھتی ہے' زبیدہ سے تمام صورت حال جان کر فائقہ کو مزید پریشانی ہوجاتی ہے۔ شہرینہ گھر سے نکل کر مارکیٹ سے ضرورت مند بچوں کے لیے چیزیں لیتی دارالاطفال آجاتی ہے' بچے شہرینہ کو دیکھ کر خوش ہوجاتے ہیں' لاسٹ سمسٹر شہرینہ کو سوشل ورک کے حوالے سے پروجیکٹ ملا تھا تب وہ اپنی ٹیم کے ساتھ یہاں آئی تھی' شہرینہ کو یہاں آ کر کچھ سکون محسوس ہوتا ہے۔ فائقہ گھر آ کر اماں بی کو فون کرتی شہرینہ کے بارے میں بات کرتی ہے' جس پر اماں بی بھی پریشان ہوجاتی ہے اور اسلام آباد آنے کا کہتی ہیں دوسری طرف اماں بی اَفگن' شایان اور زوبیہ' فرح کو لے کر اسلام آباد پہنچ جاتی ہیں۔ شہرینہ کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتی ہے لیکن عثمان صاحب کے کہنے پر وہ اماں بی سے ملنے آتی ہے جبکہ شہرینہ فرح کو بھی نظرانداز کردیتی ہے۔ فائقہ عثمان صاحب اسے بھی شہرینہ کی بدتمیزی کے حوالے سے بات کرتی ہے' عثمان صاحب انہیں ہی قصوروار ٹھہراتے ہیں تب فائقہ شہرینہ اور اَفگن کے درمیان ہونے والے معاملات کا پوچھتی ہے' جس پر عثمان صاحب وقتی جذبات کا کہتے شہرینہ کو اس نکاح کو تسلیم کرنے کا کہتے ہیں۔ لاہور سے آئے مہمان اَفگن شایان' زوبیہ اور فرح آؤٹنگ کا پروگرام بناتے شہرینہ کو بھی شامل کرلیتے ہیں۔

اب آگے پڑھیے

❀.....❀.....❀

شہرینہ بالکل خاموش تھی۔ افگن گاہے بگاہے لاشعوری طور پر شہرینہ کی خاموشی نوٹ کرتا رہا تھا' وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن شہرینہ کا سرد انداز' لاتعلقی ظاہر کرتے تیور' خدوخال اور لباس افگن کو شہرینہ کو دیکھنے پر مجبور کررہے تھے' عثمان صاحب کو ایک کال آئی تھی۔ وہ فائقہ کو لے کر ڈرائیور کے ہمراہ واپس چلے گئے تھے جبکہ ینگ پارٹی ابھی بھی وہیں موجود تھی۔ ٹیپو کے کچھ دوست غزل کنسرٹ میں گئے ہوئے تھے وہ اسے بھی بلا رہے تھے۔ ٹیپو نے شایان سے ذکر کیا تو وہ فوراً جانے پر آمادہ ہوگیا تھا جبکہ افگن انکار کردیتا ہے۔

''تم نے جانا ہے تو ٹیپو کے ساتھ چلے جاؤ' لیڈیز ہمارے ساتھ ہیں میں ان کو ساتھ لے جانے کے حق میں نہیں ہوں۔'' افگن کا قطعی انداز تھا' شہرینہ نے ناگوار نگاہوں سے افگن کو دیکھا۔ ایسے شوز' ایسے کنسرٹ پر جانا دوستوں کے ہمراہ انجوائے کرنا ان کے گھر عام سی بات تھی۔

''افگن بھائی یہ بہت اچھا کلاسیکل ٹائپ غزل کنسرٹ ہے' ماما کا جانے کا موڈ نہیں تھا سو میں نے دوستوں کو پاس دے دیئے تھے ورنہ میں شہری اور ماما تو اکثر ایسے شوز میں اٹینڈ ہوتے ہیں۔'' ٹیپو نے بتایا۔

''تب تم لوگ ایز آ گیسٹ جاتے تھے لیکن مجھے یہ سب پسند نہیں۔'' انداز اب بھی دوٹوک تھا۔ شہری نے بہت تلخ نگاہ ڈالی اس پر اور پھر ٹیپو کو دیکھا۔

''پاس کہاں ہے؟'' شہری نے پوچھا۔

''تین پاس تھے جو ہفتہ پہلے آئے تھے' ماما نے جانے سے انکار کردیا تھا تو میں نے دو دوستوں کو دے دیئے تھے اور ایک خود رکھ لیا تھا۔ دوستوں کے ساتھ جانے کا پروگرام تھا لیکن پھر شایان بھائی آگئے تو پھر ان کے ساتھ آؤٹنگ کا پروگرام بن گیا تھا۔'' وہ وضاحت دے رہا تھا۔ ''سوچا تھا کہ اگر جلدی فارغ ہوگیا تو وہیں سے دوستوں کے ساتھ نکل جاؤں گا۔'' اس نے بتایا۔

''تو ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں وہاں جاکر اور پاس لے لینا۔'' وہ فوراً جانے کو تیار ہوئی۔ افگن نے ناگواری سے دیکھا جبکہ فرح' زوبیہ اور شایان اس وقت خاموش تھے۔ فرح وجہ جانتی تھی جبکہ زوبیہ کے لیے شہرینہ کا ایٹی ٹیوڈ بالکل نئی بات تھی۔ ٹیپو اگرچہ شہرینہ کی ناراضی اور نکاح سے متعلق انکار کے بارے میں آگاہ نہیں تھا پھر بھی اس وقت وہ شہرینہ کا رویہ اور افگن کی ناگواری نوٹ کرگیا تھا۔

''اٹس او کے اگر افگن بھائی منع کررہے ہیں تو نہیں جاتے پھر کبھی سہی۔''

''یہ کون ہوتے ہیں ہمارے کہیں آنے جانے کے بارے میں فیصلہ کرنے والے؟ تم جانتے ہو میں ایسی تمام ایکٹیوٹیز میں ضرور حصہ لیتی ہوں' میں ضرور جاؤں گی۔'' اس نے تو واضح افگن کی نفی کرتے اپنے جانے پر اصرار کیا تو وہاں موجود خاموش تماشائی بنے باقی تینوں نفوس فوراً متحرک ہوئے تھے۔ جبکہ اتنے واضح الفاظ پر افگن کے چہرے کے عضلات میں واضح کھنچاؤ پیدا ہوا تھا۔

''چھوڑو بھئی یہ غزل کنسرٹ بھی کوئی دیکھنے والی چیز ہے بورنگ کام۔ میں نے تو خوامخواہ ہی ٹیپو کے پوچھنے پر حامی بھرلی تھی' میرا ارادہ کہیں اور جانے کا ہے' کیوں یار اور کون سی جگہیں ہیں یہاں جو تفریح کے لیے اچھی ہیں۔'' شایان نے فوراً بات بدل دی۔

''بالکل' بلکہ میں سوچ رہی ہوں ہم جو ایک دو دن ادھر ہیں انہی دنوں میں اسلام آباد اچھی طرح گھوم لیں۔'' زوبیہ نے بھی کہا تو ماحول میں چھائی کشیدگی میں قدرے کمی آئی تھی۔ افگن نے بے پروائی سے دوسری طرف منہ کرکے باہر کی طرف دیکھتی شہرینہ کو دیکھا اور پھر بائیں کلائی میں بندھی رسٹ واچ کو۔

''رات بہت گہری ہورہی ہے' میرا خیال ہے فی الحال تو گھر چلنا چاہیے ویسے بھی سفر کی تھکان کے سبب نیند بھی آرہی ہے۔'' افگن کا انداز اب بھی دوٹوک تھا'

شایان نے بھی اپنے موبائل پر وقت دیکھا' رات کے گیارہ بج رہے تھے وقت واقعی کافی ہو چکا تھا جبکہ شہرینہ ایک بار سب سے لاتعلق ہو کر پھر باہر دیکھنے میں محو ہو گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں گاڑی صاف شفاف رستوں پر تیزی سے رواں دواں تھی۔

''ہاں تھکن تو واقعی ہو رہی ہے' میرا خیال ہے گھر واپس چلنا چاہیے۔'' شایان نے بھی کہا تو شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ شایان ڈرائیونگ کر رہا تھا فرنٹ سیٹ پر افگن شایان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پچھلی سیٹ پر زوبیہ کے ساتھ فرح بیٹھی ہوئی تھی فرح کے ساتھ شہرینہ تھی اور شہرینہ کے ساتھ اسمارٹ سا ٹیپو بیٹھا ہوا تھا۔

اسی دوران شہرینہ کا موبائل بجنے لگا' فرح اور زوبیہ مختلف مقامات سے کی جانے والی شاپنگ کو ڈسکس کر رہی تھیں۔ شایان ٹیپو سے اسلام آباد میں موجود کچھ اور پکنک پوائنٹس کے بارے میں معلومات لے رہا تھا جبکہ افگن خاموش تھا' شہرینہ نے کال پک کی۔

''ہاں زین بولو۔'' افگن نے پلٹ کر دیکھا' سبھی اپنی اپنی باتوں میں بزی تھے حتیٰ کہ ٹیپو بھی۔ اس نے قطعی دھیان نہیں دیا تھا کہ شہرینہ کے نمبر پر کس کی کال آئی ہے اور وہ کس سے بات کر رہی ہے' افگن کی بھنویں تن گئی تھیں۔ اس نے بیک ویو مرر سے دیکھا اتنی دیر سے سب سے لاتعلقی کا اظہار کرتے خاموش بیٹھی شہرینہ نہ صرف مسکرا رہی تھی بلکہ اس وقت اس کے چہرے کے عضلات میں ایک دم سختی کی جگہ نرمی پیدا ہو گئی تھی۔

''نہیں یار..... ایسی بات نہیں۔''

''ارے.....'' وہ ہنسی تھی' کھلکھلاتی خوب صورت ہنسی۔ افگن کے چہرے کی سختی میں اضافہ ہوا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بیک ویو مرر سے شہرینہ کو مسلسل دیکھنے پر مجبور تھا' اندر سے کوئی چیز تھی جو اسے مسلسل دیکھنے پر اکسا رہی تھی' شہرینہ کی آواز دھیمی تھی۔

''اوکے' نہیں..... کچھ گیسٹ آئے تھے لاہور سے۔''

''ہاں' انہی کے ساتھ بزی تھی..... یس آف کورس' اوکے..... کل کالج میں ملتے ہیں۔'' وہ ہنسی' کھلکھلاتی ہنسی' افگن کے کان پھر متوجہ ہوئے۔

''شہرینہ جسے آپ بڑی نیک پروین سمجھتے ہیں وہ اصل میں کیا ہے' کبھی اس کے کالج میں آ کر دیکھئے گا' ہر دوسرے لڑکے سے تو اس کی دوستی ہوتی ہے اور اس کا کلاس فیلو ان کے گروپ کا لڑکا زین شاہ وہ تو مرتا ہے اس پر۔'' کسی کے کہے گئے الفاظ ایک دم افگن کی سماعتوں میں گونجے تھے' افگن نے لب بھینچ لیے تھے۔

''کہا ناں کل ضرور آؤں گی' اوکے سی یو بائے۔'' اختتامی جملے کہہ کر موبائل کان سے ہٹا کر اس نے سر اٹھا کر سامنے کی طرف دیکھا تو چونکی۔ بیک ویو مرر سے اسے مسلسل دیکھتا افگن..... افگن کی آنکھوں میں بڑا عجیب سا تاثر تھا۔

شہرینہ کے چہرے پر بھی ایک دم ناگواری کی لہر چھائی تھی' باقی لوگ ابھی بھی اپنی اپنی باتوں میں الجھے ہوئے تھے اس نے پھر مرر کی طرف دیکھا افگن اب نہیں دیکھ رہا تھا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا وہ شخص اب باہر کی طرف دیکھ رہا تھا' شہرینہ نے ناگواری سے اس کے سر کو دیکھ کر خود بھی گردن باہر کی طرف گھمائی۔ جانے پہچانے رستے دکھائی دینے لگے تو اس نے ایک گہرا سانس لیا' کچھ دیر بعد ایک ناپسندیدہ اعصاب شکن سفر سے نجات ملنے والی تھی۔

❀......❀......❀

شہرینہ روٹین کے تحت اٹھی تھی' فائقہ صبح خیز تھیں۔ اماں بی بھی جلدی اٹھ گئی تھیں' نماز کے بعد وہ تلاوت میں مصروف تھیں۔ وہ صبح کے وقت خالصتاً دیہاتی انداز کا ناشتا کرتی تھیں' فائقہ نے ملازماؤں کو ناشتے کا شیڈول بتا دیا تھا جبکہ اماں بی کے لیے ناشتا تیار کرنے وہ خود کچن میں آئی تھیں۔ ملازمہ نے اماں بی کے لیے لسی بنا دی تھی' ساتھ میں گھی اور مکھن لگی روٹی' قیمے کا تازہ سالن۔ اماں بی کے لیے انہوں نے ٹرے خود

سجائی' باقی لوگوں کا ناشتا انہوں نے ٹیبل پر لگوایا تھا' زوبیہ اور شایان نے لیٹ اٹھنا تھا۔

فرح' ٹیپو' شہرینہ اور فائقہ کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر اماں بی اور فرح بھی موجود تھے۔ شہرینہ بہت سنجیدگی سے بریڈ کا پیس لے کر اس پر جام لگا کر دانتوں سے کتر رہی تھی' دائیں ہاتھ میں چائے کا مگ تھا جبکہ ڈائننگ ٹیبل پر تازہ تیار کیا ہوا کئی قسم کا کھانا موجود تھا۔ قیمہ انڈے کا سالن' حلوہ پوری' چنوں کا سالن کے علاوہ کئی طرح کی اور اشیاء بھی تھیں لیکن شہرینہ نے کسی بھی چیز کی طرف دیکھا تک بھی نہ تھا۔

یہ سب یقیناً فائقہ نے اپنے مہمانوں کی خدمت کے لیے کروایا تھا' شہرینہ نے سرسری سا اس سارے سیٹ اپ کو دیکھا' بریڈ ختم کر کے وہ چائے کی چسکیاں لے رہی تھی جبکہ افگن بھی تیار سوٹڈ بوٹڈ وہیں چلا آیا تھا اسے دیکھ کر شہرینہ کے عضلات ایک بار پھر تناؤ کی کیفیت پیدا ہوئی تھی جبکہ افگن نے اس کی طرف دیکھا بھی نہ تھا۔ افگن بڑا فریش تھا اماں بی نے بہت محبت سے اسے دیکھا تھا۔

''کہاں کی تیاری ہے۔'' اماں بی نے اپنا روایتی سا ناشتا کرتے پوتے کو محبت آمیز نگاہوں سے دیکھا۔

''بابا صاحب نے ایک کام کہا تھا سوچا وہ کرلوں۔''

''کب تک واپس آؤ گے؟'' انہوں نے پوچھا۔

''تین چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔'' اس نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔ شہرینہ نے اپنا خالی مگ ٹیبل پر رکھا۔ افگن نے اسے دیکھا اس کے چہرے پر شدید تناؤ کی سی کیفیت رقم تھی۔ لائٹ ٹی پنک اور آف وائٹ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھی' کندھے پر حسب عادت مفلر ٹائپ لائٹ سا سوٹ سے میچ کرتا اسکارف تھا۔ چہرہ میک اپ سے مبرا تھا تاہم آنکھوں پر سجا لائنر اس کی آنکھوں کے کٹیلے پن کو دوآتشہ کر رہا تھا۔

افگن ولگر ٹائپ کی عورت سے مل چکا تھا' وہ اس کے ظاہری حلیے سے ہی اس کے معیار کا اندازہ لگالیتا تھا لیکن اس وقت شہرینہ کے ظاہری حلیے اور چہرے کے خدوخال سے وہ کچھ بھی جان نہ پایا تھا۔ ناگواری کی شدید لہر نے چہرے کا نہ صرف احاطہ کیا بلکہ آنکھوں کے تاثر میں بھی واضح فرق آیا تھا۔

''شہری بیٹا...... ٹھیک سے ناشتا تو کرلیتی۔'' فائقہ خاموش تھیں اماں بی نے ہی ٹوکا تھا۔ انہوں نے نوٹ کیا تھا کہ شہرینہ نے صف ایک بریڈ کا پیس اور چائے کا مگ لیا تھا۔

''میں کر چکی ہوں' میں اتنا ہی ناشتا کرتی ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے کہتے جانے کو پلٹی۔

''پاؤں کا زخم کیسا ہے اب؟'' وہ مسلسل پاؤں دبا کر آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

کل آؤٹنگ پر بھی وہ سارا وقت ایسے ہی چلتی رہی تھی بلکہ زیادہ تر تو وہ ہر جگہ جا کر کسی ایک مخصوص جگہ پر ہی بیٹھی رہی تھی' کم ہی گھومی پھری تھی۔ اس نے بار بار اٹھنے اور اپنی جگہ چھوڑنے کی یا گھومنے پھرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ اسے یہ زخم کیسے لگا تھا؟ کسی نے بھی پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''ہاں اب زخم کیسا ہے؟'' زخم اگرچہ پہلے سے کافی بہتر تھا مگر چلنے میں ابھی بھی دقت ہو رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' اس نے سرسری سا کہا اور پھر وہاں سے جانے لگی۔

''شہری۔'' اب کی بار ماما نے پکارا۔

''آج ذرا جلدی آجانا' آج زوبیہ اور فرح کا شاپنگ کا پروگرام ہے۔ مجھے تمہارے پاپا کے ساتھ کسی انویٹیشن میں جانا ہے' میں ان کو ٹائم نہیں دے سکوں گی۔''

''ایم سوری' میرے پاس خود ٹائم نہیں ہوگا۔ آج ہمارے گروپ کا سوئمنگ پریکٹس کا شیڈول ہے' کالج کی طرف سے مجھے وہاں جانا ہوگا۔'' افگن نے الجھ کر دیکھا۔

''تم اپنا یہ شیڈول کسی اور دن کے لیے رکھ چھوڑو' ان کو کمپنی دینا بھی ضروری ہے۔'' ماما نے پھر کہا تو اس نے

ایک گہرا سانس لیا۔
''ایم سوری' آپ جانتی ہیں میں کسی کے لیے اپنا شیڈول تبدیل نہیں کرتی۔ میری پریکٹس بہت ضروری ہے' پہلے ہی اپنے پاؤں کے زخم کی وجہ سے کافی حرج کرچکی ہوں۔''
''تم اس سوئمنگ ایونٹ سے ایکسکیوز کیوں نہیں کرلیتی۔'' انہوں نے آہستگی سے کہا۔
''کیوں؟''
''تمہارے پاپا تمہارے لاسٹ سوئمنگ گیم کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوئے تھے' ان کا خیال ہے کہ تمہیں اب ایسی گیمز میں حصہ نہیں لینا چاہیے' وہ منع کررہے تھے۔'' انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں اس بات نے شہرینہ کا چہرہ تپا دیا تھا۔
''کیوں' ان کو کیا آرگومنٹ ہے؟'' اس کے لہجے میں تلخی تھی جبکہ باقی لوگ خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔
''انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہا ہوگا' تم اب ٹین ایج بچی تو ہو نہیں کہ ہر بات سمجھاتی پھروں۔'' مہمانوں کی موجوگی میں شہرینہ کا ایٹی ٹیوڈ ان کو پسند نہیں آیا تو انہوں نے بھی کچھ تختی سے کہا۔
''کاش ٹین ایج میں آپ نے ہر بات سمجھائی ہوتی تو اب آپ کو مجھ پر اتنا وقت برباد نہ کرنا پڑتا۔ آپ جانتی نہیں میں اب ان گیمز سے پیچھے نہیں ہٹنے والی' اٹس آ پارٹ آف مائی لائف۔'' وہ تلخی سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی' فائقہ نے ایک گہرا سانس لیا' افکن نے خالہ کو دیکھا اس کا انداز پُرسوچ تھا۔
''شہرینہ جسٹ فار ایکسرسائز کے لیے سوئمنگ کرتی ہے یا باقاعدہ گیمز میں حصہ لیتی ہے؟'' فرح نے پوچھا۔
''شروع میں تو جسٹ فار ایکسرسائز کے لیے ہی کرتی تھی پھر اسکول لائف میں آکر وہ باقاعدہ گیمز میں حصہ لینے لگی تھی' بہت اچھی سویمر ہے لیکن لاسٹ ٹائم اس نے انٹر کالج وویمن یونین کی طرف سے حصہ لیا تو اس کے پاپا نے مجھے منع کیا تھا کہ آئندہ شہرینہ کسی بھی گیم میں حصہ نہیں لے گی۔'' انہوں نے تفصیلاً بتایا' افکن خاموشی سے ناشتا کررہا تھا۔
''کہتی ہو تو میں بات کروں؟'' اماں بی نے پوچھا تو فائقہ نے نفی میں سر ہلایا۔
''وہ کسی کی نہیں سنتی' عثمان کو کہوں گی وہ خود ہی اس سے بات کریں گے ان کے سامنے ہی بس چپ ہوتی ہے ورنہ مجھے تو صاف انکار کردیتی ہے۔'' فائقہ مگ اٹھا کر چائے پینے لگ گئیں۔
''ہم شاپنگ کے لیے کیسے جائیں گے پھر؟'' فرح نے پوچھا۔
''کرتی ہوں مینج کچھ۔'' انہوں نے کہا لیکن اسی پل غصے سے تپی شہرینہ لاؤنج میں داخل ہوئی۔
''میری گاڑی کہاں ہے؟'' اس نے آتے ہی پوچھا یقیناً وہ لاؤنج سے ہوکر آئی تھی' کندھے پر بیگ اور ہاتھ میں فائل تھی۔
''تمہارے پاپا کی گاڑی پرابلم کررہی تھی رات کو وہ تمہاری گاڑی لے گئے۔''
''تو میں کیسے جاؤں گی اب کالج۔ ڈرائیور کہاں ہے اسے کہیں گھر والی گاڑی نکالے۔''
''ڈرائیور گاڑی لے کر گیا ہے' تمہارے پاپا کے کچھ گیسٹ آنے تھے ان کو ریسیو کرنا تھا۔''
''تو پاپا کا اپنا ڈرائیور کہاں ہے؟'' اسے ایک دم غصہ آنے لگا تھا۔
''کیا ہوگیا ہے شہری' تمہارے پاپا کو لے کر گیا ہوا ہے' رات مجھے گھر ڈراپ کرنے کے بعد وہ تمہاری گاڑی لے کر ڈرائیور کے ساتھ چلے گئے تھے۔''
''اُف......کیا مصیبت ہے یہ۔'' اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو آگ لگادے۔ ایک اسائنمنٹ کے سلسلے میں اس کی آج کلاس میں پریزنٹیشن تھی' اس کا خیال تھا کہ وہ آج ذرا جلدی جاکر زین کے ساتھ مل کر کچھ پوائنٹس ڈسکس کرے گی۔

"لیکن یہ گاڑی۔"

"تم اپنے کسی کلاس فیلو کو کہو وہ تمہیں پک کرلیں گے، گاڑی ایک دو گھنٹے بعد سروس سے واپس آئے گی۔"

"اتنے بڑے سیاستدان کی بیٹی ہو کر میں دوستوں کی منتیں کرتی پھروں، حد ہوتی ہے کسی چیز کی، دوستوں کی نظروں میں کیا اسٹیٹس رہ جائے گا میرا۔" وہ بہت تلخ ہو رہی تھی۔

"کبھی اپنے ہائی فائی اسٹیٹس سے بھی نکل کر دیکھ لیا کرو، انسان کو اپنا بیک گراؤنڈ نہیں بھولنا چاہیے۔" فائقہ نے مسکرا کر کہتے اس کا غصہ کم کرنا چاہا تھا لیکن شہرینہ کے اندر کا غبار مزید بوائلنگ پوائنٹ پر پہنچ رہا تھا۔ افکن ناشتا کرچکا تھا اس نے نیپکن سے ہاتھ صاف کیے اور کھڑا ہوگیا۔ اسی وقت شہرینہ کا موبائل بجا تھا۔

"ہیلو" وہ انتہائی بے زار سے بولی۔

"گاڑی خراب ہے۔" وہ کسی کو بتا رہی تھی۔

"وہ بھی گھر پر نہیں۔" لہجے میں تلخی تھی۔

"اللہ کے لیے زین میں پہلے ہی بہت غصے میں ہوں مجھے اور طیش مت دلاؤ۔"

"ہاں بڑی پروا ہے تمہیں میری۔"

"چلو دیکھ لیتی ہوں اتنی پروا ہے ناں تو پندرہ منٹ میں گاڑی لے کر آجاؤ میں مان لوں گی۔" افکن نے بہت تلخی سے اسے دیکھا تھا۔

"اوکے...... اوکے، بائے...... آئی ایم ویٹنگ۔" افکن نے اسے دیکھا۔ وہ کال بند کرکے پلٹ کر وہاں سے جانے لگی تھی۔ اس نے پُرسوچ نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر فائقہ کو۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں شہرینہ کو ڈراپ کردوں۔" افکن کی آواز کافی بلند تھی، وہاں سے پلٹ کر جاتی شہرینہ ایک دم رکی تھی۔ اس نے حیران ہوکر افکن کو دیکھا جبکہ افکن اماں بی اور فائقہ کی طرف متوجہ تھا، اماں بی کی باچھیں کھل اٹھی تھیں۔

"اس سے اچھی اور کیا بات ہوگی، شہری خوامخواہ پریشان ہو رہی ہے، مجھے تو خیال ہی نہیں آیا کہ تم بھی ڈراپ کرسکتے ہو اور تم لوگوں کی گاڑی گھر پر ہی ہے۔" فائقہ ایک دم خوش ہوئیں۔

"لیکن میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی، میں نے زین کو کال کی ہے وہ مجھے کچھ دیر میں پک کرلے گا۔"

"زین کو منع کردو افکن چھوڑ دے گا۔" فائقہ نے کہا تو شہرینہ کو ایک دم تاؤ آیا۔

"ان کے ساتھ جانے سے بہتر ہے کہ میں چھٹی کرلوں، میں نے کہا ناں کہ مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا سو بار بار غلط باتوں کے لیے مجھے فورس مت کیا کریں۔" انداز قطعی تھا۔

"آپ ہر بات پر ماما سے کیوں آرگومنٹ کرتی ہیں، زین ہمارا کوئی فیملی ممبر نہیں ہے جس پر آپ ٹرسٹ کر رہی ہیں میرا خیال ہے آپ افکن بھائی کے ساتھ چلی جائیں۔" ٹیپو جو اتنی دیر سے خاموش تھا اس نے اکتا کر کہا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم سب۔" وہ غصے سے کہہ کر وہاں سے اندر کی طرف چل دی۔ افکن نے فائقہ کو دیکھا انہوں نے بے بسی سے کندھے اچکائے تھے۔ افکن اپنے کمرے میں آیا اور اپنی چیزیں لے کر وہ کمرے سے نکلا تو راہداری کے درمیان میں شہرینہ کھڑی کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے آپ کو؟ خبردار آئندہ میرے کسی بھی معاملے میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تو وہ اور لڑکیاں ہوتی ہوں گی جو آپ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کو مچل رہی ہوں گی آئندہ میرے سامنے بھی آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" افکن نے بہت تحمل سے اسے دیکھا اور سنا۔ شہرینہ تو اسے دیکھ کر پہلے ہی آگ میں جل رہی تھی۔ اب اپنے گھر میں چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے دیکھ کر اس کے اندر تو گویا ایک قیامت برپا تھی اور ایسے میں اسے کالج ڈراپ کرنے کی آفر اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے صفحہ ہستی سے مٹا دے۔

''لوآ گیا ہوں میں تمہارے سامنے' کیا کرلو گی۔'' انداز بہت طنزیہ اور چیلنجنگ تھا' شہرینہ کا جی چاہا کہ واقعی اس کا منہ نوچ لے۔

''تم......'' وہ پھنکاری تھی اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اَفلن نے وارن کرتی انگلی کو نیچے کرتے اس کا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں جکڑ لیا۔ اس وقت وہ بیگ کندھے پر اور فائل بائیں ہاتھ میں لیے ہوئے تھی۔

''تم جیسی لڑکی کو سیدھا کرنا میرے لیے قطعی مشکل نہیں' چچا جان اور خالہ نے تمہیں زیادہ ہی سر چڑھا رکھا ہے' پہلے تم جو بھی تھی وہ سب ایک طرف اب یہ کبھی مت بھولنا اب کہ تم میری منکوحہ ہو۔'' اَفلن کا انداز بہت سنجیدہ اور سرد تھا۔

''ہاتھ چھوڑیں میرا۔'' وہ بہت غصے سے بولی ساتھ ہی ساتھ ہاتھ چھڑانے کی مزاحمت بھی کررہی تھی لیکن اَفلن کی مضبوط گرفت کے سامنے اس کی ساری مزاحمت بے کار جارہی تھی۔

''کوئی مجھے کتنا ہی ناپسند کیوں نہ ہو جس کا ہاتھ ایک بار تھام لیا کبھی رستے میں نہیں چھوڑا۔ یہ اور بات ہے کہ تم سے یہ رشتہ نفرت کی بنا پر نبھانا پڑے گا۔''

''لیومی۔'' جواباً وہ چیخی۔

''چیخو گی تو اپنے ہی گھر میں اپنا تماشا بنواؤ گی اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تمہارے مقابلے میں سبھی مجھے ہی سپورٹ کریں گے۔'' اَفلن کا انداز بالکل سرد تھا۔ شہرینہ نے نہایت بے بسی سے اسے دیکھا۔

''میرا خیال ہے تمہیں کالج سے دیر ہورہی ہے' میں تمہیں ڈراپ کردوں گا۔'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے چلنا شروع کردیا تھا۔ شہرینہ چیخ رہی تھی لیکن اس کی مزاحمت پر بھی اَفلن نے ہاتھ نہیں چھوڑا تھا' دونوں کا شور سن کر فائقہ اور فرح سامنے آ گئی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' فائقہ نے پریشان ہوکر پوچھا۔

''میں محترمہ کو ان کے کالج چھوڑنے جارہا ہوں چونکہ یہ سیدھے انداز میں ساتھ نہیں چل رہی تو زبردستی لے جانے کا حق رکھتا ہوں۔'' وہ بہت سنجیدہ تھا لیکن آنکھوں میں کچھ ایسی بات ضرور تھی کہ فائقہ اور فرح دونوں مسکرائی تھیں۔ شہرینہ جیسی آفت کی پرکالا لڑکی کو اَفلن ہی ہینڈل کرسکتا تھا' فرح نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی تھی وہ اسے اسی طرح پکڑے باہر کی طرف آیا تھا۔

اس نے ایک ہاتھ سے شہرینہ کا ہاتھ تھامے دوسرے ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا شہرینہ کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر دروازہ لاک کرتے وہ خود دوسری طرف آ کر بیٹھا تھا۔ شہرینہ نے سیدھے ہوتے ایک دم طیش میں آتے سارا اسٹیئرنگ گھما ڈالا تھا۔ اَفلن نے بمشکل اس کے دونوں ہاتھ بائیں ہاتھ میں مقید کرتے اسے قابو کیا تھا۔

''تم سمجھتے کیا ہو خود کو؟ میں تمہاری زرخرید نہیں ہوں' تم نے میرے ساتھ یہ سب کرنے کی جرأت بھی کیسے کی؟ تمہیں اندازہ ہی نہیں میں تمہارے ساتھ کیا کرسکتی ہوں۔'' وہ زخمی شیرنی کی طرح پھنکار رہی تھی۔ اَفلن نے بڑے ریلیکس موڈ میں اسے دیکھا۔

اس کا سرخیاں چھلکاتا چہرہ غصے کی زیادتی و شدت سے انگارہ بنا ہوا تھا' مارے طیش کے شہرینہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ یا تو اَفلن کو ہی مار ڈالے یا پھر اپنا حشر نشر کرلے۔

''میری جرأت کی تو بات ہی نہ کرو' بحیثیت منکوحہ تم پر وہ سب اختیار رکھتا ہوں جن کا تم کبھی مجھے چیلنج نہ ہی کرو تو بہتر ہے اور رہ گئی میری جرأت کی بات تو تمہیں تمہارے ہی گھر میں تمہاری ماما اور کزن کی موجودگی میں یوں پکڑ کر لایا ہوں' کرسکتی ہو اس چیز کو چیلنج۔'' اَفلن نے اس کے ہاتھ چھوڑ کر اس کی طرف منہ کرتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو ایک پل کو شہرینہ لاجواب ہوئی لیکن اگلے ہی پل شدید بے بسی کے احساسات طوفانی جذبات کے ریلے میں بہتے ایک دم بپھر اٹھے تھے۔ اس نے بہت غصے سے اپنا ہاتھ اَفلن کے اسٹیئرنگ پر رکھے ہاتھوں پر مارا تھا۔

''تم مجھے جانتے نہیں' تم میرے ساتھ جو بھی

کروگے میرے دل میں تمہارے خلاف نفرت ہی بڑھے گی۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' اپنی ہر زیادتی کا بدلہ لوں گی۔" وہ جذبات کی رو میں بہہ رہی تھی۔ اپنے نفع ونقصان سے بے خبر افلن کی نفرت میں بہتے اسے بس ڈبو دینے کو تڑپ رہی تھی' افلن نے اسے ایک پل کو بغور دیکھا' شہرینہ عثمان بلا کی حسین لڑکی تھی۔

وہ حسن پرست ہوتا تو ایک پل میں گھائل ہو جاتا لیکن شہرینہ کے تیور اس کے انداز واطوار اس کا لب ولہجہ یہ سب ایسے عناصر تھے کہ وہ اسے چاہ کر بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے اول روز کی طرح ہی ناپسند تھی لیکن جس طرح وہ واضح و برملا انداز والفاظ میں اس کی ذات کی نفی کررہی تھی اس کے اندر کا انا پرست مرد اس قدر توہین آمیز سلوک پر اسے بھی جواباً بری طرح رد کردینا چاہتا تھا۔

اس نے رات جس طرح اس کی نفی کی تھی افلن نے سوچ لیا تھا وہ اسے رد کرے گا' بالکل اسی انداز میں جس طرح وہ اسے رد کررہی ہے لیکن وہ اس طرح رد کرنا چاہتا تھا کہ یہ لڑکی ٹوٹ کر اس کے قدموں میں گرے لیکن اسے توڑنے کے لیے افلن کو اندر سے اب مضبوط بننا تھا۔ اس قدر کہ وہ جب چاہے اس لڑکی کی انا اور اس کے پندار کے محل کو چکنا چور کرسکے۔

"تم اپنے ہنر آزماؤ' میں بھی دیکھتا ہوں تم کہاں تک جاتی ہو اپنی اس نفرت میں۔" شہرینہ نے لب دانتوں تلے دبالیے تھے' افلن پر کسی بھی بات کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ افلن نے ایک دو پل اسے دیکھا اور پھر اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی تھی۔

"لاک کھولو' مجھے تمہارے ساتھ کہیں نہیں جانا۔" وہ پھر پھنکاری۔

"کھول سکتی ہو تو کھول لو۔" اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ ڈرائیور نے گیٹ اوپن کردیا تھا۔ اس نے گاڑی پاتھ وے پر ڈال دی تھی' شہرینہ نے کچھ لمحے افلن کو بغور دیکھا۔

"تم بہت غلط کررہے ہو میرے ساتھ' اپنے ساتھ اور ان سب لوگوں کے ساتھ جن سے میرا نام جڑا ہوا ہے۔ تم مجھے زبردستی اپنے ساتھ باندھ سکتے ہو' میرے والدین کو ٹریپ کرسکتے ہو لیکن میری نفرت میں کمی نہیں لاسکتے' او کے ایسے تو ایسے ہی سہی میں بھی دیکھتی ہوں تم میرے ساتھ کہاں تک سفر کرسکتے ہو۔" افلن کے تیوروں اور چہرے کے تاثرات نے اسے چونکایا تھا۔

افلن حد سے زیادہ سنجیدہ تھا لیکن اس کی آنکھوں کا تاثر از حد سرد مہری لیے ہوئے تھا۔ یعنی وہ اسے یہ سب کچھ جان بوجھ کر اذیت سے دوچار کرنے کے لیے کررہا تھا اور وہ اپنے چیخنے چلانے سے اسے سکون مہیا کررہی تھی۔ وہ یک دم ساکت ہوئی اور پھر ایک دم پُرسکون ہوگئی تھی' وہ چیخ چلا کر اسے فتح کا احساس کیوں دلاتی۔ افلن نے اسے دیکھا وہ جو چند پل پہلے چلا رہی تھی' غصے سے سرخ انگارہ ہورہی تھی اب ایک دم پُرسکون ہوگئی تھی اس نے گود میں فائل کھول کر اس کے صفحات پلٹنے شروع کردیئے تھے وہ ایک دم اتنی پُرسکون کیسے ہوسکتی تھی؟ اس کے اندر کھدبد شروع ہوگئی تھی اس کے سامنے ایک لمبی سڑک تھی اور مقابل ایک ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھی یہ لڑکی تھی جو ایک معما سا بن گئی تھی۔ وہ جذباتی لحاظ سے کمزور لڑکی تھی لیکن وہ جذباتی لحاظ سے کوئی کمزور مرد نہ تھا اسے اپنے جذبات واحساسات ہر چیز پر قابو تھا اس کا اور اس لڑکی کا کوئی مقابلہ نہ تھا تو پھر وہ اس سے ضد کیوں باندھ رہا تھا۔

اس نے اسے دیکھا وہ ایسے بن گئی تھی گویا اسے افلن کی موجودگی یا ناموجودگی سے اب کوئی غرض نہ تھی۔ کچھ پل پہلے جس کے لیے اس ناپسندیدہ شخص کے ساتھ سفر کرنا زندگی وموت کا مسئلہ بنا ہوا تھا اب وہ ندی کی طرح پُرسکون تھی۔ افلن کو اپنے سب ارادے مٹی کے ڈھیر بنتے محسوس ہورہے تھے' کچھ پل بعد شہرینہ کا موبائل بجنے لگا تھا۔ اس نے بیگ سے موبائل نکال کر دیکھا زین کی کال تھی' اس نے افلن کو دیکھا اور پھر کال پک کرلی۔

"ہاں زین......"

''نہیں۔''
''ہاں۔''
''ٹھیک ہے اوکے۔''
''اوکے اللہ حافظ۔'' افکن کی نگاہ سامنے سڑک پر تھی لیکن ذہن شہرینہ عثمان کی طرف تھا' کچھ دیر بعد کالج آ گیا تھا' افکن نے خود اتر کر دوسری طرف آ کر لاک کھولا تھا۔ شہرینہ خاموشی سے اپنا بیگ اور فائل لے کر باہر نکل گئی تھی۔ افکن کے ایٹی ٹیوڈ سے اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ افکن کے ساتھ چیخ چلا کر مقابلہ کرنے کی بجائے بالکل خاموش رہ کر اسے زچ کرنا زیادہ آسان تھا۔ شیر افکن نے اسے جاتے دیکھا تھا' وہ کالج میں داخل ہوئی تو افکن نے بہت سنجیدگی سے گاڑی آگے بڑھادی تھی۔

❁......❁......❁

''کس کے ساتھ آئی تھی؟'' زین سے ہیلو ہائے کے بعد اس نے پوچھا۔

''بتایا تھا ناں کہ لاہور سے مہمان آئے ہوئے ہیں انہی میں سے ایک نے ڈراپ کردیا تھا۔''

''تمہاری گاڑی کو کیا ہوا؟''

''پاپا لے گئے تھے۔''

''پریزینٹیشن دیکھ لیتے ہیں' تھوڑی دیر بعد کلاس شروع ہوجائے گی۔ کل مہمانوں کی وجہ سے کچھ نہیں کرپائی ورنہ میں نے سوچ رکھا تھا کہ اس میں کافی ساری چیزیں اور ایڈ کروں گی۔'' اس نے کہا تو زین نے سرہلادیا۔

وہ دونوں گروپ کے پاس آگئے تھے' حوریہ عباس دونوں کی منتظر تھی' ان کے گروپ میں ایک اور لڑکا جواد اور لڑکی صبا بھی شامل تھے۔ پانچ افراد پر مشتمل اس گروپ میں سبھی افراد کافی لائق تھے سوائے صبا کے باقی چاروں کافی ہائی فیملیز سے بی لانگ کرتے تھے۔ صبا ایک مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتی تھی' شروع میں کسی بھی گروپ کا حصہ نہ تھی۔

حوریہ کو وہ بہت پسند تھی' اس نے اسے اپنے گروپ میں شامل ہونے کا کہا تھا لیکن اس نے زین اور جواد کی وجہ سے انکار کردیا تھا لیکن بعد میں حوریہ کی کوششوں سے ایک اسائمنٹ کے ذریعے ان کے گروپ کا حصہ بنی تھی کہ اس اسائمنٹ میں اس کے نمبرز سب سے زیادہ تھے باقی لوگوں کو اسائمنٹ کے لیے اس سے مدد لینا پڑی تھی اس کے بعد ان لوگوں کے گروپ میں وہ اکثر دکھائی دینے لگی تھی اور پھر رفتہ رفتہ وہ ان کے گروپ کا حصہ بن گئی تھی۔ صبا کا پلس پوائنٹ اس کا عبایا اور حجاب استعمال کرنا تھا۔

وہ ایک مڈل کلاس مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی' شروع شروع میں اس کے عبایا پر کالج میں کافی چوٹ کی جاتی تھی لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ عبایا اس کی پہچان بنتا چلا گیا تھا' وہ عبایا کے بغیر کبھی دکھائی نہ دی تھی۔ شہرینہ اور حوریہ اس کے گھر بھی جاچکی تھیں وہ لوگ کافی با اخلاق تھے جبکہ وہ زین اور جواد سے اب بھی کچھ حد تک ریزرو سی ہو کر ملتی تھی جبکہ شہرینہ اور حوریہ سے بہت فرینک تھی وہ ان دونوں کے بارہا اصرار کے باوجود بھی ان دونوں کے گھر نہیں آئی تھی۔ ایک دفعہ صبا کی بہن کے میڈیکل ایڈمیشن میں کچھ گھپلا ہو رہا تھا ٹیسٹ کلیئر تھا نمبرز بھی اچھے تھے لیکن داخلہ چارجز کی وجہ سے یہ لوگ کافی پریشان تھے۔ تب پہلی بار اس نے شہرینہ سے بات کی تھی اور شہرینہ نے عثمان صاحب سے کہہ کر اس کا کام منٹوں میں کرادیا تھا تب سے وہ شہرینہ کی کافی مشکور تھی۔ اس وقت بھی وہ پانچوں مل کر پریزینٹیشن پر ڈسکس کررہے تھے یہ گروپ پریزینٹیشن تھی جسے گروپ کی طرف سے شہرینہ پریزنٹ کررہی تھی لیکن اہم پوائنٹس سبھی نوٹ کررہے تھے۔

''اچھا چھوڑو کتنا بورنگ کام ہے۔'' حوریہ کچھ دیر بعد ہی اکتا گئی تھی اس نے اپنا لیپ ٹاپ بند کیا تو سبھی نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ وہ ان سب میں سے اسٹڈی سے جی چرانے والی لڑکی تھی لیکن نمبر اس کے بھی بہت اچھے آتے تھے۔

''میرا خیال ہے کہ اوورآل ساری پریزینٹیشن تقریباً مکمل ہی ہے اور شہرینہ بہت اچھے سے مینج کرلے گی۔''

''بالکل۔'' جواد کے کہنے پر اس نے فوراً سر ہلایا۔

''مجھے بہت بھوک لگی ہے ناشتا نہیں کر کے آئی' چلو کینٹین چلتے ہیں۔'' حوریہ نے کہا تو شہرینہ نے اپنا موبائل دیکھا۔ ابھی کلاس شروع ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا وہ حوریہ اور صبا کینٹین کی طرف آگئیں۔

وہ گھر سے ناشتا کر کے آئی تھی اس نے صرف چائے پینے کو ترجیح دی تھی جبکہ حوریہ نے اپنے لیے برگر اور کولڈ ڈرنک منگوائی تھی' صبا نے کچھ بھی لینے سے انکار کردیا تھا وہ گھر سے اچھی طرح ناشتا کر کے آئی تھی۔ وہ لوگ بیٹھ کر ابھی کھا پی رہی تھیں جب اچانک فریحہ نے پیچھے سے شہرینہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''کیسی ہو شہری؟'' شہرینہ نے پلٹ کر دیکھا اور فریحہ کو دیکھ کر ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔

''فائن۔'' اس کا انداز لیا دیا سا تھا۔ وہ اس وقت فریحہ کے ساتھ ٹائم ویسٹ کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔

''کتنی بے وفا لڑکی ہو تم' شایان کی شادی کے بعد تو تم نظر ہی نہیں آئیں حتیٰ کہ میں نے کئی بار تمہارے ڈیپارٹمنٹ کے چکر بھی لگائے۔'' وہ بہت اپنائیت کا اظہار کرتے کہہ رہی تھی' شہرینہ سنجیدہ جبکہ حوریہ کا موڈ اسے دیکھ کر بگڑنے لگا تھا۔

''لو آگئی چپکو۔'' وہ بڑبڑائی تو صبا نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔

''سنا ہے زوبیہ وغیرہ تمہاری طرف آئے ہوئے ہیں آؤٹنگ کے لیے۔'' وہ مزید بولی۔

''ہاں۔'' وہ ابھی بھی سنجیدہ تھی۔ شادی میں جو کچھ ہوچکا تھا اس کے بعد اس کا ان میں سے کسی کو بھی منہ لگانے کو دل نہیں کررہا تھا۔

''چلو اچھی بات ہے' ماما کہہ رہی تھیں کہ وہ آج کل میں ان لوگوں کو دعوت پر بلائیں گی۔''

''ہمم......'' اس نے بس ہنکار بھرا۔

''شادی کی تصاویر بہت اچھی آئی ہیں میرے موبائل میں' ہم لوگوں نے خوب انجوائے کیا تھا تمہاری کافی تصاویر ہیں میرے پاس' اسپیشلی وہ ڈانس کرتے ہوئے اور پھر بعد میں وہ تمہارے نکاح والی۔'' وہ اس قدر روانی سے بول رہی تھی' شہرینہ جو سنجیدہ سی بیٹھی ہوئی تھی' فریحہ کی آخری بات پر ایک دم سیدھی ہوئی' صبا اور حوریہ بھی ٹھٹکی تھی۔ شہرینہ کے چہرے پر پریشانی چھا گئی تھی۔

''نکاح...... کس کا نکاح؟'' وہ اس سے پہلے کہ کچھ کہتی حوریہ فوراً بولی' فریحہ ہنسی' اس کی ہنسی بڑی حظ اٹھاتی ہوئی تھی۔ وہ ایک نظر میں ہی بھانپ گئی تھی کہ شہرینہ نے اپنی دوستوں کو اپنے نکاح کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔

''شہرینہ کا نکاح۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''شہرینہ کا نکاح......؟'' دونوں نے بے یقینی سے شہرینہ کو دیکھا اور شہرینہ نے فوراً موبائل پر وقت دیکھا۔

''شہرینہ تم نے بتایا نہیں دوستوں کو' شہرینہ کا کچھ دن پہلے اپنے تایازاد سے نکاح ہوا ہے۔'' وہ شہرینہ کو دیکھ رہی تھی اور مسکرا کر دوستوں کو بتارہی تھی وہ حیران تھیں۔ شہرینہ اچانک افگن جیسے آسان شکار کو اس کے پنجوں سے نکال کر لے اڑی تھی' فریحہ تو اندر ہی اندر جل رہی تھی۔

افگن جیسا ہر لحاظ سے مکمل اور شاندار مرد کا اس طرح ہاتھوں سے نکل جانا وہ بھلا کیسے برداشت کرلیتی۔ رخشندہ اور فریحہ کا تو حسد کے مارے برا حال تھا اور اب اگر شہرینہ سے سامنا ہوا تھا تو بھی وہ اسے معاف کرنے والی نہ تھی۔

''فریحہ پلیز...... ہماری کلاس ہونے والی ہے پھر بات کریں گے۔'' وہ فوراً کھڑی ہوئی جبکہ فریحہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

''شہرینہ بتاؤ تو سہی یہ کیا کہہ رہی ہے۔'' حوریہ بھی آدھی کولڈ ڈرنک وہیں چھوڑ کر فوراً کھڑی ہوگئی تھی۔ انہوں نے کاؤنٹر پر پے منٹ کی اور تیزی سے وہاں سے

چلی آئی تھیں۔
"میں تم لوگوں کو سب بتادوں گی لیکن ابھی کلاس ہونے والی ہے زین یا جواد سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں بس اتنا کہوں گی کہ اس نکاح کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں سو میں نے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی' حوریہ اور صبا نے خاموشی سے اسے دیکھا۔
"او کے لیکن کلاس کے بعد تم ہمیں سب کچھ بتاؤ گی' ایک ایک لفظ سچ سچ۔" شہرینہ نے سر ہلا دیا۔ وہ ذہنی طور پر ڈسٹرب ہوئی تھی لیکن اس نے خود کو جلد ہی بحال کرلیا تھا' کچھ دیر بعد ان کی کلاس شروع ہوگئی تھی۔ اس کی پریزینٹیشن کافی اچھی رہی تھی۔
سر نے اور کلاس فیلوز نے اسے بہت اچھے انداز میں اپریشیٹ کیا تھا' اس کی اگلی کلاس فری تھی زین کو اردو ڈیپارٹمنٹ کی طرف کچھ کام تھا وہ جواد کے ساتھ اسی طرف چلا گیا تھا وہ تینوں لان میں آ بیٹھی تھیں اور پھر اس نے ان کو سب تفصیل سے بتا دیا تھا۔ افکن کے ساتھ ہونے والی تمام جھڑپیں' دل میں موجود بدگمانیاں ونفرتیں ہر چیز' دونوں نے ازحد خاموشی سے سب سنا تھا آخر میں اس نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس وقت افکن اپنی دادی' بہن بھائی اور بھابی کے ساتھ ان کے گھر میں موجود ہے۔
"بڑی فلمی سی کہانی ہوگئی ہے یہ تو۔" صبا نے کہا تو شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ دوستوں میں موضوع گفتگو بننے سے خوف زدہ تھی لیکن اب فریحہ کی حماقت کی وجہ سے سب کچھ بتانے پر مجبور تھی۔
"تصویر کوئی نہیں تمہارے پاس نکاح کی۔" شہرینہ نے گھورا تو صبا نے حوریہ کا کندھا ہلایا۔
"جس سچویشن میں بے چاری کا نکاح ہوا ہے ایسے میں کس کو تصویر بنانے کی سوجھتی ہے۔"
"ہے تو ایسا ہی لیکن شادی وادی کی تصاویر تو ہوں گی تمہارے پاس۔"
"ہوتی تو بھی میں تمہیں نہ دکھاتی۔"
"چلو کوئی بات نہیں میں فریحہ سے کہہ دوں گی اس کے موبائل میں تو ہیں وہ دکھا دے گی۔" شہرینہ نے گھورا تو وہ ہنس دی۔
"اپنا موبائل دو۔" اس نے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا۔
"پاسورڈ بتاؤ۔" جیسے ہی اس نے آن کیا تو موبائل پاسورڈ مانگنے لگا۔ شہرینہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر پاسورڈ لگا کر پیٹرن کھول کر اسے موبائل دے دیا تھا۔ حوریہ نے گیلری کھول لی تھی' تصاویر اس کے سامنے تھیں پھر صبا بھی دیکھنے لگی۔
"بتاؤ یہ کون کون ہیں؟" زوبیہ اور فرح کی کل کی لی گئی تصاویر تھیں جو فرح نے اس کے موبائل سے لیں تھیں۔
"یہ زوبیہ ہے اور یہ فرح۔"
"اب شرافت سے باقی کے بارے میں بتاتی چلو' تم جانتی ہو تم نے ہمیں نہ بتا کر جو خطا کی ہے اس کی سزا کیا ہوسکتی ہے۔ ہم تم سے ناراض نہیں ہورہے تو یہ ہماری شرافت ہے ایسا نہ ہو تمہیں ہماری سنگین قسم کی ناراضگی سہنا پڑ جائے۔" شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا' ایک ایک کرکے وہ ان کو سب تصاویر دکھا رہی تھی۔
"یار ساری دنیا کی تصاویر اس میں موجود ہیں جس کو دیکھنا مقصود ہے وہ تو کہیں نہیں۔" حوریہ نے کہا تو اس نے حیرت سے سر جھٹکا۔
"وہ شخص اس قابل ہرگز نہیں کہ اس کی تصاویر میں اپنے موبائل میں رکھتی پھروں۔" حوریہ اور صبا نے بغور اسے دیکھا۔
"پرسنالٹی کیسی ہے؟" حوریہ نے اس کی نفرت کا اندازہ لگایا۔
"پاپا سے کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔"
"واؤ' اس کا مطلب ہے کافی ڈشنگ پرسنالٹی ہے پھر تو۔" شہرینہ نے گھورا تو وہ ہنس دی۔
"قسم سے تمہارے پاپا کی پرسنالٹی آج بھی اس قدر

شاندار ہے کہ کئی کنواری لڑکیاں دل ہاتھ میں لیے ان کے رستے میں بیٹھنے کو ترجیح دیں گی۔"

"بکومت۔" اس نے موبائل اس کے ہاتھ سے چھینا۔

"ارے دیکھنے تو دو ہوسکتا ہے آگے جاکر اس کی تصویر نکل آئے۔" شہرینہ نے ان سنی کرتے موبائل اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

"اس کا مطلب ہے کافی زبردست انسان ہے بہرحال شہرینہ کی باتوں سے مجھے وہ کوئی بہت زیادہ ناقابل برداشت انسان نہیں لگتا۔ جس طرح کے واقعات شہرینہ بتارہی ہے ہمارے گھر کے مردوں کی بھی یہی سوچ ہوتی ہے۔ وہ بھی اپنی عورتوں کے بارے میں اس طرح پوزیسو ہیں جس طرح مسٹر افگن کا بتایا ہے اس میں نفرت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔" صبا نے حقیقت پسندی سے سچائی پر مبنی بات کی۔

"تم میری دوست ہو یا اس کی بہن۔"

"تمہارے ناطے تو اب سالی کا رشتہ بنتا ہے۔" اس نے ہنس کر کہا' شہرینہ نے لب بھینچ لیے تھے۔

"بہرحال کوئی حتمی رائے دینے سے پہلے ضروری ہے کہ ایک بار تمہارے ان مسٹر افگن صاحب سے مل لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ کیا خیال ہے بقول اس کے کہ آج کل اسلام آباد میں ہی ہے اور ان کے گھر ہی رہائش پذیر ہے۔" حوریہ نے بھی سنجیدہ ہوکر کہا۔

"ہرگز نہیں تم لوگ اسے دیکھنے ہرگز نہیں جاؤ گی۔"

"ہم یونیورسٹی سے واپسی پر تمہاری طرف چل رہی ہیں' تمہاری گاڑی بھی نہیں ہے تمہیں اور صبا کو ڈراپ کرنا میری ذمہ داری ہے۔" حوریہ نے فوراً پروگرام بنایا۔

"میں نے گھر نہیں بتایا۔" صبا نے ٹالنا چاہا۔

"کوئی بات نہیں گھر کال کرکے آنٹی سے اجازت لے لینا' آج جانا پکا ہے۔" ان کا پروگرام پکا تھا' صبا نے سر ہلایا جبکہ شہرینہ اس لمحے پر افسوس کررہی تھی جب فریحہ کی حماقت کے سبب اس نے ان کو سب کچھ بتایا تھا۔

❁.....❁.....❁

شہرینہ کی سوئمنگ پریکٹس تھی لیکن حوریہ اور صبا کی وجہ سے اس نے انسٹرکٹر کو کال کرکے اپنے نہ آنے کا کہہ دیا تھا' وہ سوئمنگ پول جانے کی بجائے حوریہ کی گاڑی میں آ بیٹھی تھی صبا نے بھی اپنے گھر بات کرلی تھی وہ بھی ساتھ تھی۔ سارا رستہ حوریہ اور صبا افگن کا نام لے لے کر اس کا دماغ چاٹتی رہی تھیں' اللہ اللہ کرکے گھر آیا تو ان کی زبان رکی تھی۔

فائقہ بیگم حسب پروگرام عثمان کے ڈرائیور کے ساتھ کسی انوی ٹیشن پر جاچکی تھیں۔ شہرینہ کی گاڑی گھر آچکی تھی' گھر والی گاڑی بھی موجود نہ تھی شایان اور زوبیہ گھر والی گاڑی لے کر باہر گھومنے گئے ہوئے تھے فرح گھر پر ہی تھی اماں بی کے پاس۔ وہ زبیدہ کو خاطر مدارت کا سامان اچھے انداز میں تیار کرنے کا کہہ کر ان دونوں کو لے کر اپنے کمرے میں ہی آگئی تھی۔

صبا چند ایک بار ہی ان کے ہاں آئی تھی لیکن ہر بار ان کے گھر آکر وہ اس کے گھر کی امارت دیکھ کر کچھ پل کے لیے خاموش ضرور ہوتی تھی۔ وہ حیران ہوتی تھی کہ اس کی شہرینہ کی نجانے کیسے دوستی ہوگئی وہ تو خود کو کسی بھی طرح شہرینہ کے قابل نہ سمجھتی تھی لیکن وقت گزرنے پر اس نے ہمیشہ اس کو بہت زیادہ محبت کرنے والی ہر اچھے برے میں ساتھ رہنے والی دوست پایا تھا۔ وہ دل سے اس کی قدر کرتی تھی' وہ گزرتے وقت میں اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ شہرینہ مزاج اور زبان کی تیز تھی لیکن دل کی بہت اچھی تھی جن لوگوں سے اس کا مزاج مل جاتا تھا وہ ان کے ساتھ دل بھی ملالیتی تھی۔ فرح کو علم ہوا کہ گھر میں شہرینہ کی فرینڈز آئی ہوئی ہیں تو وہ خود ہی شہرینہ کے کمرے میں آگئی تھی۔

"مجھے فرح کہتے ہیں۔" سلام دعا کے بعد فرح نے اپنا تعارف کروایا تھا تو دونوں مسکرائیں۔

"ہم جانتے ہیں۔"

"کیسے' ہم تو پہلی بار مل رہی ہیں۔"

"شہری آپ کا کافی ذکر کرتی ہے ناں۔" حوریہ نے شرارتی نگاہوں سے شہرینہ کو دیکھ کر کہا تو فرح نے خوشگوار حیرانی سے شہرینہ کو دیکھا۔

"حیرت ہے اللہ کرے یہ ذکر خیر ہی ہو۔" فرح نے بھی کہا تو شہرینہ نے غصے سے دیکھا وہ ہنس دی۔

"اصل میں ہماری یہ کزن آل ٹائم غصے میں رہتی ہے تو میں سوچ رہی تھی میرا ذکر کچھ اچھے الفاظ میں نہیں ہوا ہوگا۔" وہ ان کے پاس ہی بے تکلفی سے بیٹھ گئی۔

"میں زبیدہ کو دیکھتی ہوں اس کو چائے کا کہا تھا۔" وہ ان لوگوں کو وہیں چھوڑ کر باہر آ گئی تھی، گھر میں اتنے ملازمین تھے مالکان کچھ کھائیں یا نہ کھائیں ملازمین کے لیے ضرور پکتا تھا، زبیدہ نے کچھ بیکری کا سامان لڑکے کو بھیج کر منگوالیا تھا اور کچھ چیزیں فوراً گھر سے نکالیں تھیں۔

"پہلے چائے اور ساتھ میں ریفریشمنٹ بھجواؤ پھر کچھ دیر بعد کھانے پینے کا سامان لے آنا۔" وہ کہہ کر واپس کمرے میں آئی تو حیران ہوئی۔

فرح اماں بی کو بھی وہیں لے آئی تھی اب یہ چاروں کافی خوشگوار موڈ میں بات چیت کررہی تھیں۔ فرح تو مکمل طور پر ان دونوں سے گھل مل چکی تھی یوں جیسے یہ شہرینہ کی نہیں فرح کی ہی دوست تھیں جبکہ شہرینہ تو دوستوں سے بھی فرینک ہونے میں سالوں لگاتی تھی۔

"یار تم دونوں تو اچھی خاصی ہو فیملی لحاظ سے بھی ٹھیک ٹھاک ہو پھر تم دونوں نے شہرینہ سے دوستی کیسے کرلی؟" فرح نے شرارتی نگاہوں سے شہرینہ کو دیکھتے کہا تو حوریہ بے اختیار ہنسی۔

"بس دماغ خراب ہوگیا تھا۔"

"بکواس نہیں کرو۔" اس نے غصے سے حوریہ کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"ویسے ایمان داری سے بتاؤں شہرینہ جیسے لوگ دل کے بہت سچے ہوتے ہیں اندر باہر سے ایک جیسے غصے اور مزاج کی تیزی ان کے دل کی سچائی تو دھندلا نہیں سکتی ایسے لوگ جس سے بھی رشتہ بناتے ہیں، بہت فیئر ہوکر بناتے ہیں۔"

"یہ تو ہے۔" فرح نے بھی سر تسلیم خم کیا۔ زبیدہ چائے لے آئی تھی، ساتھ ہلکا پھلکا ریفریشمنٹ تھا، ان لوگوں نے چائے بہت خوشگوار موڈ میں پی تھی۔ چائے کے بعد اماں بی لاؤنج میں جا بیٹھی تھیں جبکہ وہ ان تینوں کو لے کر گھر دکھانے لگی تھی، پچھلے دنوں سارے گھر کی کلر اسکیم اور سیٹنگ چینج کی تھی۔ ماما نے شہر کے ہائی فائی ہوم انٹیریئر کمپنی کی خدمات لی تھیں سارا گھر سج کر بہت ہی شاندار لگ رہا تھا۔ صبا گھر دیکھ کر متاثر ہورہی تھی جبکہ حوریہ سراہ رہی تھی، وہ اوپر والے پورشن میں تھیں جب افگن گھر لوٹا تھا وہ اماں بی کے پاس آ گیا تھا انہوں نے چائے پانی کا پوچھا تو اس نے پہلے فریش ہونے کا کہا، ایک دو منٹ بعد وہ اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ وہ لباس لے کر واش روم میں گھس گیا تھا، کچھ دیر بعد وہ چینج کر کے فریش ہوکر کمرے سے نکلا تو اسے بھوک لگ رہی تھی وہ آج سارا وقت بزی رہا تھا۔ وہ کبھی بھی اسلام آباد آنے پر راضی نہ ہوتا اگر یہاں کے کچھ کافی عرصے سے پینڈنگ کام اسے اٹریکٹ نہ کرتے۔ اس نے بظاہر اماں بی کے لیے رضا مندی دی تھی لیکن حقیقتاً وہ اپنے کام نمٹانے کے لیے آیا تھا۔ وہ کمرے سے نکلا تھا اماں بی سے پتا چل گیا تھا کہ خالہ گھر پر نہیں تھیں زوبیہ اور شایان باہر نکلے ہوئے تھے جبکہ فرح گھر پر تھی۔

"فرح کہاں ہے؟" وہ واپس اماں بی کے پاس چلا آیا۔

"شیری کے ساتھ ہے، شاید اوپر گئی ہے۔" افگن نے سر ہلایا، اس کا خیال تھا کہ وہ فرح کو کھانے پینے کے لیے کچھ لانے کو کہے گا اس نے کچھ دیر فرح کا ویٹ کیا لیکن فرح نہ آئی تو وہ خود ہی کچن میں آ گیا۔ کچن سے بڑی اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔

"کچھ چاہیے صاحب۔" زبیدہ اسے دیکھ کر فوراً متوجہ ہوئی۔

"ہاں کھانا چاہیے' فرح کو کہیں میں لاؤنج میں اماں بی کے پاس ہوں ادھر ہی کھانا بھجوا دیں۔" ٹرے میں انواع و اقسام کی کھانے کی اشیاء سجا رکھی تھیں۔ ایک سرسری سی نگاہ ڈال کر وہ واپس باہر نکل گیا تھا' زبیدہ نے فوراً باہر کی راہ لی تھی' ڈائننگ ہال میں کھانا لگا کر وہ اوپر والے پورشن میں چلی آئی' وہ چاروں وہاں خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

"کھانا لگا دیا ہے شیری بی بی۔" اس نے مودبانہ انداز میں کہا۔ وہ تینوں اٹھی تھیں اس نے فرح کو دیکھا۔

"فرح بی بی شیر افگن صاحب آ چکے ہیں' آپ کو بلا رہے ہیں کہہ رہے تھے کہ کھانا لے کر ادھر ہی آ جائیں' وہ اماں بی کے پاس ہیں۔"

"بھائی کب آئے؟"

"کچھ دیر پہلے۔" وہ چاروں نیچے آ گئی تھیں۔ حوریہ اور صبا افگن کو ہی دیکھنے آئی تھیں لیکن یہاں آنے پر علم ہوا تھا کہ وہ گھر نہیں لوٹا ابھی تک تو وہ ناامید ہوئی تھیں مگر اب افگن کا نام سن کر وہ پھر پُرشوق ہوئی تھیں۔ شہرینہ انہیں ڈائننگ ہال میں لے آئی تھی۔ فرح بھی افگن کو کھانا دے کر ان کے ساتھ ہی آ گئی تھی۔ کھانے کے بعد صبا اور حوریہ افگن سے ملنے کے لیے شہرینہ کو اشارے کر رہی تھیں جبکہ وہ مسلسل نظرانداز کر رہی تھی۔

"فرح آپ کی اماں بی سے ملنا ہے' کیا کر رہی ہیں وہ۔" حوریہ نے خود ہی فرح سے کہا۔

"وہ تو بھائی کے ساتھ کھانا کھا رہی ہیں۔"

"ہمیں دیر ہو رہی ہے ایسا کرتے ہیں ان سے مل لیتے ہیں اور پھر نکلتے ہیں۔" صبا نے بھی کہا تو شہرینہ کے لاکھ آنکھیں دکھانے پر وہ اماں بی سے ملنے (لیکن درحقیقت افگن کو دیکھنے) لاؤنج میں چلی آئیں جبکہ شہرینہ کاریڈور میں ہی ٹہلنے لگی تھی۔ افگن فرح کے ساتھ اجنبی لڑکیوں کو دیکھ کر چونکا تھا۔ ایک کی ڈریسنگ تو سیم شہرینہ جیسی ہی تھی لیکن دوسری کو دیکھ کر وہ احتراماً لاشعوری طور پر کھڑا ہوا تھا۔

"السلام علیکم!" دونوں نے کہا' افگن نے محض سر ہلایا تھا۔

"کھانا کھا لو۔" اماں بی نے کہا تو حوریہ مسکرائی۔

"آپ کھائیں ہم ابھی کھا کر آئے ہیں' ہم نکل رہے تھے جانے کے لیے تو سوچا کہ آپ سے مل لیں' آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" حوریہ نے مہذبانہ انداز میں کہا۔

"افگن بھائی یہ دونوں شہرینہ کی فرینڈز ہیں۔" فرح نے تعارف کروایا تو افگن نے ایک گہرا سانس لیا۔ حوریہ کی ڈریسنگ نے تو نہیں البتہ صبا کے عبایا اور اسٹالر نے اسے ضرور حیرت زدہ کیا تھا' شہرینہ کے حلقہ احباب میں ایسی ڈھکی چھپی لڑکی بھی ہو سکتی ہے وہ ماننے کو تیار ہی نہ تھا۔ افگن کو دونوں نے بطور خاص دیکھا تھا' صبا کو اس کا کھڑے ہو کر احترام دینے کا یہ انداز بہت اچھا لگا تھا۔ اس نے بلاوجہ دونوں کی طرف نہیں دیکھا' وہ ایک سرسری نظر ڈال کر اماں بی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"اوکے اماں بی اگر آپ پھر آئیں تو ضرور بتایئے گا میری گرینڈ مدر بھی بالکل آپ کے جیسی ہیں' آپ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے میں آپ سے پھر بھی ملنے آؤں گی۔" حوریہ نے کہا' اس کے لہجے میں خلوص اور محبت تھی۔ اماں بی کو بھی یہ دونوں بچیاں بہت بھائی تھیں انہوں نے ہاتھ اٹھایا تو دونوں نے جھک کر ان سے پیار لیا۔

"ضرور آنا میں شیری کو کہوں گی وہ تم دونوں کو دوبارہ لے کر آئے۔" انہوں نے کہا وہ سر ہلا گئی تھیں۔ ایک دو اور باتوں کے بعد وہ اللہ حافظ کہہ کر وہاں سے نکل آئی تھیں' افگن دوبارہ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔

"ماشاء اللہ بڑی نیک بچیاں ہیں۔" اماں بی نے کہا تو افگن نے مسکرا کر دیکھا۔

"بس ایک ہی نیک لگتی ہے دوسری تو آپ کی پوتی کا ہی پرتو لگی۔"

"لباس پر نہ جاؤ اخلاق دیکھو کیسا سلجھا ہوا ہے۔"

"آج کے دور میں انسان کی پرکھ دنیا اس کے لباس سے ہی کرتی ہے' ظاہری حلیے ہی انسان کے کردار کی پہچان کرواتے ہیں ورنہ اندر جھانک کر کس نے دیکھا ہوتا ہے کہ وہاں کس قدر اخلاقیات موجود ہیں۔" افلکن کا انداز سنجیدہ تھا اور کچھ حد تک طنزیہ بھی۔

"شیری جذباتی ضرور ہے کم عقل نہیں' کہتے ہیں انسان کے دوست اس کے کردار کے آئینہ دار ہوتے ہیں اس کی محبت ہی اس کے کردار کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس کی دوستوں کو دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ بہت اچھی بچیاں لگی مجھے۔" افلکن محض مسکرایا تھا۔

بری تو اسے بھی نہیں لگی تھیں لیکن وہ محض ظاہری حلیہ دیکھ کر فیصلہ کر لینے والا انسان نہ تھا' دونوں بظاہر بااخلاق' مہذب اور سلجھی ہوئی ہی نظر آئی تھیں' وہ سر جھٹک کر کھانے میں بزی ہو گیا تھا۔ فرح ان سے مل کر افلکن کے پاس آ گئی تھی کہ پوچھ لے کہ کھانا وغیرہ میں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ شہرینہ کے کمرے سے اپنے بیگز اور بکس لے کر وہ لان میں آ گئی تھیں۔

"افلکن صاحب بظاہر تو بہت ہی ڈیسنٹ اور چارمنگ لگے' ویسے شیری تو ہے ہی لکی' اتنا اچھا بیک گراؤنڈ ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا شاندار ہزبینڈ مل رہا ہے۔"

"تم لوگ جانتی ہو کہ مجھے ان چیزوں کی طلب نہیں' اس شخص کا نام میرے سامنے بار بار مت لو' میرا اور اس کا یہ رشتہ جو بڑوں کی خواہش اور ضد کا نتیجہ ہے اب بہت دیر تک نہیں چلنے والا ایک نہ ایک دن یہ ختم ہو کر ہی رہے گا۔" صبا نے اسے بغور دیکھا۔

"اس قدر حتمی رائے؟ ابھی آغاز ہے اخلاقی لحاظ سے وہ مجھے اچھے انسان لگے ہیں۔ تم بھی اپنے رویوں میں لچک پیدا کرو ہو سکتا ہے سب ٹھیک ہو جائے۔" صبا نے کہا۔

"میں اس شخص سے نفرت کرتی ہوں' وہ مجھے اچھی لڑکی نہیں سمجھتا جو مجھے ڈی گریڈ کرے گا تم دونوں جانتی ہو کہ پھر میں جو کرتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے جو بھی ہوا وہ ماضی تھا وہ سب یہ رشتہ بننے سے پہلے تھا اب تم ان کی وائف ہو یقیناً ان کے دل میں بھی گنجائش پیدا ہوئی ہوگی۔ تم بھی گنجائش پیدا کرو خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو' سب ایک جیسا نہیں رہتا ہمیشہ' وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز بدلتی ہے۔ میں نے ایک نظر میں ہی اندازہ لگالیا ہے کہ وہ عورت کو عزت دینے والے مرد ہیں۔ تم اگر خود کو ان کی پسند کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرو گی تو وہ بھی یقیناً بدلیں گے اگر دونوں ہی اکڑے رہے تو بہت نقصان ہو سکتا ہے۔" صبا نے تحمل سے سب کچھ وضاحت سے سمجھایا۔ شہرینہ نے خاموشی سے سنا۔

"میں ان کو پسند نہیں کرتی۔"

"کوئی اور ہے کیا؟" حوریہ نے بہت آسانی سے پوچھا۔ شہرینہ تو کئی لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی تھی' دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"وہ زین ہے کیا؟" یہ صبا تھی' شہرینہ نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا اس نے لب بھینچ لیے تھے چہرے کے عضلات کھنچ گئے تھے حوریہ نے صبا کو دیکھا۔ صبا نے کچھ اور بھی کہنا چاہا تھا لیکن حوریہ کے آنکھ کے اشارے سے منع کرنے پر وہ خاموش ہو گئی۔

"اوکے چلتے ہیں' آج کا دن تمہارے ساتھ' تمہاری کزن اور اماں بی سے مل کر بہت اچھا گزرا۔" حوریہ نے کہا تو شہرینہ نے محض سر ہلایا' وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں' واچ مین نے گیٹ کھول دیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑی رہی تھی حوریہ ہاتھ ہلاتی گاڑی گیٹ سے نکال کر لے گئی تھی شہرینہ نے ان کو جاتے دیکھا تھا۔ اس کے اندر بڑی عجیب سی کیفیت پیدا ہو رہی تھی' اندر جانے کا اس کا دل نہیں کر رہا تھا وہ لان کی گھاس پر چلنے لگی' دل میں عجیب سا موسم تھا اور چہرے پر گہری سوچ کا سایہ۔

❁......❁......❁

فرح آئی تھی اس کے پاس شاپنگ کے لیے جانا تھا'

زوبیہ اور شایان تو گھوم پھر آئے تھے وہ کافی تھکے ہوئے تھے' دونوں نے ساتھ جانے سے انکار کردیا تھا جبکہ فائقہ ابھی بھی نہیں لوٹی تھیں انہوں نے رات میں عثمان کے ساتھ ہی آنا تھا۔ ٹیپو گھر پر ہی تھا' درمیان میں کچھ دیر وہ گھر سے نکلا تھا' دو تین دن کی چھٹی باقی تھی اس کی' اس کے بعد اس نے پھر مری ہاسٹل میں چلے جانا تھا وہ وہاں سے اولیول کررہا تھا آج کل اپنے دوستوں کے ساتھ انجوائے کررہا تھا۔

''سوری یار میں تو نہیں جاسکتی کل اگر ٹائم ملا تو دیکھیں گے۔'' اس نے انکار کردیا۔

''اف...... کتنے بورنگ ہو تم لوگ' خالہ کی اپنی ایکٹوٹیز ہیں' چچا جان وہ بھی انتہائی بزی ہیں' آفاق بھائی موجود نہیں ہیں اور ایک تم ہو جو جیسے کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو یار میں ادھر گھومنے پھرنے آئی ہوں گھر میں بند ہونے نہیں۔ عجیب لوگ ہو گھر آئے مہمان کی ایسے مہمان نوازی کرتے ہیں کیا؟''

''تو مجھے کیا کہہ رہی ہو جاکر اپنی خالہ اور چچا کو کہو ناں۔'' اس نے ناراضی سے کہا تو فرح نے گھورا۔

''یہ سارے دکھڑے تمہاری ناراضی کے لیے نہیں رو رہی' آرام سے اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''پلیز فرح میں تھک گئی ہوں پاؤں کے زخم کی وجہ سے بہت زیادہ چل پھر نہیں سکوں گی۔'' اس نے ٹالنا چاہا۔

''اور اگر تم آج اپنے صبح بتائے گئے شیڈول کے مطابق سوئمنگ کی پریکٹس کے لیے چلی جاتی تو تب تھکن نہیں ہونی تھی اور پاؤں میں بھی درد نہیں تھا۔''

''کیا مسئلہ ہے یار تمہارا بھائی گھر پر موجود ہے اسے ساتھ لے جاؤ اور میری جان چھوڑ دو۔''

''بہت بری ہو تم' ہم تمہاری خاطر اتنی دور سے آئے تھے۔''

''فار یور کائنڈ انفارمیشن میری خاطر نہیں اپنے بھائی اور بھاوج کی خاطر آئی ہو اور تفریح کے مقصد سے آئی ہو' مجھ پر احسان جتانے کی ضرورت نہیں۔'' وہ حد سے زیادہ صاف گو تھی۔

''بڑی بے حس ہو۔''

''لیکن تمہاری فیملی کے بہت سے لوگوں سے کم ہوں۔'' وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

''افگن بھائی کے طعنے مت دو' ان سے نکاح سے پہلے بھی تمہارا اور میرا ایک رشتہ تھا اسے فراموش مت کرو۔''

''تم نے اگر اپنے اس بے حس بھائی کا نام بھی لیا تو بس تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دوں گی' میرے پاس بیٹھنا ہے تو شرافت سے بیٹھو۔'' وہ فوراً بے مروت بن گئی تھی' فرح نے اسے بغور دیکھا یعنی اس پر کسی بھی بات کا کوئی اثر نہ تھا' افگن کے نام پر تو وہ ایک دم چراغ پا ہوجاتی تھی۔

''افگن بھائی سے تمہارا جو رشتہ ہے اس کو تم کیسے فراموش کرسکتی ہو۔''

''میں ایسے کسی بھی رشتے کو نہیں مانتی جو بھی ہوا تمہارے بڑوں کی سازش سے ہوا ہے ورنہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں اس سے کس قدر نفرت کرتی ہوں۔''

''وہ کبھی کبھار ٹوک دیتے تھے' چلو مان لیتی ہوں کہ وہ کافی زیادہ روڈ ہوجاتے ہیں لیکن تم بھلا ان کو کیسے ریجکٹ کرسکتی ہو؟''

''بالکل ایسے ہی جیسے وہ میری ذات کی نفی کرتے ہیں مجھے ڈی گریڈ کرتے رہے ہیں۔'' وہ بہت مطمئن انداز میں بولی۔

''وہ سب غلط فہمی کی بنا پر ہوتا رہا ہے تم بھول نہیں سکتی وہ سب۔'' فرح نے تحمل سے کہا۔

''میری زندگی کو سب کے سامنے مذاق بنادیا گیا' ہر موقع' ہر لمحے میری تضحیک کی گئی۔ میری ذات پر کیچڑ اچھالا گیا میں وہ سب بھلا کیسے بھول سکتی ہوں' ماما پاپا دونوں کو ٹریپ کیا گیا' اسپیشلی پاپا کو تو میں بھلا اس کرب اور دکھ کو بھول سکتی ہوں۔'' وہ تو جیسے ڈٹ گئی تھی' فرح نے

ایک گہرا سانس لیا۔
"بات اپنی ذات کے دفاع کے ساتھ ساتھ میری ایگو اور سیلف رسپیکٹ کو ہرٹ کرنے کی بھی ہے میں کوئی غیر نہ تھی کہ جس کے اخلاق و کردار پر انہیں کوئی شک و شبہ ہوتا۔ میں ان کی سگی چچازاد تھی' وہ بھلا میرے ساتھ وہ سب کیسے کر سکتے تھے لیکن انہوں نے تو کوئی لحاظ و مروت باقی نہ رہنے دیا تھا۔"
"وہ سب غلط فہمی بھی ہو سکتا ہے۔"
"کچھ بھی ہو لیکن میں اب اپنے موقف سے نہیں ہٹنے والی اور پلیز فرح اگر تم چاہتی ہو کہ بحیثیت مہمان میں تمہیں پروٹوکول دوں اور تم سے مس بی ہیو نہیں کروں تو پلیز آئندہ مجھ سے اس ٹاپک پر بات مت کرنا' اینڈ ڈیٹس آل۔" فرح نے ایک گہرا سانس لیا' شہرینہ کا انداز از حد نے لچک تھا۔ وہ واقعی اپنے دل و دماغ میں اب کوئی گنجائش نکالنے والی نہ تھی۔ شہرینہ کے لیٹنے کے ساتھ آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔ فرح نے اسے دیکھا اور آہستگی سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

❀......❀......❀

اماں بی نے بلایا تھا' وہ شکوہ کر رہی تھیں کہ وہ ان کے پاس نہیں آ رہی اور نہ ہی بیٹھ رہی ہے۔ اس نے بہت شکوہ کناں نظروں سے ان کو دیکھا۔
"جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بعد آپ کو لگتا ہے کہ ہم دونوں کے پاس ایک دوسرے کے لیے کوئی گنجائش نکلتی ہے۔"
"کوئی بھی رشتہ انسان کو بند گلی تک نہیں لے کر جاتا' دل میں گنجائش ہو تو بند گلیوں میں بھی رستے نکل آتے ہیں۔ اپنے دل کو وسیع کرنا پڑتا ہے' اپنے ظرف کا پیمانہ اتنا تنگ مت کرو کہ اس میں تمہاری اپنی ذات' اپنے دل کی خواہشیں بھی نہ سما سکیں۔" اماں بی نے سمجھایا۔ اس نے خاموشی سے ان کو دیکھا۔
"ظرف بڑا کرنے سے دل میں گنجائش نکلتی ہے' معاف کرنے سے رشتے بچتے ہیں اور بدلہ لینے یا مقابلہ کرنے سے رشتے ٹوٹتے ہیں' باظرف اور عقل والے لوگ رشتوں کو جوڑنے کا کام کرتے ہیں اور بے وقوف لوگ رشتوں کو ختم کرنے کا۔"
"چلیں سمجھ لیں کہ میں بے وقوف ہی سہی۔" اس نے تلخی سے کہا۔
"ضد نہیں کرتے' ضد رشتوں کا تقدس ہی نہیں ان کا حسن بھی گہنا دیتی ہے۔"
"میں یہ رشتہ رکھنا ہی نہیں چاہتی آپ بار بار مجھے فورس مت کریں۔" اماں بی نے انتہائی بے بسی سے اسے دیکھا۔
"یہ رشتہ ہمارے دل کی اولین خواہش تھا۔"
"میں نے ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہر ایک کے دل کی خواہشوں کی تکمیل کا' آپ کی خواہشوں کے لیے میں اپنی بھینٹ نہیں دے سکتی' وہ بھی ایک ایسے شخص کے لیے جو انتہائی بے حس اور سیلف فش ہے' جس سے میں بے انتہا نفرت کرتی ہوں۔" وہ ابھی بھی ڈٹی ہوئی تھی۔
"آپ سے میں بے پناہ محبت کرتی تھی' آپ کی ہر خواہش سر آنکھوں پر لیکن آپ نے جو کہا ہے وہ میری بساط میرے ضبط سے بہت بڑھ کر ہے' ایم سوری۔" وہ کہہ کر کھڑی ہوئی' اماں بی کی آنکھیں ڈبڈبانے لگی تھی جبکہ شہرینہ نے دیکھنے کے باوجود اگنور کر دیا تھا۔
اس کا اس قدر نقصان ہو چکا تھا اس کے بعد تو اب اس کا کسی سے بھی بات کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ رکے بغیر وہاں سے چلی گئی اور اماں بی نے بہت کچھ سوچنے کے بعد ایک گہرا سانس لیا تھا۔

❀......❀......❀

عثمان آئے تو اماں بی نے ان سے بات کی۔
"میں چاہتی ہوں کہ افگن اور شہرینہ کی رخصتی کروا دوں۔" انہوں نے چونک کر اماں بی کو دیکھا۔
اس وقت بھی اپنے کمروں میں جا چکے تھے جبکہ عثمان اور فائقہ دونوں ادھر ہی تھے' اماں بی خود چل کر ان کے پاس آئی تھیں۔

''نہیں اماں بی...... یہ نہیں ہوسکتا ابھی' آپ کی خواہش کا احترام تھا جو میں نے قبول کرلی' وہ ابھی پڑھ رہی ہے۔ ذہنی طور پر' اخلاقی اور جذباتی ہر لحاظ سے وہ ابھی شادی کے قابل نہیں ہے آپ ٹینشن نہ لیں سب ٹھیک ہوجائے گا' شہرینہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ سنبھل جائے گی' وقت کی خلیج سب کمیاں پوری کردیتی ہے۔'' عثمان کا انداز دوٹوک تھا' اماں بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

''مجھے شہرینہ کی ضد سے ڈر لگنے لگا ہے' اس کا رویہ ہم سب کے ساتھ اور خاص طور پر افگن کے ساتھ بہت خراب ہے۔''

''وقت کے ساتھ سنبھل جائے گی ڈونٹ وری۔''

''اور اگر نہ مانی شادی کے لیے تو......'' وہ پریشان تھیں۔

''وہ مان جائے گی' ابھی کچھ وقت دیں اسے سنبھلنے کے لیے۔'' اماں بی نے محض سر ہلایا' فائقہ سنجیدگی سے دونوں کو دیکھ رہی تھیں' وہ ساری گفتگو میں ایک لفظ بھی نہ بولی تھیں۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ کچھ دن اور رک جاؤں' عرصے بعد چکر لگتا ہے فائقہ بھی مصروف رہی ہے۔ ایسے میں شیری بیٹی کو کچھ ٹائم دوں گی' نجانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ وہ تم دونوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے ڈسٹرب رہتی ہے اس ساری جذباتوں کے پیچھے اس چیز کا بہت ہاتھ ہے کہ تم دونوں اسے وقت نہیں دے رہے۔''

''چلیں مان لیتا ہوں لیکن میں اب ہر وقت گھر پر نہیں رہ سکتا۔ فائقہ ہر وقت بزی نہیں ہوتیں اور نہ ہی یہ ہر وقت میرے ساتھ ہوتی ہیں۔ یہ شیری کو اچھا خاصا وقت دیتی ہیں' شیری بائے نیچر ہی ایسی ہے جذباتی' ضدی اور موڈی۔'' اماں بی خاموش رہی تھیں' وہ کچھ وقت اور بیٹھیں اور پھر اٹھ کر آگئیں۔

نجانے کیوں انہوں نے دونوں میاں بیوی کے درمیان عجیب سی سرد مہری محسوس کی تھی۔ اس لیے تو وہ رکنا چاہتی تھیں رک کر اس گھر کے حالات و واقعات کا جائزہ لینا چاہتی تھیں تاکہ اصل صورت حال کا جائزہ لے کر کسی بہتری کے لیے اقدامات کیے جاسکیں۔

❁......❁......❁

اماں بی نے اگلے دن شیری کے کالج جانے کے بعد افگن کو بلایا اور اسے بہت کچھ سمجھایا تھا۔

''وہ جذباتی' ضدی اور کم عمر بھی ہے حالات واقعات کو سمجھ نہیں سکتی لیکن تم ایک قابل' ذمہ دار' سمجھ دار مرد ہو' پیچھے جو ہوا اسے بھول کر آگے بڑھو لڑکیاں موم کی طرح ہوتی ہیں جذبات کی ذرا سی آنچ پر پگھل جاتی ہیں' میں نہیں چاہتی ماں باپ کی طرف سے ملنے والی کمی کی وجہ سے وہ کچھ الٹا سیدھا قدم اٹھالے۔'' افگن نے اماں بی کو بغور دیکھا۔

''کیسی کمی؟'' اماں بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

''عثمان اپنی سیاست میں لگا رہتا ہے فائقہ کو بھی ساتھ دینا پڑتا ہے ان حالات میں بچے نظر انداز ہوئے ہیں۔ لڑکے تو باہر وقت گزار کر ٹھیک ہوجاتے ہیں لیکن لڑکیاں بہت جلد متاثر ہوتی ہیں۔ اب تمہیں ہی خیال رکھنا ہوگا' شہرینہ تو کسی بھی قسم کی لچک دکھانے کے موڈ میں نظر نہیں آرہی۔ اس کے نزدیک یہ رشتہ محض ایک مجبوری کا سودا ہے جسے وہ جب ضد میں آئی تو توڑنے میں دیر نہیں لگائے گی لیکن یہ رشتہ میری خواہش ہے اور امید ہے تم تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرو گے ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دو گے۔''

''جی ٹھیک ہے۔'' یہ رشتہ تو افگن کی اپنی ضد اور انا کا مسئلہ بن گیا تھا۔

ایک عالم کی موجودگی میں یہ رشتہ طے ہوا تھا' اس کی رضامندی شامل نہ تھی لیکن اماں بی کی محبت کے لیے اس نے یہ رشتہ باندھا تھا لیکن اس رشتے میں اس کی انا' عزت اور اس کا وقار بھی شامل ہوگیا تھا۔ اب جو بھی تھا' جیسا بھی تھا مجبوری کا سودا ہی سہی یہ سچ تھا کہ شہرینہ عثمان اب اس کی بیوی تھی۔ اس کے نام سے منسوب' اس کی ذات کا حصہ تھی۔ اس کی انا کا ہی مسئلہ نہ تھا بلکہ اس کی

عزت نفس اور وقار کا بھی مسئلہ بن گئی تھی' وہ اب اسے کسی بھی قیمت چھوڑنے والا نہ تھا۔ شہرینہ جیسی لڑکیوں کو ہینڈل کرنا مشکل ضرور تھا لیکن ناممکن نہ تھا' اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے اب ہینڈل کرنے کے لیے اس کے دل و دماغ میں جگہ بنانا تھی۔ یہ نہ صرف اب دل کی ضد تھی' اس نے بہت زیادہ سوچا تھا ہر پہلو پر اور پھر اماں بی کو ڈھیر ساری تسلیاں دے کر وہ اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

❀……❀……❀

اس نے فرح سے بات کی' فرح شیری کے کالج آتے ہی اس کے سر ہو گئی تھی' مجبوراً شہرینہ کو ماننا ہی پڑا تھا۔ فرح' شہرینہ' زوبیہ اور شایان پھر چاروں شاپنگ کے لیے جا رہے تھے' شایان گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا زوبیہ فرنٹ سیٹ پر تھی۔ پہلے کی نسبت شہرینہ کا موڈ اب بہتر تھا' وہ ان کو مختلف آؤٹ لٹ پر لے کر آئی' فرح اور زوبیہ نے کافی کچھ خریدا تھا' شہرینہ نے بس ایک دو چیزیں ہی لی تھیں شایان اور زوبیہ کی کافی انڈراسٹینڈنگ ہو گئی تھی' دونوں بہت خوش تھے۔ ہر لمحے کو دل سے انجوائے کر رہے تھے' ان کو خوش و خرم دیکھ کر شہرینہ کو اچھا لگا تھا لیکن دل میں ایک ہوک سی بھی اٹھی تھی۔ شاپنگ کے بعد فرح نے بھوک کا شور مچایا جبکہ زوبیہ کا ابھی کچھ اور چیزیں خریدنے کا موڈ تھا وہ لوگ ابھی وہاں آ کر بیٹھے ہی تھے کہ اردگرد دیکھتے شہرینہ چونکی' چند ٹیبلو کے فاصلے پر افگن بھی دو مردوں کے ساتھ موجود تھا۔

افگن نے ان لوگوں کو دیکھا تھا یا نہیں لیکن وہ اسے یہاں دیکھ کر حیران ضرور ہوئی تھی شایان بھی افگن کو دیکھ چکا تھا وہ اٹھ کر اس کے پاس چلا گیا۔ اس نے افگن کے پاس جا کر بتایا تھا اور پھر ٹیبل کی طرف اشارہ کیا' افگن نے دیکھا تو پہلی نگاہ اس پر پڑی تھی وہ بھی اسی طرف دیکھ رہی تھی نگاہ ملنے پر وہ نظر پھیر گئی تھی۔ افگن نے شایان کو اپنے ساتھیوں سے ملوایا تھا۔ یہ اس کے کچھ کلائنٹ تھے جن سے وہ کچھ ضروری معاملات ڈسکس کر رہا تھا پندرہ منٹ بعد وہ ان کو اللہ حافظ کہہ کر ان کی طرف آ گیا تھا۔

''یہاں کیسے آ گئے؟'' وہ کرسی گھسیٹ کر بالکل شہرینہ کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھا۔

''شاپنگ کے بعد کھانے کا پروگرام بن گیا تھا۔'' فرح نے کہا۔

''آرڈر لکھوایا یا ابھی آرڈر نہیں۔'' اس نے مینو اٹھا کر دیکھتے پوچھا۔

''ابھی لکھوانا ہے۔'' ان لوگوں نے ویٹر کو آرڈر لکھوایا۔

یہ ایک بڑا شاندار ہوٹل تھا' ہوٹل کے لان میں بڑا فیسٹول قسم کا علاقائی ارینج منٹ کیا گیا تھا' ٹریڈیشنل قسم کا یہ ہوٹل تھا۔ زوبیہ بار بار باہر جا کر وہاں موجود آرائش کی اشیاء دیکھنے کی ضد کر رہی تھی' فرح اور زوبیہ دیکھنے اٹھیں تو شہرینہ اپنے موبائل کے ساتھ مصروف ہو گئی۔ وہ بارہا فرینڈز کے ساتھ اس ہوٹل میں آ چکی تھی اس کے لیے یہاں کچھ بھی نیا نہ تھا۔ وہ اپنے موبائل میں اس قدر محو تھی کہ اسے علم ہی نہ ہو سکا کہ افگن کے ساتھ باتوں میں مصروف شایان کب اٹھ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ چونکی تو اس وقت جب افگن کہہ رہا تھا۔

''موبائل سے زیادہ ضروری کچھ اور بھی ہوتا ہے' تم کچھ دیر کے لیے اپنے موبائل کو ایک طرف نہیں رکھ سکتی۔'' شہرینہ نے الجھ کر دیکھا' افگن کا لہجہ نہ طنزیہ تھا اور نہ ہی تضحیک اڑاتا۔ وہ بالکل نارمل لہجے میں بول رہا تھا' اس نے حیران ہو کر اسے دیکھا اور پھر باقی خالی چیئرز کو جبکہ افگن بغور اسے دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں میں عجیب سا تاثر تھا شہرینہ کا دل بڑے عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

❀



جب ہو سکے تو بھلا دینا رنجش دل کی
کہ محبتوں کا اصول ہے درگزر کرنا
تیرے طرز تغافل سے گلہ تو نہیں
ہمیں آتا نہ تھا دلوں میں گھر کرنا

"میں کہتی ہوں اٹھاؤ اپنا سامان اور نکلو یہاں سے ابھی کے ابھی۔" زہرہ کی رعونت بھری آواز سن کر وہ سرتا پا کانپ ہی تو گئی تھی۔

"کچھ تو میرے حال پہ رحم کیجیے، میں یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں گی۔" ہاتھ جوڑے التجائیہ لہجے میں کہا جانے والا جملہ بھی اس کے تنے ہوئے اعصاب اور ماتھے کی تیوریوں کو ختم نہ کرپایا تھا۔

"تم نے تو بڑا رحم کیا ہمارے حال پر...... ہماری نیکی کا خوب صلہ دیا۔" وہ ہاتھ نچاتے لڑاکا عورتوں کی طرح بولی۔ غصے میں اس کا تنفس تیز چل رہا تھا۔ فربہ جسامت کے باعث بہت دیر تک کھڑے رہنا محال تھا سو پاس رکھے صوفہ پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے دھنس گئی۔

"یقین جانیں میں بے قصور ہوں...... میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ پیروں میں جا بیٹھی۔

"بس بس...... تمہاری ان جھوٹی وضاحتوں کی ضرورت نہیں ہے ہمیں۔" زہرہ نے دھتکارہ۔

"کیا آپ کو بھی مجھ پہ اعتبار نہیں؟" وہ پلٹی پاس کھڑے اس مٹی کے بت کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

"میں کہتی ہوں بند کرو اپنا فریب اور نکل جاؤ اس گھر میں تمہارے اب کوئی جگہ نہیں ہے۔" زہرہ نے پہلو بدلا۔ وہ اب بھی خاموش تماشائی بنا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جان کر بھی انجان، سن کر بھی ان سنی۔

"زندگی عذاب بنادی اس نے تو۔" من من بوجھل قدموں سے چلتی اپنا مختصر سامان اٹھائے وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

"تمام عمر کا ٹھیکہ تو نہیں اٹھا رکھا ہم نے۔" کانوں میں پگھلا سیسہ انڈیلتی زہرہ کی آواز نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ داخلی دروازے سے قدم باہر نکالتے ہی اس پر گھر کے دروازے ہمیشہ کے لیے مقفل کر دیئے گئے تھے۔

☆☆......☆☆......☆......☆☆......☆☆

ہر طرف خاموشی اور اندھیرے کا راج تھا۔ شام ڈھلے ہی سڑکیں ویران اور گلیاں سنسان ہوجاتی تھیں پھر آج تو بارش اور آندھی نے سردی کی شدت میں بھی

اضافہ کر دیا تھا۔ نرم گرم بستر میں لیٹے اس کے بازو پہ سر ٹکائے وہ پلکیں جھپکے بغیر پورے انہماک سے متوجہ تھی۔

''اور پھر پری نے شہزادی کی ساری خواہشات پلک جھپکتے میں پوری کر دیں۔'' ڈرامائی انداز میں کہے الفاظ نے اس کے ننھے سے دل کو دھڑکا دیا تھا۔

''شہزادی کو اس کے پیرنٹس مل گئے؟'' اس نے یک دم کروٹ بدلی۔ وہ کہانی کی کتاب ہاتھ میں تھامے مسکراتے ہوئے اسی کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پہ بے تحاشہ خوشی اور تھوڑی حیرت عیاں تھی۔

''بالکل۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور وہ شہزادہ جو راستہ بھٹک گیا تھا؟'' ہمیشہ کی طرح وہ اس سے سوال کرنے لگی۔ یہ اس کا کہانی کے ہر کردار سے شدید انسیت اور لگاؤ ظاہر کرنے کا ایک انداز تھا۔

''اسے بھی کھوئی ہوئی منزل مل گئی۔'' ہولے سے اپنا بازو اس کے سر کے نیچے سے نکال کر اس نے تکیہ سر کے نیچے درست کیا۔

''شہزادی سے اس کی شادی ہوگئی؟'' وہ مزید بولی۔

''جی ہاں۔'' بڑے تحمل سے جواب دیا تھا۔

''آگے کیا ہوا پاپا؟'' وہ سر اٹھائے متجسس ہوئی۔

''پھر سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔''

''شہزادی کیسی تھی؟'' ایک لمحہ کے توقف سے وہ پھر بولی جیسے اپنے ننھے ذہن میں سوالات مرتب کر رہی ہو۔

''بالکل تمہارے جیسی۔'' اس نے شرارت سے نوال کی ناک کھینچی۔

''کیا ہماری زندگی میں بھی پریاں ہوتی ہیں جو ہر وش پوری کر دیتی ہیں۔'' بالآخر وہ بات لبوں تک آپہنچی جو پچھلے کئی دنوں سے اس کے معصوم ذہن میں کھلبلی مچا رہی تھی۔

''اصلی زندگی میں پاپا ہوتے ہیں۔'' اس کے معصوم سوال پہ مسکراتے اس نے نوال کا ماتھا چوما۔

''اور ماما؟'' بیڈ کے سائیڈ لیمپ بجھاتا اس کا ہاتھ پل بھر کو رک گیا تھا۔

''وہ بھی۔'' وہ دھیمی آواز میں بولا اور اسی پل کمرہ تاریک ہو گیا تھا۔

''میری ماما بھی پری جیسی تھیں ناں پاپا؟'' نائٹ بلب کی مدہم روشنی میں اس کے چہرے پہ بکھری وحشت اور اداسی نوال کی نظروں سے اوجھل تھی۔

''ہم......'' وہ بے دم سا ہو کر تکیے پہ سر ٹکائے چھت کو گھور رہا تھا۔

''ماما کیوں......؟'' شاید یہ ان فیری ٹیلز کا اثر تھا جو پچھلے چند روز سے وہ تواتر سے سن رہی تھی۔ آج اتنے عرصے بعد اسے ماں کا خیال کیوں کر آیا تھا جبکہ اس کی کوشش تھی وہ ایسی کوئی بات نا کرے جس سے اس کا ذہن اپنی ماں کی طرف جائے۔ پر اس کے بے لاگ سوالات کا رخ کہانی سے نکل کر حقیقی زندگی کے کرداروں تک آپہنچا تھا۔

''نوال اب بہت دیر ہو چکی جانو' صبح اسکول بھی تو جانا ہے میری پرنسس نے۔'' اس نے یک دم بات کاٹی۔ وہ اس سے زیادہ خود پہ جبر نہیں کر سکتا تھا۔

''جلدی سے دعا پڑھو' آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔'' نوال نے منہ بسورا پھر بھی باپ کی بات سے اختلاف کرنے کی بجائے جلدی جلدی زیر لب دعا پڑھنے لگی اور کچھ ہی دیر میں وہ نیند کی وادی میں کھو گئی تھی۔

☆☆......☆......☆☆......☆☆......☆

وہ بہ مشکل وہاں بیٹھی تھی۔ ایسے موقعوں پر تو یوں بھی اس کا دل گھبرانے لگتا تھا اسی لیے وہ اکثر اوقات فون پہ پرسا دے کر کام چلا لیا کرتی تھی پر اب کی بار مجبوری یہ تھی رشتہ اہم تھا۔ چار و ناچار دل پہ پتھر رکھ کے اسے آنا ہی پڑا تھا۔

''اس بیچاری پہ تو غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ماں تو پہلے ہی نہیں تھی اب باپ بھی نہ رہا۔'' چند دور پار کے رشتے داروں کے سوا سب آس پڑوس اور محلے کے لوگ

جمع تھے۔

''اللہ کے فیصلے ہیں بہن! انسان تو بس اس کی رضا اور حکم کے تابع ہے۔'' زہرہ نے جان چھڑانے والے انداز میں اپنے ہاتھ میں پہنی قیمتی گھڑی میں وقت دیکھا۔ وہ بس اب اٹھنے کو پر تول رہی تھی۔

''اللہ کے بعد اب تو اس معصوم کا واحد سہارا بس تم ہی ہو۔'' پاس بیٹھی پڑوس کی رومانہ کی بات نے زہرہ کے پیروں تلے سے زمین نکال دی تھی۔

''م...... میں؟'' وہ ہکلائی۔

''نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی زہرہ بہن۔ اللہ کے نام پہ اس بن ماں باپ کی بچی کے سر پہ ہاتھ رکھ دو۔ اللہ تمہیں بڑا اجر دے گا۔'' دیوار سے ٹیک لگائے رنج والم کی تصویر بنی بیٹھی نشا کی طرف دیکھتے حمیدہ نے باقاعدہ دہائی دی۔ اس کے بے جان وجود میں ہلکی سی جنبش بھی نا ہوئی۔ وہ دم سادھے ایک ہی پوزیشن میں بہت دیر سے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے حمیدہ' دور کا ہی سہی پر تم سے دوہرا رشتہ ہے۔ تم نہیں سنبھالو گی تو اور کون کرے گا۔'' زہرہ کا تو کلیجہ اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ یہاں آنے سے پہلے اس نے اس پہلو پر تو غور کیا ہی نہیں تھا کہ چچازاد بھائی اور اپنی عزیز از جان سہیلی کی اکلوتی لاوارث بیٹی کی ذمہ داری بھی اٹھانی پڑ سکتی تھی۔

''ہاں...... بالکل۔'' مرتی کیا نہ کرتی' دنیاداری کی خاطر یہ بوجھ تو اٹھانا ہی تھا۔

''بیٹھے بٹھائے یہ اچھی مصیبت گلے آ پڑی۔'' زیر لب بڑبڑاتے اس نے حتی الامکان چہرے کے زاویے درست رکھنے کی کوشش کی پر اندر ہی اندر ہول اٹھ رہے تھے۔

☆☆......☆......☆☆......☆☆

قسمت کی ستم ظریفی کہیے یا وقت کا ظلم۔ بچپن میں ماں کی موت ہوگئی اور اب باپ چل بسا۔ نشا کے لیے دنیا اندھیر ہوگئی تھی۔ اپنے پیاروں کے جانے کا غم ہی کیا کم جاں گسل ہوتا ہے جو سر پہ یہ افتاد بھی آ پڑی کہ کرائے کا مکان خالی کرنا پڑا۔ ان حالات میں بس ایک زہرہ ہی وہ واحد آسرا تھی جو لوگوں کے دباؤ میں آ کر اس کی سرپرستی پہ رضامند ہوگئی۔ مال و دولت نے گردن میں سریا فٹ کر دیا تھا۔ غریب رشتے دار تو یوں بھی اسے نہیں بھاتے تھے۔ بے دلی سے ہی سہی پر وہ اسے گھر لے آئی تھی۔ نشا خوش شکل ہونے کے ساتھ بی اے پاس بھی تھی۔ پڑوس والوں کو تو یہی امید تھی کہ زہرہ پھوپی ہونے کے ناطے جلد از جلد اس کا رشتہ دیکھ کر بیاہ کر دے گی پر یہاں تو معاملہ ہی الٹ گیا۔ مفت کی ملازمہ بھی قسمت والوں کو ملتی ہے لہٰذا گھر کی کل وقتی ملازمہ کو جواب دے دیا گیا اور اس کی جگہ نشا نے سنبھال لی۔

''اب کیا توڑ دیا منحوس ماری؟'' باورچی خانے سے آتی برتن گرنے کی آواز پہ ڈرامہ دیکھتی زہرہ کے شغل میں خلل ہوا تو وہ جل کر بولی۔

''پلیٹ ہاتھ سے چھوٹ گئی پھوپو۔'' شرمندہ سی نشا سر جھکائے لاؤنج میں چلی آئی۔ زہرہ نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور بھونڈے انداز میں اسی کا جملہ نقل کیا۔

''پلیٹ ہاتھ سے چھوٹ گئی پھوپو۔'' وہ اور بھی شرمندہ ہوئی۔

''کوئی کام ٹھیک سے نہیں کر سکتی' جان نہیں ہاتھوں میں تمہارے۔ کھا کھا کر گھر بھر کا اناج ختم کر دیا پر کام کے وقت منحوس لاغر ہو جاتی ہے۔'' یہ تو پھر برتن تھا' زہرہ تو اس کے نصف نقصان پہ بھی سامنے والے کو جی بھر کر کوسنے کی عادی تھی۔ اتنے سالوں میں جانے کتنے ملازم اس کی زبان سے تنگ آ کر کام چھوڑ گئے تھے۔ نشا تو بے دام کی غلام تھی۔ وہ اسے بے نقط سناتی اور وہ چپ چاپ سنتی تھی۔

''معافی چاہتی ہوں میں آئندہ احتیاط کروں گی۔'' یہاں ندامت میں ہی عافیت تھی۔ رہنے کو چھت میسر تھی'

پہننے کو دو چار جوڑے اور تین وقت کا کھانا۔ اس سے بڑھ کر زندگی سے اس نے خواہش بھی نہیں کی تھی۔ وہ قسمت کے لکھے پہ صبر کر چکی تھی۔

''احتیاط ہی کرنا۔ تمہارے حق میں یہی بہتر رہے گا۔'' انداز یکسر دھمکی آمیز تھا۔

''جانتی ہو ناں کل روہان آرہا ہے۔'' وہ باورچی خانے کی طرف پلٹ رہی تھی کہ زہرہ کی آواز پر پلٹی۔ اس نے محض اثبات میں سر ہلایا۔

''اس کے کمرے کی صفائی بہت اچھی طرح ہونی چاہیے۔ کسی قسم کی کوتاہی ہرگز برداشت نہیں کروں گی میں۔'' ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے وہ اسے ہدایات دینے لگی۔

''بے فکر ہو جائیں پھوپو آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔'' نشا نے اپنی طرف سے اطمینان دلایا۔

''دو برس بعد گھر لوٹ رہا ہے۔ انگریزی کھانے کھا کھا کر بیزار ہو گیا ہوگا میرا بچہ۔ تم یوں کرو چکن بریانی' مٹن کڑاہی' کوفتے اور شامی کباب پکا لینا کھانے میں۔'' وہ یوں بیچارگی سے بولی جیسے بیٹا لندن سے نہیں کالے پانی سے آرہا ہے اور شدید فاقہ زدہ ہے یا پھر کسی افریقی قحط زدہ علاقے سے جان بچا کر بھاگا ہے اور وہ ایک ہی نشست میں اسے کھانا ٹھنسا کر گاما پہلوان بنانا چاہتی تھیں۔

''جی...... پہلے صفائی پھر لمبی چوڑی کوکنگ......'' نشا نے اندر ہی اندر ایک سرد آہ بھری۔

''میٹھے کا شوقین نہیں تو بس شاہی ٹکڑے بہت ہیں اور ہاں رائتہ سلاد مت بھولنا۔'' ابھی صاحبزادے شوق نہیں رکھتے تو یہ عالم تھا جو میٹھا شوق سے کھاتے تو والدہ صاحبہ جانے کتنے پکوان آرڈر کر دیتیں۔

''سب ہو جائے گا۔'' اپنے تئیں تسلی دلا کر وہ ایک بار پھر واپس باورچی خانے میں جا گھسی۔ ویسے بھی جتنا وقت زہرہ کے سامنے ہوتی دل کو بس ایک ہی دھڑکا لگا رہتا کہ کسی بھی بات کو بہانہ بنا کر اس کی صلواتیں شروع ہو جائیں گیں اور کچھ نہیں تو اپنی بے تحاشہ فیاضی اور رحم دلی کا قصہ مرچ مصالحہ لگا کر سناتے ہوئے اسے خوب ہی شرمندہ کیا جائے گا اور وہ خود پہ ہونے والے احسانِ عظیم کے بار تلے کچھ اور دھنس جائے گی۔

☆☆......☆☆......☆☆......☆☆

بچپن میں ماں کے انتقال کی وجہ سے نشا کا ننھیال سے تعلق بالکل ختم ہو چکا تھا۔ نشا کی ماں زہرہ کی قریبی دوست ہونے کے ساتھ ساتھ عبدالکریم کی چچازاد بہن بھی تھی۔ برا وقت ہو تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے پھر یہ تو چند نام نہاد رشتے دار تھے جو ایک ایک کر کے ملنا چھوڑ چکے تھے۔ وقتِ رخصت کوئی منہ دیکھنے بھی نا آیا۔ بس ایک زہرہ ہی تھی جو دنیا داری نبھانے چلی آئی اور پھر قدرت کو بھی نشا کے لیے اس وقت یہی مناسب لگا۔ زہرہ زبان کی کڑوی تھی پر اس وقت تو نشا کا بہت بڑا آسرا تھی۔ پچھلے ڈیڑھ سال سے اس کے گھر میں رہ رہی تھی۔ گھر کا ہر چھوٹا بڑا کام خوشدلی سے کر رہی تھی۔ زہرہ کے مزاج کو سمجھتے ہوئے اس کی ہر بات خاموشی سے سنتی تھی۔ گھر میں بس وہ دونوں ہی تھیں۔ پھوپا کا انتقال ہو چکا تھا اور زہرہ کا اکلوتا بیٹا روہان عرصہ دو سال سے لندن میں تھا۔ نشا نے بس اسے تصویر کی حد تک دیکھا تھا اور وہ بھی اس سے شاید نام کی حد تک واقف تھا۔ آج اس کی واپسی تھی اور زہرہ کا بس نہیں چل رہا تھا وہ وقت کو پر لگا دے۔ نشا صبح سے ایک ٹانگ پر کھڑی تھی۔ زہرہ کی ہدایات پر وہ کولہو کے بیل کی طرح کام میں جتی ہوئی تھی تاکہ زہرہ کو کسی قسم کی شکایت نہ ہو اور بہت حد تک وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو بھی گئی تھی۔ روہان کی آمد کے بعد زہرہ کی چہکار اسے باورچی خانے میں سنائی دے رہی تھی۔ رات گئے تک وہ کچن سمیٹتی رہی۔ بستر پہ لیٹی تو جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا۔

فجر کی نماز کے بعد بیک یارڈ میں لگے موتیے کے جھاڑ سے پھول چنتے ہوئے وہ اس قدر محو تھی کہ اسے اپنے پیچھے روہان کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی۔

''چشمِ بددور، آسمان سے اتر کر چاند سیدھا ہمارے آنگن میں کیسے پہنچ گیا؟'' وہ ضرورت سے زیادہ بے پروا تھی یا آواز اتنی اچانک آئی کہ بوکھلاہٹ میں سارے پھول ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پہ بکھر گئے۔

''آپ کی تعریف؟'' وہ نائٹ سوٹ میں بشاش کھڑا اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اتنی اہم ہستی نہیں تھی جس کا خصوصی تعارف روہان سے کروایا جاتا۔ کل رات تمام وقت وہ کچن میں رہی اور یقیناً زہرہ نے روہان کو اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا اسی لیے وہ یوں حیران تھا۔

''میں...... وہ......'' اب بولے بھی تو کیا بولے۔ بتائے بھی تو کیا بتائے۔ رشتہ جو تھا وہ کبھی باعثِ عزت نا بنا اور مقام کچھ ایسا باعثِ فخر تھا نہیں۔ وہ اُلجھی۔ سوچ میں پڑ گئی۔

''ویسے تعریف تو اس خدا کی جس نے آپ سا حسین اور ہمارے سینے میں دھڑکتا دل بنایا۔'' روہان کچھ زیادہ ہی بے تکلف تھا۔ یوں برجستہ کسی کی زبان سے ایسے بے باک تعریفی کلمات سننا نشا کے پیروں تلے سے زمین نکال گیا تھا۔ حلق میں جیسے کوئی شے اٹک سی گئی تھی۔ اس نے ایک پل کا بھی توقف نا برتا اور تقریباً دوڑتی ہوئی باورچی خانے میں چلی گئی۔

''اجی سنیے تو...... اتنا تو بتاتی جائیں یہ حقیقت ہی ہے ناں۔ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔'' وہ بس پیچھے سے آوازیں دیتا رہ گیا۔

☆☆......☆......☆☆......☆☆

زہرہ کی طبیعت اور مزاج کے پیشِ نظر نشا نے اتنے سالوں میں اس گھر میں رہنے کا جو واحد اصول سیکھا تھا وہ اپنے کام تک محدود رہنا تھا۔ وہ اس گھر کی فرد نہیں ملازمہ تھی تو اسے افرادِ خانہ سے بھی اپنا تعلق ویسا ہی رکھنا تھا۔ روہان کی آمد کے بعد زندگی میں جیسے بھونچال آ گیا تھا۔ اس کی طبیعت میں بے تکلفی کا عنصر غالب تھا جبکہ نشا حد درجہ سنجیدہ۔

''اتنا تو بتا دو مجھ سے یہ گریز آخر کیوں ہے؟'' روہان تو جیسے نشا سے بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈا کرتا تھا۔ اب بھی جو اسے کچن میں اکیلے کھڑا پایا تو وہیں چلا آیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔ میں بس اپنی حدود و اوقات پہچانتی ہوں۔'' وہ ان دنوں بہت محتاط ہو چکی تھی۔ زہرہ کا خوف اپنی جگہ، وہ کردار کی ایسی ہلکی نہ تھی کہ روہان کی باتوں میں دل ہار بیٹھتی۔

''میرے دل کی سرزمین کو اپنی بس ایک جھلک سے فتح کر چکی ہو۔ کیا اب بھی اپنا مقام جاننے کی حاجت ہے۔'' وہ بھی مات کھانے والوں میں سے نہ تھا۔ اسے پہلی نظر میں نشا کا من موہنا روپ بھایا تھا۔ وہ واقعی اس پہ دل و جان سے فدا ہو چکا تھا۔ نشا کے لیے یہ سب قابلِ قبول نہ تھا۔

''نہیں یقین آتا تو ایک بار میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھو جہاں تمہاری چاہت کی روشنی سے چراغاں ہے۔'' روہان نے شانوں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔ نشا نے بے بسی سے لب کاٹتے ہوئے اس کی نظروں میں جھانکا اور اگلے ہی پل پلکیں جھکا لیں۔

''یہ گھر میرا سائباں ہے، روہان اور یہاں کے مکین میرے محسن۔ میں نہیں چاہتی میرا وجود کسی کی دل آزاری کا باعث ہو۔ ہمارے درمیان فاصلہ سمٹا تو جانے کیا قیامت برپا ہو جائے۔'' اس نے اب کی بار دو ٹوک انداز میں بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے وہ محض خاموشی سے روہان کے سامنے سے ہٹ جاتی تھی پر اس بار اپنا خوف اس کے سامنے رکھ دیا۔ شاید وہ اس کی بات سمجھ جائے۔

''تم امی سے خوف زدہ ہو نشا؟'' وہ مسکرایا۔ زہرہ کے دل میں اس کے لیے محبت و وسعت سے بخوبی واقف تھا وہ پر نہیں جانتا تھا زہرہ سے نشا کا سلوک کتنا عامیانہ ہے۔ وہ اسے گھر میں ملازمہ کے طور برداشت

نہیں کر پاتی اپنی بہو کیونکر بنائے گی۔
''انہیں تو میں منتوں میں منا سکتا ہوں۔ بس تم ایک بار اقرارِ محبت کر دو۔ دل تمہاری زبان سے اقرار وفا سننے کا تمنائی ہے۔'' اس کے لہجے میں اتنی قطعیت تھی کہ نشا نا چاہتے ہوئے بھی اس کی بات کا اعتبار کرنے پہ مجبور تھی۔ محبت کی گہرائی ناپنے کے لیے کوئی آلہ ایجاد نہیں ہوا۔ دل و نگاہ وہ واحد احساس ہیں جو اس جذبے کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں اور وہ روہان کی نظروں میں محبت کے جگنو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔
☆☆......☆......☆☆......☆☆......☆
''ہائے میں لٹ گئی میں برباد ہوگئی۔'' شام ڈھلے زہرہ کے کمرے سے آتی رونے' کرلانے کی دلدوز آوازیں سن کر وہ دونوں ہی اس کے کمرے کی طرف بھاگے۔ دروازہ کھلا تھا اور وہ بستر پہ بیٹھی ماتھا پیٹ رہی تھی۔ سامنے ہی زیور کا ڈبہ کھلا پڑا تھا۔
''کیا ہوا امی سب خیریت تو ہے۔ آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' روہان نے ماں کو یوں بے حال دیکھا تو گھبرا کر پاس آیا جبکہ نشا خوف اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں دروازے میں ہی کھڑی رہی۔
''میرا وہ جڑاؤ ہار جو تمہارے بابا نے کتنے پیار سے بنوایا تھا میرے لیے......'' وہ تڑپ کر بولی۔
''کیا ہوا آپ کے ہار کو؟'' وہ ناسمجھی سے بولا۔
''ابھی لاکر کھولا تو غائب ہے۔'' اس نے ایک بار پھر سینہ پیٹا۔ روہان کے سینے سے ایک پُرسکون سانس خارج ہوا۔ وہ تو اس کہرام پہ کچھ اور ہی نتیجہ اخذ کر رہا تھا۔
''کہاں جانا ہے امی یہیں گھر میں ہی ہوگا۔ آپ اپنی الماری چیک کریں۔'' اس نے تحمل سے سمجھایا۔
''ہر جگہ دیکھ لیا بچے' کہیں نہیں مل رہا۔ ارے یوں غائب ہوا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔'' زہرہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے انتہائی پریشانی سے بولی۔
''حیرت ہے سب اپنے ہی تو ہیں یہاں اور سارے ملازم بھی بااعتبار......پھر کون چرا سکتا ہے وہ ہار؟'' اب تو روہان کو بھی حیرت ہوئی۔ گھر میں بحفاظت رکھی چیز جا کہاں سکتی تھی۔
''خیر سب اپنے تو نہیں ہیں اور کسی کی نیت بدلتے کیا پتا چلتا ہے بیٹا۔'' زہرہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے دروازے پہ کھڑی نشا کی طرف دیکھا۔ وہ خوف سے کانپ گئی۔
''ہائے میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے میرے مرحوم شوہر کی نشانی تھی۔'' روہان نے نظروں کا تعاقب کرتے نشا کو دیکھا تو زہرہ نے پینترا بدلا اور رونا پیٹنا شروع کر دیا۔
''میں ملازموں سے پتا کرتا ہوں۔'' روہان اس افتاد پہ عجیب گھبراہٹ میں مبتلا ہوگیا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا پر زہرہ کے جملے نے قدم روک لیے۔
''ملازم تو جھانکتے تک نہیں اس کمرے میں انہیں کیا خبر ہوگی۔'' وہ پلٹا۔
''تو پھر کس سے پوچھیں؟'' اس نے سوال کیا۔
''پوچھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ سب کی تلاشی لو۔ ارے جس نے بھی اڑایا ہے اس کے حلق میں انگلی ڈال کر نکلواؤں گی اپنا ہار۔'' زہرہ دانت پیستی دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔ اس کی نگاہیں سر سے پاؤں تک نشا کا تجزیہ کر رہی تھیں۔
☆☆......☆......☆☆......☆☆......☆
''دیکھ لیے اس بدذات کے کرتوت۔ تم تو اسے اپنے دل کی رانی بنا رہے تھے اور یہ چورنی نکلی۔'' زہرہ کی چنگھاڑتی ہوئی آواز اب تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔ ایک پل کو یوں لگا کہیں لڑکھڑا کر گر ہی نہ جائے تو بے اختیار دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے روکا۔ جو کچھ ہوا ایسا تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ نفرت اور تکبر انسان کو اس درجہ سفاک بنا دیتا ہے کہ وہ بہتان

لگانے جیسا گناہِ عظیم کرتے بھی دریغ نہیں کرتا۔
''کیا آپ کو بھی لگتا ہے یہ چوری میں نے کی ہے؟'' وہ سر تھامے خاموشی سے کھڑا تھا۔ اس کا گناہ محبت تھا سو اسی کے ہاتھوں رسوا ہورہا تھا۔
''چور کے منہ پہ تھوڑے ہی لکھا ہوتا ہے۔'' زہرہ نے روہان کے لاکھ منع کرنے کے باوجود ڈرائیور اور چوکیدار کے ساتھ ساتھ نشا کے کمرے کی بھی تلاشی لی تھی۔ ہار اس کی الماری سے نکلا تھا۔ اس کا بس چلتا تو نشا کا خون ہی پی جاتی۔ روہان اس وقت سے مستقل خاموش تھا بس اب تو زہرہ ہی بول رہی تھی۔
''میں کہتی ہوں اٹھاؤ اپنا سامان اور نکلو یہاں سے ابھی کے ابھی۔'' وہ حکمیہ انداز میں بولی۔
''کچھ تو میرے حال پہ رحم کیجیے میں یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں گی۔'' اسے کیا خبر تھی رحم کا لفظ زہرہ کی لغت میں مفقود تھا۔ دو سال جیسے تیسے برداشت کیا پر جس دن سے بیٹے کی زبانی اس سے شادی کی خواہش کا اظہار سنا تھا اس کی تو سانسیں تنگ ہورہی تھیں۔ ہیرے سا بیٹا ایک ملازمہ پہ دل و جان سے فدا ہورہا تھا۔ وہ یہ بات کیوں کر برداشت کرتی۔ روہان کو تو اس نے تسلی دے دی تھی کہ جوان بیٹے کی بغاوت منظور نہ تھی پر اس کا دماغ اس دن سے پلاننگ کررہا تھا۔
''تم نے تو بڑا رحم کیا ہمارے حال پر۔ ہماری نیکی کا خوب صلہ دیا ہے۔'' نشا کو روہان کی نظروں میں گرانے کا اس سے اچھا حربہ نہیں تھا اس کے پاس۔
''یقین جانیں میں بے قصور ہوں میں نے کچھ نہیں کیا۔'' نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ اس کی فریاد زہرہ کے دل کی دیواروں سے ٹکرا کر بے اثر لوٹ آئی تھی۔
''تمہاری ان جھوٹی وضاحتوں کی ضرورت نہیں ہے ہمیں۔'' روہان اب بھی خاموشی سے تماشہ دیکھ رہا تھا۔
''کیا آپ کو بھی مجھ پہ اعتبار نہیں؟'' وہ جو محبت کے دعوے کرتا اسے اپنے دل و نگاہ کی دہائیاں دے رہا تھا بس ایک ہی پل میں بے اختیار نظر آرہا تھا۔
''بس بہت ہوا تمہارا ڈرامہ اب یہ معصومیت کا کھیل کہیں اور جاکر کھیلنا۔ اس گھر میں تو تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔'' اس سے پہلے کہ اس آہ و فغاں کا طوفان روہان کے جذباتی دل پہ دستک دے اسے اس منظر سے ہٹانا ضروری تھا۔ ہاتھ پکڑ کر نکال باہر کیا اور اب وہ اپنا مختصر سامان تھامے اس دھند بھری رات میں بے ترتیب قدموں سے چلتی کسی گمنام منزل کی طرف سفر کررہی تھی۔ ذہن کے پردوں پہ ذلت و رسوائی کا دھواں اس درجہ بڑھ گیا کہ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ ہوش کھو بیٹھی۔
''پاپا......'' گاڑی ایک جھٹکے سے روک لی گئی تھی۔ بروقت بریک نا لگتا تو یقیناً وہ کچلی جاتی۔ اندر بیٹھی نوال نے خوف سے چیخ ماری۔
''اوہ مائی گاڈ۔'' ارحم کے تو اپنے ہاتھوں کے طوطے اس غیر متوقع ایکسیڈنٹ سے اڑ گئے تھے۔
''تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔'' دروازہ کھولتے ہوئے اس نے نوال کو تاکید کی جو برابر کی سیٹ پہ بیٹھی تھی۔ اس نے خاموشی سے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ ارحم پریشانی سے گاڑی سے باہر نکلا جہاں نشا بے ہوش پڑی تھی۔

☆☆......☆......☆☆......☆

اس کی آنکھ کھلی تو خود کو بستر پہ پایا۔ پاس کرسی پہ نوال بیٹھی اسے نہایت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ یک دم اٹھ بیٹھی۔
''لیٹی رہیں۔ ڈاکٹر نے آپ کو ریسٹ کرنے کا کہا ہے۔'' اسے تیزی سے اٹھتا دیکھ کر نوال نے تنبیہ کی۔
''پر میں یہاں...... اور آپ؟'' اس نے حیرت سے پہلے اس آٹھ نو سالہ گڑیا سی بچی کو دیکھا اور پھر ایک نظر اس کمرے اور بستر پہ ڈالی۔ اسے احساس ہوا وہ اس وقت کسی ہسپتال یا کلینک میں ہے۔
''میں نوال ہوں۔ ویسے پاپا مجھے پرنسس کہتے ہیں۔ آپ ہماری گاڑی کے سامنے گر کر بے ہوش ہوگئی

تھیں۔ اتنا سارا خون بھی نکلا۔ پاپا تو بہت پریشان ہو گئے تھے۔ پھر ہم آپ کو یہاں لے آئے۔'' یک دم اس کا ہاتھ اپنے ماتھے پہ گیا جہاں پٹی بندھی ہوئی تھی اور درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ چپ چاپ اس کی باتیں سنتی خود کو کمپوز کرتے ہوئے ساری صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''نوال یہ تمہارا برگر......'' اسی پل دروازہ کھلا اور تیس بتیس سالہ انتہائی خوبرو اور ویل ڈریس شخص بے تکلفی سے اندر داخل ہوا۔

''السلام علیکم! اللہ کا شکر ہے آپ کو ہوش آ گیا۔ کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' نوال اسے دیکھ کر تیزی سے کرسی سے اٹھی اور اپنا برگر پکڑ لیا جبکہ وہ نشا کو ہوش میں دیکھ کر قدرے محتاط ہوا۔ خوش اخلاقی سے کہتا وہ اس کے بیڈ تک چلا آیا۔

''میں ٹھیک ہوں...... شکریہ۔'' نشا نے بھی اخلاق نبھایا۔

''آپ اچانک میری گاڑی کے سامنے آ گئیں......'' وہ پاس رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ نوال سامنے رکھے صوفے پہ جا بیٹھی تھی اور اب برگر کھا رہی تھی۔

''غلطی میری تھی۔ مجھے ہی احتیاط سے سڑک پار کرنی چاہیے تھی۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔

''یہ میرے دوست کا کلینک ہے۔ بے فکر رہیں آپ کا یہاں تسلی بخش علاج ہوگا اور علاج کے تمام اخراجات میں ادا کروں گا۔'' ارحم کی بات سن کر اسے شدید حیرت ہوئی۔ کیا آج بھی دنیا میں احساس نامی شے باقی ہے۔ کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی کسی اجنبی پہ یہ کرم۔

''آپ اپنے گھر والوں کا پتہ یا کوئی کانٹیکٹ نمبر دے دیں تو میں ان سے رابطہ کر لوں۔'' اس نے ریسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ نوال کی سالگرہ تھی تو اسے ڈنر پہ لے جانے کا وعدہ کیا تھا۔ ریسٹورنٹ پہنچنے سے پہلے یہ حادثہ ہو گیا اور وہ افراتفری میں اسے ہسپتال لے جانے کی بجائے اپنے دوست کے کلینک لے آیا ورنہ تو ہسپتال والوں کی انویسٹی گیشن کے چکر میں ڈر تھا پولیس کیس نہ بن جاتا۔

''میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔'' سر گھوم رہا تھا سو بیڈ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

''نوال کی طرح۔'' نوال کی آواز پہ اس نے حیرت سے آنکھیں کھولیں۔

''نوال......'' ارحم نے گھرکا۔

''سوری یہ بس یونہی...... کچھ بھی بولتی رہتی ہے۔'' اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

''کوئی تو ہوگا دور پار کا رشتہ دار جس کو انفارم کیا جا سکے؟'' نشا نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ لب بھینچے خاموش بیٹھا رہا۔

☆☆......☆☆......☆......☆☆......☆

''یہ آپ کا کمرہ ہے۔'' اس کا مختصر سامان ملازم پہلے ہی کمرے میں پہنچا چکا تھا۔ آٹھ سالہ نوال کی اکیلے پرورش کرنا ارحم کے لیے اتنا آسان نہ تھا۔ گھر میں ان دونوں کے علاوہ ایک ادھیڑ عمر کل وقتی ملازمہ فضیلہ بوا بھی تھیں جو برسوں سے نوال کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ ارحم انہیں گھر کا فرد ہی سمجھتا تھا۔ ارحم کا دوست ڈاکٹر تابش نشا کی کہانی سن چکا تھا۔ اسے ملازمت کے ساتھ جائے پناہ درکار تھی اور ارحم اس کی مدد کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر تابش کے کہنے پر ہی ارحم نے نشا کو ملازمت آفر کی۔ وہ پڑھی لکھی تھی اور نوال کے لیے بطور ٹیوٹر بہترین انتخاب ثابت ہو سکتی تھی۔

''میں آپ کا احسان کیسے چکا پاؤں گی۔'' نشا نے تشکر سے کہا۔

''اتنے بھاری بھرکم الفاظ بول کر مجھے شرمندہ مت کریں۔ اپنی بے تحاشا مصروفیت کی وجہ سے نوال کو وقت دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ فضیلہ بوا کے تو اب ہاتھ نہیں لگتی وہ۔'' وہ مسکرائی۔

''بہت کیوٹ ہے ماشاء اللہ آپ کی بیٹی۔'' چابی کی

گڑیا سی اِدھر اُدھر بھاگتی نوال کو دیکھ کر نشا نے محبت سے کہا۔ وہ تو نشا کے گھر آنے پہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔

''اور شرارتی بھی۔'' وہ کچھ سوچ کر ہنسا۔

''اس کی والدہ کی وفات ہوچکی کیا؟'' چونکہ اب تک کسی نے بھی ذکر نہ کیا تھا تو نشا نے خود سے سوال کرلیا۔ ارحم کی مسکراہٹ یک دم غائب ہوئی تھی۔ اس کی جگہ ماتھے پہ چند ناگوار سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

''نہیں ہماری علیحدگی ہوچکی ہے اور پلیز اس کا ذکر نوال سے مت کیجیے گا۔ پھر اس کے سوال جواب شروع ہوجاتے ہیں۔'' نشا اس کے چہرے پہ واضح ناپسندیدگی دیکھ کر خجل سی ہوگئی۔ وہ ملازمہ تھی اسے بہرحال کسی کی ذاتیات میں جھانکنے کی ضرورت نہ تھی۔

''میں امید کرتا ہوں آپ سمجھ جائیں گیں۔'' اس کی شرمندگی کو محسوس کرتے ارحم کچھ دھیما پڑا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے نشا نے کمرے کا جائزہ لیا اور نڈھال سے انداز میں بستر پہ جا بیٹھی۔ چند لمحے وہ چھت کو گھورتی رہی۔ پتا نہیں ابھی اس کی قسمت میں مزید کیا لکھا تھا۔ اسے احساس تھا آج سے اس کی زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز ہورہا ہے۔

☆☆......☆☆......☆☆......☆

''کیڑے پڑیں ایسی سنگ دل عورت کے، پھول سی بچی پہ الزام تراشی کرکے نکال باہر کیا۔'' فضیلہ بوا پچاس سے اوپر کی ایک باتونی خاتون تھیں۔ ان کے دل میں جو ہوتا اسے ان کے لبوں تک آنے سے روکنا کسی کے بس میں نہ تھا۔ گھر پہ ان کا مکمل کنٹرول تھا اور باقی ملازموں کی تو ان سے جان جاتی تھی۔ نشا کی داستانِ غم سن کر آبدیدہ ہوتے ہوئے انہوں نے کیا خوب لب کشائی کی تھی۔

''ایسے مت کہیں بوا مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں۔ بس اتنی دعا ہے اللہ انہیں ہدایت دے۔'' نشا کے حوصلے کو سلام تھا کہ دو سال کی بے لوث خدمت کے باوجود زہرہ نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا وہ اب بھی اسے بددعا نہیں دینا چاہتی تھی۔

''ان حالات میں بھی آپ ان کے لیے ایسے جذبات رکھتی ہیں۔ اپنوں کی زیادتیاں سہہ کر جہاں نہ عزت ملی نا الفت۔'' کوئی ان حالات میں کیسے اتنا کمپوز رہ سکتا ہے۔ ارحم کو سچ میں حیرت ہوئی تھی۔

''یہ سب تو مقدر کے فیصلے ہیں پر میں اتنا جانتی ہوں میری تقدیر بنانے والا مجھ سے بہت محبت کرتا ہے اور اس نے اگر میری زندگی میں مشکلات رکھی ہیں تو وہی ان کا حل بھی کرے گا۔'' نشا کی بات نے فضیلہ بوا کو اور بھی اپنا مطیع کرلیا تھا۔ وہ اس کی معصومیت، صبر اور حوصلے کی گرویدہ ہورہی تھیں۔

''بیٹا دنیا درمندوں سے خالی نہیں۔ اچھا برا وقت سب پر آتا ہے اور کڑے وقت میں صبر سے کام لینے والوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔'' وہ برجستہ بولیں۔

''یہ تو بالکل سچ کہا آپ نے بوا'' نشا نے تائید کی۔

''اس وقت جب بے سروسامانی کے عالم میں گھر سے نکلی تھی تو کہاں سوچا تھا اتنی آسانی سے ملازمت اور رہائش کا بندوبست ہوجائے گا۔ آپ کی اچھائی کو دیکھتی ہوں تو پھوپو کی برائی نظر ہی نہیں آتی۔'' وہ تہہِ دل سے ان کی شکر گزار تھی۔ بے شک مشکلیں دور کرنے والی اللہ کی ذات ہے پر وسیلہ وہ اپنے بندوں کو ہی بناتا ہے۔

''برے کو یاد رکھنا اور اچھے کو فراموش کردینا رب کی تقسیم سے گلہ کرنے کے مترادف ہے۔ میرے نزدیک یہ کفرانِ نعمت ہے'' اس کڑے وقت میں ان لوگوں نے اسے عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھا تھا۔ وہ اس نیکی کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی تھی۔

''دیکھا اسے کہتے ہیں ایمان۔ سیکھو کچھ اس لڑکی سے۔'' فضیلہ بوا کی آواز پہ نشا نے چونک کر دیکھا جن کی توپوں کا رخ اس وقت چائے پیتے ارحم کی طرف تھا۔ نشا نے بے اختیار ارحم کو دیکھا۔

''ارے میں تو کہتی ہوں اتار دو یہ ماضی کا ڈھول گلے سے اور اپنا گھر بسالو۔'' سنجیدہ تو وہ ہمیشہ رہتا تھا پر ابھی

اس کے چہرے پہ وحشت تھی۔

''بوا آپ پھر شروع ہوگئیں۔'' وہ سخت لہجے میں بولا۔

''ہماری تو زبان گدی سے نکلوا دو تم پھر بھی جو حق لگتی ہے کہہ کر رہیں گے۔ زیادتی کسی کی اور سزا بھگتو تم اور وہ معصوم جان۔ ساری عمر اس کی یادوں کو دل سے لگا کر ماتم کرتے رہو۔ خوشیوں کو حرام کرلو خود پہ۔'' فضیلہ بوا پہ کسی کا غصہ کہاں اثر کرتا تھا۔ وہ جو کہنا چاہتی تھیں ڈنکے کی چوٹ پہ کہہ دیا کرتی تھیں۔ ارحم نے بے بسی سے چائے کا کپ میز پہ رکھا اور پیر پٹختا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''دیکھا چلا گیا ناں۔ مجال ہے جو کوئی ہماری اس گھر میں سن لے۔ حلیہ دیکھا کیا بنا رکھا ہے۔ صورت سے ہی مجنوں لگتا ہے۔ پر وہ بھی تو کمبخت لیلیٰ بنی۔ چند ماہ کی بچی چھوڑ کر چلی گئی۔ نہ اس کی محبت دیکھی نہ ہی اپنی اولاد کی چاہت۔'' نشا ان تمام حقائق سے انجان تھی جو آج اس پر آشکار ہو رہے تھے۔ مختصر الفاظ میں فضیلہ بوا نے اسے ارحم کی اپنی بیوی سے علیحدگی کا قصہ کہہ سنایا تھا۔ نشا کو واقعی افسوس ہوا تھا۔ اتنے دنوں میں اس شخص کے بارے میں وہ بس اتنا جانتی تھی کہ وہ ایک بے لوث اور پُرخلوص انسان ہے۔ اس کے اندر کیا دکھ پل رہا ہے وہ اب تک اس سے نابلد تھی۔

''آٹھ سال ہوگئے پلٹ کر خبر تک نہ لی اپنی بچی کی۔ وہ عورت نہیں عورت ذات کے نام پہ دھبہ ہے۔'' فضیلہ بوا نے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھے۔ نشا کو آج صحیح معنوں میں احساس ہوا تھا کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کا واسطہ کسی نہ کسی صورت تکلیف سے نہ پڑا ہو۔ کچھ لوگ اس پر قابو پالیتے ہیں۔ کچھ اسی میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ کامیاب وہی ہے جو بنا ٹوٹے اس کیفیت سے نکل جائے۔

☆☆......☆......☆☆......☆

''دو ماہ ہوگئے، یہ بستر تو جان ہی نہیں چھوڑ رہا بس اب تو جان دے کر اس سے جان چھوٹے گی۔'' روحان نے کمرے میں قدم رکھا تو زہرہ کی کراہتی آوازیں کانوں کے پردے سے ٹکرائیں۔ وہ لپکتا ماں کے بستر تک چلا آیا۔ ہڈیوں کے مرض میں مبتلا زہرہ اپنے بھاری وجود کے باعث اٹھنے بیٹھنے سے بھی قاصر تھی۔

''عروہ سے کہا تو تھا میں نے کہ آپ کا خیال رکھے۔ پر آپ تو جانتی ہیں وہ میری کم ہی سنتی ہے۔'' اس کا ہاتھ سہلاتے وہ بے بسی سے بولا۔ یوں بھی بیوی تو ماں کی پسند کی تھی۔ اونچے خاندان کی بیٹی ہونے کا غرور ایک طرف اس پہ زہرہ کی منظورِ نظر بھی۔ وہ اسے کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

''کیکر سے پھول نہیں ملتے بیٹا۔ یہ سب تو میرے اپنے کرموں کا پھل ہے۔'' بالآخر وقت و حالات نے اسے بتا ہی دیا تھا کہ ہر چمکتی شے سونا نہیں ہوا کرتی۔

''بڑا ظلم کیا میں نے نشا پہ۔ آج وہ ہوتی تو کیا بھلا مجھے یونہی......'' وہ سسکی۔ آج فقط پچھتاوہ باقی رہ گیا تھا۔ اس بستر پہ لیٹے اپنا ہر ظلم یاد آتا تھا۔

''اس گناہ میں تو میں بھی برابر کا شریک ہوں۔ سوچتا ہوں آپ سے شادی کی بات نہ کرتا تو اسے یوں زیرِ عتاب نہ آنا پڑتا۔'' روحان کو اس کی تابعداری لے ڈوبی تھی۔ ماں کی بات مان کر اس نے نشا کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ وہ اگر اس سے محبت کے دعویٰ نا کرتا تو شاید اس کا تاسف اتنا گہرا نہ ہوتا۔

''اللہ جانے معصوم کہاں بھٹک رہی ہوگی۔ کن حالوں میں ہوگی۔'' اب رہ رہ کر زہرہ کو نشا کی یاد ستاتی تھی۔

''اللہ اس کی حفاظت کرنا اور میرے گناہوں کو معاف کردینا پروردگار۔'' آہیں بھرتے روتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ بلند کرکے اللہ کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگی۔ روہان اسے روتا تڑپتا دیکھ کر شدید اپ سیٹ ہوا تھا۔

☆☆......☆......☆☆......☆

"راجا اپنی رانی کی ہر بات کیوں مانتا تھا؟" اس کے بازو کا تکیہ بنائے وہ کہانی میں پوری طرح محو تھی۔

"اس لیے کہ وہ اپنی رانی سے شدید محبت کرتا تھا۔" کمرے کے دروازے پہ کھڑے ارحم کے قدم رک گئے۔ اس کا دھیان اب اندر سے آتی آوازوں پر تھا۔

"محبت کیا ہوتی ہے آنٹی؟" اتنے عرصے میں نوال کی کہانی سننے اور اس دوران سوال و جواب کرنے کی عادت بالکل نہیں بدلی تھی۔ فرق اتنا تھا پہلے وہ اپنے پاپا سے کہانیاں سنتی تھی اور اب یہ کام نشا کے ذمہ تھا۔ ارحم کو کہانیاں نہیں آتی تھیں۔ وہ کتابوں سے پڑھ کر اسے سناتا تھا پر نشا اس کی خاطر ہر رات چھوٹی چھوٹی کہانیاں خود بناتی تھی۔

"محبت ایک ان دیکھا جذبہ ہوتا ہے۔ وہ جو ہمیں اچھے لگتے ہیں، جن کی ہمیں پروا ہوتی ہے ان کی ہر بات ہمیں اچھی لگتی ہے۔ ان کی کسی بات سے انکار ممکن نہیں ہوتا اور ان کے لیے اپنا آپ قربان کرکے خوشی محسوس ہوتی ہے۔" وہ چپ چاپ کھڑا اس کا فلسفہ محبت سن رہا تھا۔

"ایسی محبت تو میرے پاپا بھی مجھ سے کرتے ہیں۔" وہ ہنسا۔

"محبت راجا رانی یا شہزادے شہزادی تک محدود نہیں نوال یہ تو کائنات کی اساس ہے۔ بندے کی اپنے رب سے محبت، رب کی نبی ﷺ سے محبت، ماں اور باپ کی اولاد سے محبت......" اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے اس نے مزید کہا۔

"کیا آپ کو کسی سے محبت ہے؟" نوال نے یک دم سوال کیا۔ وہ مسکرائی۔

"ہاں ہے ناں...... مجھے آپ سے بے حد محبت ہے۔" نشا کی آواز پہ ارحم چونکا۔ کس طرح آسانی سے یہ اجنبی لڑکی اس گھر اور ان کی زندگی کا حصہ بن گئی تھی۔

"مجھے بھی آپ سے بہت محبت ہے کیونکہ آپ کی کہانیاں پریوں کی کہانیوں سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں۔"

اس کے گلے میں بانہیں ڈالے وہ پُرسکون تھی۔
"اچھا تو اب جلدی سے آنکھیں بند کرو اور سو کے دکھاؤ، صبح اسکول بھی تو جانا ہے ناں۔ پھر کل ہم نوال کو ایک اور کہانی سنائیں گے۔" نشا نے پیار سے اسے خود سے جدا کیا اور اس کا کمبل ٹھیک کرتے ہوئے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔
"جن اور پری کی؟" اسے یقین دہانی کروا کر وہ ہولے سے اس کے بستر سے نکلی اور دروازے کی طرف پلٹی ہی تھی کہ ارحم کو دیکھ کر ٹھٹکی۔
"خاصی امیچ ہوگئی ہے یہ آپ سے۔"
"بچے محبت کے متلاشی ہوتے ہیں۔ جو انہیں چاہت دے اسی کے ہوجاتے ہیں۔" وہ دونوں اب کوریڈور میں کھڑے تھے۔ کل رات فضیلہ بوا پھر وہی بحث چھیڑ بیٹھی تھیں، ارحم خاصا غصے میں تھا۔ نشا یہ سوچ کر کچھ پریشان تھی کہ شاید وہ اس سے بھی ناراض ہوگا پر اس کا نارمل رویہ دیکھ کر وہ اب خاصی مطمئن تھی۔
"معذرت چاہتی ہوں انجانے میں آپ کی دل آزاری ہوگئی۔ میں نہیں جانتی تھی وہ تو فضیلہ بوا نے......" سینے پہ ہاتھ باندھے وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔
"اس کی ضرورت نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ وہی ہمیشہ کی طرح دوٹوک انداز جیسے کسی کو اس کے دل میں جھانکنے کی اجازت نہ ہو۔
"ویسے بوا کی بات کچھ غلط بھی نہیں۔ آپ ایک انسان کی برائی کو گلے لگا کر تمام عمر بین کرتے بھی رہیں تو کون سنے گا یہ آہ وزاریاں۔" وہ خود کو روک نہیں پائی تھی۔ "حادثات راہ چلتے انسانوں کے ساتھ بھی ہوجاتے ہیں تو کیا کوئی چلنا چھوڑ دیتا ہے۔ زندگی رکتی نہیں۔" زندگی نے اس کے ساتھ کون سا اچھا سلوک کیا تھا تو کیا اس نے جینا چھوڑ دیا تھا۔ ارحم کے پاس تو نوال تھی، اس کے پاس تو ایسا کوئی سہارا بھی نہیں تھا پھر بھی وہ زندہ، خوش اور مطمئن تھی۔
"زندگی پریوں کی کہانیوں سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا۔ نشا کو اندازہ ہوا یقیناً وہ اس سے پہلے اس کی بات سن چکا تھا۔
"ہاں، تلخ اور بھیانک۔" وہ سینے پہ ہاتھ باندھے سنجیدگی سے بولی۔
"یہاں سنو وائٹ کی مدد کو سات بونے نہیں آتے۔ انسان ان دیکھی تقدیر کی بے رحمی کا شکار ہوجاتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے مزید کہا۔ ارحم خاموش تھا۔ دل ہی دل میں پشیمان۔ زندگی میں محبت کے نام پہ اگر اس کے حصے میں دھول آئی تو یہ اس کی قسمت تھی۔ اپنے احساسِ کمتری کو اس اجنبی لڑکی پہ نکالنے کی اسے بھلا کیا ضرورت تھی۔ اتنا کچھ سہہ کر بھی وہ مطمئن و شاد تھی، گو تنہا تھی پر پُرسکون تھی اور ارحم نوال کے ہوتے ہوئے بھی خوشیوں اور محبت کے وجود سے خائف و نالاں تھا تو یہ اس کا قصور تھا۔ خود اس نے اپنے دل کے دروازوں پہ قفل ڈال لیا تھا۔
"حقیقی کرداروں کی زندگی میں گھلنے والے زہر کا تریاق کسی شہزادے کے محبت بھرے بوسے سے نہیں ہوپاتا پھر بھی میں سمجھتی ہوں محبت بذاتِ خود ہر زہر کا تریاق ہوتی ہے۔ نفرت کے بیج سے بننے والے درخت کی جڑیں کتنی ہی گہری کیوں نا ہوجائیں، محبت کی تند و تیز آندھی انہیں اکھاڑ پھینکتی ہے۔ بس آپ کے جذبوں میں سچائی ہونی چاہیے۔" دل کو طمانیت دیتا اس کا ہر حرف ارحم کو یہ احساس دلا رہا تھا کہ نفرت کے زہر کا تریاق فقط شہزادے کے بوسے کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس دردِ محبت کی دوا کسی پری کے جادوئی حرفوں سے بھی تو ممکن ہے۔ کیا عجب تھا کہ آج وحشت کی اس دیوار میں دراڑ پڑنے لگی تھی۔ یہ محبت کے وجود پہ پڑے قفل کے کھلنے کا لمحہ، لمحۂ زیست تھا۔


میرا ڈھول ماہیا
سحرش فاطمہ

اس انداز سے اس شخص کے
پیار بھرے جیون کو پڑھا
کہ وہ بھولے سے بھی نہ جان پایا
کہ اس کی ہر ادا سے واقف ہوگیا کوئی

''بھلا ہماری بچی ایسے گھر میں جا کر کیا کرے گی جہاں ساس کا بس چلے تو ہر وقت تسبیح ہاتھ میں لے کر اللہ اللہ کرے اور سسر صاحب دن بھر لیکچر...... ہونہہ۔'' یہ میری امی بیگم رضیہ۔ ارے نام پہ نہ جائیں بھلے سے پرانا سا ہو لیکن میری الٹرا ماڈرن ماں جیسی کوئی ہو ہی نہیں سکتی اور جس بچی کی بات کررہی ہیں وہ میں یعنی زرافشاں گل۔

''لیکن دیکھیں ناں مسز گل...... بچی کی شادی جتنی جلدی اور اچھے گھرانے میں ہو اُتنی ہی اچھی بات ہے اور میں یقین دلاتی ہوں آپ کی بیٹی وہاں بھی نازوں سے ہی رہے گی۔'' اور یہ ہیں ہماری ایک جاننے والی جو رشتے کرواتی ہیں۔ ان کا نام رضوانہ ہے پر سب انہیں رشی آنٹی ہی کہتے ہیں کیوں کہ یہ رشتے جو کرواتی ہیں۔ اب آپ کسی حد تک تو سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میں تعلیم سے فارغ ہو کر شادی جیسے موضوع کے لیے تیار ہوگئی ہوں لیکن پھر ہر گھر کی طرح یہاں بھی مسئلہ ہے۔

''بھئی رشی۔ کوئی ہمارے جیسا گھرانہ دیکھو ناں تو بات بنے۔ اتنے رشتے کروا چکی ہو بس میری ہی بیٹی کے وقت تمہیں دین دنیا یاد آجاتی ہے لے دے کے۔'' رشی آنٹی کا منہ ایک دم پھیکا پڑ گیا تھا۔ مجھے دیکھا اور میری پلیٹ میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن میں بھی استاد تھی پلیٹ اور پیچھے کرلی۔

''ٹھیک ہے مسز گل میں دوبارہ کوشش کروں گی۔ اب چلتی ہوں۔'' وہ تپ کر اٹھیں اور مجھے گھورا۔ امی بھی اٹھیں اور گیٹ تک چھوڑنے گئیں اور میں مزے سے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے کھانے میں مشغول رہی۔

''تمہیں پتا چلا وہ پچھلی گلی میں جو تمہارے ہی اسکول میں پڑھا کرتی تھی نازیہ۔ اُس کا ایک وڈیرے سے رشتہ ہوا ہے۔ اب تو اُس کی عیاشی ہوگی۔'' رضیہ صوفہ پہ آکر بیٹھیں۔

''امی...... عیاشی کیسے؟ وڈیروں میں شادی ہورہی ہے اُن کا تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہوتا ہے۔'' میں نے بھی منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''بس...... بس۔ تم سے ناشکری کروالوں وہی کافی ہے ناں۔ ایک تو اچھا رشتہ نہیں ملتا اور تمہیں کسی کے رشتے کا بتاؤں تو اُس میں سے بھی مین میخ نکالتی ہو......'' انہوں نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

''امی آپ بات بھی تو ایسی کریں ناں جس میں کچھ اچھا بھی ہو۔ لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ لڑکا ڈاکٹر کوئی ہائی کلاس کا بندہ یا کوئی فوجی ہو۔ آج کل تو ویسے بھی مردم شماری والے فوجیوں کو ساتھ لے کر آرہے ہیں۔ لڑکیاں ضرور چھپ چھپ کر دیکھتی ہوں گی۔'' میں نے ٹھنڈی آہ بھری تو امی کی جانب سے پیٹھ پر ایک زبردست قسم کی دھپ لگی۔

''تم اور تمہارے یہ فضول قسم کے خواب۔''

''کیا امی۔ اب میں اپنا تھوڑی نہ بتارہی تھی میں تو لڑکیوں کی بات کررہی تھی۔'' اپنی پیٹھ سہلاتے ہوئے میں نے دکھی انداز میں جواب دیا۔

''ہاں سب جانتی ہوں۔ بے شرم نہ ہو تو۔ میں یہاں

تمہارے لیے خجل خوار ہو رہی ہوں اور تم اُن فوجیوں کے پیچھے پاگل ہوگئی ہو۔"

"صرف آپ کی بیٹی ہی نہیں اور لڑکیاں بھی تو ہیں اس دنیا میں جو فوجیوں پہ مرتی ہیں۔" میں نے دوبدو جواب دیا۔

"اب بس کرو۔ جتنا ٹھونسنا تھا رشی کے سامنے ٹھونس لیا ناں اب جا کر برتن کچن میں رکھ آؤ اور اچھے سے صفائی بھی کر لینا۔" امی نے مجھے آنکھیں دکھائیں اور مجھے مجبوراً اٹھنا پڑا۔

لو جی آگئے ہم اپنے کچن میں..... کیا کہا؟ میں نے اپنا تعارف نہیں کروایا؟

اوہو معذرت ہاں۔ امی کی باتوں میں مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ اچھا ایک منٹ رکیں میں ذرا چائے کا پانی چڑھا دوں پھر باتیں کرتے ہیں۔

"اچھا جی۔ اب غور سے سنیں۔ میرا نام زرافشاں ہے۔ اچھا نام ہے ناں؟ میں اکلوتی اولاد ارے نہیں...... نہیں میں اکلوتی بیٹی ہوں باقی تو میرے دو عدد بھائی بھی ہیں لیکن وہ چھوٹے ہیں اس لیے سارا دھیان آج کل امی کا مجھ پر ہی ہے۔" ایک طرف چائے بن رہی تھی دوسرے طرف زرافشاں برتنوں سے خوب انصاف کر رہی تھی۔

"چلیں جی میری چائے تو بن گئی اور برتن بھی دھل گئے اب میں تھوڑا آرام کرلوں۔ نام وام تو جان گئے ناں؟" زرافشاں نے چائے کا مگ اٹھایا اور اپنے کمرے میں موجود ٹیرس پہ آگئی۔

"کبھی کبھی سوچتی ہوں، ہم لڑکیوں کو بھی کیا کیا شوق ہوتے ہیں۔" زرافشاں نے کین کے بنے جھولے میں بیٹھ کر گرم چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے سوچا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور محترمہ زرافشاں صاحبہ بال کھولے جھولے میں جھول رہی تھیں۔

"زری او زری۔" زرافشاں بے نیاز جھولے میں مگن تھی اور رضیہ بیگم اُسے پکار رہی تھیں۔

"زری..... مجھے پتا ہے تم ٹیرس میں بیٹھی ہوئی ہو نیچے آؤ فوراً۔" وہ جو موسم کا لطف لے رہی تھی ناگواری سے اٹھی اور سامنے لگے پلرز کے پاس آئی۔

"کیا ہے..... کیوں چلا رہی ہیں؟"

"تم سے کوئی کام وام تو ہوتا نہیں۔ بس ذرا کچن کا کام کیا کہہ دیا محترمہ تو بس اپنے آپ کو مظلوم قوم ہی سمجھنے لگتی ہیں۔" رضیہ بیگم نے ابرو اچکائے۔

"امی آپ بھی ناں......" ابھی میں کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ مجھے کسی کی ہنسی کی آواز آئی۔

"کیا ہوا..... اب کیا منہ میں کنکریاں ڈال بیٹھی ہو جو جواب نہیں دے رہیں؟"

"امی..... آپ ایسے تو......" ابھی جملہ مکمل ہی نہیں کیا کہ پھر سے لگا کوئی ہنس رہا ہے۔

"دفع، تجھے آج پتا نہیں کیا ہوگیا ہے۔ اب نیچے آؤ اور میری مدد کرو۔" رضیہ بیگم نے بھناتے ہوئے کہا اور اندر چلی گئیں۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ شاید میرا وہم ہوگا۔" زرافشاں نے اپنے ٹیرس کے ساتھ جڑے گھر کے ٹیرس میں جھانکا، اچھی طرح تسلی کر کے ہی وہ نیچے گئی۔

☆......☆......☆......☆

"تمہیں پتہ لگتا ہے کہ میں یہیں بیٹھا رہوں گا کہ محترمہ مجھے ڈھونڈیں گی اور میں دکھ جاؤں گا...... واہ جی واہ۔" اطہر سیٹی بجاتا کسی دھن میں مگن ہاتھ میں بائیک کی چابی گھماتے سیڑھیاں اترنے لگا۔

"آرام سے..... آرام سے۔ کسی دن ہڈیاں ہی نہ تڑوا بیٹھو۔"

"کیسی ماں ہیں آپ؟ لوگ اپنی اولاد کو دعا دیتے ہیں خاص کر بیٹوں کو اور یہاں تو الٹا یہ کہا جا رہا ہے؟" اطہر نے ہنکارتے ہوئے کہا۔

"تو میرے پیارے لاڈلے سے بچے صاحب اور کیا کہوں؟ جس قدر تیز رفتاری سے سیڑھیاں اتر رہے ہوتے ہو ناں بس میرا دل ہی جانتا ہے کس قدر ہول اٹھ رہے ہوتے ہیں۔" اطہر کی امی سیمہ نے دل تھام کر بلند

آواز میں ہاتھ لہراتے ہوئے کہا۔
"اچھا..... اچھا ٹھیک ہے۔ آپ دعائیں کریں گی تو مجھے کچھ نہیں ہوگا پھر۔"
"میں تو ہر وقت ہی اپنے بیٹے کے لیے دعائیں کرتی ہوں۔ ابھی تو چھٹیوں میں آئے ہو گھر میں بھی ٹک جایا کرو کچھ وقت اور یہ اس وقت کہاں جارہے ہو؟" سیمہ نے جوگرز پہنتے اطہر سے پوچھا۔
"میں پارک میں جارہا ہوں۔ اب جوگرز پہن کر کسی شادی میں تو جانے سے رہا۔" اطہر نے منہ بسورا۔
"تمہیں شادی میں جانے کا شوق تھا تو بیٹا پھر کیوں فوج میں گئے؟" ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے سیمہ نے اپنے جوان بیٹے کو دیکھا جو فوج میں تھا اور آج کل چھٹیوں پہ آیا ہوا تھا۔
"آپ کو کیا پتا اماں حضور۔ آج کل لڑکیوں کے بھی نخرے ہوگئے ہیں۔" شرارتی انداز میں اطہر نے آنکھ مٹکائی۔
"غضب خدا کا..... کیا بول رہے ہو؟" سیمہ نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔
"تو اِس میں غلط کیا ہے..... اب یہ بتادیں جیسے پہلے لڑکوں کو شوق ہوتا تھا کہ وہ فوج میں جائیں گے اپنے ملک کی خدمت کرنے کے لیے اب لڑکیوں کو بھی شوق ہوتا ہے کہ اُن کے شریکِ حیات فوجی ہوں۔"
"ارے ہٹو پرے۔ یہ لڑکیوں کے بھی نرالے ہی شوق ہیں۔ یہاں فوجی گھر پہ تو رہتا ہی نہیں کہ بیوی کی فرمائشیں پوری کرے اور باتیں سن لو بس۔" اطہر نے اس بات پہ ایک بلند قہقہہ لگایا۔
"اب کیا منہ پھاڑ کر ہنس رہے ہو نالائق؟"
"اماں حضور..... میں یہ سوچ رہا ہوں کل کلاں کو میری بیوی آئے گی تو آپ اُس کا کیا حشر کریں گی؟" اطہر نے اُن سے لپٹ کر کہا۔
"وہی کروں گی حشر جو ہماری ساس مرحومہ نے ہمارا کیا تھا اور کیا۔" سیمہ کے لہجے میں کڑواہٹ واضح تھی۔
سیمہ جب شادی کرکے آئی تھیں تو اُن کی ساس ہر معاملے میں دخل دیتی تھیں۔ مثال کے طور پر کہیں گھومنے بھی جانا ہو تو ساتھ ہوتی تھیں۔ ساس کی خدمت کرکے بھی شاباشی نہ ملنا جو ساسوں کا کام ہوتا تھا سیمہ نے پوری زندگی ساس کے ایسے ستم کے ساتھ ہی گزاری تھی اور جہاں بات خود کی بہو کی آئی تو ایک ساس ویسی ہی ساس کو روپ دھارتی ہے جیسا وہ اپنی ساس کا دیکھ چکی ہوتی ہے البتہ کچھ ساسیں اچھی بھی نکل آتی ہیں بہرحال یہ ایک الگ ہی بحث ہے ناں کیوں؟"
"توبہ..... توبہ پھر تو لڑکیاں صحیح ہیں آج کل کی جو پہلے ہی ڈیمانڈ رکھ دیتی ہیں کہ ہمیں ساس کے ساتھ نہیں رہنا وہ تو سانس بھی نہیں لینے دیتیں۔" اطہر کی بات سن کر سیمہ نے بھنویں سکیڑیں۔
"تو پٹ جائے گا میرے ہاتھوں اچھا۔ نکل جا جہاں جانا ہے تجھے۔"
"سوچ لیں اماں حضور۔ کیا پتا آپ کا یہ خوب صورت وجاہت سے بھرپور بیٹا کسی لڑکی کے چکر میں نہ باہر جارہا ہو۔" اطہر اٹھ کر دروازے پہ پہنچا اور مڑ کر سیمہ کو چھیڑا۔
"واہ..... واہ میں صدقے میں واری۔ بیٹا ایسا کچھ بھی ہوا ناں وہ لڑکی میرے گھر میں تو کم از کم قدم نہیں رکھے گی ابھی سے بتارہی ہوں۔" انگلی اٹھا کر سیمہ نے اطہر کو تنبیہہ کی اور اطہر ہنستا ہوا گھر سے باہر چلا گیا۔

☆......☆......☆

"جس دن مجھے یہ پتا چل جائے کہ ہم لڑکیوں پہ یہ ستم کیوں ہوتا ہے میں نے قسم سے یہ سب کام مردوں سے ہی کروانے ہیں خاص کر یہ والا کام۔" سوں سوں کرتی زرافشاں نے غصے سے چھری پیاز پہ ماری اور اپنی امی کو دیکھا۔
"کیسی ماں ہیں آپ؟ آپ کی بیٹی یہاں آنسو بہارہی ہے اور آپ کو کوئی فکر ہی نہیں۔" منہ بناتے آنسو دکھاتے ہوئے زرافشاں نے رضیہ سے کہا۔
"مگر مچھ کے آنسو تو سنا اور پڑھا تھا آج تم نے فقط پیاز چھیل کر دکھا بھی دیے۔"

"کیا...... کیا...... کہا؟ یہ مگر مچھ کے آنسو ہیں؟ یہ تو ان پیازوں کا پیار ہے جو میری آنکھوں سے چھلک رہا ہے۔" مارے باندھے زرافشاں نے پیاز کاٹنا شروع کی۔

"چلو کوئی تو ہے جو تم پہ پیار برسا رہا ہے اپنا۔" رضیہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ میری ماں ہیں؟ واہ ویسے ایک طرف میری کتنی فکر ہے کہ ایسا گھر ملے جہاں کام وام بھی کرنے کو نہ ملے اور دوسری طرف ایسا ظلم ڈھایا ہوا ہے مجھ پہ کہ جس کی حد نہیں۔" پیاز کاٹنے کے بعد ہانڈی میں جس میں تیل گرم ہو رہا تھا پیاز ڈالی تھی۔

"ہاں تو بے شک نوکر چاکر ہوں لیکن لڑکی کو کام آنا چاہیے۔"

"تو ایسے کام کیوں بھئی جس سے شدید تشدد کیا جا رہا ہو جیسے یہ پیاز والا کام؟"

"ہاں تو اور یہ کام کون کرے گا؟"

"امی...... اگر نوکر چاکر کا ایسا ہی تھا تو آپ نے گھر میں نوکر کیوں نہیں رکھا؟ سارا کام تو خود کرتی ہیں۔" زرافشاں کی بات پر رضیہ بیگم نے گھورا۔

"ہاں...... ہاں مجھے بھی شوق تھا نوکر ہوں لیکن ہماری ساس اور سسر کو تو بس یہی تھا کہ بہو آئے اور وہی کام کرے۔ نوکر کے ہاتھ کے پکے کھانے میں مزہ جو نہیں آتا تھا انہیں۔"

"ارے تو امی...... یہاں تو آپ کے ساس سسر نہیں ناں پھر کیوں نوکر نہیں رکھا؟ مجھے نوکرانی کیوں بنا رکھا ہے؟" ناک بھوں چڑھاتے ہوئے زرافشاں نے رضیہ کو دیکھا۔

"تاکہ کل کو اگر تم نوکروالے گھر بھی جاؤ تو کم از کم ان کے کام سے کوئی نقص نکالو تو پھوہڑ پن نہ دکھے اور پھر چھوٹا موٹا کام ہر لڑکی کو آنا چاہیے سمجھیں؟" زرافشاں نے سر ہلا کر جیسے اکتفا کیا۔

"ویسے امی۔ سب سے آسان کام ناں یہ روٹی پکانا ہے۔" اب وہ مسالے سارے نکال کر دے رہی تھیں۔

"کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے تمہیں گول روٹی پکانی آتی ہے ناں؟"

"کیا ہے امی؟ کبھی تو کسی بات پہ میری تعریف کر دیا کریں۔" زرافشاں نے روہانسی ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا تعریف کروں؟ ابھی تو کچھ ایسا ہے ہی نہیں جو تعریف کروں۔ البتہ جب رشتے والے آئیں گے بھی جھوٹی تعریف کرنی پڑتی ہے۔"

"تبھی تو......"

"تبھی تو کیا ہاں؟" رضیہ نے گھورا۔

"تبھی تو آپ کے مطلب کا رشتہ نہیں آتا کہ پول نہ کھل جائے آپ کی بیٹی کی یا پھر دینی لوگ ہیں وہ کیا سوچیں گے کہ اس عمر میں بھی دیکھو رضیہ بیگم جھوٹ بولتی ہے۔ توبہ توبہ۔"

"اللہ معاف کرے۔ کیسی بیٹی سے واسطہ پڑا ہے میرا بھی۔ جسے کوئی شرم ولحاظ ہی نہیں۔" زرافشاں اب ہونٹ دبا کر ہنسی۔

"اب کھڑی میرا منہ کیا تک رہی ہو؟ سالن کو دیکھو میں جا رہی ہوں نماز پڑھنے۔"

"اچھا ذرا میرے لیے بھی پڑھ لیجئے گا میرا مطلب میری جانب سے۔" رضیہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں۔

"ہائے سوچو تو...... میری شادی کے بعد میرے وہ جب میرے لیے پیاز کاٹ رہے ہوں۔ اُف اور میں اُن کے آنسو پونچھوں۔" زرافشاں خیالی پلاؤ پکانے میں مگن ہوگئی۔

"آپی...... او آپی۔" زرافشان کو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔

"آپی...... امی پوچھ رہی ہیں کھانے کا۔" زرافشاں کا چھوٹا بھائی اُسے پکار رہا تھا لیکن خود وہ میڈم تو کسی اور جہان میں پہنچی ہوئی تھیں۔

"ہائے میں مر گئی۔ کیا ہوا...... اتنی زور سے کیوں چلا رہے تھے تم؟"

"کیا ہوگیا؟ علی اتنی زور سے کیوں چلائے؟" رضیہ بیگم بھی کچن میں آن پہنچی اور دونوں کو دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"آپی کو کب سے بلا رہا تھا لیکن وہ جواب ہی نہیں دے رہی تھیں تو اونچی آواز میں بلانا پڑا کیا کرتا؟" علی رضیہ بیگم کے پاس بھاگتا ہوا گیا اور تیز سانس لیتے ہوئے بولا۔

"جھوٹا کہیں کا...... کوئی نہیں امی۔ اس نے مجھے بلایا ہی نہیں بس چلایا اتنی زور سے۔" زرافشاں نے بھی ہڑبڑا کر کہا۔

"نہیں...... آپی جھوٹ بول رہی ہیں۔" زرافشاں نے غصے سے گھورا اور آنکھیں دکھائیں۔

"کیا کروں میں تمہارا نالائق...... اور یہ مہک کیسی آرہی ہے؟ ذرا سالن تو دیکھو کہیں جل تو نہیں گیا۔" رضیہ بیگم کے کہنے کی دیر ہی تھی کہ فوراً وہ مڑی اور بے دھیانی میں ہانڈی کا ڈھکن اٹھایا۔

"میرا ہاتھ۔" ایک دم سے ڈھکن نیچے گرا۔

"ستیاناس۔ کب بڑی ہوگی تم؟ علی جاؤ تم یہاں سے۔" علی کو کچن سے بھگایا اور خود زرافشاں کے پاس آئیں۔ سالن کی آنچ بند کی۔

"سالن دیکھنے کو کہا تھا ہاتھ جلانے کو نہیں۔"

"سوری امی۔" زرافشاں ممنائی۔

"تمہاری عمر کی لڑکیوں کی تو اب شادیاں کیا بچے بھی ہوگئے ہیں اور ایک تم ہو کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کرسکتیں۔" رضیہ بیگم نے مرہم لگاتے ہوئے ڈپٹا۔

"ایک منٹ...... میرے ان کاموں سے میری شادی کیا لینا دینا؟"

"چپ کرو ماں سے زبان لڑاتی ہو؟"

"تو اور کس سے لڑاؤں؟ اب ساس تو فی الحال ہے نہیں میری۔"

"توبہ...... توبہ۔ بہت شوق ہو رہا ہے ساس کے پاس جانے کا؟" زرافشاں ہنسی۔

"شوق مجھے نہیں آپ کو ہو رہا ہے میری شادی کرنے کا۔"

"اچھا بس بس۔ جاؤ کمرے میں...... میں خود ہی کھانے کا دیکھ لیتی ہوں۔"

"یا ہو...... یہ ہوئی ناں خالص امیوں والی بات۔ میں آزاد۔"

"ہٹ بدمعاش۔" خوشی میں وہ جھومتی ناچتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اُس کی واحد جائے پناہ اُس کا ٹیرس تھا۔ چھوٹا سا لیکن اُس کی ہی پراپرٹی تھا وہ۔ نیچے کے پورشن میں کچن، ڈرائنگ روم لاؤنج اور ایک روم تھا باقی تین کمرے اور چھوٹا سا لاؤنج اوپر تھا۔ ٹیرس والا کمرہ زرافشاں کو ملا تھا۔

☆......☆......☆......☆

"کماں...... میں گھر آ گیا ہوں۔" اطہر تھکا ہارا گھر آیا اور سیمہ کو آواز دی۔

"ہاں...... ہاں پتا چل گیا ہے۔ فریش ہو جاؤ میں کھانا لگا دیتی ہوں۔" وہیں کچن سے جواب دیا۔

"اوکے موم۔"

"ہم انگریز کا پتر ہونہہ......" سیمہ نے منہ بسورہ اور کھانا لگانے لگی۔ اطہر کے ابو بھی عشاء پڑھ کر آ چکے تھے۔

"السلام علیکم ابو۔ کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"الحمدللہ میں ٹھیک برخوردار۔ تم سناؤ۔ تمہارا کیا حال ہیں فوجی؟" شہزاد صاحب نے مسکراتے ہوئے بیٹے کا حال پوچھا۔

"آپ کے برخودار جب سے آئے ہیں گھر پہ تو ٹک ہی نہیں رہے۔ روز باہر چلے جاتے ہیں۔" سیمہ نے کھانے کے برتن میز پر رکھتے ہوئے شکوہ کیا۔

"تو بھئی اب رہ کر بھی کیا کرے بچہ؟ اب یہ تم عورتوں کی طرح ہر وقت ٹی وی اور ڈرامے وغیرہ تو دیکھنے سے رہا۔ کیوں ٹھیک کہا ناں؟" دونوں باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا۔

"صحیح بات ہے۔ ماں اپنے بیٹے کی فکر میں گھل رہی ہوتی ہے۔ لیکن بیٹے صاحب کو دو پل کی بھی فرصت نہیں کہ پاس بیٹھ جائیں۔" سیمہ نے ناراضگی سے کہا۔

"تو بھئی ایک کام کرو بیٹے کے لیے رشتہ ڈھونڈنا شروع کر دو۔ پھر دیکھنا یہ کیسے گھر میں بیٹھا رہے گا۔" باپ کی بات سن کر اطہر کو کھانسی آ گئی۔

"ارے...... ارے۔ آرام سے کھاؤ۔ لو پانی پیو۔"

"کیوں برخوردار۔ کیا کہتے ہو؟" اطہر جھینپ گیا۔

"ہائے میرا بچہ۔ دیکھو تو کیسے شرما گیا۔" سیمہ نے بلائیں لینا شروع کر دیں۔

"تو بس زوجہ بیگم کس کا انتظار ہے۔ لگ جاؤ مشن پہ۔"

"آپ لوگ آرام سے کھانا کھائیں، مجھے بھی کھانے دیں۔ مہربانی کر کے۔" اطہر نے سنجیدگی سے کہا تو دونوں نے چپ سادھ لی۔

"ویسے تمہاری کوئی پسند ہو تو بتانا ضرور۔ تمہاری ماں اِس بات کا ضرور خیال رکھے گی۔" تھوڑی دیر بعد شہزاد صاحب نے پھر سے بات چھیڑی۔

"ابو...... کم از کم ابھی تو کھانا کھانے دیں۔ اِس حوالے سے بات بعد میں بھی تو ہو سکتی ہے ناں؟" اطہر نے نظریں پلیٹ پہ ہی جمائی رکھیں۔

"اچھا چلو۔ کھانا کھالو۔" سیمہ نے بھی چڑ کر کہا۔

☆......☆......☆......☆

کھانا کھا کر اطہر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ یہ لوگ جس کالونی میں رہتے تھے وہاں سب کے ایک جیسے مکان تھے۔ اطہر چہل قدمی کے ارادے سے ٹیرس کی جانب آیا تو رضیہ بیگم کی آواز گونجی۔

"کھانا لے کر آئی ہوں تمہارے لیے کھا لینا۔"

"جی۔" ہلکی سی آواز میں زرافشاں نے جواب دیا۔ وہ اِس وقت آسمان پر چمکتے ستاروں کو دیکھنے میں مصروف تھی۔

"درد کیسا ہے اب؟"

"اب ٹھیک ہے۔" زرافشاں بنا رضیہ کو دیکھے جواب دے رہی تھی۔

"یہ آسمان کو جواب دے رہی ہو یا مجھے؟" رضیہ بیگم نے تھوڑا اونچی آواز میں کہا۔

"مجھے آسمان اس وقت اچھا لگ رہا ہے اور جواب آپ کی بات کا ہی تو دے رہی ہوں۔"

"پتا نہیں تمہارا کیا ہوگا لڑکی؟" رضیہ بیگم وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"کیوں بھئی...... میرا کیا ہونا ہے؟" حیرانگی سے زرافشاں گویا ہوئی۔

"کل کو شادی ہوگی تو ساس کو بھی ایسے ہی جواب دوگی...... اور ساس سے یونہی خدمتیں کراؤ گی؟" یہ بات سنتے ہی اطہر کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کمال کی ماں ہیں آپ بھی۔ جب میں شادی کی بات کروں تو زمانے بھر کی شرم مجھے دلا دیتی ہیں اور خود جب دل کرے شادی کی بات لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔"

"اچھا...... اچھا بس۔ تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے کھا لینا۔ میں چلتی ہوں۔" رضیہ بیگم نے آنکھیں اور ٹرے کی جانب اشارہ کیا۔

"کھالوں گی۔" منہ دوسری جانب پھیر کر جواب دیا۔

اطہر نے چہل قدمی شروع کی اور ہر تھوڑی دیر بعد اچک اچک کر زرافشاں کو دیکھنے لگتا۔ وہ بے خبر آسمان کو تک رہی تھی جہاں چاند کے ارد گرد بے شمار ستارے منڈلا رہے تھے۔ اپنے ہاتھ کو سہلاتی ہوئی وہ جھولے سے سامنے رکھی چیئر پہ آ بیٹھی اور کھانا کھانا شروع کر دیا۔

"مجھے بھی یہی لڑکی پسند آنی تھی؟" وہ پلر کے ایک جانب کھڑا اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سامنے بیٹھی زرافشاں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دل ایک دم ہی اس لڑکی کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ اطہر نے گہری سانس لی اور واپس اندر چلا گیا۔

اس کی صورت آنکھوں میں گھومتی رہی اور اطہر ساری رات کروٹ ہی بدلتا رہا۔ رات کے کس پہر اُس کی آنکھ لگی اُسے پتا ہی نہ چلا۔ جس وقت آنکھ کھلی دوپہر ہو رہی تھی۔ وہ آنکھیں مسلتا ہوا بغیر منہ ہاتھ دھوئے تیزی سے سڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آیا۔

"آرام سے بیٹا۔ کتنی دفعہ کہوں؟" سیمہ نے ڈپٹا۔

"اوہ تو یہ ہے آپ کا وہ بیٹا جو فوج میں ہے؟" اطہر جو ویسے ہی بے ڈھنگے حلیے میں تھا اپنے سامنے ماں کے علاوہ کسی اور کو پا کر ایک لمحے کو چونکا۔

"جی...... جی وہ آج پتا نہیں کیوں یہ دیر سے جاگا اور ایسے ہی نیچے آ گیا ورنہ ہمیشہ فریش اور اچھے حلیے ہی رہتا ہے۔" سیمہ نے ہاتھ مسلے اور نظریں چرا کر اپنے چشم و چراغ کو گھورا۔

"ارے کوئی بات نہیں مسز شہزاد...... اب لڑکے تو ہوتے ہی ایسے ہیں۔ اگر یہ سب لڑکیاں کریں تو اچھا نہیں لگتا۔"

"کیوں اچھا نہیں لگتا' کیا لڑکیاں انسان نہیں ہوتیں؟ ان کا بھی دل کرتا ہوگا کہ کبھی وہ بھی دیر سے سوئیں' دیر سے جاگیں' گھر کا کام نہ کریں۔ کیوں اماں حضور۔" وہ بنا تمہید باندھے دونوں خواتین کے درمیان بیٹھ گیا۔ گوکہ یہ اس کے مزاج کے خلاف تھا لیکن نجانے کیوں وہ یہ حرکت کر گیا تھا۔ جب کہ اس کی یہ حرکت پر سیمہ نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"ہاں...... ہاں' کیوں نہیں بھئی میرا تو ایک ہی بیٹا ہے' میں اپنی بہو پر ہی ایسے ارمان نکالوں گی ناں جو بالکل بیٹی کی طرح رہے میرے پاس۔"

"واہ...... یہ تو اچھی بات ہے لیکن سچ کہوں مسز شہزاد۔ ساس بن کر سب بھول جاتے ہیں کہ بہو بھی کسی کی بیٹی ہوتی ہے اور بس زمانے بھر کا ظلم شروع ہو جاتا ہے۔" اُس خاتون نے کہا تو اطہر نے فوراً تائید کی۔

"بے فکر رہیں آنٹی۔ یہاں آپ کو یہ مثال بھی ملے گی۔ کیوں کہ بہر حال میری ماں بھی کسی کی بہو تھی تو ظاہر ہے اپنی بہو کے ساتھ بھی وہی رویہ اختیار کرے گی ناں۔" وہ جو دونوں خواتین چائے پی رہی تھیں ایک دم گڑبڑا گئیں۔

"لاحول ولاقوۃ۔ کیوں اپنی ماں کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہو؟" سیمہ نے دانت پیس کر کہا۔

"ارے کمال کرتی ہیں آپ بھی اماں حضور۔ ابھی کچھ

دن پہلے ہی تو آپ نے یہی عرض کیا تھا مجھ سے..... یاد کریں یاد کریں۔'' اطہر نے اپنے دانت دکھائے اور سیمہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کہیں سے موٹا ڈنڈا ہاتھ لگے اور اطہر کی دھنائی شروع کردیں۔ کاش یہ کام وہ پہلے کردیتی تو آج یہ نوبت نہ آتی۔

''میں نے کب کہا تھا ایسا؟ پلیز میرے بیٹے کی باتوں کو سنجیدگی سے مت لیجیے گا۔ اِسے مذاق کرنے کی عادت ہے۔''

''جی جی آنٹی۔ میں بس ایسے ہی۔ اچھا ویسے تعارف تو کروائیں۔'' امی کو تنگ کرنے میں اسے بے حد مزہ آرہا تھا۔

''ہاں..... یہ رضوانہ ہیں۔ رشتے کرواتی ہیں۔ تمہارے لیے بات کررہی تھی اچھا ہوا انہوں نے تمہیں بھی دیکھ لیا اور تمہاری حرکتوں کو بھی اب صحیح رشتہ لے کر آئیں گی۔'' سیمہ نے کہا تو رضوانہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''ارے بالکل بے فکر رہئے گا۔ رشی ہے ناں پھر یوں دیکھئے گا رشتوں کی لائن لگا دیتی ہے۔'' رضوانہ نے چٹکی بجائی اور فرضی کالر جھاڑے۔

''مجھے لائن ہی تو نہیں لگوانی ناں۔'' اطہر نے سر کھجایا اور دھیمی آواز میں بڑبڑایا۔

''کچھ کہا اطہر تم نے؟''

''جی..... نہیں تو اماں۔ اچھا میں فریش ہونے جارہا۔ آپ دونوں خواتین جی بھر کے محلے والوں کی برائیاں کریں۔ اللہ حافظ۔'' اطہر مسکراتے ہوئے اٹھا اور پھر سے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ گیا۔

''آپ کا بیٹا تو ماشاء اللہ بڑا ہی ہنس مکھ ہے۔'' رضوانہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''ارے اتنی جلدی! ابھی تو آئی تھیں۔'' سیمہ نے جیسے گہری سانس لی جو لگ رہا تھا خوشی میں لی ہو۔

''ہاں وہ ابھی برابر والے گھر میں بھی تو جانا ہے ناں۔''

''اچھا..... میری زیادہ جان پہچان نہیں کسی سے۔ یہاں آئے ہوئے کچھ ہی مہینے تو ہوئے ہیں۔ یہ تو تم ہو جو ہر گھر میں چکر لگاتی ہو ورنہ میں کہاں نکلتی پھروں۔''

''ارے تو برابر والی مسز گل سے مل لیا کریں گھڑی دو گھڑی کے لیے وقت نکال لیں۔ وہ بہت اچھی ہیں۔ وہ بھی اپنی بیٹی کے لیے رشتہ ڈھونڈ رہی ہیں۔'' رضوانہ نے فوراً اپنے مطلب کی بات سامنے رکھ دی۔

''اچھا..... اچھا۔ چلو اللہ اُس کا نصیب اچھا کرے اور جلد ہی کوئی اچھا سا لڑکا مل جائے' آمین۔''

''جی آمین۔ چلیں میں چلتی ہوں۔ اللہ حافظ۔'' سیمہ اسے دروازے تک الوداع کہنے آئی تھی جب کہ رشی کچھ سوچ کر زرافشاں کے گھر آ گئی۔

''ارے رشی آنٹی کیسی ہیں آپ؟'' اوپر ٹیرس پر کھڑی زرافشاں نے دروازے پر کھڑی رشی کو دیکھا اور حال چال پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں تم سناؤ؟ آؤ ذرا دروازہ ہی کھول دو نیچے۔'' رضوانہ نے کہا تو اثبات میں سر ہلاتی زرافشاں نیچے آ گئی۔ سیمہ بغور اُس لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔

''مسز شہزاد یہ زرافشاں ہے۔ میں نے بتایا تھا ناں ابھی آپ کو۔''

''اوہ..... ہاں اچھا اچھا..... یہ ہے؟'' مسکراتے ہوئے سیمہ نے کہا۔

''کیا رشی آنٹی۔ میرا ان کے کسی بیٹے سے رشتے کی بات چلا رہی ہیں یا سوچ رہی ہیں۔'' آواز ہلکی ہی سہی لیکن اتنی واضح تھی کہ سیمہ نے بھی سن لی۔

''ارے..... تم بھی ناں زرافشاں۔ پتا نہیں کیا کیا سوچ لیتی ہو۔ یہ آج کل کی لڑکیاں بھی ناں۔'' رضوانہ نے ہنستے ہوئے کہا اور سیمہ کو دیکھا۔

''کیوں کیا ہو گیا آج کل کی لڑکیوں کو؟ بھئی اگر شادی کی بات کہہ سکتے ہیں گھر والے تو خود لڑکی نے پوچھ لیا تو کون سی قیامت آ گئی؟''

''اوہو چپ کرو لڑکی۔'' رضوانہ نے اُسے گھورا۔

''کوئی نہیں بیٹا۔ اچھا ہے مل کر اچھا لگا۔ پھر ملاقات

ہوگی۔تم سے بھی رشی۔''
''جی...... جی مسز شہزاد۔ پھر ملتے ہیں۔'' زرافشاں کے ساتھ رضوانہ اندر آئی اور سیمہ بھی کانوں کو ہاتھ لگاتی اندر چلی گئی۔
''توبہ...... توبہ یہ آج کل کی لڑکیاں۔ اتنی تیز' کوئی شرم ولحاظ ہی نہیں۔'' وہ اندر آ کر صوفہ پہ بیٹھ گئیں اور زرافشاں کے بارے میں سوچنے لگیں جب ہی اطہر ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔
''اماں حضور...... یہ جو محترمہ تشریف لائی تھیں یہ کیا واقعی رشتے کرواتیں؟''
''نامعقول' تجھے شرم نہیں آئی یوں سر جھاڑ منہ پھاڑ آ کر بیٹھ گئے ہمارے بیچ؟'' سیمہ کو ایک دم یاد آیا تو تیز لہجے میں کہا۔
''ہاں تو اب مجھے کیا پتا تھا کہ دن دیہاڑے میرے گھر میں میری والدہ کے علاوہ بھی کوئی خاتون موجود ہوں گی اور میں تو بس ایسے ہی مذاق کر رہا تھا اُن سے۔''
''سوچتی ہوگی وہ تمہارے بارے میں کہیں رشتے کی بات کرے گی تو کیا کہے گی۔'' سیمہ نے سر تھام لیا۔
''اوہو...... کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ وہ لوگ خوش ہوجائیں گے کہ دیکھو ایسا فوجی اور ہر دم مذاق مستی کرنے والا بندہ کہاں ملے گا؟'' اطہر نے سیمہ کو گلے لگایا۔

☆......☆......☆......☆

''میں سچ کہہ رہی ہوں رضیہ۔ برابر والی مسز شہزاد کو اپنے بیٹے کے لیے اچھی پڑھی لکھی لڑکی چاہیے اور میں نے آپ کی بیٹی کا ذکر بھی کیا ہے بلکہ وہ ابھی دیکھ بھی چکی ہے اپنی زری کو۔'' رضوانہ کو سیمہ کے بارے میں تفصیل سے بتا کر اب اصل موضوع کی طرف آئی تھیں۔ مسز گل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی تمام معاملات طے کردیں۔
''اچھا انہوں نے میری بیٹی کو دیکھ بھی لیا۔ پھر ان سے ضرور پوچھنا کہ کیسی لگی اور اُن کا بیٹا کیسا ہے؟''
''میں نے دیکھا ہے اچھا ہے۔ لمبا چوڑا ہے دیکھنے میں بھی اچھا ہے بچی۔'' رضوانہ نے آنکھیں میچ کر بتایا'

جب کہ اس کی ساری باتیں پوشیدہ ہی رکھی تھیں۔
''خود مسز شہزاد کیسی ہیں؟ بھئی میں ابھی سے بتا رہی ہوں مجھے ایسی ساس نہیں چاہیے جو میری بیٹی کو بلاوجہ ٹوکے اور اُن کے گھر میں کوئی نوکر ہے؟'' رضوانہ بیگم نے ہاتھ نچا کر صاف بات کی۔
''خود کی بیٹی کو دیکھا ہے؟ کھانا پکانا آتا نہیں اور بات کرنے میں تو ایسی فراٹے باز ہے کہ بس......'' رضوانہ نے دل میں سوچا۔
''نوکر تو نہیں ہے البتہ وہ لوگ اچھے ہیں اور یہاں نئے ہیں غالباً آپ کی بھی اُن سے علیک سلیک نہیں ہوئی ناں۔''
''اچھا...... ٹھیک ہے مل لیں گے کسی دن۔'' گہرا سانس لیتے ہوئے رضیہ بیگم نے کہا۔
''لیکن آپ بھی تو زری کو کچھ سکھادیں ناں۔'' ڈرتے ڈرتے رضوانہ نے کہا۔
''ارے تو تھوڑا بہت تو آتا ہے ناں۔ آگے بھی سیکھ لے گی اور ویسے بھی جہاں نوکر ہوتے ہیں وہاں کام کی کیا ضرورت میری بیٹی کو؟'' رضیہ بیگم نے بالکل دوستانہ انداز میں رضوانہ کو کہا تو وہ بھی جبراً مسکرا کر فقط سر ہلاتی رہ گئیں اور الوداعی کلمات کہہ کر رضیہ بیگم کے ساتھ وہاں سے باہر نکل آئیں۔
رضیہ بیگم نے انہیں دروازے تک چھوڑا اور باہر جھانک کر دیکھا کہ کہیں سے برابر والے گھر کا فوجی بیٹا انہیں بھی دکھ جائے۔
''امی...... رشی آنٹی چلی گئی تو آپ کیوں باہر کھڑی ہیں؟ اندر آجائیں ناں۔'' وہ جو اوپر ٹیرس پہ کھڑی ہوا خوری کر رہی تھی نیچے کھڑی رضیہ کو دیکھا تو چلا کر بولی۔
''آرام سے بول...... گلے میں کیا لاؤڈ اسپیکر فٹ کر رکھا ہے۔ اتنی زور سے بولتی ہو کہ دل ہی اچھل کر حلق میں آجاتا ہے۔'' دروازہ بند کیا اور وہیں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔
''آپ کا دل تو واقعی بہت کمال کا ہے بھئی۔ ہر بات پہ

اچھل کر حلق میں آجاتا ہے اور ایک ہمارا دل ہے وہیں کا وہیں رہتا ہے۔" وہ جو گرمی میں بھی کالی کرتی اور جینز پہن کر غضب ڈھا رہی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ اطہر نیچے کھڑا اُسے دیکھ رہا ہے۔ وہ دونوں ہاتھ کمر میں رکھے مسکراتے ہوئے اُس دوشیزہ کو دیکھ رہا تھا۔

"چپ کر اور یہ بتا اوپر کیا کر رہی ہے؟ نیچے آ اور برتن اٹھا کچن سمیت۔"

"ہاں میرا بس یہی کام رہ گیا ہے ناں وہ رشی آنٹی آتی ہیں سب کھا پی کے چلی جاتی ہیں اور میں خالی پلیٹیں دیکھ کر دل جلا جلا کر بس دھوتی رہوں۔"

"نہیں تو اور کیا کرنا ہے؟ بھوکی نہ ہو تو۔" رضیہ بیگم نے چلا کر کہا۔

"کہاں سے آپ ماڈرن ماں لگتی ہیں ہماری؟ ہر کام تو ہم سے کرواتی ہیں خاص کر وہ پیاز کاٹنے والا سب سے گندہ کام۔ کہاں سے ماڈرن ہیں آج مجھے یہ بتا دیں آپ۔" زرافشاں نے جس قدر معصومیت اور مسکین چہرہ بنا کر کہا اطہر کا بس نہیں چل رہا تھا ایک زوردار قہقہہ لگائے۔

"اوئے کے کنٹرول کر خود کو۔" اطہر نے دل میں کہا۔

"تم باز نہیں آؤ گی ناں۔" رضیہ بیگم نے اپنی چپل اتاری اور ہاتھ میں لے لی۔

"یہ دیکھو۔ یہ ظلم ہو رہا ہے اپنی اولاد پر وہ بھی لڑکی پر؟ نہ میں یہ پوچھوں ذرا کہ کون سا میرے گھر میں نوکر ہیں جو آپ میرے کسی ہوتے سوتے سسرال میں نوکر دیکھ رہی ہیں؟"

"تمہاری تو ابھی میں پٹائی لگاتی ہوں...... آتی ہوں اوپر۔" رضیہ بیگم نے دانت پیسے اور زرافشاں اچھل پڑی اور سرپٹ بھاگی اور جا کر کمرے کا دروازہ لاک کر لیا۔ اطہر وہیں کھڑا ان کی ڈائیلاگ بازی سن کر دوہرا ہوئے جا رہا تھا۔ رضیہ بیگم تیزی سے چلتی ہوئی اوپر آئیں اور زرافشاں کے کمرے کا دروازہ زور زور سے پیٹنے لگیں۔

خود زرافشاں میڈم مزے سے موبائل پہ ہینڈ فری لگا کر گانوں سے لطف اندوز ہونے لگی۔ بیڈ پر لیٹی اپنے پیروں کو ایک دوسرے پہ رکھے جھلا رہی تھی۔

"نالائق اولاد...... یہ خوب ہے لاک تو لاک بندہ کنڈی بھی لگا دیتا کہ چابی سے کھولنا پڑے تب بھی نہ کھول سکے ہونہہ۔ آنے دو خود ہی جب نیچے آئے گی تو سیدھا کروں گی۔" رضیہ جھنجلاتی ہوئی نیچے آئیں اور محترمہ زرافشاں اپنے موبائل میں مگن رہی۔

☆......☆......☆......☆

"تمہاری چھٹیاں کب تک ہیں؟" رات کھانا پر شہزاد صاحب نے پوچھا۔

"ابھی تو بچہ آیا ہے اور آپ اُس سے جانے کا پوچھ رہے ہیں؟" سیمہ نے برا سا منہ بنایا۔

"ابو...... ابھی کچھ دن ہوں مزید۔ آپ کہیں۔" اطہر نے چاول پلیٹ میں نکالتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔ چلو تم آرام سے کھانا کھاؤ۔" شہزاد صاحب نے سیمہ کو دیکھا جو آنکھیں دکھا رہی تھی۔

"اور تم سناؤ بیگم۔ بہو ڈھونڈنے والا مشن کہاں تک پہنچا؟"

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں اپنے صاحب زادے سے پوچھیں۔" سیمہ نے ہنکارہ بھرا۔

"میں نے کیا کر دیا جو مجھ سے پوچھنا ہے؟" اطہر نے حیرانی سے اپنی ماں کو دیکھا۔

"دیکھیں...... دیکھیں ذرا اِسے۔ کتنی معصومیت سے پوچھ رہا ہے جیسے کچھ جانتا ہی نہ ہو۔" اطہر نے انہیں بغور دیکھا۔

"مجھے بتا دیں بھئی میں نے کیا کیا ہے؟ کھانے کے وقت یہ باتیں لے کر بیٹھ جاتے ہیں آپ لوگ۔ سکون سے کھانا تو کھانے دیا کریں۔"

"بس تم رہنے دو۔ یہی ایک وقت ہوتا ہے جب تمہارے ابو بھی ہوتے ہیں تو آرام سے بات چیت ہو جاتی ہے اُس وقت تم ایسے منہ بناتے ہو اور پھر اگلے دن شادی شادی کر رہے ہوتے ہو۔" سیمہ بھی کم کہاں تھیں

جواب دینے میں۔
"اف میرے اللہ..... "اطہر نے گہری سانس لی۔
"یہ میں کیا سن رہا ہوں برخودار؟"
"ابو..... میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ اب امی ہی کسی رشتے والی کو گھر لے آئیں اور میرا بغور معائنہ کروایا اور تفتیش بھی ہوئی تو کیا میرا حق نہیں بنتا کہ میں امی کو تنگ کروں؟"
"ہاں..... ہاں کرلو ماں کو تنگ۔ میں بھی ایسی بہو لاؤں گی جو بس میری ہی بات سنے۔" سیمہ نے ہنوز نظریں پلیٹ پہ جمائے رکھیں۔
"لائیں گی تو تب ناں جب میں بھی مانوں گا رشتے کے لیے۔" اطہر نے دھونس جماتے ہوئے کہا۔
"دیکھا..... دیکھا۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ کوئی لڑکی ہے۔ کون ہے وہ بتاؤ مجھے اب۔" سیمہ کی بات سن کر اطہر نے سر تھام لیا۔
"بھئی کہہ تو چکا ہوں کوئی نہیں ہے۔ کھانے کے وقت اس طرح کی باتیں نہیں کیا کریں بھئی ہر بات کا اپنا ایک وقت اور ماحول ہوتا ہے۔"
"ویسے زوجہ بیگم۔ برخوردار بات کہہ تو صحیح رہے ہیں۔"
"تمہارے لیے تو واقعی وہی لڑکی صحیح ہے تیز زبان والی لیکن افسوس مجھے وہ ایک آنکھ نہ بھائی۔" سیمہ نے دل میں سوچا۔
"ہاں آپ بس اس کی ہی سنیں میری تو کوئی بات سمجھنی ہی نہیں ہے ناں جیسے؟"
"بھئی اب اگر کوئی نہیں ہے تو زبردستی تو یہ بھی لانے سے رہا۔" شہزاد صاحب نے اطہر کا دفاع کیا۔
"ٹھیک ہے نہیں ہوگی کوئی لیکن جب میں شادی کی بات کررہی ہوں تو پوچھیں ذرا اس سے کہ یہ مان کیوں نہیں رہا" سیمہ کا لہجہ قدرے تیز ہوا۔
"میں نے کب کہا ایسا؟ خود ہی بات کررہی ہیں خود ہی الجھ رہی ہیں آپ۔" اطہر نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔
"اور ہاں جو کرنا ہو کریں مجھ سے پوچھیں نہیں اب۔" بےزاری سے گہری سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔
"کھانا تو کھالو یار۔"
"نہیں ابو اب بھوک نہیں۔" ڈرامائی انداز میں ہاتھ اٹھا کر اطہر نے کہا اور سیڑھیاں چڑھ گیا۔
"آپ بھی حد کرتی ہیں کبھی کبھار۔" شہزاد بھی اٹھے۔
"لو میں نے کیا کہا ایسا؟"
"کچھ نہیں آپ تو کچھ کہتی ہی نہیں اس بات کا ہی تو افسوس ہے۔" سیمہ نے منہ بسورا اور برتن سمیٹنے لگی۔ اطہر کمرے میں آیا اور بیڈ پر لیٹ گیا۔
بچوں کی طرح مچلنے کے بعد اُس نے تکیہ اٹھا اور اپنے منہ کے اوپر رکھا۔ تکیہ ہٹا کر ہلکی رفتار میں چلتے ہوئے پنکھے کو دیکھا اور کچھ سوچ کر وہ اٹھا اور ٹیرس تک آیا۔
"وہ ہوگی یا نہیں ہوگی۔" دل میں خیال آیا۔
"کوئی دیکھ تو نہیں رہا یہاں۔" مایوس ہو کر وہ واپس کمرے میں جانے کے لیے بڑھا ہی تھا کہ کسی کی آہٹ سنائی دی۔
"او ہیلو لڑکی۔" زرافشاں مگن جھومتی ہوئی گانا گا رہی تھی۔
"ارے چیخو تو نہیں یہاں دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں کیوں کان پھاڑنے میں لگی ہوئی ہو۔" زرافشاں تھوڑا اور آگے آئی اور اچانک سے آنکھیں کھولیں اور چیخی تو ساتھ میں اطہر بھی چلایا۔
"ک..... کون ہو تم؟"
"میرے خیال سے لڑکا ہوں اور تم لڑکی۔ مجھے نہ پوچھنے کی ضرورت ہے نہ تمہیں بتانے کی۔" اطہر دیوار کی اوٹ سے اپنا چہرہ اُس کی ٹیرس کی طرف کیے ہوئے تھا اب اطمینان سے جواب دیا۔
"شرم نہیں آتی؟ یوں کسی کے بھی ٹیرس میں جھانکنا خاص کر لڑکی کے۔" زرافشاں نے ہینڈ فری اتاری اور گھبراہٹ چہرے پہ واضح تھی وہ محظوظ ہوا۔
"نہیں مجھے بالکل بھی ش سے شرم نہیں آتی لیکن

تمہیں بھی نہیں آتی یہ بھی مجھے پتا ہے۔'' اطہر نے زبان چڑائی۔
''تم......''
''ہاں......میں کیا؟''
''بھئی میں نے ایسا کیا کردیا جو بے شرم کہہ رہے ہو؟ نہ جان نہ پہچان ایویں میں خوامخواہ۔'' زرافشاں نے دانت پیسے۔
''رات کے وقت جہاں لوگ سکون سے سونا چاہتے ہیں تم اپنی بے سری آواز میں اتنی اونچی آواز کے ساتھ گانے گاؤ گی تو کس کے کان سلامت رہیں گے؟''
''کیا......کیا......کہا......! میں بے سری؟ تم ہوگے بے سُرے۔''
''اجی ابھی تک آپ نے میری آواز سنی ہی کہاں ہے میں جب گاتا ہوں ناں تو لڑکیاں یوں فدا ہونے لگتی ہیں۔'' اطہر نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر زرافشاں تلملائی۔
''ویسے مجھے صبح اٹھ کر تمہارے گھر والوں سے شکایت کرنی پڑے گی۔'' ایک دم اُس نے چہرے پہ سنجیدگی طاری کی۔
''کیوں......شکایت کرنی پڑے گی؟'' زرافشاں نے تھوک نگلا۔
''تو اور کس سے کرنی ہے تمہاری شکایت؟ پڑوسیوں کے حقوق سے ناواقف لڑکی۔''
''اے لڑکے...... زیادہ بولا ناں تو یہیں سے ہی تمہارے بال کھینچ کر تمہیں نیچے گرادوں گی سمجھے۔'' اطہر تھوڑے فاصلے پر جا کر کھڑا ہوگیا زرافشاں کے ارادے واقعی خطرناک لگ رہے تھے۔
''دیکھا......ڈر گئے ناں۔ اب زیادہ بولا ناں تو میں ہی تمہارے گھر آجاؤں گی کل۔ بلکہ ابھی کہو تو ابھی آجاؤں اور پوچھوں کہ یہ لڑکا یہاں رات کو کیا کررہا ہے ہاں؟'' اب کی بار زرافشاں آگے بڑھی اور اطہر کی ٹیرس کی جانب منہ کیا تو اطہر ایک دم اُس کے منہ کے قریب ہوگیا۔
''تو آجاؤ ناں۔ کس نے منع کیا ہے۔'' شریری مسکراہٹ سجاتے ہوئے ہلکی آواز میں اطہر نے کہا تو زرافشاں ایک دم پیچھے ہوئی۔ ''ہاں تو کیا فرمارہی تھیں محترمہ آپ؟'' زیرلب مسکرا کر اطہر نے زرافشاں کو دیکھا۔
''دیکھ لوں گی میں تمہیں کسی دن صحیح سے۔ ابھی میرا موڈ اچھا نہیں ورنہ......''
''ورنہ کیا؟ کیا؟ بتاؤ بتاؤ۔'' خونخوار نظروں سے زرافشاں نے اطہر کو دیکھا اور غراتے ہوئے کہا۔
''دفع ہو۔'' اور پیر پٹختی ہوئی واپس اپنے کمرے کی طرف آ گئی۔
''ہائے آج کی یہ حسین ملاقات اور ہماری رومانٹک گفتگو یاد رہے گی۔'' سر پر ہاتھ پھیر کر ہنستا ہوا وہ بھی کمرے میں آ گیا اور گہری سانس لے کر بیڈ پہ لیٹ گیا۔
''آج واقعی سکون کی نیند آئے گی۔''

☆......☆......☆......☆

''کیا لکھ رہی ہیں؟'' اگلے دن صبح زرافشاں نیچے اتری اور رضیہ بیگم کو کچھ لکھتے دیکھا تو پوچھا۔
''اٹھ گئی مہارانی کیسی گزری رات؟ کھانا تو اچھے سے کھایا تھا ناں؟'' تیکھی نظروں سے رضیہ بیگم نے زرافشاں کو دیکھا تو اُسے یاد آیا کہ رات سے اُس نے کچھ نہیں کھایا۔
''امی......ناشتہ ہے یا میں خود بناؤں؟'' افسردہ چہرہ بنا کر نہایت معصومیت سے زرافشاں نے پوچھا۔
''ہاں......ہاں یہاں تو آپ کے لیے ہزار نوکر ہاتھ باندھے کھڑے ہیں ناں جو صبح شام بس آپ کی خدمت کے لیے تعین رہیں؟'' چیں بچیں ہو کر غصے سے رضیہ بیگم نے جواب دیا۔
''چلو کچن میں جاؤ کم از کم چائے تو پکاؤ باقی میں کرتی ہوں۔'' کھلکھلاتے ہوئے اُس نے رضیہ بیگم کو گلے لگایا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ چائے کا پانی چڑھاتے ہوئے ایک بار پھر سے اُسے پیاز کاٹنے کا آرڈر آیا تھا۔

"یہ ہمیشہ مجھے ہی کیوں فضول کام کہا جاتا ہے؟" بیزاری سے پیاز کاٹتے ہوئے زرافشاں نے کہا۔

"مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ آملیٹ میں نمک زیادہ کیسے ہوجاتا ہے مجھ سے؟" منہ بسور کر اُس نے پیاز کو دیکھا اور پوچھا۔

"کیوں کہ تم حساب نہیں لگاتی...... تمہارا بس چلے تو پورا ڈبہ ہی ڈال دو۔" رضیہ بیگم نے اُس سے پیاز لی اور پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈالی۔

"آئے ہائے تب تو کوئی بھی نہیں کھا سکے گا۔" زرافشاں نے منہ بگاڑ کر جھرجھری لی۔

"بیٹا ویسے بھی کون سا تمہارا پکایا ہوا کسی کو پسند آتا ہے؟" رضیہ بیگم کی بات سن کر زرافشاں نے سر جھکالیا۔

"آئیڈیا۔" اُس نے چٹکی بجائی۔

"اب کیا ہوا؟"

"امی...... رشی آنٹی سے کہہ کر میرا رشتہ کسی شیف سے کروادیں۔ ہائے روز بلکہ ہر وقت نت نئے کھانے ملیں گے کھانے کو......" زرافشاں نے ایسے کہا جیسے واقعی کوئی چٹ پٹا کھانا کھایا ہو اور چٹخارے لے رہی ہو۔

"بے شرم۔" رضیہ بیگم نے ڈپٹا اور آملیٹ فرائی کرنے کے بعد چائے دیکھی اور کپ میں ڈال کر اپنے لیے اور زرافشاں کے لیے لے آئیں۔

"ویسے امی۔ لڑکیاں اپنی پسند تو بتا سکتی ہیں ناں جیسے فوجی ہو ڈاکٹر وغیرہ تو میں نے شیف کا کہہ دیا اس میں کیا حرج ہے؟" آملیٹ کو وہ توس کے درمیان رکھ کر سینڈوچ بنا کر کھا رہی تھی۔

"ہاں تو نوکر سے ہی کروادیتی ہوں۔ تمہیں بھی نوکر جیسا شوہر مل جائے گا اور ساتھ ساتھ وہ کھانے بھی پکایا کرے گا...... کہو کیسا؟" رضیہ بیگم نے بھی اپنی بیٹی کی دیکھا دیکھی بات کی لیکن قدرے سنجیدگی سے کہ زرافشاں کا نوالہ ہی حلق میں پھنس گیا۔

"کیا امی...... کیسی ماں ہیں آپ؟" ابھی رضیہ اس کی بات کا جواب دیتی کہ گھر کا فون بج اٹھا۔ رضیہ بیگم فون سننے چلی گئیں اور زرافشاں نے برتن سمیٹے۔

☆......☆......☆

اطہر سستی سے اٹھا اور بستر پر یونہی بیٹھا رہا آنکھیں بند کر کے۔ رات والے واقعے کو سوچ کر مسکرایا اور انگڑائی لیتے ہوئے وہ اٹھا اور فریش ہونے چل دیا۔ اطہر کی صبح حسب معمول ہوئی تھی جب کہ رات زرافشاں سے ہونے والی ملاقات نے اسے مسرور کر رکھا تھا۔

"صبح بخیر اماں حضور۔" وہ جو کل روٹھ کر کھانا چھوڑ کر چلا گیا تھا آج اچھے موڈ میں سیمہ سے بات کر رہا تھا۔

"کیا بات ہے جناب۔ کل والا غصہ کس طرح اڑن چھو ہوگیا کہ آج ماں سے اتنے اچھے انداز میں بات کی جارہی ہے۔"

"آپ کا مسئلہ پتا ہے کیا ہے؟" سیمہ کو اطہر نے کندھوں سے تھام کر کہا وہ کچھ نہیں بولیں بغور اسے دیکھنے لگیں اور ویسے بھی وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔

"آپ کسی حال میں خوش نہیں۔ آپ کا بیٹا جب آپ سے نخرے کرتا ہے تو اُسے منانے کے بجائے چھوڑ دیتی ہیں اور جب وہ بھول بھال کر آپ اچھے موڈ میں بات کرے تو آپ کو یہ بھی ہضم نہیں؟"

"اپنی یہ فوجی اکڑ وہیں جا کر دکھاؤ مجھے نہ دکھاؤ سمجھے۔" سیمہ نے منہ پھلا کر کہا۔

"اور اب آپ روٹھی ہوئی محبوبہ کی طرح منہ پھلا کر بیٹھ گئی ہیں۔"

"تم کس طرح فوجی بنو گے مجھے تو سوچ سوچ کر ہی ہول اٹھ رہے ہیں۔" سیمہ نے ایسے سر پکڑا جیسے بس ابھی ہی چکرا جائیں گے۔

"میں بہت اچھا فوجی ہوں۔" اطہر نے مسکرا کر کہا۔

☆......☆......☆

"اُس لڑکے کی وجہ سے میرا ٹیرس پہ جانے کا ہی دل نہیں کر رہا نجانے کب کہاں سے ٹپک پڑے۔" وہ میگزین کے اوراق کو بے دردی سے الٹ رہی تھی جب کہ ٹیرس پر جانے کے لیے دل مچل رہا تھا۔

"ہونہہ...... سمجھتا کیا ہے خود کو کیا کہا تھا کل میں بے سرا گاتی ہوں۔ جس دن میرا موڈ اچھا ہوا دیکھنا کتنا اچھا گا کر سناؤں گی۔" وہ خود تو ٹیرس میں نہیں گئی لیکن سوچ اطہر کو ہی رہی تھی بلکہ اُسے کوس بھی رہی تھی۔ پھر اس کے خلاف منصوبے بنانے لگی۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے یہ کرنا چاہیے۔" ایک خیال اسے گدگدایا' محبت نے بھی اپنے حصار میں لے لیا تھا لیکن ابھی وہ ان چیزوں کو سمجھنے سے قاصر تھی۔

"ارے مسز شہزاد اِس کی کیا ضرورت تھی۔" رضیہ بیگم سے ملنے سیمہ آئی تھیں اور وہ ساتھ میں بریانی بھی لائی تھیں۔

"اصل میں ہم یہاں نئے ہیں زیادہ نہیں بس کچھ ماہ ہوئے ہیں اور رضوانہ سے آپ کے بارے میں سنا تو سوچا مل ہی لوں تو خالی ہاتھ آنا اچھا نہیں لگا۔"

"اوہ...... اچھا اچھا...... رضوانہ تو سب سے ہی میل ملاپ رکھتی ہے۔" رضیہ بیگم اب سیمہ کو کچن میں لے آئی۔

"یہیں کھانا کھاتے ہیں کیا آپ لوگ؟" سیمہ اُس چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھی۔

"نہیں کبھی باہر کبھی اندر بھی۔"

"اچھا اچھا...... اور گھر میں کون کون ہے؟"

"جی میں میرے شوہر اور دو چھوٹے بیٹے ہیں ایک بیٹی ہے بڑی اور آپ کے؟"

"میرا بس ایک ہی بیٹا ہے اور شوہر ہیں۔ اچھا پلیز چائے میں چینی نہیں ڈالیے گا۔" سیمہ نے چائے پکاتی رضیہ سے کہا۔

مروتاً رضیہ بیگم مسکرائیں۔

"امی مجھے سمجھ نہیں آرہا اِن دونوں میں سے کون سا پہنوں اب آپ دیکھ لیں پھر نہ کہیے گا کہ رشتی کے آگے بے عزتی......" وہ بے پروائی سے دو استری شدہ جوڑے ہاتھ میں تھامے کچن کے دروازے میں کھڑی پوچھ رہی تھی اس بات سے بے خبر کہ گھر میں کوئی مہمان بھی آیا ہوا ہے۔

رضیہ بیگم نے اسے غصے سے گھورا۔

"یہ آپ کی بیٹی ہے؟"

"جی۔" مسکراتے ہوئے رضیہ بیگم نے جواب دیا ساتھ میں زرافشاں کو گھورا بھی۔

"السلام علیکم' آپ وہ برابر والی آنٹی ہیں ناں؟" وہ اُسی بے ڈھنگے حلیے میں سیمہ سے ملی۔

"ہاں بالکل میں وہی ہوں۔ نام کیا ہے تمہارا؟"

"زرافشاں......" آنکھیں جھپکیں۔

"اوہ تو آپ دونوں مل چکے ہیں؟" رضیہ نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔

"ہاں بس دو گھڑی کے لیے۔" سیمہ نے جواب دیا۔

"اچھا آپ چائے لیں اور تم زری جا کر تیار ہو جاؤ۔" رضیہ بیگم نے چائے اور دیگر لوازمات رکھے۔ زرافشاں بھی اثبات میں سر ہلاتی ہوئی چلی گئی' یہ بھی غنیمت تھا کہ اس نے مزید کوئی بات نہیں کی تھی۔

"وہ کیا ہے ناں۔ اکلوتی ہے' تو اکثر میں بتاتی رہتی ہوں کہ کیا پہنو کیا نہیں ورنہ اِس کا بس چلے تو ہر وقت یہ عجیب حلیے میں ہی رہے۔ آج کل کی لڑکیاں بھی ناں بس۔"

"ارے کوئی بات نہیں مسز شہزاد۔ اچھا ہے ناں آپ سے مشورہ لیتی ہے ورنہ آج کل کی لڑکیاں تو فیشن کے نام پہ نجانے کیا کیا پہنتی ہیں۔" سیمہ نے جبراً مسکرا کر جواب دیا۔

"یہ برابر سے آئی ہیں۔ تو اس کا مطلب وہ لڑکا ان کا بیٹا ہوگا؟" اپنے کمرے میں جاتے ہوئے زرافشاں نے خود کلامی کی۔

"اف اب اگر یہ آئی ہیں تو وہ لڑکا بھی یہاں آئے گا؟ یعنی وہ آ کر میری شکایت نہ کر دے۔ اف میرے اللہ۔" زرافشاں اتنی ڈرپوک نہ تھی لیکن اطہر سے اُسے کچھ بعید بھی نہ لگ رہا تھا۔

"تو رضوانہ کو آج آنا ہے یہاں؟" سیمہ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ بس وہی رشتے کی وجہ سے۔" گہرا سانس

لیتے ہوئے رضیہ بیگم نے جواب دیا۔

"تو کیا کہیں رشتہ نہیں ہورہا؟"

"ارے..... نہیں نہیں بہن رشتے تو بہت ہیں لیکن بس کوئی زرافشاں کے جوڑ کا نہیں مل رہا۔" رضیہ بیگم نے وضاحت دی۔

"اچھا اچھا..... کوئی بات نہیں مل جائے گا کوئی اچھا رشتہ۔"

"جی ان شاء اللہ۔" دونوں اب اِدھر اُدھر کی بات کرنے لگی تھیں۔

☆......☆......☆......☆

دوسری طرف اطہر جو ابھی تک سویا ہوا تھا اٹھا تو فریش ہوکر نیچے آیا۔

"اماں؟" وہ اب سیمہ کو آوازیں دینے لگا۔

"اماں کہاں ہیں آپ؟" کچن میں بھی آکر دیکھا۔

"یہ اماں حضور کہاں چلی گئیں؟ اوپر کمرے میں جاکر دیکھتا ہوں۔" وہ واپس اوپر کمرے میں آیا لیکن بے سود۔ کمرہ خالی تھا۔

"پتا نہیں کہاں چلی گئیں۔" بڑبڑاتے ہوئے وہ ٹیرس میں چلا آیا۔

زرافشاں بے بی پنک شلوار قمیص پہنے گرمی میں بھی بلا کی خوب صورت لگ رہی تھی۔ لمبے گھنے بال جو اُس نے کھول رکھے تھے ہوا سے اڑ رہے تھے اور وہ آنکھیں بند کیے اس سب سے محظوظ ہو رہی تھی وہیں اطہر بھی نظر بھر کر اُسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے آج تو بڑی پیاری لگ رہی ہو....." یہ سنتے ہی زرافشاں نے آنکھیں کھولیں اور منہ پھیر کر دوسری جانب دیکھا تو اطہر اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"شرم نہیں آتی یوں لڑکی کو دیکھ رہے ہو؟" زرافشاں نے ایک دم خود کو کمپوز کیا۔

"کیا کروں جب صبح ہی صبح ایک حسین دلربا کو دیکھوں گا تو نظریں پھیرنے کا دل ہی نہیں چاہے گا۔" اطہر نے گہری سانس لی اور ہاتھ باندھ کر اُسے دیکھا۔

"آپ کی امی میرے ہی گھر میں موجود ہیں۔ آپ کہیں تو جاکر آپ کی شکایت لگادوں؟"

"لگی جائیں شوق سے شکایت لگائیں۔ بلکہ میرا نام تو پوچھ لیں چلیں میں ہی بتادیتا ہوں۔ اطہر نام ہے میرا۔ یاد سے میری اماں حضور کو بتایئے گا۔" اطہر نے جی بھر کے شوخ انداز میں کہا۔

"اور ہاں پلیز رات میں جب ٹیرس پہ آئیں تو کچھ کھانے کے لے آیئے گا جیسے کوئی چپس، تمکو آئس کریم ٹھیک ہے میں آپ کا رات گیارہ بجے تک انتظار کروں گا یہیں۔"

"آیا بڑا میرا انتظار کرنے والا۔ ہونہہ میں کیا اُس کی نوکر ہوں، سمجھتا کیا ہے خود کو؟" اطہر کو زرافشاں نے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور سر جھٹک کر کمرے میں چلی گئی۔

اطہر نے بھی دیکھ لیا تھا کہ سیمہ زرافشاں کے گھر سے نکل رہی ہیں تو وہ بھی ہوشیار ہوگیا اور نیچے چلا آیا۔

رات کا انتظار دونوں جانب بے صبری سے ہورہا تھا۔ رات کا کھانا دونوں نے ہی عجلت میں کھایا اور کمرے کی طرف تقریباً بھاگے۔ دس بجے تک دونوں اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے۔ زرافشاں وقت گزاری کے لیے اپنے موبائل میں موجود گانے سن رہی تھی اور بار بار وقت دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف اطہر بے صبری سے گیارہ بجنے کا انتظار کررہا تھا کبھی موبائل میں نیٹ یوز کرلیتا کبھی ٹہلنے لگتا۔ دونوں وقت سے پہلے ٹیرس پر نہیں جانا چاہتے تھے۔

"کیا کروں کیا کروں اف..... ٹیرس میں جاؤں نہ جاؤں۔ وہ وہاں پہلے سے ہی موجود ہوگا تو؟ نہیں ہوسکتا مذاق کیا ہوگا مجھے بس تنگ کرنے کے لیے۔" وہ اُنگلی ہاتھ کے ناخن کترتی سوچ و بچار میں تھی اور بار بار دیوار گیر گھڑی پر وقت دیکھ رہی تھی۔

جیسے ہی گیارہ بجے اطہر نے ٹیرس کا دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھا۔ ہاتھ ملتا ہوا وہ سامنے ریلنگ کی جانب آیا اور دوسری طرف ٹیرس میں جھانکا۔

"یہ ابھی تک نہیں آئی؟" وہ وہیں کھڑا انتظار کرنے لگا۔

"کیا کروں باہر جاؤں یا نہ جاؤں؟" زرافشاں کمرے میں ٹہل رہی تھی اور اسی سوچ میں محو تھی کہ جائے یا نہ جائے۔

"وہ انتظار کررہا ہوگا ناں؟" خود کلامی کرتے ہوئے سر کھجایا اور واپس آکر بیٹھی۔

"بھاڑ میں جائے بھلے سے انتظار کرے۔ میں نے تھوڑی نہ کہا تھا آنے کو؟" وہ دونوں گھٹنے موڑ کر بیٹھی اور بے چینی سے سر گھٹنے پہ ٹکایا۔

"کیا مصیبت ہے بھئی؟" پاس رکھے موبائل کو دیکھا جو اس وقت گیارہ بج کر دس منٹ کا وقت بتا رہا تھا۔ اطہر نے بھی چہل قدمی شروع کردی۔

"اس لڑکی کو کہا بھی تھا کہ آئے۔ ایک تو اس کا نام بھی نہیں پتا کہ بلاسکوں۔" وہ جھنجھلایا۔ دونوں کو انتظار کرتے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔

"اب تو وہ چلا گیا ہوگا۔ انتظار تھوڑی نہ کررہا ہوگا۔ جاکر دیکھتی ہوں۔" زرافشاں اٹھی اور ٹیرس تک آئی۔ ٹیرس کا دروازہ آہستگی سے کھولا اور باہر آئی۔ اپنی ٹیرس کی ریلنگ پر آکر اس نے اطہر کی ٹیرس پہ جھانکا۔

"ہونہہ...... چلا گیا۔ بڑا آیا تھا انتظار کرنے والا۔ آدھا گھنٹہ بھی انتظار نہ کرسکا۔"

"م جی آپ کہیں تو پوری زندگی آپ کے انتظار میں گزار دوں آپ بس حکم کریں۔" وہ اچانک سے سامنے آیا جو دیوار کی جانب کھڑا تھا کہ زرافشاں دیکھ نہ سکے۔ زرافشاں کا دل زور سے دھڑکا۔

"مہربانی کرکے چیخنا نہیں۔" زرافشاں نے منہ کھولا ہی تھا شاید چیخنے کے لیے لیکن اطہر کی بات سن کر گھورتی رہ گئی۔

"یہ...... یہ کیا بدتمیزی تھی؟"

"لو کون سی بدتمیزی...... میں نے کیا کیا؟" اطہر نے دوبدو سوال کیا۔

"چھپ چھپ کر دیکھ رہے تھے کہ میں آئی یا نہیں؟" زرافشاں نے ناک سکیڑی۔

"او میڈم...... مجھے کوئی شوق نہیں چھپ چھپ کر کارروائی کرنے کی۔ یہ تو تھک گیا تھا تو دیوار سے لگ گیا کہ چلو تھوڑی کمر سیدھی کرلوں۔ تم کیا سمجھنے لگی کہ میں تمہیں سرپرائز دینے لگا تھا؟" اطہر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"سرپرائز مائی فٹ۔ سمجھتے کیا ہو خود کو ہاں؟ کہ حکم دو گے اور میں وہ کام کرلوں گی؟" زرافشاں نے منہ پھیر کر کہا۔

"کام کیا تو ہے؟ لیکن لگتا ہے آدھا ادھورا...... چہ چہ چہ......" اطہر نے تاسف سے سر ہلا کر کہا۔

"کون سا کام؟" وہ جو لڑنے آئی تھی بات سن کر اُسے دیکھنے لگی۔

"بی بی میں نے کچھ کھانے کی چیزیں منگوائی تھیں۔ یاد آیا؟" اطہر نے ہاتھ باندھ کر نہایت ہی سلیقے سے کہا۔

"اوہ...... اچھا اچھا۔ ہاں یاد آیا۔ ویسے تمہیں کیا ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے یا یہ کوئی مخصوص وقت ہوتا ہے؟" اب جیسے وہ بھی لڑنا چھوڑ کر میٹھے انداز میں بات کرنے لگی تھی جیسے دونوں کوئی بہت پرانے دوست ہوں۔

"نہیں ویسے تو نہیں۔ پر مجھے ملنا تھا ناں تم سے تو سوچا کیوں نہ کھاتے پیتے گپیں بھی لگالیں۔" شرارتی انداز میں زرافشاں کو دیکھ کر مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"کیوں؟ اب تو ہم دوست بن گئے ناں دیکھو اب مکر تا نہیں۔" اطہر نے اپنی مسکراہٹ دبائی اور سامنے کھڑی زرافشاں کو دیکھا۔

"تم؟" زرافشاں نے بھنویں سکیڑیں اور غصے سے دیکھا۔

"ہاں میں؟"

"اب مجھے یہاں نظر آئے ناں میں نے تمہاری امی سے پکا شکایت کردینی ہے سمجھے؟" انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے زرافشاں نے اُسے دھمکایا۔

"اچھا بابا اچھا...... نہیں دکھوں گا اب۔ ویسے ہے تو یہ میرا ٹیرس لیکن کیا کریں جب آپ ہی منع کردیں۔ بس ٹھیک ہے۔ بندہ ویسے بھی چند دن کا مہمان ہے۔" منہ کا زاویہ بگاڑتے ہوئے اطہر نے کہا۔

"کیا مطلب چند دن کے مہمان؟" زرافشاں کی حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"اوہ...... معذرت بس کبھی کبھی یاددہانی کروانی پڑتی ہے خود کو کہ میں مزید یہاں نہیں رہ سکتا۔ کچھ دن کی بات ہے برداشت کرلیں پھر تو زندگی کا کیا بھروسہ۔" اطہر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا لیکن چہرے پر افسردگی چھارہی تھی۔ گہری سانس لی اور الوداعی کلمات کہہ کر کمرے میں چلا گیا۔

زرافشاں جیسے سکتے میں تھی اور اطہر صاحب مزے سے بیڈ پر لیٹ کر زرافشاں کی حالت کو سوچ سوچ کر مسکرا رہے تھے۔

اطہر تو سکون سے سوگیا لیکن رات بھر زرافشاں کے دل ودماغ میں اطہر کی بات چھائی رہی۔ اس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی اور نہ ہی اس نے کوئی وضاحت دی تھی اس لیے وہ رات تک الجھتی رہی۔ اگلے دن زرافشاں رضیہ کے جگانے پر ہی اٹھی تھی۔ نیند سے بوجھل آنکھوں سے وہ رضیہ کی بات سننے اور سمجھنے کی کوشش کررہی تھی جو مسلسل اسے وقت کا احساس دلانے کے ساتھ نیچے آنے کا کہہ رہی تھی بالآخر اس نے سوئے ہوئے ذہن کو بیدار کیا۔ وہ فریش ہوکر نیچے آئی تو رضوانہ بیٹھی ہوئی تھی۔

"کل آئی تھی میں کہاں گم تھیں تم؟ اور آج دن چڑھے تک سوتی رہی ہو...... خیر ہے ناں؟"

"جی رشی آنٹی۔ بس ایسے ہی رات کتاب پڑھ رہی تھی تو وقت نہیں دیکھا اور بس۔" وہ اُن کے سامنے والے صوفہ پہ بیٹھ گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے اور سناؤ کیا ہورہا ہے آج کل۔"

"بس کچھ خاص نہیں' آپ سنائیں کوئی خبر دیں محلے کی۔"

"اچھا تو سنو۔ وہ نازیہ ہے ناں۔ جس کا وڈیرے سے رشتہ ہوا ہے۔ سنا ہے وہ کسی لڑکے کو پسند کرتی تھی۔" وہ جو انہماک سے رضوانہ کو سن رہی تھی بات سن کر منہ بسورا۔

"کوئی نئی بات کریں رشی آنٹی۔ یہ بات تو ہم سب کو پتا ہے کہ وہ اپنے ہی کسی کزن کو پسند کرتی تھی۔"

"ارے نہیں نہیں۔ وہ تو اُس کے خالہ کا بیٹا تھا ناں یہ کوئی اور لڑکا ہے۔" رضوانہ نے بڑی رازداری سے بات کی۔

"کیا کہہ رہی ہو آنٹی...... واقعی تو اب اُس وڈیرے کا کیا ہوگا؟"

"ارے ہونا کیا ہے۔ وڈیرے کی بھی یہ تیسری شادی ہے۔ ہاں نہیں تو۔" رضوانہ کی بات سن کر زرافشاں کا مارے حیرت کے جیسے منہ کھل ہی رہ گیا۔ جب کہ رضوانہ اب سے پوری تفصیل بتانے لگی تھی اور وہ رات کا قصہ بھلائے انہیں حیرت سے سن رہی تھی۔ رضوانہ اپنی بات ختم کرکے اٹھی۔

"اچھا' میں اب چلتی ہوں۔ ابھی تک مسز شہزاد کے بیٹے کے لیے رشتہ ہی ہاتھ نہیں آرہا۔"

"کون مسز شہزاد؟" زرافشاں نے پوچھا۔

"ارے وہ برابر والی۔ سیمہ نام ہے اُن کا۔ ملوایا تھا ناں اُس دن۔" رضوانہ نے یاد دلایا۔

"ہاں ہاں...... وہ ہمارے گھر بھی آئی تھیں کل ہیں ناں امی۔" رضیہ نے گھور کر دیکھا اور چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس بات کی خبر رضوانہ کو ہو۔

"اچھا کمال ہے مجھے بتایا نہیں آپ نے رضیہ بیگم؟"

"ہاں وہ یاد نہیں رہا ہوگا۔ ہماری ہی اتنی ہزار باتیں ہوتی ہیں کہ بس۔ خیر جارہی ہو تو میرا سلام بھی دے دینا۔" رضیہ بیگم نے ایسے جواب دیا جیسے اُن کی کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

"ہاں ضرور۔ آپ نے اُن کا بیٹا دیکھا؟" رضوانہ کی بات سن کر زرافشاں کی آنکھوں کے آگے پچھلی رات والا منظر گھومنے لگا۔

''ہاں اب تو وقت بھی کم ہے اُس کے پاس اِس لیے مسز شہزاد چاہ رہی تھیں کہ......'' رضوانہ اور رضیہ بیگم باتیں کر رہے تھے لیکن زرافشاں نے ساری بات سننے کے بجائے بس یہ آخری بات ہی سنی۔

''کیا واقعی اُس کے پاس وقت کم ہے؟'' زرافشاں نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں اور کیا۔ اِس لیے وہ چاہ رہی ہیں کہ کہیں رشتہ ہوجائے تو اچھا ہے۔''

''اوہ اچھا ٹھیک۔'' زرافشاں نے سر ہلانے میں اکتفا کیا۔

''چلیں میں اب چلتی ہوں۔ پھر ملاقات ہوگی۔ اللہ حافظ۔'' رضوانہ اُن سے مل کر پھر سیمہ کے ہاں چلی گئی۔ جب کہ زرافشاں ایک بار پھر اُلجھ گئی تھی۔

''پھر کیا سوچا آپ نے؟'' رضوانہ نے پوچھا۔

''سچی کہوں رضوانہ۔ مجھے بہو کے طور پر وہ بالکل بھی نہیں بھائی۔ ہاں ویسے اچھی ہوگی۔ لیکن میرا دل نہیں مان رہا۔''

''لیکن مسز شہزاد وہ دیکھی بھالی بچی ہے میری۔ کافی سالوں سے جانتی ہوں اور پھر دیکھیں آپ کے پڑوس میں ہی تو رہتی ہے اور اچھے لوگ ہیں۔''

''کون سا انہوں نے رشتے کی بات کی ہے جو اتنا کہہ رہی ہو؟'' سیمہ نے چڑ کر کہا۔

''تو آپ اِن آنٹی کی بات مان کیوں نہیں لیتیں؟'' اطہر نے کہا۔

''کیا......! کیا کہا؟'' سیمہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ انہیں اس وقت اطہر کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

''یہی تو کہہ رہا ہوں؟ اچھی لڑکی ہے۔ مجھے اچھی لگی۔ اگر رشتہ ہوجائے تو حرج نہیں۔'' وہ اُن کے بیچ آ کر بیٹھا اور مسکرا کر اپنی بات دہرائی۔

''تم ہوش میں تو ہو......! کیا کہہ رہے ہو؟ اور خواتین کی باتوں میں نہ پڑو تو اچھا ہوگا۔ جاؤ یہاں سے۔'' سیمہ کو یوں اطہر کا اظہار کرنا سخت ناگوار گزرا تھا۔

''آپ کو جو فیصلہ کرنا ہے کریں لیکن میری بات بھی سن لیں۔ مجھے وہی لڑکی پسند ہے اور اُسی سے شادی کرنے کا سوچ رہا ہوں۔'' اطہر اٹھا اور اپنے نیک ارادے سے آگاہ کر گیا۔

''فی الحال یہاں سے جاؤ مجھے بات کرنے دو۔'' سیمہ نے دانت پیسے اور جانے کا عندیہ دیا۔

''ٹھیک ہے لیکن آنٹی آپ......آپ نے میرا پیغام اُن تک ضرور پہچانا ہے۔ ٹھیک ہے ناں۔'' مسکین سی شکل بنا کر اطہر نے رضوانہ کو دیکھا۔ رضوانہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔ بس وہ دونوں ماں بیٹے کو دیکھتی رہیں۔

''رضوانہ...... اس کی بات سننے کی کوئی ضرورت نہیں...... میں نے کہہ دیا ہے ناں میں بالکل نہیں چاہتی ایسا ہو۔'' سیمہ نے غصے سے رضوانہ کو دیکھا۔

''میں چلتی ہوں مسز شہزاد۔ پھر آؤں گی۔ اللہ حافظ۔'' رضوانہ وہاں سے چلی گئی۔ سیمہ کو اطہر پہ غصہ تھا۔ رضوانہ کے سامنے اس نے اس طرح سے بات کر کے ان کی عزت ہی گنوادی تھی۔ اگر وہ واقعی زرافشاں سے محبت کرتا تھا تو انہیں ضرور بتاتا۔

''کیا بات ہے زوجہ بیگم...... سب خیر ہے ناں؟'' رات جب سیمہ کمرے میں سونے کے لیے آئیں تو ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر شہزاد صاحب نے پوچھا۔

''کچھ نہیں بس ایسے ہی۔''

''کچھ تو ہے، بتانا نہیں چاہتیں تو ٹھیک ہے۔'' شہزاد صاحب نے نظر بھر کر سیمہ کو دیکھا۔

''دراصل میں بات یہ ہے کہ......'' سیمہ نے ساری بات اُن کے گوش گزار کردی۔

''ہم......تو یہ بات ہے۔''

''اب بتائیں کیا کروں؟'' سیمہ نے پریشانی سے شہزاد صاحب کو دیکھا۔

''اِس میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر ہمارے لاڈلے صاحب کو کوئی لڑکی پسند آ ہی گئی ہے تو ٹھیک ہے۔''

''آپ ہمیشہ اطہر ہی کی طرف داری کرتے ہیں۔

مجھے وہ لڑکی ذرا بھی پسند نہیں۔‘‘ سیمہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
’’لیکن ہمارے بیٹے کو تو پسند ہے ناں۔ تم موقع تو دو اُس بچی کو کیا پتا تمہیں بھی پسند آجائے۔‘‘
’’اچھا اچھا...... ابھی سو جائیں پھر بات کریں گے اس موضوع پر۔‘‘
’’جو حکم بیگم صاحبہ۔‘‘ شہزاد صاحب سونے کے لیے لیٹ گئے تھے۔

☆......☆......☆......☆

دو دن تک اطہر ٹیرس پہ نہیں آیا۔ زرافشاں روز اطہر کا انتظار کرتی نہ چاہتے ہوئے بھی۔ اُس رات بھی وہ ٹیرس کی ریلنگ کے پاس کھڑی موبائل پہ گانے سن رہی تھی کہ اطہر کی آمد کا اُسے پتا نہیں لگا۔
’’اوہ آپ......!‘‘ زرافشاں نے ہینڈز فری اتاری۔
’’جی جی میں۔‘‘
’’کافی دن بعد نظر آئے، خیریت تو تھی؟‘‘ زرافشاں نے بلا جھجک پوچھا۔
’’ہاں بس طبیعت ذرا بوجھل تھی۔‘‘ زرافشاں کو اطہر کی کہی ہوئی پرانی بات یاد آئی۔
’’اوہ تو خیال رکھا کریں ناں اپنا۔‘‘
’’ہاں اب تم نے کہا ہے تو ضرور رکھوں گا۔‘‘ اطہر کی بات سن کر وہ جھینپ گئی۔
’’اچھا سنو۔‘‘ اطہر نے پکارا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔
’’تم کیا روز ٹیرس پہ آتی ہو؟‘‘
’’ہاں...... مجھے اچھا لگتا ہے۔‘‘
’’اچھا واقعی؟‘‘ اطہر مسکرایا۔
’’ظاہر ہے کیوں اچھا نہیں لگے گا۔‘‘ سر کو جھٹک کر زارفشاں نے جواب دیا۔
’’اب تو مجھے بھی اچھا لگنے لگا ہے آنا یہاں لیکن......‘‘ اطہر کہتے کہتے خاموش ہوا۔
’’تمہیں کچھ پکانا آتا ہے؟‘‘
’’کیا مطلب؟‘‘ اطہر نے زرافشاں کو دیکھا اور ہنسا۔
’’مطلب کچھ کھانا پکانا آتا ہے؟‘‘
’’شرم نہیں آتی لڑکیوں سے ایسے سوال کرتے ہوئے؟‘‘
’’کیا اب اِس میں بھی شرم...... میں نے کون سا تمہاری عمر پوچھ لی؟‘‘ اطہر نے مسکرا کر کہا۔
’’میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے کیا؟‘‘
’’نہیں نہیں...... جو خود لطیفہ ہو وہ کیسے لطیفہ سنا سکتی ہے؟‘‘ اطہر نے اب کی بار ہنسی دبا کر کہا۔
’’ہاں یہ بات تو ٹھیک کہی۔ لیکن مطلب کیا ہوا اس بات کا؟‘‘ زرافشاں نے ناسمجھی سے پوچھا۔
’’اُف...... کچھ نہیں۔ یہ بتاؤ مجھے کل کیا پکا کے کھلا رہی ہو؟‘‘
’’کیا......! میں کیوں کچھ پکانے لگی اور تمہیں کھلانے لگی؟‘‘ زرافشاں نے غصے سے اسے گھورا۔
’’ارے بتایا تو تھا میں......‘‘
’’ہاں ہاں...... پتا ہے۔ کتنی دفعہ کہو گے؟‘‘ زرافشاں چڑی۔
’’تو ٹھیک ہے اب کل دوپہر تم میرے گھر آؤ گی اور کچھ پکا کر بھی لاؤ گی سمجھیں۔‘‘
’’کیا......! میں کیوں آنے لگی بھلا؟‘‘ زرافشاں نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔
’’کیوں کہ میں نے کہا ہے اِس لیے۔ اب چلو میں سونے جا رہا ہوں۔ کل دوپہر کو ملتے ہیں۔‘‘ زرافشاں نے پیر پٹخا اور اطہر مزے سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔
اگلی صبح اٹھتے ہی زرافشاں فریش ہوئی اور کچن میں آ گئی اس کا ارادہ آج کچھ پکانے کا تھا۔
’’امی...... میں سوچ رہی ہوں برابر والی آنٹی سے مل آؤں۔‘‘
’’ہیں......! کیا کس سے ملنا ہے؟‘‘ رضیہ بیگم نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔
’’میرا مطلب۔ وہ آنٹی آئی تھیں ناں ہم سے ملنے تو کیوں نہ آج ہم جائیں دوپہر میں اور کچھ پکا کر بھی

لے جائیں۔"
"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" رضیہ بیگم نے اُس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔
"کیا کر رہی ہیں امی؟" زرافشاں نے اُن کا ہاتھ ہٹایا۔
"دیکھ رہی ہوں کہیں بخار تو نہیں ہے جو ایسی باتیں کر رہی ہو؟" دونوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھی۔
"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی..... جیسے وہ ملنے آئیں تھیں ویسے ہمارا بھی تو فرض بنتا ہے ناں۔ تو بس یہی کہا کہ آپ بھی چلیں مل کر آتے ہیں اور کچھ اچھا سا پکا بھی لیں بلکہ کہیں تو میں بھی آپ کی مدد کر دوں گی۔"
"تم..... اور میری مدد بس یہی رہ گیا تھا..... میرے خیال سے ہمیں ڈاکٹر کے پاس واقعی جانا چاہیے۔ تمہاری طبیعت خراب لگ رہی ہے مجھے۔" وہ کھڑی ہوئیں تو زرافشاں نے اُن کا بازو پکڑا۔
"امی..... میں نے جانا ہے وہاں وہ بھی دوپہر میں ہی بس مجھے کچھ نہیں پتا۔ اگر آپ نے میری مدد نہیں کی تو میں خود سے ہی کچھ نہ کچھ پکالوں گی اور لے جاؤں گی۔" حتمی انداز میں زرافشاں نے ٹیبل پہ مکا مارتے ہوئے کہا۔
"جو جی میں آئے کرو اور جانا ہو تو خود ہی چلی جانا۔ میں نہیں جانے لگی تمہارے ساتھ کہیں۔" وہ اٹھیں اور زرافشاں بل کھا کے رہ گئی۔ پورا وقت اُس نے اسی سوچ میں گزار دیا کہ کیا پکائے۔ دوپہر میں اُس کے دونوں بھائی اسکول سے آئے تو آتے ہی بھوک بھوک چلانا شروع کر دیا۔
"کیا مصیبت ہے..... آتے ہی کوئی چلاتا ہو؟" ابرو اچکا کر زرافشاں نے علی اور ناصر کو دیکھا۔
"تو کیا کریں ہم بھی انسان ہیں اور بھوک لگنا تو فطری بات ہے۔ اب ہم بھوک کی حالت میں بھوک بھوک نہیں چلائیں گے تو کیا کہیں گے؟" ناصر نے تیوری چڑھا کر کہا۔
"یہ آج کل کے بچے بھی ناں۔" وہ بڑبڑائی۔
"تم نے تو کہا تھا کہ پکاؤ گی کچھ نہ کچھ کیوں اب صرف سوچنے میں ہی وقت ضائع کر دیا؟"
"وہ امی..... میں ناں کوئی اچھی سی ترکیب سوچ رہی تھی کہ کیا پکاؤں اس لیے وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔" وہ منمنائی تو رضیہ بیگم نے اُسے غصے سے دیکھا اور دونوں بھائی زرافشاں پہ ہنسنے لگے۔
"میں نے ہانڈی چڑھا دی ہے جا کر دیکھ لینا۔" زرافشاں طوہاً وکرہاً اٹھی اور کچن میں جا کر چمچ گھمانے لگی۔ کچھ دیر میں گھنٹی بجی تو رضیہ بیگم نے ہی دروازہ کھولا۔
"السلام علیکم آنٹی۔" آنے والے نے سلام کیا۔
"جی وعلیکم السلام؟" رضیہ بیگم نے دوپٹے سے اپنا منہ پونچھا۔
"میں اطہر ہوں۔ برابر والے گھر میں رہتا ہوں۔"
"اوہ اچھا اچھا۔ فوج والے ہو ناں..... مسز شہزاد کے بیٹے؟" اطہر نے اثبات میں سر ہلایا۔
"آؤ..... آؤ۔" زرافشاں کچن سے باہر نکلی تو سامنے اُسے دیکھ کر چونکی۔
"یہ یہاں کیوں آیا ہے؟"
"زری..... ذرا بچے کے لیے پانی تو لاؤ ٹھنڈا۔" جی امی کہتی ہوئی وہ پانی کا گلاس لے آئی اور اطہر کو دیا۔
"وہ اصل میں آنٹی کچھ روز میں جانا ہے میں نے تو سوچا مل ہی لوں۔" اطہر نے پانی غٹا غٹ پیتے ہوئے کہا۔
"اچھا کیا..... مجھے بھی ملنا تھا یہ زری میرا مطلب زرافشاں نے کہا تھا آج ملنے کا لیکن بس مصروفیت میں وقت نہیں ملا۔"
"اوہ..... تو آپ لوگ گھر آنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے؟" اطہر نے ترچھی نظروں سے زرافشاں کو دیکھا۔
"امی ہم آگئے اب کھانا دیں ناں جلدی سے۔" علی اور ناصر بھی کمرے سے نکل آئے تو سامنے کسی اور کو دیکھ کر مہذب انداز میں ملے اور پھر باتیں شروع کر دیں۔
"تم اب آئے ہی گئے ہو تو ہمارے ساتھ ہی کھانا کھانا ٹھیک ہے؟" رضیہ بیگم نے مروتاً کہا جبکہ وہ ڈھٹائی کی انتہا

کرتا ہوا فوراً بولا۔
"ٹھیک ہے آنٹی اب آپ اتنے پیار سے کہہ رہی ہیں تو کھا ہی لیتے ہیں۔" اطہر نے شرم کو بالائے طاق رکھ کر سامنے بیٹھی زرافشاں کو دیکھا جو مٹھی بھینچے غصے سے اُسے دیکھ رہی تھی۔
"ہائے میں مرگئی یہ کیا ہوا.....! زری او زری؟"
"جی..... جی..... امی۔" وہ بھاگ کر کچن کی طرف گئی۔
"یہ کیا..... میں نے گوبھی صحیح حالت میں تمہیں دی تھی یہ کیا حشر کردیا؟" رضیہ بیگم نے ہانڈی کی طرف اشارہ کیا۔
"وہ امی آپ نے ساری گوبھی ثابت ہی ڈال دی تھی اس لیے میں نے ٹھیک کردی۔" اپنے تئیں اُس نے بڑے فخر سے کہا۔
"تم نے گوبھی کی سبزی نہیں اُس کا حلوہ بنا دیا ہے نالائق۔"
"امی آہستہ بولیں باہر مہمان بیٹھا ہوا ہے کیا سوچے گا؟"
"ہونہہ اور تم اُسی مہمان کے گھر جانے کا کہہ رہی تھیں کہ کچھ پکا کرلے جاؤں گی۔ ساری سبزی کا ملیدہ بنا دیا اور اب یہاں کھڑی میرے سر پر باتیں کررہی۔" باہر بیٹھا اطہر اُن کی گفتگو سے محظوظ ہو رہا تھا۔
"اب جاؤ جاکر فریج سے کباب نکالو اور فرائی کرو تب تک میں بچوں سے کہہ کر نان منگوائی ہوں۔"
"آنٹی اگر کوئی مسئلہ ہے تو بتائیں میں اچھا کھانا بھی پکا لیتا ہوں۔" باہر آتی رضیہ بیگم کو اطہر نے پیشکش کی۔
"ارے نہیں نہیں بیٹا..... ہاں تم ان بچوں کے ساتھ جاکر نان لے آؤ اگر برا نہ لگے۔"
"ارے اس میں برا لگنے والی کیا بات ہے؟ میں بھی تو آپ کے بیٹوں جیسا ہوں ناں۔ بس ابھی گیا اور ابھی آیا۔" اطہر نے بچوں کو اپنے ساتھ لیا اور باہر کی راہ لی۔
"کتنا پیارا بچہ ہے ناں۔ بس کچھ دن ہی ہیں اور پھر....." رضیہ بیگم واپس کچن میں آئیں اور ہانڈی دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا یہ بات سب کو پتا ہے کہ وہ......"
"تو تمہیں نہیں پتا؟ اُس دن رضوانہ بھی یہ ہی کہہ رہی تھی کہ بس کچھ ہی دن ہیں۔" رضیہ نے سر جھٹک کر کہا۔
"تو یہ کیا بات ہوئی اب ہر کوئی اپنی موت کا یوں اعلان کرتا پھرتا ہے کیا؟" رضیہ بیگم نے جیسے ہی یہ سنا اُن کی تو سٹی ہی گم ہوگئی ہانڈی کا ڈھکن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔
"کیا بکواس کررہی ہو تم؟"
"سچ ہی تو کہا ہے اور اُس نے مجھے خود بتایا تھا کہ وہ کچھ دن کا ہی مہمان ہے۔"
"ذرا سوچ سمجھ کر بولا کرو کہ کیا بول رہی ہو۔" رضیہ بیگم نے ڈھکن اٹھایا اور کانوں کو ہاتھ لگا کر بولیں۔
"نہیں امی جی یہ کوئی ٹائم نہیں ہے جس کو ہم اپنی مرضی سے روک لیں۔" رضیہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ یا تو اپنا سر پیٹ لیں یا سامنے کھڑی لڑکی کی ٹھیک ٹھاک پٹائی کردیں۔
"ارے نالائق وہ فوجی ہے۔ چھٹیوں پر آیا ہوا ہے ضرور اُس نے یہی بات کی ہوگی ایسے کیسے تم اُس کی بات کو الٹا لے گئیں۔" زرافشاں بھی سوچ میں پڑ گئی۔
"اور ایک منٹ رکو۔ یہ کیا کہا تم نے اُس نے بتایا تھا تمہیں.....!" یہاں زرافشاں پر یہ انکشاف ہوا کہ اطہر فوجی ہے یعنی وہ جانے کی بات اسی لیے کررہا تھا اسی سوچ میں تھی کہ اچانک سے رضیہ بیگم کے سامنے بات کہی جو پکڑی گئی اُس کو بھی جھٹکا ہی لگا اور منہ کھل گیا۔
"امی..... وہ..... میرا مطلب یہ نہیں..... میرا مطلب ہم ملے..... میں کیا کہوں۔" وہ گڑبڑا ہی گئی۔
"سیدھے سیدھے ساری بات بتاؤ مجھے۔" رضیہ بیگم نے اُس کا کان پکڑا اور وہ درد اور خوف کے مارے ساری بات سچائی کے ساتھ بتاتی چلی گئی۔
"تو یہ ہے اصل بات۔" ساری بات سننے کے بعد رضیہ بیگم نے فقط یہی کہا۔
"امی..... آپ کو برا نہیں لگا؟"

"میں اب کیا جواب دوں اس بات کا..... اگر وہ تم سے اتنا فری ہو رہا تھا تو تمہیں کیا ضرورت تھی' بجائے اُس سے بات چیت کرنے کے اُس کو ٹکا سا جواب دے دیتیں پہلی ہی ملاقات میں تو وہ سیدھا ہو جاتا اور یہ اس طرح ملنا مجھے سن کر ہی اتنا عجیب لگ رہا ہے۔" رضیہ نے جھرجھری لی۔

"سوری امی..... مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا۔" زرافشاں نے شرمندگی سے سر جھکایا۔

"ٹھیک ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں آئی۔ اب وہ مہمان بن کر آیا ہے لیکن تم بات نہیں کرنا بہتر ہوگا بس کھانا لگا کر اپنے کمرے میں چلی جانا۔" زرافشاں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"گھنٹی بجی ہے۔ میرے خیال سے وہ لوگ آگئے ہیں۔ چلو کھانا لگا ئیں۔" بیل کی آواز پر رضیہ بیگم نے کہا اور دروازہ کھولنے چلی گئیں۔

ست روی سے زرافشاں نے کھانا لگانا شروع کیا اور بجائے اپنے کمرے میں جانے کے وہ سارا ٹائم کچن میں ہی رہی۔ اطہر چاہ کر بھی اس کی ایک جھلک دیکھ نہیں پایا تھا۔

☆.....☆.....☆.....☆

"میں تمہیں بتا رہی ہوں ناں رضوانہ۔ یہ لڑکا پاگل ہوگیا ہے۔ تم کوئی اور اچھی سی لڑکی ڈھونڈ لو۔" سیمہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گھر میں غیر معمولی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے اس بات کا یقین کرلیا تھا کہ اطہر گھر میں نہیں ہے جب ہی رضوانہ کو فون کیا تھا۔

"نہیں..... مجھے وہ لڑکی بالکل بھی پسند نہیں آئی۔ نہ بات کرنے کی تمیز ہے نہ کوئی سلیقہ ہے۔ میں اپنے بیٹے کے لیے گھریلو اور سگھڑ لڑکی چاہتی ہوں ایسی جنگلی لڑکی نہیں۔" رضوانہ کی بات سن کر وہ فوراً بولیں۔

"ہاں اور میرے بیٹے سے پھر ملاقات ہو جائے تو اُس کے سامنے یہ بات نہ کرنا میں خود ہی اُسے سمجھا لوں گی۔" سیمہ نے فون رکھا اور سانس خارج کرکے اطہر کو فون کرنے لگیں۔

"بس اماں آرہا ہوں کچھ دیر میں۔" اطہر گھر آیا تو پوچھ گچھ شروع ہوگئی۔

"تمہیں وہ لڑکی کب کیسے کس طرح اور کیوں پسند آئی؟"

"کب پسند آئی..... جب اُسے پہلی بار ٹیرس پہ دیکھا..... کیسے آئی؟ بس آگئی۔" اطہر نے کندھے اچکائے اور سیمہ کو دیکھا۔ "کس طرح اور کیوں آئی؟ اب یہ بھی کوئی پوچھنے والا سوال ہے اماں' پسند تو پسند ہوتی ہے جیسی بھی ہو۔" اطہر نے جھینپ کر کہا۔

"ہونہہ..... مجھے وہ لڑکی ایک آنکھ نہیں بھائی۔ اور میرا بیٹا دیکھو....."

"اس میں حرج ہی کیا ہے' ایک تو خود آپ کہتی ہیں کوئی پسند ہو تو بتاؤ اور دوسری طرف میری پسند کو ہی رد کر رہی ہیں..... کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟"

"چپ کرو۔" سیمہ نے غصے سے آنکھیں دکھائیں۔ "نہ اُسے ڈھنگ سے بات کرنی آتی ہے نہ وہ سلیقہ شعار لڑکی ہے۔ ایسا کیا ہے اُس میں جو میں بہو کے طور پر اُسے قبول کرلوں؟"

"تو کیا ضروری ہے بس ایسی ہی لڑکی سے شادی کی جائے جو ایک دم پرفیکٹ ہو' کیا وہ لنگڑی' بہری' موٹی' اندھی یا کانی ہے؟"

"استغفر اللہ میں نے کب کہا وہ بچی ایسی ہے۔ اللہ نہ کرے وہ ایسی ہو بلکہ کوئی بھی....." سیمہ دل تھام کر بیٹھ گئیں۔

"بس وہ بے وقوف سی ہے' پیاری ہے' اُسے تو کھانا پکانا بھی نہیں آتا لیکن چلے گا۔ میری ماں جو ہے اُسے ہر کام سکھانے والی۔ ایک دم پرفیکٹ کردیں گی میری اماں حضور..... کیوں؟"

"ہاں ایک کام کرتے ہیں میں یہاں ایک ماہ میں پرفیکٹ بہو بنائیں کا ادارہ کھول لیتی ہوں اور ہر لڑکی کو گھر گرہستی سکھاؤں گی ٹھیک ہے ناں؟" سیمہ کے طنزیہ لہجے

پر اطہر ہنس دیا۔
"میری پیاری اماں......بس صرف ایک لڑکی اور کوئی نہیں۔" وہ اُن سے چمٹ گیا۔
"ہٹو دور......مجھے سوچنے کا وقت دو۔"
"نہیں ناں......میں نے چلے جانا ہے پھر تو کیا پتا کب آؤں گا اور اتنے ماہ سوچنے میں ہی گزار دیں گی تو کہیں اُس کی کہیں اور بات نہ پکی ہوجائے۔ آپ بس رشی آنٹی سے بات کریں ناں۔" اطہر نے بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے کہا۔
"تنگ نہیں کرو مجھے...... دیکھوں گی اب جاؤ یہاں سے۔"
"میری پیاری اماں۔" اطہر نے اُن کے گال پہ پیار کیا اور زرافشاں کو اپنی بیوی کے طور پر سوچ کر مسکرا اٹھا۔

☆......☆......☆......☆

"ہاں تو کون سا میں نے غلط کہا......ویسے لڑکا کتنا اچھا ہے ناں۔ ملنسار بھی ہے، بچی بہت بات ہے مجھے تو بہت اچھا لگا اور دیکھو ہے بھی فوجی پر لگتا نہیں کہیں سے بھی۔"
رات کے وقت سب کاموں سے فراغت پا کر سب سونے اپنے کمروں میں گئے لیکن ہماری ہیروئن صاحبہ کانوں میں حسب معمول ہینڈز فری لگائے اور گانوں سے لطف اندوز ہو رہی تھیں لیکن ساتھ ہی ساتھ تیز تیز مارچ بھی کررہی تھیں کیونکہ اطہر پر اپنا غصہ نکالنا تھا۔
"جھوٹ بولا تھا ناں اس نے مجھ سے، ایسے ظاہر کیا جیسے واقعی، ہونہہ آنے دو اسے ٹیرس پر پھر بتاتی ہوں۔" وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی بولی۔
"اوہیلو میڈم...... کیا ہو رہا ہے؟" اطہر نے بلند آواز میں کہا لیکن زرافشاں تیز تیز چلنے میں ایسی مگن تھی کہ گانوں کی وجہ سے سن تو نہیں سکی لیکن دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔
"لگتا ہے غصے میں ہے یہ کیا کروں کہ یہ مجھے دیکھے۔" اطہر نے خود کلامی کی اور سوچنے لگا۔
"آئیڈیا۔" وہ کمرے میں آیا اور کاغذ قلم اٹھایا کر کچھ لکھ کر تہہ کرکے باہر آگیا۔ پھر اُس نے چپکے سے کاغذ زرافشاں کی جانب پھینکا اور چھپ گیا۔
"ہائے یہ کیا؟" گھبرا کر زرافشاں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کاغذ اٹھایا۔
"کون پھینک سکتا ہے اس طرح یہ رقعہ؟" دھڑکتے دل کے ساتھ اُس نے تہہ شدہ کاغذ کھولا اور جو لکھا تھا وہ پڑھا تو جھنجلا کر کاغذ پھینکا اور بھناتی ہوئی دیوار کی طرف آئی۔
"مجھے اچھے سے پتا ہے۔ تم یہیں کہیں چھپے ہو...... سامنے آؤ۔" اُس نے مٹھیاں بھینچیں اور ابرو اچکا کر پکارا۔
"آپ بلائیں اور ہم نہ آئیں اب ایسے تو حالات نہیں۔ جی حکم کریں، بندہ حاضر ہے آپ کی قسمت میں...... اوہ میرا مطلب خدمت میں۔" اطہر نے بھی آنکھیں پٹپٹا کر شوخ ہوتے ہوئے کہا۔
"آپ کی ہمت کیسے ہوئی یہ لکھنے کی؟" زرافشاں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"تو کیا کرتا؟ میں نے آواز دی لیکن محترمہ پتا نہیں کیا سننے میں ایسی مگن تھیں کہ دیکھا ہی نہیں...... ہونہہ۔" اطہر نے بھی سر جھٹک کر جواب دیا۔
"تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ گھٹیا بات لکھ کر مجھے بلاؤ۔" ماتھے پہ بل لاتے ہوئے زرافشاں نے کہا تو اطہر نے ریلنگ پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔
"اچھا کیا ایسی بات لکھ دی جو محترمہ کو اتنی بری لگ گئی کہ گھٹیا کہنے لگیں؟"
"یہی ناں شادی والی بات۔ واقعی آپ میں شرم نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔" بلا جھجک زرافشاں نے کاغذ پہ لکھی تحریر دہرائی تو اطہر کی ہنسی چھوٹ گئی۔
"تو کیا کروں؟ شرم نہیں ہے مجھ میں بھئی چلو آج مان لیتا ہوں نہیں ہے شرم اور اب جو سوال میں نے کیا ہے مجھے اُس کا جواب بھی دو۔ چلو شاباش۔" زیر لب مسکرا کر اطہر نے اُسے دیکھا۔
"کون سا جواب؟" زرافشاں جی بھر کے تنگ ہوئی۔
"یہی ناں...... مجھ سے شادی کرو گی؟" اطہر نے اس

کونظروں کے حصار میں لے کر گمبھیر لہجے میں اس سے پھر استفسار کیا تو زرافشاں کی دھڑکن بے قابو ہونے لگیں۔
''ایسے دیکھتی رہو گی ناں محترمہ..... پیار ہی ہوجائے گا۔ پھر شادی کا کیا ہوگا ہماری؟'' زرافشاں بوکھلائی۔
''مجھے نہیں پتا۔'' یہ کہہ کر زرافشاں پیر پٹختی تیز تیز چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔
''پتا تو میں لگا کر رہوں گا۔'' سیٹی بجاتا ہوا اطہر بھی اپنے کمرے میں چلا آیا۔

☆......☆......☆......☆

''اماں..... پلیز میری بات سمجھیں۔ انہوں نے خود کہا ہے سب کو لانے کو۔'' اطہر نے منت سماجت شروع کردی۔
''پہلے مجھے یہ بتاؤ تمہیں ایسی بھی کیا جلدی تھی اُن کے گھر جانے کی اور مزے سے کھا پی کے آنے کی؟'' رشتے کی مہم اطہر کی جانب سے جاری وساری تھی لیکن سیمہ کو یہ بات بری لگ رہی تھی کہ بیٹا ماں کو بنا بتائے ہمسایوں کے ہاں ہو کر بھی آ گیا تھا۔
''اب ایسی بھی کیا قیامت آ گئی اِس بات میں؟ بس یہی ناں کہ میں اُن سے ملنے چلا گیا آپ بھی تو گئی تھیں ناں اُس رشتے کرانے والی آنٹی کی بات سن کر؟'' اطہر نے زود رنجی سے کہا۔
''مجھ سے بحث نہ کرو تو اچھا ہی رہے گا۔ نالائق کیا سوچتی ہوں گی رضیہ بیگم اور پھر اُس رضوانہ نے بھی ذکر ضرور کیا ہوگا رشتے کے حوالے سے تو اب مسز گل یہی سمجھ رہی ہوں گی کہ ہم دلچسپی لے رہے ہیں۔'' سیمہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔
''ہاں تو سمجھنے دیں کون سا اس میں غلط بات ہے؟ میں تو بذاتِ خود یہ بات کہہ رہا ہوں مجھے وہ لڑکی اچھی لگتی ہے پسند ہے اب آگے آپ کا کام ہے وہاں جانا اور رشتے کی بات کرنا' بس ختم۔''
''بس ختم..... کہہ ایسے رہے ہو جیسے جا کر ٹافی خریدنی ہو۔'' سیمہ نے ہنکارہ بھرا۔
''اگر آپ نے میرا یہ کام نہیں کیا ناں تو میں جانے سے پہلے خود اُن کے پاس جا کر اُن کی بیٹی سے رشتے کی بات کرلوں گا۔'' اطہر نے ڈھٹائی سے کہا۔
''شرم تو نہیں آئی ناں؟ ماں باپ زندہ ہیں اور جوان بیٹے کو شادی کی اتنی جلدی ہو رہی ہے؟''
''پہلے تو خود ماں باپ کو جلدی ہو رہی تھی اولاد کی شادی کی اب بیٹا خود کہہ رہا ہے تو شرم دلائی جارہی ہے؟'' اطہر نے بھی دوبدو جواب دیا۔
''تم میں اور اُس لڑکی میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ دونوں منہ زور ہو۔''
''تو جب ہم..... ہم مزاج ہیں تو پھر کیا مسئلہ ہے؟'' اطہر نے بچوں کی طرح مچلتے ہوئے پوچھا۔
''حد کر رہے ہو تم قسم سے اطہر۔ تنگ مت کرو۔'' سیمہ کو غصہ آ رہا تھا۔
''مجھے جب تک جواب نہیں ملے گا میں نے آپ کا پیچھا نہیں چھوڑنا۔''
''اطہر..... تم یہاں اتنا مجھے تنگ کرتے ہو وہاں اپنے سینئرز کو بھی ایسے ہی تنگ کرتے ہو کیا؟'' سیمہ جھنجھلائی۔
''نہیں مجھے کچھ نہیں پتا بس ابو سے کہیں وہ کل چلیں اور رشتے والی آنٹی سے کہیں کہ وہ بات کریں کہ ہم آنا چاہتے ہیں۔'' اطہر نے بے صبرے پن کا مظاہرہ کیا۔
''اچھا اچھا..... ٹھیک ہے..... میں بات کروں گی تمہارے ابو سے اب میری جان بخش دو۔''
''یاہو۔'' اطہر چلایا اور سیمہ نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لیے تھے۔

☆......☆......☆......☆

''بات سنو رضوانہ..... یہ برابر والی مسز شہزاد کا فوجی بیٹا تو بہت ہی اچھا ہے۔''
''بالکل میں اُس سے ملی ہوں بچی بہت ہی اچھا لڑکا ہے۔ چلبلا بھی بہت ہے۔ ہماری زری کے لیے بہت اچھا رہے گا۔'' رضیہ بیگم نے رضوانہ کو فون کر کے اچانک اُس کے آنے اور کھانے کے حوالے سے بات بتائی۔

"سچ کہہ رہی ہو۔ فوجی لڑکا بھی مل رہا ہو اور بااخلاق بھی تو کون نہیں چاہے گا کہ اپنی بیٹی کی شادی اُس لڑکے سے کروائیں۔" رضیہ بیگم نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تو آپ کہیں تو میں مسز شہزاد سے بات کروں؟"

"ارے نہیں نہیں۔ ایسے اچھا نہیں لگے گا۔ پتا نہیں کیا سوچیں گی وہ۔"

"لو بھلا اس میں سوچنے والی کیا بات ہے؟ کون سا آپ نے خود جا کر بات کرنی ہے...... جو بھی کرنا ہے میں نے ہی تو کرنا ہے۔ بس سب مجھ پہ چھوڑ دیں۔" رضوانہ کی بات سے وہ کچھ متفق ہوئیں اور کام اُن پہ سونپ کر پُرسکون ہوگئیں۔

"کیسی ہیں مسز شہزاد؟" رضیہ بیگم سے بات کرکے رضوانہ نے سیمہ کو فون کیا۔

"بالکل ٹھیک...... تم سناؤ۔ ویسے اچھا کیا کہ تم نے فون کرلیا میں ابھی تمہیں ہی فون کرنے والی تھی۔"

"اچھا...... خیر تو ہے ناں؟" رضوانہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

"ہاں وہ...... رضیہ بیگم کی بیٹی کے لیے پوچھنا تھا۔ اُس کا کہیں رشتہ دیکھا تم نے؟"

"ہاں ایک دو جگہ دیکھ رہی ہوں۔ شاید کہیں بات بن جائے۔ آپ کہیں......"

"اوہ......" سیمہ نے سن کر کہا۔

"کیوں خیر ہے ناں مسز شہزاد؟"

"ہاں وہ......" سیمہ تذبذب کا شکار ہوئیں۔

"وہ اصل میں...... میں اپنے بیٹے اطہر کے لیے زرافشاں کا رشتہ مانگنا چاہتی ہوں۔ میں نے سوچا خود کہنے کے بجائے تمہیں کہوں۔ پر اگر کہیں اور دیکھ رہے ہیں تو......"

"ارے آپ مان گئیں کیا؟" رضوانہ کو یاد تھا اطہر نے خود اظہار کیا تھا اس رشتے کے لیے۔

"بھئی اب کیا کریں...... جب بیٹا خود پسند کیے بیٹھا ہے اور بضد ہے کہ یہیں کرنی ہے تو میں کتنا منع کروں گی؟ آخر کو بیٹے کی ہی ماننی ہے۔"

"اچھی بات ہے مسز شہزاد میں اُن تک پیغام پہنچادوں گی اور کچھ؟" رضوانہ نے مزید پوچھا۔

"ہاں بس انہیں بتادو ہم کل شام چائے پہ آئیں گے اور رشتہ طے کرکے ہی آئیں گے بس یہ کہنا کہ زیادہ تکلف نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں انہیں فون کرکے بتا دیتی ہوں۔" سیمہ سے بات کرکے رضوانہ نے رضیہ بیگم کو کال ملائی اور ساری بات گوش گزار کردی۔

"اف یہ کیا اچانک سے؟ ابھی تو میں نے فقط سوچا ہی تھا اور یہ......" رضیہ کے تو جیسے ہاتھ پیر ہی ٹھنڈے ہوگئے۔

"رضیہ بیگم۔ اللہ جب مہربان ہوتا ہے ناں تو وہ یک دم سے اپنی نعمت اور رحمت نچھاور کردیتا ہے اور انسان کی نیت صاف ہو تو اللہ بھی اُس کی مدد کرتا ہے۔ آپ زیادہ نہ سوچیں بس جا کر زری بیٹی کو بتائیں اور میں بھی کل جلدی آجاؤں گی پھر شام کی تیاری ساتھ مل کر کرلیں گے۔"

"جزاک اللہ پیاری رضوانہ۔ سچ یہ رشتہ ہوجائے میری تو جیسے عید ہوجائے گی۔" رضیہ ہنسی۔

"ان شاء اللہ۔ اب کہا تو ہے انہوں نے۔ چلیں پھر کل ملاقات ہوتی ہے۔" اب مرحلہ زرافشاں کو بتانے کا تھا جو کہ فی الحال رضیہ بیگم نے سوچا تھا کہ دن میں بتادیں گیں۔

☆......☆......☆......☆

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" اطہر زرافشاں کو انہماک سے آئس کریم کھاتا دیکھ رہا تھا۔

"اب کون سا سوال؟" وہ بھی بنا اُسے دیکھے ندیدوں کی طرح آئس کریم کھا رہی تھی۔

"کیا دوبارہ پوچھوں؟ اور یہ آئس کریم کھانا بند کرو پلیز۔"

"دیکھو۔ میری آئس کریم ہے میں جیسے چاہوں کھاؤں تمہیں کیا؟" اطہر کو آنکھیں دکھاتے

ہوئے بولی۔
"سنو۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں ناں آج کل فارغ ہوں تو سوچ رہا ہوں تم سے شادی کرلوں۔ وہ الگ بات ہے کہ مجھے پھر جانا بھی ہے تو چلو کوئی نہیں منگنی تو کرلیتا ہوں کیا کہتی ہو؟" اطہر نے آنکھوں میں شرارت اورلبوں پر مخصوص مسکراہٹ لیے پوچھا۔
"میں کیا پاگل ہوں جو تم سے شادی کروں گی؟"
"تو تم کیا چاہتی ہو میں خاص تمہارا ہاتھ پکڑنے ٹیرس سے چھلانگ لگا کر تمہارے پاس آؤں اور پھر ہاتھ پھیلا کر فلمی انداز میں پروپوز کروں؟" اطہر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔
"اچھا۔ یعنی یہ طریقہ بھی آزمانا ہے؟" زرافشاں مسکرائی۔
"ویسے کر تو سکتا ہوں لیکن اس میں ہڈی ٹوٹنے کا خدشہ ہے اور تم یہ نہیں چاہو گی کہ تمہارا دولہا لنگڑا ہو۔" اطہر نے منہ بسورا۔
"اللہ نہ کرے۔ کیوں ہڈی تڑوانے کا سوچ رہے ہو؟"
"تو یعنی تم ویسے ہی راضی ہو؟" اطہر نے محبت بھرے انداز میں زرافشاں کو دیکھا تو وہ جھینپ گئی۔
"اف..... کتنا شرماتی ہو تم؟" اطہر اور شریر ہوا۔
"اچھا میں جا رہی ہوں۔" نظریں جھکا کر ہونٹوں کو دانتوں تلے دباتے ہوئے کہا۔
"ہاں جاؤ لیکن میری ایک بات تو سن لو۔"
"کہیں یہ آئی لو یو تو نہیں کہنے لگا..... ہائے۔" زرافشاں کا دل زور سے دھڑکا۔
"کل شام کو ہم تمہارے گھر آئیں گے رشتہ پکا کرنے۔ اس لیے اچھا سا تیار ہو کر بیٹھنا اور چپ چاپ ہی رہنا زیادہ باتیں نہیں کرنا سمجھیں اور ہاں مجھے پرسوں صبح سویرے نکلنا ہے اس لیے میں کل رات مل نہیں سکوں گا تو....." وہ ہونق بنی اطہر کو دیکھنے لگی۔
"ابھی ساری باتیں یہیں کر رہا ہوں تاکہ تمہیں بعد میں مسئلہ نہ ہو۔" اطہر نے تھوڑا سختی سے کہا۔
"جی ٹھیک۔" وہ منمنائی۔
"اور ہاں۔ میں تو جیسا کہ چلا جاؤں گا تو جب تک میں واپس نہ آجاؤں تم نے میری پسند کی ہر چیز پکانا سیکھنی ہوگی۔"
"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔
"بھئی اب ہماری بات پکی ہونے جا رہی ہے تو ظاہر ہے پھر تم کھانا پکانا صحیح طور سے سیکھو گی تو میں پہلے سے ہی بتا رہا ہوں مجھے کیا کیا پسند ہے تو جب دوبارہ آؤں گا تم نے میری پسند کے کھانے پکا کر رکھنا ہوں گے۔"
"اچھا" اطہر کی بات سن کر اس نے سر ہلایا۔
"ہاں تو سنو۔ رس گلے، گلاب جامن، شیر خورمہ کوفتے، قورمہ، نہاری، پائے، بریانی، کباب، پراٹھے تکے، حلیم......"
"بس بس بس..... پیٹو کہیں کے۔ کتنا کھاتے ہو؟ اور یہ سب مجھے سیکھنا پڑے گا کبھی بھی نہیں۔" منہ پھیرتے ہوئے زرافشاں نے کہا۔
"اچھا یہ بات ہے ہونہہ..... اب میں ناراض۔ جب تک تم یہ پکانا نہیں سیکھو گی میں نے بات ہی نہیں کرنی۔ اللہ حافظ۔"
"ارے رکو تو....." اطہر بنا اس کی بات سنے ہنسی دباتے ہوئے کمرے میں چلا گیا۔ پوری رات سوچ بچار کرتے ہوئے ہی زرافشاں کی آنکھ لگ گئی۔
اگلے دن دوپہر میں ہی رضوانہ آگئی تھی اور رضیہ بیگم نے زبردستی اسے پارلر بھیجا اور خود سکون سے شام کے لیے لوازمات تیار کرنے لگی۔ شام میں سب لوگ موجود تھے بشمول رضوانہ کے جس کے توسط سے یہ رشتہ پکا ہوا تھا۔ زرافشاں اطہر کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی فیروزی سوٹ جس پہ سلور کا کام تھا۔ ہلکے سے میک اپ میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔
رشتہ پکا ہوتے ہی ایک دوسرے کو مبارک باد دی جا رہی تھی وہیں زرافشاں اطہر کو بھی دیکھ رہی تھی لیکن فوجی

صاحب تو جان بوجھ کر منہ بنائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ویسے سب سے ہنس بول رہے تھے جہاں نظر زرافشاں پہ جاتی وہیں اکڑ کر بیٹھ جاتے۔

شہزاد صاحب اور گل صاحب بھی خوش گپیوں میں مگن تھے اور خواتین کی باتیں بھی چل رہی تھیں۔ اطہر اپنے دو چھوٹے سے سالوں کے ساتھ باتیں اور کھیلنے میں مگن تھا۔ جب کہ اکیلی ایک جانب بس ہوں ہاں کرنے کے لیے زرافشاں ہی رہ گئی تھی۔ رات کو یہ سب اپنے گھر روانہ ہوئے تو زرافشاں نے فوراً سے پیشتر جا کر کپڑے بدلے۔

"کیا وہ رات میں ٹیرس پہ آئے گا؟ ایسا بھی کیا ناراض ہونا کہ ایک دفعہ نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں۔" وہ افسردہ سی بیٹھی اطہر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ دوسری جانب اطہر اپنی پیکنگ میں مصروف تھا۔

"اطہر۔"

"جی اماں۔" اطہر نے مسکرا کر سیمہ کو دیکھا۔

"خوش ہو؟"

"ہاں ہوں تو۔" وہ اپنی پیکنگ کرتا ہوا بولا۔

"ہاں تمہیں کیا۔ تم نے تو اپنا کام کرلیا اب میرے متھے اچھا کام ڈال گئے ہو۔" سیمہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اُلے اُلے میلی پالی شی اماں۔" وہ کام چھوڑ کر سیمہ کے پاس بیٹھا اور پیار سے گال کھینچے۔

"آرام سے۔" اپنے گال سہلاتی ہوئی سیمہ بولی۔

"مجھے امید ہے اچھے سے وہ اپنی امی سے تو سیکھے ہی سیکھے گی گھر داری آپ بھی سکھائیں گی کیوں ہے ناں۔"

"ہاں بس میرا یہی کام تو رہ گیا ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے آرام نصیب ہو بس میں سب کو سکھاتی پھروں پوری زندگی ہیں ناں؟" اطہر مسکرایا اور سیمہ کے گلے میں بازو حمائل کیے۔

"اچھا بس بس۔ پیکنگ کرلو اور جا کر اپنی زرافشاں سے مل لینا ٹیرس پہ۔ خوش ہوجائے گی۔" سیمہ نے اطہر کے گال تھپتھپائے۔

"ارے واہ...... یہ ہوئی ناں پیاری اماؤں والی بات۔

معافیہ سلیم

پیارے قارئین اینڈ سویٹ آنچل اسٹاف' پیار بھرا سلام قبول ہو۔ مابدولت کو معافیہ سلیم کہتے ہیں۔ ہم لوگ خدا کے فضل سے نو بہن بھائی ہیں' پانچ بہنوں کے بعد میں 3 جون کے سلگتے ہوئے دن اس دنیا میں ٹھنڈک کا احساس بن کے تشریف لائی۔ میری امی ہاؤس وائف ہیں اور میرے ابو زمیندار ہیں۔ میں کیا کرتی ہوں کچھ بھی نہیں اور بہت کچھ کرنے کی کوشش (یہ اور بات ہے کہ آتا کچھ دی ہیں)۔ دوست کوئی نہیں' کچھ لوگوں نے اعتبار ایسا توڑا ہے کہ اس کی کرچیاں اب بھی درد دیتی ہیں تب سے اپنا ایک فارمولا ہے اعتبار کرنا اچھی بات' نہ کرنا اس سے بھی اچھی بات۔ رہی بات خامیوں کی تو بہت ہیں' اعتبار جلدی کرلیتی ہوں' غصہ بہت آتا ہے' جھوٹ سے سخت نفرت ہے' جی بھر کے محنت نہیں کرتی۔ شرارتیں کرتی تھی مگر اب تو زندگی نے مجھ سے بہت بڑی شرارت کر ڈالی کہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھی ہوں۔ خوبیاں یہ ہیں کہ نماز پڑھتی ہوں' پیار بہت کرتی ہوں' بے وفا لوگوں سے بھی جب کوئی زیادہ درد دے تو ہنس پڑتی ہوں قسمت پر۔ کافی عرصہ سے بس آنچل ہی پڑھتی ہوں' آج جب درد حد سے بڑھنے لگا تو سوچا آنچل سے کچھ کہہ دوں۔ پسندیدہ رائٹرز میں سب سے پہلے نازی جی کا ذکر کروں گی' نازی جی تسی گریٹ اواس کے علاوہ سمیرا شریف طور بھی بہت اچھی ہیں۔ شاعری جنون کی حد تک پسند ہے' آخر میں ایک ایسے شخص کا شکریہ جس نے مجھے توڑا اور جینا سکھایا اور تمام لوگوں سے یہ درخواست ہے کہ مت کھیلو لوگوں کے اعتبار سے' نہ توڑو ان کے وجود کو' ضرور آگاہ کیجیے گا آپ کو ہم سے مل کر کیسا لگا؟ فی امان اللہ اللہ حافظ۔

دیکھا کتنا خیال ہے ایک ساس کو اپنی بہو کا۔"

"بس بس۔ زیادہ نہیں اچھا۔ میں چلتی ہوں صبح کے لیے الارم لگا دینا اور دیر تک مت جاگتے رہنا سمجھے۔" سیمہ نے اطہر کے ماتھے پہ پیار کیا اور چلی گئیں۔

"اف پیکنگ کب مکمل ہوگی۔" اطہر نے لمبی سانس لی۔

"دیکھوں تو صحیح محترمہ ٹیرس پہ آئی ہیں یا نہیں۔" وہ دبے پاؤں ٹیرس پہ آیا اور دیوار کی جانب ہی رہا۔

"اب کیا وہ اتنا ناراض ہوگیا ہے کہ آیا ہی نہیں ٹیرس پہ؟" وہ لٹ کو دو انگلیوں سے موڑتی جھانک رہی تھی اور اطہر کا انتظار کر رہی تھی۔

"اب کیا کروں؟" وہ افسردہ ہوئی۔

"مجھے یاد کرو اور کیا اور ہاں انتظار بھی۔" اطہر کے اچانک وارد ہونے پر وہ چونکی۔ "اور ایک کام اور بھی کر سکتی ہو۔ پوچھو کیا؟" زرافشاں نے بھنویں سکیڑیں۔

"بھئی کھانا پکانا سیکھو گی۔ کیوں ہے ناں یہ بھی ایک کام۔" اطہر نے ہنس کر کہا۔

"آپ ناراض ہیں؟"

"کس نے کہا ناراض ہوں؟ میں تو ایسے ہی اور ایک منٹ ایک منٹ۔ یہ کیا میں ایک ہی رات میں تم سے آپ پہ آگیا؟ کل تک تو لڑاکا بی بنی تم تم کر کے بات کرتی تھیں اور آج کایا ہی پلٹ گئی واہ بھئی۔" اطہر نے شوخ نظروں سے دیکھا۔

"بہت ہی فضول انسان ہیں آپ۔" زرافشاں بلش ہوئی۔

"میں بالکل بھی اپنی ہیروئن سے ناراض نہیں ہوں نہ ہوسکتا ہوں۔ البتہ اُسے تنگ کرنے میں جو مزا آتا ہے ناں اُس کے بارے میں نہیں بتا سکتا کچھ بھی۔" زرافشاں سر جھکائے کھڑی تھی۔

"مجھے یاد کرو گی؟" زرافشاں نے بنا سر اٹھائے نفی میں سر ہلایا۔

"سچی...... ! کتنا یاد کرو گی؟" اطہر کے سوال پر اُس نے سر اٹھایا۔

"بہت۔" زرافشاں کے چہرے پہ اداسی پھیلی ہوئی تھی۔

"اب تو میرا جانے کا ہی دل نہیں کر رہا لیکن کیا کروں جانا تو ہے۔" اطہر نے بے چینی سے کہا۔

"کتنے بجے جانا ہے؟"

"صبح سات بجے نکلنا ہے۔" اطہر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جا کر آرام کریں تھک گئے ہوں گے۔ پیکنگ کر لی؟"

"ہم...... نہیں تھوڑی سی رہتی ہے۔" اطہر نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جا کر کریں مکمل۔ میں اب چلتی ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" کندھے اچکاتے ہوئے اطہر کمرے میں چلا آیا۔ سارا سامان رکھ کر بیگ بند کر کے سونے لیٹ گیا۔

فجر کے بعد اطہر کی روانگی تھی۔ وہ شہزاد صاحب کے ساتھ نکلا اور گاڑی میں بیٹھنے ہی لگا تھا کہ اچانک نظر ٹیرس پر گئی وہاں زرافشاں دھیمی مسکراہٹ لبوں پر سجائے کھڑی تھی۔ اسے ہاتھ ہلاتے اور مسکراتے ہوئے دیکھا۔

وہ اپنے منگیتر کو فوجی لباس میں دیکھ کر مسمرائز سی ہوگئی تھی۔ اُس کے سامنے اُس کا منگیتر تو تھا لیکن ایک خوب صورت ہنس مکھ چلبلا سا فوجی بھی تھا۔ ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارے سے دل بنا کر دکھایا اور اطہر جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ گیا۔ زرافشاں بھی مسکراتے ہوئے پلٹی اور نیچے چلی آئی۔ آخر کو عید سے پہلے پہلے بہت کچھ سیکھنا تھا اسے۔ کیونکہ اب اس نے اپنے ڈھول ماہیا کے لیے بہت سا کام سیکھنا تھا جس میں سر فہرست کھانا پکانا بھی تھا۔

ختم



یوں تو اس شہر میں ہر اک سے محبت ہے تمہیں
جانے تنہائی میں کس کس کا برا مانگتے ہو
اس کو سب علم ہے شہزاد وہ سب جانتا ہے
کس لیے ہاتھ اٹھاتے ہو دعا مانگتے ہو

ننھی سی اسکرین یا طلسم ہوشربا...... میں تو دیکھ دیکھ کر حیران ہی ہورہی تھی، قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے بڈھے اور بڈھیاں اب فیس بک پر اکاؤنٹ بنائے پروفائل میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ میں یہ سب دیکھ کر دنگ ہورہی تھی اور دنگ ہو ہو کر تھک نہیں رہی تھی۔ عام لوگوں سے لے کر اداکار، ادیب، شاعر، سیاستدان، سائنسدان، کوہ پیما، فوٹو گرافر، پینٹر، آرٹسٹ، شیف، ڈریس ڈیزائنر، پراپرٹی ڈیلر...... کون تھا جو رہ گیا ہو فیس بک اکاؤنٹ اور پیج بنانے سے؟ آن لائن بزنس میں بھی بنگلہ، زمین، گاڑی، زیور سے لے کر کپڑے، جوتے، کھلونے، اسٹیشنری، بے بی آئٹمز، فرنیچر، ہینڈی کرافٹس، کھانے پینے کی اشیاء، فروزن آئٹمز، آن لائن فاسٹ فوڈ ہوم ڈلیوری...... کیا تھا جو رہ گیا ہو یہاں بکنے سے؟ میرے جیسی زندگی کی پچپن بہاریں دیکھ لینے والی ماضی پرست عورت کے لیے تو یہ سب جادوگری ہی تھی۔

ساری زندگی گھی بندھی روٹین کے عام سے شب و روز گزارنے والی ایک سادہ گھریلو عورت، جس کو اس عمر میں آ کر جب فراغت نصیب ہوئی تو اولاد پنچھیوں کی طرح پر لگائے پھر سے اڑ گئی اور مجھے وقت گزاری اور رابطے کے لیے یہ مشغلہ تھما گئی۔ پڑھی لکھی ہونے کے باوجود فیس بک اور اس کی کار گزاریوں کو سمجھنے میں مجھے وقت لگ رہا تھا کیونکہ میں ایک عام روایتی سی عورت تھی جسے اس قسم کی چیزوں میں کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اب بھی اولاد کے مجبور کرنے پر...... سچ ہے کہ اولاد کے پیدا ہونے سے قبل ہی عورت جو قربانیاں دینا شروع کرتی ہے تو یہ سلسلہ مرتے دم تک رکتا ہی نہیں۔ اب یہی مثال لے لیں، دلچسپی صفر ہونے کے باوجود محض اولاد کی خاطر مجھے اس ٹیکنالوجی کو سیکھنا پڑا اور اس میں دلچسپی بھی لینی پڑ رہی ہے یہ بھی ایک طرح کی قربانی ہی ہوئی ناں۔

”توبہ......“ اپنی سوچ پر مجھے خود ہی ہنسی آ گئی۔

معیز میرا سب سے بڑا بیٹا لندن میں رہتا ہے، وہاں وہ ایک سپر اسٹور میں شاپ منیجر ہے اس کی بیوی عتیقہ اسی اسٹور کے فنانس سیکشن میں کام کرتی تھی۔ ان کے تین بچے ہیں ارحم، احزم اور فاریہ۔ عبید میرا دوسرے نمبر کا بیٹا دبئی کے ایک بینک میں جاب کرتا ہے اس کی بیوی سیما وہاں کے ایک امریکن اسکول میں پڑھاتی تھی ان کے دو بچے ہیں اعیان اور عارب۔

میرے تیسرے بیٹے عباد کا امریکہ میں پاکستانی فوڈ کا ذاتی ریسٹورنٹ ہے، اس کی بیوی ملیحہ اس کے ساتھ ریسٹورنٹ میں مدد کرتی ہے ان کی دو بیٹیاں ہیں ملیزہ اور شانزہ۔

سب سے چھوٹا اور میرا سب سے لاڈلا اظفر جس کی حال ہی میں شادی ہوئی ہے وہ اپنی نئی نویلی دلہن عزہ کے ساتھ

میرے پاس ہی رہتا ہے۔ وہ دونوں خاصے محب وطن تھے اس لیے کبھی کسی دوسرے ملک جانے کے بارے میں نہ سوچا نہ ایسی آفرز کو قبول کیا۔

بیٹی اللہ نے مجھے دی ہی نہیں' میرے چاروں بیٹوں نے شادی اپنی پسند سے کی تھیں اور نئی نسل کے جذبات اور تقاضوں کو سمجھتے ہوئے میں نے ہر بار خوشدلی سے ان کی راہیں ہموار کر کے بہوؤں کو کشادہ دلی سے خوش آمدید کیا پھر ایک ایک کر کے پرندے اڑ گئے بس ایک اظفر رہ گیا وہ ایک ایجوکیشنل این جی او میں پراجیکٹ ڈائریکٹر تھا اور اس کی بیوی عزہ اسی کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر' جی ہاں...... اسی طرح انڈر اسٹینڈنگ ہوئی تھی۔

میرے شوہر اشرف علی پچھلے برس مجھے داغ مفارقت دے گئے تھے' چھتیس برس کا دور رفاقت جس کا کوئی پل آج بھی یادوں سے محو نہیں ہوا تھا۔ وہ چیمبر آف کامرس سے ریٹائر ہوئے تھے' کافی متحرک قسم کے انسان تھے خوش مزاج' خوش گفتار اور بذلہ سنج۔ ان کی کمپنی میں کبھی کوئی بور نہ ہوتا تھا انہوں نے بے حد متحرک اور مصروف ترین زندگی گزاری جبکہ مجھے گھر سے نکلنا کچھ خاص پسند نہ تھا اس لیے کبھی بھی جاب کے بارے میں نہ سوچا۔ ساری عمر گھر گرہستی کے نام کر دی۔

اچھی صحت خوش گوار مالی و ازدواجی زندگی اللہ کی دین ہوتی ہے سو اسی اچھی صحت کے سہارے زندگی اچھی گزر رہی ہے۔ کیا جوانی کیا بڑھاپا' کام کا بوجھ ہر عمر میں یکساں رہا' بیٹے جوان ہوئے تو صرف اپنے کپڑے استری کرنے کی ذمہ داری لی باقی سارے کام میرے ذمہ۔ میاں صاحب نے تو صفائی ستھرائی کے لیے میڈ رکھی پھر لانڈری کے لیے' میرا اعتراض کرنا بنتا بھی نہ تھا کیونکہ گھر بڑا لے لیا تھا' بچوں کی شادی ہونے والی تھیں' کام کاج کا بوجھ بڑھنے والا تھا۔ بڑا گھر وقت کی ضرورت تھا مگر ایک کنال کے ڈبل اسٹوری بنگلے کو سنبھالنا میرے بس کا روگ نہ تھا۔

معیز شادی سے پہلے ہی لندن چلا گیا تھا' اس کی شادی کے بعد اس کی بیوی عتیقہ دو سال میرے پاس ہی رہی پھر معیز اسٹیبلش ہو گیا تو اسے بلا لیا۔ عبید کو بھی بینک نے ہی دبئی ٹرانسفر کیا تھا' اس سے قبل وہ بھی کئی سال میرے پاس رہا۔ عتیقہ اور سیما جب تک پاکستان میں تھیں ہاؤس وائف ہی تھیں' جابز اپنے اپنے شوہروں کے پاس جا کر ہی شروع کی۔ عباد البتہ پڑھنے کی غرض سے امریکہ گیا تھا' وہیں اسے ملیحہ پسند آئی اور ان دونوں نے شادی سے قبل جاب کر کے ان تھک محنت سے سرمایہ جمع کیا اور شادی کے بعد وہیں چھوٹا سا ریسٹورنٹ کھول لیا۔ یہ ان دونوں کی باہمی پلاننگ تھی' یوں ملیحہ میری وہ واحد بہو تھی جو شادی کے بعد محض چند ہفتے میرے پاس رہی وہ بھی مہمان کی حیثیت سے۔

اب اظفر کی بیوی عزہ ہے جو شاید تاحیات میرے پاس رہے' تو پھر اظفر نے جز وقتی ملازماؤں کے علاوہ میرے لیے ایک کل وقتی ملازمہ بھی رکھ دی ہے جو برتن دھونے اور دیگر چھوٹے موٹے کام کاج کے کرتی ہے۔ ایک طرح سے میری تنہائی کی ساتھی بھی وہی ہے' میں نے بھی باقاعدہ اشتہار لگوا کر تھوڑی پڑھی لکھی مگر بے سہارا لڑکی کا انتخاب کیا' جاہل گنوار ملازمائیں میرے لیے ناقابل برداشت تھیں۔ آسیہ کی سولہ برس کی عمر میں شادی ہوئی اور اٹھارہ برس کی تھی جب وہ بیوہ ہو گئی' بچہ کوئی تھا نہیں۔ شوہر اچھا تھا اس نے آسیہ کو انٹر تک پڑھا دیا تھا مگر اس کی زندگی اتنی ہی تھی۔ شوہر کے بعد سسرال والوں نے منہ پھیر لیا' میکے کے نام پر صرف ایک شادی شدہ بہن تھی جو اس کا بوجھ اٹھانے سے قاصر تھی سو وہ کبھی کہیں تو کبھی کہیں رہتی۔ میں نے گھر میں سرونٹ کوارٹر نہیں بنوایا تھا اسے میں نے گھر میں ہی ایک کمرہ دے دیا تاکہ نظروں کے سامنے بھی رہے۔

ارے یہ کیا...... فیس بک اسکرول کرتے کرتے میں کہاں جا پہنچی' بات ہو رہی تھی فیس بک کی جسے دیکھ دیکھ کر میں حیران ہوئے جا رہی تھی۔ میرے پاس صرف میرے بچے ہی ایڈ ہیں اس لیے نیوز فیڈ انہی کی اپ ڈیٹس سے بھری ہوئی ہوتی۔ مجھے تو خبر ہی نہ تھی کہ وہ سب فیس بک پر اتنے ایکٹو ہیں' بیٹوں اور بہوؤں کی تصاویر' پرسنل تصاویر' کلوز پوز رومانٹک پوز' رومانٹک کیپشنز' برتھ ڈے کی تصاویر' اینورسری کی تصاویر اور کئی خاص مواقع کے پورے پورے البمز' ہر ہر لمحے کی یوں تصاویر کہ بندہ تصاویر دیکھ کر ہی پوری تقریب اٹینڈ کر لے۔ ایک دوسرے کے لیے محبت بھری پوسٹس' محبتوں کا کھلم کھلا اظہار اور پھر ان کے مشترکہ دوستوں کے لائکس اور کمنٹس جن میں مرد و زن دونوں ہی شامل تھے' مجھے تھوڑا عجیب لگا۔ میاں بیوی کے ذاتی تعلقات اور جذبات سب کے سب ڈیسک ٹاپ پر گردش کر رہے تھے۔

کون اپنی بیوی سے کتنی محبت کرتا ہے' کون سی بیوی اپنے

شوہر سے کیسے اظہار محبت کرتی ہے سب عیاں تھا' کیا مسلمان کیا انگریز' کوئی فرق نہ تھا۔ گلوز سیلفیز کا ڈھیر لگا تھا' ہم بھی عجیب قوم ہیں طرز زندگی مغربی چاہتے ہیں اولاد مشرقی چاہتے ہیں جینا مغرب میں چاہتے ہیں اور مرنا مکہ مدینہ میں۔

میں اکتا کر سائن آؤٹ کرنے لگی تھی کہ ایک پوسٹ پر نظر پڑی' عبید کی بیوی سیما نے ایک پوسٹ عبید کی ٹائم لائن پر شیئر کی تھی' میرا چونک کر رکنے کی وجہ اس کا کیپشن تھا۔

I Can't Aford May Wife

کیپشن عجیب سا تھا' میں غیر ارادی طور پر پڑھنے لگی۔

اسٹیون ہیمز اور گلوری کی شادی کو تین برس کا عرصہ گزرا تھا جب ان کا بیٹا ایڈرا پیدا ہوا تو دونوں نے باہمی رضامندی سے فیصلہ کیا کہ گلوری اپنے بیٹے کی دیکھ بھال کے لیے گھر پر رہے گی۔ اپنی بیوی کے لیے احسان مندی اور تشکر کے اظہار کے طور پر اسٹیون نے اس کے نام فیس بک پر ایک پوسٹ لگائی جس کا کیپشن سب ہی کو عجیب اور قدرے قابل اعتراض لگا لیکن اس کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

''میرے دماغ میں کچھ دنوں سے ایک سوچ حاوی ہو رہی تھی کہ میں اپنی بیوی کا گھریلو ماں بن کے رہنا افورڈ نہیں کر سکتا۔''

یہ تمہیدی سطر اس کے جاننے والوں کے لیے اچنبھے کا باعث بنی کیونکہ اس جملے کو پڑھ کر دماغ میں پہلی سوچ یہی ابھرتی ہے کہ وہ نہیں چاہتا گلوری مزید گھر پر رہے کیونکہ وہ اکیلے گھر کے اخراجات افورڈ نہیں کر سکتا تھا لیکن معاملہ یہ نہ تھا آگے اس نے لکھا تھا۔

''میری بیوی گھر پر رہتی ہے' ہمارے بیٹے کا ہر لمحہ خیال رکھتی ہے' اس کے ڈائپر چینج کرتی ہے۔ اس کو فیڈ کرواتی ہے' اس کے ساتھ کھیلتی ہے' اسے سلاتی ہے جب وہ اپ سیٹ ہو تو اسے آرام پہنچانے کے جتن کرتی ہے۔ وہ ہمارے بیٹے کو اپنی محبت' اپنا وقت' اپنی طاقت اور اپنا آرام اس کی نذر کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس کے قریب ہوتی ہے' اسے سنتی ہے' بے شک یہ ایک فطری عمل ہے کہ والدین بن کر آپ اپنی اولاد کو پیار محبت دیتے ہیں لیکن ان تمام خدمات پر ایک خاطر خواہ رقم خرچ ہوتی ہے اگر آپ ان سارے کاموں کے لیے کسی اور کو ہائر کریں۔''

ذاتی ریسرچ کے مطابق اسٹیون نے ان تمام خدمات کی قیمت کا تخمینہ لگایا جو گھر میں اس کی بیوی سر انجام دیتی تھی۔

1۔ فل ٹائم نینی کی قومی اوسط ہفتہ واری تنخواہ 705 ڈالر یعنی 36,660 ڈالر سالانہ۔

2۔ گھر کی صفائی ستھرائی ہفتہ میں ایک بار 100-50 ڈالر اوسطاً یعنی 5200 ڈالر سالانہ۔

3۔ گروسری اور دیگر سودا سلف لانے کی ڈیوٹی چار گھنٹے ہفتہ واری کے حساب سے 65 ڈالر فی گھنٹہ یعنی 13,520 ڈالر سالانہ۔

4۔ شیف کے 240 ڈالر ہفتہ واری یعنی 12,480 ڈالر سالانہ۔

5۔ فنانس اسسٹنٹ یعنی بجٹ بنانا بلز ادا کرنا وغیرہ کے 15 ڈالر فی گھنٹہ برائے 5 گھنٹے ہفتہ واری یعنی 3900 ڈالر سالانہ۔

6۔ پروفیشنل کام کاج یعنی بزنس ڈنرز اور پارٹیز وغیرہ کے لیے 75 ڈالر فی گھنٹہ 4 گھنٹے فی ڈنر سال میں تین بار یعنی 900 ڈالر سالانہ۔

7۔ لانڈری کے 25 ڈالر ہفتہ واری یعنی 1300 ڈالر سالانہ۔

8۔ سالانہ تنخواہ بنی 73,960 ڈالر۔ یاد رہے کہ ان میں کوئی سک لیو شامل نہیں' آف ٹائم کی پیمنٹ شامل نہیں۔ اس کے علاوہ سالانہ ستر ہزار ڈالر سے زائد کمانے والا جو انسیٹو (دیگر مشاغل) انجوائے کرتا ہے وہ بھی شامل نہیں۔ میرٹ بونسز اور دیگر سہولیات بھی اس ڈیل میں شامل نہیں۔

''سچ تو یہ ہے کہ میں شرمندہ ہوں ہر اس لمحے کے لیے جب بھی میں نے اس کا دل دکھایا' مذاق اڑایا' طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا۔ میں شرمندہ ہوں ہر اس لمحے کے لیے جب اس نے یہ محسوس کیا ہو کہ اس کا ہماری کمائی پر اتنا حق نہیں جتنا میرا ہے۔ گھریلو ماں کے طور پر اس کی تنخواہ جو بنتی ہے وہ میری تنخواہ سے دگنی ہے' بہت عجیب و غریب ہی سہی لیکن یہ میرا اندازہ ہے اس اعتراف کے لیے کہ میں اپنی بیوی کو بحیثیت ایک ماں کے کتنی اہمیت دیتا ہوں۔ وہ ماں جس کی میں نے کبھی ان کاموں میں مدد نہیں کی' تم میرے لیے جواہرات سے بڑھ کر قیمتی ہو میں تمہیں افورڈ نہیں کر سکتا۔'' یہاں پوسٹ ختم تھی۔ کمنٹ باکس میں میرے بیٹے نے اپنی بیوی کو خراج تحسین پیش کیا تھا۔

''میں تمہاری تمام تر خدمات اور قربانیوں کے لیے ہمیشہ تمہارا مشکور و احسان مند رہوں گا کہ تم نے میری اولاد کی

بہترین پرورش کی۔ میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا کہ تم میرے لیے کتنی اہم ہو

I Love You My Wife
I Love You for being my waife, I Love you

میں عجیب سے احساسات میں گھری کرسی سے اٹھی اور کھڑکی کے پردے ہٹائے۔ سامنے والے گھر کے ٹیرس میں میری ہی طرح کے ریٹائرڈ لائف گزارنے والے بڑھا بڑھیا کرسیوں پر بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ انہیں یوں بیٹھا دیکھ کر میرے اندر تنہائی سر ابھارنے لگی تو میں نے واپس پردہ برابر کردیا۔

عبید اور سیما دو سال قبل ہی دبئی شفٹ ہوئے تھے اس کے دونوں بچے پاکستان میں ہی پیدا ہوئے اور پلے بڑھے تھے۔ سیما کی خواہش تھی کہ وہ بھی جاب کرے لیکن عبید کے نزدیک بچوں کی ابتدائی پرورش زیادہ اہم تھی۔ اس لیے پاکستان میں سیما ہاؤس وائف ہی رہی، بچوں کے اسکول گوئنگ ہوجانے کے بعد اس نے جاب شروع کی، مجھے سیما کے اس پوسٹ کو شیئر کرنے کی وجہ سمجھ آ گئی تھی۔

میں نے ہمیشہ خود کو وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل کیا، نئے دور اور نئی نسل کے تقاضوں اور معیار کو فراخدلی سے سمجھا اور قبول کیا۔ مجھے ہرگز برا نہیں لگا کہ میری بہو نے میرے بیٹے کو اپنی خدمات جتائیں، میرے دماغ میں تو میرے ماضی کی فلم چل رہی تھی۔ میری شادی، گھر میں مکمل طور پر محتاج ساس، میں اکلوتی بہو، کام کاج کا انبار، نندوں کی شادیوں کی ذمہ داریاں، اپنے بچے پالنا پھر ساس کی فوتگی، مہمان داری، یکے بعد دیگرے بچوں کی پیدائش، راتیں جاگنا، بے آرامی، بیماریاں، اسکولنگ، پڑھائی، سہولیات اور وسائل کی کمی، اشرف کی بے پناہ مصروفیات...... اس سے بھی زیادہ لمبی لسٹ تھی جو میں بنا سکتی تھی۔

لیکن ہم مغرب کی عورتیں نہیں ہیں، وہاں فیملی سسٹم ختم ہوتا جارہا ہے ایسے میں اگر کوئی بیوی یہ سب کرتی ہے تو شوہر کا اتنا احسان مند ہونا بھی کم ہے لیکن یہ مشرق ہے ہم نے جہد مسلسل سے بھرپور زندگی گزاری نہ کبھی رونا رویا نہ جتایا نہ ناشکری کی۔ یہ آج کل کی مائیں ہیں جو زندگی مغربی طرز پر گزارنا چاہتی ہیں لیکن حقوق اسلامی طرز کے درکار ہوتے ہیں۔ ان سے جب بات کرو ساس سسر کی خدمت کی تو ٹراؤزر اور ٹاپ پہننے والی بہوئیں کہتی ہیں اسلام میں ساس سسر کی خدمت بہو کا ذمہ نہیں۔ اسلام میں لباس اور معاشرتی اقدار کیا ہے یہ بات وہ نہیں کرتیں، اگر آپ کرنا چاہیں تو کہتی ہیں کہ ہم زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے۔ اسلام بے حد آسان مذہب ہے اسے ہم نے مشکل بنا رکھا ہے۔

میں سوچ رہی تھی کہ جس مغربی طرز سے میرے بیٹے اور بہوئیں متاثر ہیں انہیں معلوم ہی نہیں کہ اگر وہ اسلامی طرز زندگی دیکھیں تو ملکائیں بن کر جئیں۔ یہ اسلام ہے جو ماں کو بچے کو دودھ پلانے پر بھی معاوضہ دینے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ اسلام ہے جو کہتا ہے گھر کے کام کاج بیوی یا بہو کا ذمہ نہیں، یہ اسلام ہے جو کہتا ہے کہ بیوی صرف اپنے مرد کا دل بہلانے کی لیے بنی ہے جو شوہر کماتا ہے وہ اس میں بھی حصہ دار ہے جو شوہر کی جائیداد ہے وہ اس میں بھی حصے دار ہے مگر جو عورت کا پیسہ اور عورت کی جائیداد ہے، مرد اس میں حصہ دار نہیں۔ اسلام نے عورت کو ملکہ بنانے کے لیے پیدا کیا۔ مغرب اسے کولہو کا بیل بنا دیتا ہے اور ہم مغرب پرست ظاہری چکا چوند کے پیچھے اندھا دھند بھاگتے ہیں اسکرین پر ملیحہ کی سوتی جاگی سیلفی ابھری تو میں چونکی۔

Good Morning Every One

ان کی صبح ہوگئی تھی، یہ ہیں آج کل کی مائیں، جو صبح آنکھ کھلنے پر منہ دھونے سے پہلے اپنی بکھرے بالوں والی سوئی جاگی سیلفی لے کر فیس بک پر صبح بخیر کے کیپشن کے ساتھ اپ لوڈ کرتی ہیں۔ ملیحہ تو پلی بڑھی ہی مغرب میں تھی، اٹھتے بیٹھتے اسٹیٹس اور سیلفیز لگائی رہتی تھی۔

ہائے یہ فیس بک مائیں
نہ پوری مغربی نہ پوری مشرقی



عشق کا حاصل آنسو کیوں

سمیرا محمد رفیق

بعد مرنے کے مرے تم جو کہانی لکھنا
کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھنا
یہ بھی لکھنا کہ میرے ہونٹ ہنسی کو ترسے
عمر بھر کیسے بہا آنکھ سے پانی لکھنا

تمام سبز سایہ دار پیڑوں نے
تیرے بغیر وحشتوں میں اپنے پیرہن کو تار تار
کر دیا ہے
اب کئی زرد پتے
کو بہ کو تیری تلاش میں بھٹک رہے ہیں
اداسیاں......اداسیاں
میرے دریچوں میں گلابی دھوپ روز جھانکتی ہے
مگر اب اس کی آنکھوں میں
وہ جگمگاہٹیں نہیں

جو تیرے وقت میں زمین کے صبیح ماتھے پر
سورج کی کہکشاں سجانے آتی تھیں
زمین بھی میری طرح ہے
تیرے بغیر اس کی کوکھ سے بھی اب
کوئی گلاب اُگ نہ پائے گا
زمین بانجھ ہوگئی ہے
اور میری روح کی بہار آفریں کوکھ بھی
میری سوچ کے تصدف میں

"لیجیے جناب آپ کے لیے گرما گرم چائے حاضر

ہے۔" غانیہ نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا اور خود بھی شاہ میر کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ شاہ میر اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"کیا بات ہے' بڑی ذمہ دار ہوگئی ہو۔" انداز چھیڑنے والا تھا' وہ مسکرادی۔

"ہوں دیکھ لیجیے کتنا خیال ہے مجھے آپ کا۔" وہ جتاتے ہوئے بھرپور لہجے میں بولی تو شاہ میر نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ کا آفس کیسا جارہا ہے؟" اپنی طرف دیکھتی شاہ میر کی بولتی نگاہوں سے وہ جھینپ کر اس نے بات کو دوسرا رخ دیا۔

"اچھا ہی جارہا ہے یار۔" شاہ میر کا لہجہ تھکا تھکا سا تھا' غانیہ بغور اسے دیکھنے لگی جواب چائے کے دھیرے دھیرے سپ لے رہا تھا۔

"آج میں کیسا لگ رہا ہوں؟" اس نے شوخی سے پوچھا' ایک غیر متوقع سوال پر غانیہ نے اس کا جائزہ لیا تھا' فان کلر کی شرٹ پر ڈارک بلو پینٹ پہنے وہ بے حد چارمنگ لگ رہا تھا لیکن وہ چڑانے کے انداز میں بولی۔

"موصوف کو کچھ زیادہ تعریف کروانے کی عادت نہیں ہوتی جارہی۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" اس نے فوراً جھٹلایا۔

"پھر کیسی بات ہے؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا اور شاہ میر نے دونوں ہاتھ سر کی پشت پر لے جاکر صوفے سے ٹیک لگائی اور اب اسے اپنی گہری نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھے جو پین اٹھا کر کاپی پر آڑی ترچھی لکیریں بنارہی تھی۔

"پتا ہے آج میں کیا چاہتا ہوں؟" اس نے غانیہ سے پوچھا۔

"ہاں بتائیں۔" وہ ہمہ تن گوش آنکھیں پھیلائے اسے ہی دیکھ رہی تھی تب وہ بولا۔

"آج میں چاہتا ہوں صرف میری اور تمہاری باتیں ہوں' کیا سمجھیں' صرف میری اور تمہاری۔" وہ معنی خیز سے بھرپور گمبھیر لہجے میں بولا۔

"لیکن تم ہر بار بیچ میں ٹانگ اڑا کر بات کا رخ دوسری طرف موڑ دیتی ہو۔" اس وقت وہ کوئی چھوٹا معصوم بچہ لگ رہا تھا جس کی ضد نہ پوری ہونے پر خفگی کے آثار اس کے چہرے پر جھلکنے لگتے ہیں جو سامنے والے کو پس پشت ڈال دیتے ہیں لیکن وہ بچی نہ تھی گھور کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم کبھی نہیں سدھر سکتے۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا پین اسے دے مارا جسے شاہ میر نے آسانی کیچ کرلیا۔

"تم سے تو شادی کے بعد نمٹوں گا' دیکھتا ہوں کیسے پہلوتہی کرتی ہو۔" وہ تنبیہہ کرتے ہوئے مسکرایا' غانیہ منہ چڑاتی لاؤنج سے باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

"سر آپ کی پرسنل پی اے کی سیٹ خالی تھی ایک لڑکی آئی ہے انٹرویو دینے۔" پیون نے اطلاع دی۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا' الجھی الجھی نگاہیں بے حد لہو رنگ چھلکاتی آنکھیں' پیون کو اپنی طرف مسلسل دیکھتا پا کر وہ واپس حال میں لوٹ آیا اور سر جھٹک کر بولا۔

"کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"وہ سر جی پی اے کی سیٹ خالی تھی ایک لڑکی انٹرویو دینے آئی ہے اگر آپ اجازت دیں تو بھیج دوں۔" اس نے بتایا تو شاہ میر نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا۔

"خاور صاحب کے روم میں بھیج دو وہ انٹرویو لے لیں گے اگر سلیکٹ ہوجائے تو مجھے کال کردینا میں اب گھر جاؤں گا۔" وہ کہتے ہی اٹھ کھڑا ہوا' پیون اثبات میں سر ہلاتا باہر نکل گیا۔

❁......❁......❁

"السلام علیکم ماموں جان۔"

"ارے وعلیکم السلام!" شاہ میر کو دیکھتے ہی وہ کھل اٹھے۔

"کام کیسا رہا؟" انہوں نے پوچھا۔

"فنٹاسٹک۔" وہ بے حد خوش تھا۔

"اچھا ہوا تم آ گئے ورنہ میں سارے انتظامات اکیلے کیسے سنبھالتا۔"

"کوئی بات نہیں ماموں جان اب آپ کا بیٹا آ گیا ہے نہ وہ ساری ذمہ داری پوری کرے گا۔" شاہ میر کے اتنا کہنے پر وہ ہلکے پھلکے ہوگئے تھے سارے گھر میں شادی کی وجہ سے افراتفری مچی ہوئی تھی افضل صاحب کی دونوں بڑی بیٹیوں کی شادی تھی۔ شاہ میر آفس کے کام سے کچھ دنوں سے لاہور گیا ہوا تھا' کام ازحد ضروری تھا کہ وہ چاہ کر بھی جلدی نہیں آ سکا' سات آٹھ دن میں کام ختم ہوا اور اس نے واپسی کی راہ لی۔

افضل صاحب اور جمیلہ دو ہی بہن بھائی تھے' عرصہ دراز سے ان کی بہن یہیں اوپر والے پورشن میں مقیم تھیں۔ دو سال قبل افضل صاحب کے بے حد اچھے دوست جو بہنوئی بھی تھے کا انتقال ہوگیا تھا۔ افضل اور پروین کی تین بیٹیاں تھیں' صاحبہ' مادیہ اور غانیہ' بہن جمیلہ اور اکرم کے بچے شاہ میر اور زاریہ تھے۔ زاریہ اور غانیہ ہم عمر ہونے کے ساتھ اچھی دوست بھی تھیں۔

"مامی جان نظر نہیں آ رہیں؟" لاؤنج میں اِدھر اُدھر نظر دوڑاتے اس نے ماموں جان سے پوچھا۔

"وہ غانیہ اور زاریہ کو کپڑے دلانے گئی ہیں تمہیں تو پتا ہے جب تک دونوں ایک جیسی تیاری نہ کرلیں چین کہاں آتا ہے انہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بتا رہے تھے شاہ میر بھی مسکرا دیا۔

ولیمہ کی تقریب بے حد شاندار طریقے سے منعقد کی گئی تھی' دلہن کے روپ میں صاحبہ اور مادیہ دونوں بے حد پیاری لگ رہی تھیں تو سعود اور عبدالجبار بھی شہزادوں سے کم نہیں لگ رہے تھے وہ دونوں سگے بھائی تھے شاکر صاحب ان کے والد افضل صاحب کے دور پرے کے رشتہ دار تھے۔

شادی کی ساری تقریبات بے حد سہل طریقے سے انجام پا گئی تھیں۔ سارے انتظامات اور ذمہ داریاں شاہ میر نے بہت احسن طریقے سے اپنے کاندھوں پر اٹھالی تھیں۔ ایک بھائی اور بیٹا ہونے کا پورا فرض نبھایا تھا' افضل صاحب نے اسے بہت ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔ بیٹا نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو شکر ادا کیا کرتے تھے کیونکہ شاہ میر ایک بیٹے کے سارے فرائض پورے کررہا تھا۔

❁......❁......❁

"آج کھانے میں کیا پکا ہے؟" وہ ابھی آفس سے گھر لوٹا تھا شدت سے بھوک محسوس ہورہی تھی۔ کھانوں کی اشتہاء انگیز خوشبو نتھنوں سے ٹکراتی بے حد بھلی لگ رہی تھی اس وقت وہ دونوں نند بھاوج کھانا پکانے میں جتی ہوئی تھیں بھلے ہی جمیلہ بیگم اوپر والے پورشن میں رہتی تھی لیکن کھانا وہ سب ساتھ ہی کھاتے تھے۔

"بس بیٹا بریانی دم پر ہے تم بیٹھو۔" جمیلہ بیگم نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں جب تک فریش ہوکر آتا ہوں۔" وہ کہہ کر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا' زاریہ' صاحبہ اور مادیہ باجی کے گھر گئی ہوئی تھی اور غانیہ کالج۔

"آہ...... قسم سے تھک کے چور ہوگئی ہوں میں۔" وہ تھکن زدہ حالت میں آتے ہی صوفے پر ڈھے گئی اور بنا یونیفارم چینج کیے وہ آدھے گھنٹے سے ایسے ہی لیٹی تھی۔ پروین بیگم ابھی اندر آئی تو غانیہ نے انہیں دیکھتے ہی آنکھیں دوبارہ بند کرلیں' وہ مسکرا دیں۔

"بیٹا شاہ میر کو کھانا دے آؤ۔" پروین نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ غانیہ کا آنکھیں بند کیے ہی منہ بن گیا تھا۔

"بھئی امی۔" وہ منع کرتی اس سے پہلے ہی وہ دوبارہ گویا ہوئیں۔

"جاؤ غانیہ...... شاباش اٹھو' تم بھی کھالو اور شاہ میر کو بھی دے آؤ اسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔"

"جارہی ہوں۔" ان کے بے حد اصرار پر اسے اٹھتے ہی بنی سوچپ چاپ فریش ہوکر کھانا گرم کرکے وہ شاہ

میر کے کمرے میں چلی آئی اس کی عادت نہیں تھی کسی کے بھی کمرے کا دروازہ ناک کرکے اندر جانے کی اکثر اپنی اس عادت پر وہ پروین بیگم سے ڈانٹ کھا چکی تھی لیکن وہ بھی غانیہ تھی مان جائے تو بہت بڑی بات تھی۔

کمرے میں قدم رکھتے ہی اس نے گہرا سانس لیا کیونکہ شاہ میر صاحب کھانے کا آرڈر کرکے خود نیند کے مزے لوٹ رہے تھے بمشکل اس نے اپنا امڈ آنے والا غصہ کم کیا اور دماغ میں ایک نئی شرارت سوجی تو لب خود بخود مسکرا دیئے فریج سے یخ ٹھنڈے ٹھار پانی کی بوتل نکالی اور پوری کی پوری بے خبر سوئے شاہ میر پر الٹ دی اس افتاد پر وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھتا ہوا چلا۔

"یہ کیا حرکت ہے..... کیا تم پاگل ہو؟" جواب میں وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ سرخ سرخ آنکھیں لیے وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں کچی نیند کے باعث گلابی ڈورے پڑ گئے تھے پانی گرنے کی وجہ سے بال ماتھے سے چپک گئے اور اب ان سے قطرہ قطرہ بوندیں گر رہی تھیں۔

"کھانا لائی تھی آپ کے لیے۔" وہ بڑی تابعداری سے بولی شاہ میر نے کچھ کہے بغیر اس کا اوپر سے نیچے تک کا جائزہ لیا۔ یلو شلوار پر وائٹ شیفون کی لانگ شرٹ پہنے بے پروائی سے یلو کلر کا دوپٹہ کاندھوں پر ڈالے وہ آنکھوں کو خیرہ کررہی تھی وہ پوری توجہ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا غانیہ جھینپی اور جھنجھلا کر چلائی۔

"کیا ہوگیا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"میں ماموں سے بات کرنے والا ہوں۔" شرارت اس کی آنکھوں سے عیاں تھی وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

"کس سلسلے میں؟"

"ہم دونوں کی شادی کے سلسلے میں۔"

"کیا..... نہیں آپ ایسا نہیں کریں گے۔" وہ رو دینے کو ہوئی تو شاہ میر مسکرا دیا۔

"تمہارے انکار کی کوئی ٹھوس وجہ بھی تو ہو۔" اس نے تھوڑا سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ اسے جواب میں کچھ نہ سوجا تو کھانے کی جانب اشارہ کرنے لگی۔

"کھانا ٹھنڈا ہورہا ہے۔" غانیہ کے کہنے پر اس نے ٹرے بیڈ پر ہی رکھ لی اور پھر اسی ٹاپک پر آگیا جس سے وہ بچنے کے لیے فرار کی راہیں ڈھونڈ رہی تھی۔

"مجھ میں کچھ برائی ہے کیا' میں کماتا نہیں ہوں یا نشہ کرتا ہوں یا یہ کہ میری شکل بدصورت ہے..... ہاں بتاؤ؟" وہ ناراض لہجے میں بولا تو غانیہ کا غصہ عود کر آیا۔

"خدانخواستہ میں نے ایسا کب کہا؟"

"ادھر دیکھو میری طرف۔" وہ سر جھکائے بات کررہی تھی اس کے کہنے پر جو سر اٹھایا تو نظریں جھکنے کو تیار نہیں تھیں اس وقت وہ اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کررہی تھی۔

وہ بے حد وجیہہ شخصیت کا حامل تھا وہ چاہے جانے کے قابل' بچپن سے آج تک دیکھتی آئی تھی آج جو دل کی نظر سے دیکھا تو نگاہیں بھی چیخ چیخ کر اس کی محبت کا اعتراف کررہی تھیں۔ چاہے جانے کا احساس بھی کتنا خوب صورت ہوتا ہے یہ آج اسے معلوم ہوا تھا۔ بڑی بڑی سیاہ روشن آنکھیں' چوڑی پیشانی پر بکھرے بال اور ہلکی بڑھی ہوئی شیو' گندمی رنگت اور کھڑی ناک وہ بے حد غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا غانیہ کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔

"کیا ہوا غانیہ..... بتاؤ ناں کیا میری بات بری لگی ہے تمہیں؟" غانیہ کی اس درجہ خاموشی پر وہ قدرے سنجیدہ ہوا' جب وہ کچھ روٹھے پن سے بولی۔

"مجھے نہیں پتا جیسے آپ کی مرضی۔" وہ نوالہ لیتی اٹھ کھڑی ہوئی' وہ بھی کھانا کھا چکا تھا سو اس کے ساتھ ہی خود بھی کھڑا ہوگیا۔

پتا نہیں کیا کردیا تھا اس شخص نے' وہ بے بس ہوکر رہ گئی تھی اتنے دن سے وہ مسلسل انکار کررہی تھی اب اس پوزیشن میں بھی نہیں رہی تھی کہ انکار کرے کیونکہ کوئی جواز جو نہیں تھا۔ کوئی احتجاج نہیں کرسکی تھی اور اس کی آنکھوں میں روشن ستاروں سے وہ ہار گئی تھی۔

''تھینک یو۔'' وہ کھل کر مسکرایا' وہ جانے لگی تو اس نے پکارا۔

''غانیہ......'' وہ پلٹ کر دیکھنے لگی شاہ میر سینے پر ہاتھ باندھے مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ دو قدم آگے بڑھا تب ہی وہ چھپاک سے کمرے سے باہر نکل گئی البتہ پیچھے شاہ میر کا بلند و بانگ قہقہہ واضح سنائی دیا تھا۔

❀......❀......❀

''سر...... میٹنگ روم میں سب ہی آپ کے منتظر ہیں' مجھے خاور صاحب نے بھیجا ہے۔'' ورکر کے بتانے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا' وہ اوکے کہتا آفس روم سے باہر نکل گیا۔

''سر...... یہ عائزہ علی ہیں جن کا پچھلے ہفتے سلیکشن ہوا تھا۔'' خاور صاحب کے بتانے پر بلا ارادہ ہی اس کی نگاہ اٹھی پھر فوراً ہی دوبارہ جھکالی تھیں البتہ عائزہ نے بغور اسے دیکھا تھا بے حد سرخ سرخ آنکھیں' کھڑی ناک اور پیشانی پر پڑی سلوٹیں کسی کو بھی اس سے بے تکلف نہیں ہونے دیتی تھیں بلاشبہ وہ بے حد خوب صورت تھا' وہ مرعوب ہوئی اور اپنی پوری زندگی میں اس نے آج تک اتنا وجیہہ مرد نہیں دیکھا تھا جتنا باس کی سیٹ پر بیٹھا شاہ میر لگ رہا تھا۔

آفس سے نکلتے اسے کافی دیر ہوچکی تھی بے مقصد گاڑی سڑکوں پر گھماتے ہوئے آخر تھک کر اس نے ایک جگہ روکی' یہ وہی شاپنگ سینٹر تھا جہاں وہ اکثر غانیہ کے ساتھ آیا کرتا تھا' آج کتنے دنوں بعد وہ اس مال میں آیا تھا۔ غانیہ کی ڈیتھ کے بعد اس نے ہر اس جگہ جانا چھوڑ دیا تھا جہاں اس روٹھے صنم کی یاد اس کی اپنی ذات بھی بھلا دیا کرتی تھی۔

شام چار بجے کا وقت تھا ہلکی پیلی دھوپ نے سب جگہ اپنا پہرہ ڈال رکھا تھا' اوائل دسمبر کے دنوں میں یہ نرم گرم سنہری دھوپ بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نعمت تھی ایک الگ ہی مزہ دیتی' وہ کار لاک کرکے شاپنگ مال کے اندر چلا آیا تھا' مختلف ڈیزائن کے ملبوسات ہینگر میں لٹکے بہت اچھے لگ رہے تھے' بے اختیار ہی وہ ایک میرون کلر کی لانگ شرٹ جو ہینگر میں لٹکی ہوئی تھی گلے اور دامن پر نفیس سی کڑھائی ہوئی تھی بے حد خوب صورت لگ رہی تھی وہ اٹھا کر بے خود سا دیکھنے لگا ساعتوں میں پھر کسی کی آواز گونجی تھی۔

''شاہ میر یہ دیکھیں میں زاریہ کی شادی پر یہ ڈریس پہنوں گی' کیسا ہے؟'' وہ میرون شرٹ اپنے ساتھ لگائے اس سے مخاطب تھی اس کی دمکتی رنگت پر یہ کلر کھل بھی بہت رہا تھا۔ شاہ میر شوخ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھے اس کی آنکھیں نمکین پانی سے بھر گئی تھیں' اسے لگا اگر وہ یہاں ایک منٹ بھی اور رکا تو اس کی دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔ شاہ میر کی آنکھیں جلنے لگی تھیں وہ لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تقریباً بھاگتے ہوا شاپنگ مال سے نکل آیا اور اگلے دس منٹ میں وہ گھر پہنچ گیا تھا۔ جمیلہ بیگم لاؤنج میں ہی براجمان تھیں' وہ ان ہی کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا اور شاہ میر کا اداس چہرہ ان کا دل چیر گیا تھا۔

''امی...... ماموں نظر نہیں آرہے کہیں گئے ہیں کیا؟'' شاہ میر نے متلاشی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھا۔

''افضل بھائی تو ابھی باہر گئے ہیں اور بھابی سو رہی ہیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' ان کی پوری بات سن کر اس نے سر ہلایا' وہ جانے لگا تب وہ کچھ ہچکچا کر کہنے لگیں۔

''بیٹا تم شادی کرلو۔'' شاہ میر کے اعصاب شل ہوئے تھے آنکھیں لہو رنگ ہوگئی تھیں۔

''نہیں...... غانیہ کے بعد کوئی نہیں۔''

''لیکن بیٹا...... ایسا کب تک......'' وہ پوری بات بھی نہیں کر پائی تھیں جب اس نے ان کی بات درمیان سے ہی کاٹ دی تھی۔

''میں نے کہا نہیں تو نہیں۔'' بے حد ٹھوس لہجے میں

کہتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ جمیلہ بیگم کی آنکھوں سے کئی آنسو چھلک پڑے تھے۔

پہلے جان سے پیاری بھتیجی کی موت اور اب اکلوتے پیارے بیٹے کا بکھرا اور ٹوٹا پھوٹا وجود انہیں مزید دکھ سے دوچار کر گیا تھا۔

❀......❀......❀

"کیا کر رہی ہو تم دونوں؟" شاہ میر پانی پینے کچن میں آیا تو ان دونوں کو وہاں کھڑے دیکھ کر پوچھنے لگا۔ وہ دونوں اس وقت کچن میں کھڑی رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں، زاریہ شامی کباب کا مصالحہ لیے اب اس میں مختلف اشیا ملا رہی تھی البتہ غانیہ ایسے کھڑی تھی جیسے وہاں موجود ہی نہ ہو۔ شاہ میر کے پوچھنے پر زاریہ نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا اور بولی تو لہجے میں خود بخود بے چارگی در آئی تھی۔

"کچھ نہیں بھائی، بس امی نے کہا ہے کہ اب ہم دونوں کو بھی کچن شریف کو اپنے چہرے مبارک کے درشن کرواتے رہنا چاہیں ورنہ اچھا نہیں ہوگا اور پھر ہماری خوب سرف ایکسل سے دھلائی بھی ہوسکتی ہے۔" اس کے چہرے پر بے چارگی کے تاثرات اب بھی پہلے کی طرح جوں کے توں تھے، شاہ میر نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ دبائی۔

"اچھا امی نے ایسا کہا؟ بتاؤ غانیہ......" اب کے اس نے غانیہ کو مخاطب کیا جو رخ موڑے کٹنگ بورڈ پر دھڑا دھڑ سلاد کے لیے کھیرے کاٹ رہی تھی شاہ میر کے پوچھنے پر پلٹ کر اسے خفگی سے گھورنے لگی، شاہ میر کا ہنس ہنس کر برا حال ہوگیا تھا۔ غانیہ نے واپس چہرہ موڑا اور اس کی ہنسی کو بھی بریک لگے۔

"تو اچھا ہی ہے ناں، پریکٹیکل لائف میں بھی پرابلم نہیں ہوگی۔" انداز و لہجہ ابھی بھی شرارتی تھا۔

"اچھا میں ابھی آتی ہوں۔" زاریہ کو شاید کوئی کام یاد آیا تو وہ کچن سے باہر چلی گئی۔

"غانی......" شاہ میر نے پکارا جب وہ موڈ میں ہوتا تو وہ اسے اس ہی نک نیم سے بلاتا تھا۔

"ہوں۔" وہ اب بھی اپنے کام میں مصروف تھی۔

"یار حفصہ سے کہو ناں باہر چلی جائے اب میں اس کے سامنے تو......" شاہ میر نے اس کے کان میں سرگوشی کی، غانیہ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں، سارا خون چہرے پر سمٹ آیا پوری کندھاری انار لگ رہی تھی، اس وقت اگر شاہ میر اسے دیکھ لیتا تو شاید ہی نگاہیں ہٹا پاتا۔

حفصہ (ملازمہ) برتن دھونے کے بعد اب کچن کی صفائی کر کے خود ہی باہر چلی گئی، شاہ میر نے سکھ کا سانس لیا۔

"آپ......" وہ ایک دم پلٹی۔

"ہاں بولو۔" وہ ہمہ تن گوش تھا، صاف اسے تنگ کرنے والا انداز اپنائے ہوئے۔

"آپ...... آپ باہر جائیں پلیز۔" سرخ چہرہ لیے وہ نگاہیں جھکائے بولی، سرخ چہرے پر حیا بار پلکیں اور ان پلکوں پر عارضوں کا کھلنا، شاہ میر کی دل کی دنیا کو تہہ بالا کر گیا تھا اس کا انداز بڑا دلربا سا تھا شاہ میر نے بڑی دلچسپی سے دیکھتے ہوئے اس کے موہنی روپ کو اپنی آنکھوں میں سمویا تھا۔ ان دنوں زاریہ کے رشتے کی بات چل رہی تھی عرفان شیرازی انہیں ہر طرح سے پرفیکٹ لگا، ویل ایجوکیٹڈ اور ڈشنگ پرسنالٹی رکھنے والا عرفان سب کو بے حد پسند آیا تھا۔ اس کے فیملی ممبر تقریباً سارے ہی بڑے لکھے اور سلجھے ہوئے لوگ تھے، زاریہ اور عرفان کی منگنی والے دن غانیہ اور شاہ میر کی بھی منگنی کی رسم تھی سارے مہمان پہلے ہی گھر میں پہنچ چکے تھے۔

جس وقت اسے اسٹیج پر لا کر بٹھایا گیا، پہلے سے ہی اسٹیج پر براجمان شاہ میر نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی وہ تو گویا کندھاری انار بنی ہوئی تھی۔ سرخ اور وائٹ کمبینیشن ڈریس میں ملبوس نفاست سے کیے میک اپ اور جیولری نے تو کمال ہی کر دیا تھا وہ تو کوئی آسمان سے حور لگ رہی تھی تو دوسری طرف کاٹن کے کلف زدہ سوٹ میں ملبوس شاہ میر کی پرسنالٹی بھی غضب ڈھا رہی تھی حال

میں بیٹھی کتنی خواتین نے غانیہ کے نصیب پر رشک کرتے ہوئے بے شمار آہیں بھری تھیں۔ زاریہ بہت پیاری لگ رہی تھی اس کا لباس بھی غانیہ کی طرح ہی تھا' شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی جو کہ ایک سال کے بعد کی رکھی گئی تھی ابھی وہ دونوں کامرس فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ تھیں ایم کام کمپلیٹ ہونے میں ابھی وقت تھا۔

منگنی کے بعد پہلے پہل تو وہ شاہ میر سے بات ہی نہیں کرتی تھی یہاں تک کہ اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے کمرے میں چھپ جایا کرتی یہ ناراضگی نہیں بلکہ اسے شرم آتی تھی۔ اب جب سب نے سمجھایا تو وہ شاہ میر کے ساتھ کبھی کبھی آؤٹنگ پر بھی چلی جایا کرتی تھی پھر وہ آہستہ آہستہ پہلے والی غانیہ بن گئی' شاہ میر سے مذاق کرنے والی زاریہ کو چھیڑنے والی بے وجہ تنگ کرنے والی جس سے زاریہ ہمیشہ چڑتی تھی۔

❁......❁......❁

کبھی کبھی یوں چلتے چلتے
بے نشاں منزل کی طرف
پاؤں میں چھالے پڑ جاتے ہیں
آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں
منظر اوجھل ہو جاتے ہیں
بہت سے اپنے کھو جاتے ہیں
منزل پر بھی نہیں ملتی
آنکھ میں پلتے سارے خواب
راکھ کی صورت ہو جاتے ہیں
تعبیر پھر بھی نہیں ملتی
روح تک زخمی ہو جاتی ہے
کبھی کبھی یوں چلتے چلتے
بے نشاں منزل کی طرف

آفس روم میں غانیہ کی تصویر ہاتھ میں پکڑے اس کی آنکھیں نم تھیں' یہ تصویر منگنی والے روز اس نے زبردستی اپنے موبائل میں لی تھی ورنہ غانیہ تو کسی صورت تصویر کے حق میں نہیں تھی' ابھی وہ اور بھی روتا اس کے آفس روم کے دروازے پر کھڑا کوئی اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔

"مے آئی کم ان سر؟" دروازے پر عائزہ کھڑی تھی اس نے ایک نظر دیکھ کر سر اثبات میں ہلا کر اسے اندر آنے کی اجازت دی۔

"سر ان فائلوں پر آپ کے دستخط چاہئیں۔" اس نے شاہ میر سے کہا اور فائل اس کے سامنے رکھ دی۔

"کہاں کرنے ہیں؟" شاہ میر فائل کھول کر سرسری سا پڑھنے لگا۔

"یہاں سر۔" اس نے قدرے جھک کر فائل پر ایک طرف انگلی رکھی شاہ میر نے دستخط کر کے فائل واپس کر دی۔

"سر وہ......" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن رک گئی' شاہ میر نے بغور اسے دیکھا۔

"جی کہیے اینی پرابلم؟" اسے ہچکچاتے دیکھ کر شاہ میر نے پوچھا۔

"نہیں سر...... کچھ نہیں۔" وہ واپس پلٹ گئی۔

"عائزہ رکو...... بتائیں کیا بات ہے' آپ پریشان لگ رہی ہیں؟" وہ جانے لگی تب اس نے پکارا تو وہ لب بے ایسے ہی کھڑی رہی۔ بہت کم بولتے پایا تھا شاہ میر نے اس لڑکی کو جانے کیسا دکھ تھا جو اسے زمانے سے کترائے رکھتا تھا' بڑی بڑی ساحر آنکھیں جو ہمیشہ جھکی رہتی تھیں' جیسے اگر ایک پل کو بھی اٹھ گئیں تو سامنے والے سے ان آنکھوں کا بھید چھپا نہیں رہے گا۔ وہ آفس میں بھی چادر ہی میں خود کو مقید رکھتی تھی' وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی' کبھی کبھار شاہ میر اسے دیکھ کر چونک جاتا تھا کیونکہ وہ زیادہ تر غانیہ کی عادات و اطوار سے مشابہت رکھتی تھی' وہ ابھی تک ایسے ہی خاموش کھڑی تھی شاہ میر انتظار میں تھا کہ اب وہ کچھ بولے شاید اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

"کچھ چاہیے؟" جب وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بولی تو شاہ میر نے جھنجلا کر پوچھا' جواب میں اس نے اپنی

ساحر آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا اور زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا؟" شاہ میر نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

"وہ سر...... ک...... کچھ...... اے...... اے...... ایڈوانس......" اتنا کہنے میں ہی اس کی سانس پھولنے لگی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی شاہ میر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے آج کتنے دنوں بعد وہ یوں مسکرایا تھا اسے خود بھی حیرت ہوئی تھی غانیہ کے جانے کے بعد اس نے مسکراہٹ سے جیسے اپنا ناطہ ہی توڑ لیا تھا۔

"ایڈوانس سیلری چاہیے؟" شاہ میر کے پوچھنے پر ایک مرتبہ پھر پہلے کی طرح اثبات میں سر ہلایا۔

"اماں ابا نے پسند کی شادی کی تھی اس لیے ننھیال سے تعلق نہ رہا تھا اور ددھیال میں ایک پھوپو ہیں لیکن وہ ہمیں اپنے گھر رکھنے کو تیار نہیں اس لیے پچھلے پانچ مہینے سے ایک دارالامان میں رہ رہے ہیں اور یہ ایڈوانس بھی میں نے اپنے بھائیوں کی فیس کے لیے آپ سے لیا ہے۔" اب وہ کافی حد تک سنبھل گئی تھی شاہ میر کی سماعت میں کسی آواز کی بازگشت ہونے لگی تھی۔

"آپ کو بھی کوئی پیاری سی لڑکی مل جائے گی شاہ میر اگر کوئی مجبور اور بے بس انسان ملے تو اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑنا۔ کسی کے چلے جانے سے زندگی ختم نہیں ہوتی خوشیاں ہمارے دروازے پر دستک دینے ضرور آتی ہیں بس ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولنے کی دیر ہوتی ہے۔" اس نے آنکھیں سختی سے میچ لیں غانیہ کے علاوہ کسی اور کا تصور کرنا ہی سوہانِ روح تھا۔

"تم کیسے کہتی تھیں محبت میں بغاوت چلتی ہے عشق میں نہیں میرا دل آ کر دیکھو جو تمہارے عشق میں روز روتا ہے میں عشق میں بھی بغاوت کر لیتا اگر جو موت تمہیں ذرا مہلت دیتی غانی......" وہ دل ہی دل میں غانیہ سے مخاطب تھا اس دن کے بعد سے اس نے عائزہ کی ہر طرح سے مدد کی اسے دارالامان سے نکال کر شہر کے قریب ہاسٹل میں ان کا بندوبست کروایا اس کے بھائی اور اس کے لیے پک اینڈ ڈراپ کا مسئلہ بھی حل کیا ایک کل وقتی ڈرائیور روز انہیں لاتا اور لے جاتا تھا۔

❀......❀......❀

اس شام عرفان اور شاہ میر لان میں بیٹھے تھے جب مین ڈور سے غانیہ اور زاریہ کی انٹری ہوئی زاریہ کو دیکھ کر عرفان کے چہرے پر سو والٹ کا بلب روشن ہوا تھا تو زاریہ کے چہرے پر بھی شرمیلی مسکان در آئی تھی جبکہ غانیہ اپنے فون پر مصروف تھی شاہ میر کو دیکھنے پر اس نے بھی اسے اسمائل پاس کی تھی۔ ان دونوں ان کے بی کام فائنل ایئر کے ایگزام چل رہے تھے۔ دوپہر کی شفٹ تھی اس لیے وہ سرِ شام گھر لوٹی تھیں۔ شاہ میر اور عرفان کو لان میں ہی چھوڑ کر وہ دونوں اندر کی طرف بڑھ گئی تھیں ان دونوں کی دیکھا دیکھی وہ دونوں بھی اٹھ کر اندر چلے آئے لاؤنج میں وہ دونوں لنچ کرنے میں مصروف تھیں۔

انہیں اتنے انہماک سے کھاتے دیکھ کر شاہ میر کو شرارت سوجھی اس نے اپنے چہرے پر معصومیت طاری کرتے ہوئے کہا۔

"توبہ توبہ" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"بالکل بھوکی بلیوں کی طرح کھا رہی ہو جن کو دو دن سے کھانے کو کچھ نہ ملا ہو۔" شاہ میر کے اس طرح کہنے پر انہیں برا تو بہت لگا لیکن ڈھیٹ بنی کھاتی رہی جب وہ دوبارہ بولا تو عرفان کو اپنی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گئی تھی۔

"ہم نے تو نہ ایسے بھوکے دیکھے نہ سنے امی اور مامی نظر نہیں آ رہی کہیں تم دونوں کو اس طرح کھاتے دیکھ کر بے ہوش تو نہیں ہو گئیں۔" انداز ابھی بھی چھیڑنے والا تھا غانیہ تپ گئی۔

"جی نہیں پوچھ کر آئی ہوں میں ابھی امی نے بتایا آپ ٹی وی کا فل والیم آن کیے کوئی موی دیکھ رہے تھے اور عرفان بھائی کیسے مزاج ہیں؟ آنٹی انکل ٹھیک ہیں؟" اب وہ عرفان سے مخاطب ہوئی اور زاریہ اٹھ کر کمرے کی

جانب بڑھ گئی تھی جوائن دونوں کا مشترکہ تھا۔

”جی اللہ کا شکر ہے۔“ عرفان نے پُرخلوص لہجے میں جواب دیا' غانیہ مسکرادی ساتھ اپنی مطلوبہ چیزیں بھی سمیٹنے لگی۔

”شاہ میر تم نیوز کاسٹر کی جاب کرو گے؟“ عرفان نے شاہ میر کو دیکھ کر پوچھا' شاہ میر نے برا سا منہ بنایا۔

”نہیں یار آفس کا کام کیا کم ہوتا ہے جو نئے دکھڑے پال لوں۔“

”نہیں اگر تم نہیں کرنا چاہتے تو غانیہ یا زاریہ سے پوچھ لو اگر وہ یہ جاب کرنا چاہیں تو---“ اس نے شاہ میر کے انکار پر دوبارہ پوچھا' غانیہ کے کان فوراً کھڑے ہوئے کچن کی طرف بڑھتی وہ شاہ میر کے جواب کی منتظر تھی کہ وہ کیا کہتا ہے۔

عرفان جو خود ایک پروڈیوسر تھا اور اپنے والد لیاز شیرازی کا بزنس میں بھی ہاتھ بٹاتا تھا' ابھی کچھ دن پہلے ہی اسے ایک چینل سے نیوز کاسٹر کی آفر ہوئی تھی پہلے تو اس نے منع کردیا تھا پھر شاہ میر سے پوچھ کر جواب دینے کا کہہ کر کچھ دن کے لیے ٹائم مانگ لیا تھا۔

”مجھے نہیں پتا یار امی ابو نے زاریہ کی ذمہ داری تمہیں سونپی ہے وہ تمہاری منگیتر ہے تم خود بہتر جانتے ہو خود اس سے رائے طلب کرلو اور رہی غانیہ کی بات تو میں ان ٹیپیکل مردوں میں سے نہیں ہوں جو عورت پر ضرورت سے زیادہ پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ غانیہ خود اپنے فیصلے کی مختار ہے وہ حق رکھتی ہے اپنے لیے اچھا برا سوچنے سمجھنے کا' ماموں تو ویسے بھی اسے منع نہیں کریں گے اور میرا نہیں خیال کہ وہ کبھی بھی کوئی غلط قدم اٹھائے گی اگر وہ نیوز کاسٹر کی جاب کرنا چاہے گی تو میری طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں۔ اسے اجازت ہے یہ جیسے چاہے خوش رہے۔“ شاہ میر کے جواب پر عرفان نے اسے مسکرا کر دیکھا' بہت متاثر ہوا تھا وہ شاہ میر اور اس کی باتوں سے آنے والے پانچ دن وہ ایگزامز میں بہت زیادہ مصروف رہی تھی' پیپر ایک دن کے وقفے سے ہو رہے تھے۔

اس دن عرفان سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں غانیہ سے اس کی رائے بھی لی تھی جس پر غانیہ نے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ شاہ میر تو خوشی سے نہال ہوگیا تھا اور اسے جاب کرنے کی اجازت دے دی تھی' زاریہ کو اس جاب میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔ ویسے بھی ان کے خاندان میں لڑکیوں کی بات کا بھی مان رکھا جاتا تھا اور جاب وغیرہ کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ خود پروین اور جمیلہ بھی شادی سے پہلے جاب کیا کرتی تھیں' شادی کے بعد چھوڑ دی تھی' ایگزامز سے فارغ ہونے کے بعد غانیہ نے نیوز کاسٹر کی جاب جوائن کرلی تھی اس کی دوپہر کی شفٹ تھی ایک سے تین کی۔ انہی دنوں غانیہ کی ایک کلاس فیلو نے ایک این جی او اوپن کرنے کی دلی خواہش ظاہر کی تھی جس پر غانیہ اور زاریہ نے بے حد خوش اسلوبی سے اس کے ساتھ تعاون کیا تھا' فلاح و بہبود کے کاموں میں تینوں کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اس این جی او میں عورتوں کے مسائل حل کیے جاتے اور ان کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی جاتی' بے شمار غربت کے مارے لوگوں کے گھروں میں ہر مہینے راشن دیا جاتا اور ان کے بچوں کے پڑھائی کے اخراجات پورے کیے جاتے تھے۔ ان تین لڑکیوں کو اتنا بڑھ چڑھ کے کام کرتے دیکھ کر اپر کلاس کے بے شمار گھروں نے ان سے ہر طرح کا تعاون کرنا شروع کردیا تھا' وہ بھی ان غریب معصوم بچوں کو پڑھتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اس لیے بہت جلد یہ این جی او اپنی جگہ بنا چکی تھی۔

عائشہ کی شادی کی دھوم مچ گئی وہ شادی ہوکر پہلے کچھ مہینے تو پاکستان میں ہی رہی پھر اس کا شوہر اسے امریکہ لے گیا اور وہیں شفٹ ہوگیا تھا' عائشہ جانے سے پہلے ہی غانیہ کو چیئرمین کی سیٹ پر بٹھا گئی تھی اس سے پہلے عائشہ چیئرمین تھی اتنی کم عمری میں اتنی عزت و شہرت مل جانا بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتا ہے۔ زاریہ انچارج بننے پر خوش تھی' وہ دونوں ایک ساتھ ہی رہتی تھی'

غانیہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

کچھ دنوں سے وہ بہت اداس دکھائی دے رہی تھی' شاہ میر نے بھی اس کا اترا ہوا چہرہ کھوجنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن کوئی مثبت پہلو نظر نہیں آیا تھا۔ نیوز کی جاب بھی اس نے چھوڑ دی تھی' وجہ صرف یہ تھی کہ اسے اپنی مرضی کرنے کی عادت تھی جو ایڈیٹر صاحب خبریں لکھ کر دیتے تھے وہ زیادہ جھوٹ اور کم سچ پر مبنی ہوتی تھیں۔ غانیہ کو یہ بات کسی صورت ہضم نہیں ہوتی تھی' ساری دنیا میں جھوٹ کا بازار گرم تھا' ہر کوئی انسان جھوٹ بولنے پر فخر محسوس کررہا تھا تو وہ اپنے تئیں ساری وہ خبریں نشر کرنے لگی تھی جو سچ ہوا کرتیں اسی سبب میرا کی جانب سے اس چینل کو بند کرنے کے آرڈر آگئے تھے' کچھ لوگوں نے تو اس کے اس جذبے کو بے حد سراہا تھا اور کچھ لوگ اس کے دشمن ہوگئے ابھی ایک ہفتے پہلے ہی کی بات تھی جب وہ ایک بجے اپنی جاب پر پہنچی تو وہاں ایڈیٹر صاحب نے واضح لفظوں میں اس کی بے عزتی کرکے اسے جاب سے نکال دیا تھا۔

''مس غانیہ آپ اس دور میں رہ رہی ہیں تو اس دور کے طور طریقے بھی سیکھ لیجیے یہاں سب سچ نہیں چلتا کچھ جھوٹ کا بھی سہارا لینا پڑتا ہے اور مزید یہ کہ اب آپ گھر جاسکتی ہیں' معاف کیجیے گا لیکن آپ جیسے لوگوں کی ہمیں ضرورت نہیں۔'' ایڈیٹر صاحب کی باتوں نے اس کے سینے میں آگ سی بھردی تھی۔ یہ تھے مسلمان' جن کا ظاہر و باطن کچھ تھا' مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے دل کتنے کالے تھے' اس کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ ان باتوں کو مہینہ بھر ہی بیتا تھا جب اسے دوبارہ جاب کرنے کا شوق چڑھا افضل صاحب کی تو وہ تھی ہی لاڈلی' وہ کوئی بھی فرمائش کرتی فوراً پوری کردی جاتی اسی وجہ سے اس کی طبیعت میں تھوڑا ضدی پن پایا جاتا تھا۔

شاہ میر نے اسے جاب کی اجازت دے کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی اور سنگین غلطی کرڈالی تھی' اس وقت جو غانیہ کام انجام دے رہی تھی اس کی خبر نہ گھر میں کسی کو تھی نہ شاہ میر کو البتہ ساتھ رہتی زاریہ بھی بے خبر تھی کہ آج کل وہ کیا کررہی ہے۔

عائشہ زاری بہت غمگین رہتی تھی وہ کم عمر تھی' غانیہ کو پہلی مرتبہ اسے دیکھ کر جھٹکا لگا تھا کیونکہ وہ کوئی اور نہیں اس کی کلاس میں پڑھنے والی لڑکی تھی۔ غانیہ اس کے بارے میں زیادہ تو نہیں اتنا ضرور جانتی تھی کہ اس کا صرف معذور باپ تھا' ماں بچپن میں ہی انتقال کرگئی تھیں۔ اس کے علاج کے لیے وہ آئے دن کسی نہ کسی اسکول میں جاب کرتی تھی' اس نے ایک بار غانیہ کے بے حد اصرار پر اسے بتایا تھا کہ اس کے باپ نے کچھ لوگوں سے قرضہ لے رکھا تھا جس کو چکانے کے لیے وہ بہت محنت کرتی تھی۔ اب یہاں عائشہ کو دیکھ کر اس نے اس کے حالت زار کے بارے میں دریافت کیا تھا جب وہ بلک بلک کر روتی سب بتاتی چلی گئی تھی' غانیہ بغور اسے سنتی رہی تھی۔

''میرے والد نے اپنی کمپنی کے باس سے قرضہ لیا تھا جب وہ چل سکتے تھے پھر ان کا کار ایکسیڈنٹ میں ایک ٹانگ کا کٹ جانا میری زندگی کی روشنی چھین گیا تھا۔ پاپا نے جو قرضہ دکان کھولنے کے لیے لیا تھا کہ اس سے ایک چھوٹی موٹی پرچون کی دکان ہی کھولی تھی' وہ سارا پیسہ پاپا کے علاج معالجے میں صرف ہوگیا پھر کچھ دن بعد ہی باس ہمارے گھر قرضہ مانگنے آئے میں اس وقت چودہ' پندرہ سال کی تھی۔ پاپا کے علاوہ میرا اس دنیا کوئی نہ تھا۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی تھے' پاپا کے پاس دینے کو ایک پائی بھی نہیں تھی۔ تب پاپا کے باس نے سفاکی کی انتہا کرتے ہوئے اپنے پندرہ سالہ بڑے بیٹے سے میرا زبردستی نکاح کردیا لیکن غازان بہت اچھے تھے ان کا اتنا پیار پاکر میں پھر سے جینے لگی تھی جب ان کے باپ نے انہیں بیرون ملک بھیجا اور وہاں ان کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔''

''تو کیا غازان دوبارہ نہیں آئے؟'' غانیہ نے پوچھا۔

''لوگ کہتے ہیں ان کی موت ہوگئی لیکن مجھے یقین نہیں آیا۔'' وہ آنسو صاف کرتی بتانے لگی تھی۔ ''اس کا بس نہیں چلتا غانیہ یہ میری عزت کی دھجیاں ادھیڑ دے' تم میری مدد کرو گی میرے والد کے قاتل ہیں یہ لوگ' میں انہیں سزا دلوانا چاہتی ہوں۔ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا غانیہ یہاں ہر لڑکی کو مجبور ہونے کا تاوان بھرنا پڑتا ہے۔'' وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بول رہی تھی' غانیہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔

''کیا مطلب کیسا تاوان؟''

''یہاں جاب کے نام پر غلط کام ہوتا ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا' کیسا غلط کام؟'' وہ اب واقعی پریشان ہوگئی تھی' ایک خوف ناک اندیشے نے اس کے جسم میں اپنے پنجے گاڑے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے پاس بم پھوڑ رہی تھی' غانیہ کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہوئیں۔

''تم...... تمہارے ساتھ بھی؟'' اس نے اٹک اٹک کر پوچھا۔ جواب میں عائشہ نے افسردگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''یا اللہ مجھے شاہ میر نے کتنا منع کیا تھا۔'' اس کا دل دہل گیا تھا۔ ''پھر تو ہمیں یہ جاب ابھی چھوڑ دینی چاہیے۔''

''ہاں' لیکن اس سے پہلے میں انہیں پکڑوانا چاہتی ہوں آج باس نہیں ہے تو صرف دو مرد اس روم میں یہاں کی پانچ لڑکیوں کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔'' عائشہ نے خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا' جب غانیہ بولی۔

''ایک کام کر سکتے ہیں ہم۔''

''وہ کیا؟''

''یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہیں؟'' اس نے ہال میں موجود لوگوں پر نظر ڈال کر عائشہ سے پوچھا' اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

''ہم یہاں کھڑکی سے ان لوگوں کی ویڈیو بنائیں گے۔''

''نہیں' یہ بہت مشکل ہے اگر انہیں ذرا بھی بھنک پڑ گئی تو ہماری موت عنقریب ہے۔'' عائشہ ابھی بھی ڈر رہی تھی جبکہ غانیہ کو کوئی ڈر نہیں تھا۔

''تم چپ رہو' میں خود ان خبیث لوگوں کی ویڈیو بناؤں گی۔'' اور اگلے کچھ منٹ میں جو غلاظت سے بھرا کام اندر ہو رہا تھا وہ سب اس ویڈیو میں دکھنے لگا تھا۔

''لیکن یار ان لڑکیوں کی واضح فوٹوز آ رہی ہے' ان بے چاری کا کیا ہوگا یہ تو بلاوجہ بدنام ہو جائیں گی۔'' عائشہ فکر مند تھی۔

''میں ان کو ٹھیک کروالوں گی۔'' غانیہ کے کہنے پر اس نے سکون کا سانس لیا اور اللہ سے دعا کرتی رہی۔ کچھ شریف لڑکوں نے بھی ان کا بھرپور ساتھ دیا تھا' دوسرے تیسرے دن ہی عائشہ نے اس کمپنی کے باس اور اس کے دم ہلاتے وفاداروں کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا تھا جس کے سبب اس کمپنی کے سب لوگ جو غلط کاموں میں ملوث تھے لاک اپ میں بند تھے کوئی ثبوت نہیں تھا ان کے پاس عدالت میں کیس کی تاریخ 18 تھی اور غانیہ صرف 18 تاریخ کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ ویڈیو والا ثبوت وہ آخری تاریخ والے دن ہی دکھانا چاہتی تھی اور جس کے سبب ان کے بچنے کے کوئی آثار نہیں تھے اور 18 نومبر اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا یہ تو کبھی خود غانیہ نے بھی نہیں سوچا تھا۔

❁......❁......❁

تین سال پہلے غانیہ کا این جی اوز جو ایک دم چلتے چلتے اس کی ناگہانی موت کے سبب بند ہوگیا تھا وہ آج تین سال بعد بھی ویسے ہی بند پڑا تھا۔ شاہ میر نے خود اس این جی او کے مین ڈور پر ایک بھاری تالا لگایا تھا۔ وہ ہر دن اس دروازے کے قریب سے گزرتا تھا' آج پھر وہیں کھڑا تھا آنکھوں میں نمی لیے اس نے ہاتھ بڑھا کر تالا کھولا' دروازے کے قریب اوپر سے نیچے تک لگی وہ کاسنی پھولوں کی بیل جو اس نے اور غانیہ نے ساتھ لگائی تھی آج دھول مٹی میں لتھڑی اپنی بے قدری پر ماتم

کنزاں تھی۔ وہ یہاں آتا تو دل کو سکون بخشتے تھا لیکن دل تو اور غمگین ہوجاتا۔ ایک ایک چیز کو چھو کر دیکھتا وہ اس میز اور ٹیبل کے قریب آ گیا جہاں وہ میز پر رکھی فریم شدہ تصویر میں اپنی پوری دلکشی لیے مسکرا رہی تھی۔ یہ وہی منگنی کے روز کی تصویر تھی ایک شاہ میر کے آفس روم میں رہتی تھی دوسری غانیہ کی میز پر۔

یہ چراغ بے نظیر ہے' یہ ستارہ بے زباں ہے
ابھی تجھ سے ملتا جلتا کوئی دوسرا کہاں ہے
انہی راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے
مجھے روک روک پوچھا تیرا ہم سفر کہاں ہے

میاؤں میاؤں...... ابھی وہ تصویر لیے کھڑا دیکھ ہی رہا تھا جب وائٹ بلی اس کا دھیان بٹا گئی تھی۔ شاہ میر نے چونک کر بلی کو دیکھا اور پھر ماضی میں بھٹک گیا۔

اس دن موسم بہت پیارا ہو رہا تھا' صبح سے ہلکی پھلکی بوندہ باندی میں سرسبز لہراتے خوشنما پودے جو لان میں لگے ہوئے تھے' اللہ کی رحمت سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں براجمان تھیں۔ شاہ میر کو اندر آتا دیکھ کر دونوں نے مسکراہٹ کا تبادلہ کیا تھا۔ بارش نے اسے اچھا خاصا بھگو دیا تھا' کافی عجلت میں وہ اندر آیا اور اس کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے گول مٹول سی وائٹ بلی بھی آ گئی۔ شاہ میر نے پلٹ کر دیکھا اب بلی اس کا پائنچہ منہ میں دبائے بڑی آس بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''ہاہاہا......'' غانیہ اور زاریہ کی بھرپور ہنسی تھی' شاہ میر نے تپ کر گھورا پھر بلی کو دیکھ کر گہرا سانس لے کر مسکرایا۔

''حفصہ......حفصہ......'' اس نے ملازمہ کو آواز دی' جو غالباً دوڑی چلی آئی تھی۔

''جی صاحب۔''

''اس بلی کو ایک برتن میں دودھ ڈال کر دو' دیکھو یہ بھوکی ہے شاید۔''

''اچھا صاحب۔'' حفصہ جلدی سے کچن کی سمت دوڑی اور جھٹ پٹ ایک برتن میں دودھ ڈال لائی اور بلی کے سامنے رکھ دیا اب بلی دودھ پینے لگی تھی لیکن اس کی نظریں شاہ میر پر ہی اٹکی ہوئی تھیں وہ ہنستا ہوا کپڑے چینج کرنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اور جب واپس آیا تو دیکھا بلی غانیہ کی گود میں چڑھی بیٹھی ہے وہ شاید بارش کے باعث سردی محسوس کررہی تھی غانیہ نے اسے کمبل میں لپیٹ رکھا تھا وہ اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے' انسان تو انسان اب تو جانور بھی آپ کے عشق میں مبتلا ہونے لگے ہیں' خیر تو ہے یہ واردت کب ہوئی میری جگہ تو سیو ہے ناں؟'' ہلکے سے سرگوشی کی تھی' غانیہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

اس کی لگائی گئی ہر چیز' ہر تصویر میں اس کی یاد جھلکتی تھی۔ اس حادثے کے بعد افضل صاحب اور پروین بہت خاموش اور رنجیدہ ہوکر رہ گئے تھے۔ شاہ میر کو تو ان دنوں اپنا بھی ہوش نہیں رہتا تھا ایسا کون سا دن ہوگا جب وہ رویا نہیں تھا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے' بلی کہیں باہر چلی گئی تھی وہ بھی مین ڈور لاک کرتا اپنی کار میں آ بیٹھا۔

❁......❁......❁

غانیہ نے جس طرح ہڑبونگ مچا کر جاب کی اجازت طلب کی تھی اب اس کے برعکس بڑی خاموشی سے یہ آفس والی جاب چھوڑ بھی دی تھی اور دوبارہ کہیں جاب کرنے کا نام تک نہ لیا تھا جس کی وجہ سے گھر میں سب ہی خوش تھے۔ آنے والے طوفان کی کسی کو بھی خبر نہیں تھی' زاریہ اور عائشہ کی اسکول کے زمانے سے کبھی نہیں بنی تھی اس لیے غانیہ اور عائشہ کے درمیان جو بھی گفتگو ہوتی وہ اس سے یکسر لاعلم ہی تھی۔ جس دن سے اس نے جاب سے ریزائن کیا تھا اس کے تھوڑی دن بعد اسے رانگ نمبر سے دھمکی آمیز کالز موصول ہونے لگی تھیں۔ وہ ویڈیو کیسٹ غانیہ کے پاس موجود تھی اس لیے رانگ کالز بھی اسے ہی موصول ہو رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل موصول ہونے والی کال اس کا دماغ ہلا گئی تھی وہ اس آفس کے باس رشید ربانی کا ہی فون تھا۔

"تو کیا سمجھتی ہے ہمیں جیل پہنچا کر سکھ کا سانس لے لے گی' ہم تیری زندگی ہی تجھ سے چھین لیں گے' موت کی تاریکیوں میں دھکیل دیں گے تجھے۔" وہ اپنے منہ سے زہر اگل رہا تھا' غانیہ کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"اور تم کیا سمجھتے ہو تم جیسے کالی بھیڑوں سے میں ڈر جاؤں گی' مجھے نہیں معلوم کل کا سورج میرے لیے زندگی کی نئی نوید لے کر آتا ہے یا موت کا پیغام لیکن وہ دن دور نہیں جب تم جیسے لوگ موت کے گھاٹ اتارے جاؤ گے۔" وہ چپ ہوئی جب دوسری طرف شخص پھر انگارے چبانے لگا تھا۔

"دیکھو ہم تمہیں شرافت سے کہہ رہے ہیں' تم وہ ویڈیو کیسٹ ہمارے حوالے کردو ورنہ......؟"

"ورنہ کیا...... ہاں ورنہ کیا......" اس کے غرانے پر غانیہ اس سے زیادہ تیز چلائی تھی۔

"ورنہ ہم بری طرح پیش آئیں گے' جان لو کہ تم ایک لڑکی ہو۔" رشید نے ہنستے ہوئے کچھ جتلانا چاہا۔

"لڑکی ہوں مگر کمزور نہیں' سچ اور حق پر بغاوت کرنے والوں کو قتل کرنے کا جنون میرے سینے میں' میری رگوں میں لہو بن کر گردش کرتا ہے۔ دل کرتا ہے تم جیسے لوگوں کے منہ پر تیزاب ڈال کر انہیں جلا دوں جس منہ سے تم لوگ عورت کو گالی دیتے ہو۔ وہ ہاتھ کاٹ دوں جس سے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑتے ہو۔ اپنے ملک کے ناسوروں کو ختم کرنا تو میرا ابھی فرض ہے' فرض ہے کہ عورت کو برباد کرنے والی ہر ذات کو زندگی سے ترسا دوں۔" وہ بولنے پر آئی تو پھر بولتی ہی چلی گئی' رشید ربانی کا وجود آگ پر تپنے لگا تھا۔

"اور ہاں کل وہ ویڈیو عدالت میں ضرور دکھاؤں گی' جو کرنا ہے کرلو۔ تم جیسے عیاش لوگوں کی اصل صورت کیا ہے وہ دکھانی ہے مجھے۔" اتنا کہہ کر وہ کال ڈسکنکٹ کرنے ہی والی تھی جب وہ بولا تھا' انداز میں بڑا غرور پن جھلک رہا تھا۔

"لڑکی سنبھل جا' اب بھی وقت ہے' تیرا عشق' تیرا کزن ہے ناں وہ ہماری دسترس سے دور نہیں۔" دھمکی دی گئی تھی وہ پھر بھی متبسم سا مسکرائی۔

"جو کرنا ہے کرلو' مجھے اپنے رب رحیم پر بے شمار بھروسہ ہے' وہ ذات میرے شاہ میر کی حفاظت بھی کرے گی اور مجھے یہ کیس بھی جتوائے گی۔ تمہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہ دھکیلا تو میرا نام بھی غانیہ افضل نہیں۔" یہ کیسا یقین تھا لہجے میں کیسا اطمینان تھا' رشید ربانی آگے کچھ بول ہی نہ سکا۔ غانیہ نے کال کاٹ دی اور کمپیوٹر روم میں چلی آئی۔

"غانیہ یہ سب کیا ہے؟" غانیہ نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا' دروازے کی وسط میں وہ کھڑا تھا شاید اسے معلوم ہوگیا تھا وہ جو کررہی تھی شاہ میر اس بات کی تہہ تک پہنچ چکا تھا' غانیہ نے گہرا سانس لیا۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔" وہ ذرا سا چلا کر بولا۔

"مجھے بالکل سمجھ نہیں آرہا' آپ مجھ سے کس کی بابت پوچھ رہے ہیں۔" غانیہ جانتی تھی وہ کیا پوچھ رہا ہے' پھر بھی انجان بننے کی کوشش کرنے لگی شاہ میر تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم کیوں پرائے جھگڑے میں پڑنا چاہتی ہو' کیوں اپنی جان جوکھوں میں ڈال رہی ہو یہ جانتے ہوئے اتنا پیار کرتے ہیں ہم سب تم سے' کچھ تو خیال کرو۔" غانیہ نے بغور اسے دیکھا' اسے شاہ میر کی بات بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔

"آپ مجھے حق اور سچ کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں' آپ چاہتے ہیں میں کسی کمزور اور بے بس انسان کی مدد نہ کروں' آپ چاہتے ہیں جو ہورہا ہے ہونے دوں۔ میں بھی اپنا ضمیر بیچ کر ضمیر فروشوں میں نام لکھوالوں' یہ چاہتے ہیں آپ۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ خود بخود تلخ ہوتا گیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں شاہ میر یہ ملک جس میں اب شاید ہی کوئی زندگی کی رمق باقی ہو لیکن ہماری پاک

فوج آج بھی پہلے کی طرح اپنی جانیں قربان کرتی ہے۔ پاک فوج ہر جنگ عظیم میں شہید ہوئی ہے اور اس عظیم قربانی کو اپنا فرض سمجھتی ہے جب وہ وطن کی بقا اور سلامتی کے لیے اپنی جان کی پروا نہیں کرتی تو کیا ہم عوام چھوٹے موٹے کیسز کا سلوشن نہیں نکال سکتے۔ کیا ہم پر فرض نہیں ہم بھی اس ملک کے کام آئیں' اس ملک میں پریشان رہنے والے لوگوں کی مدد کریں اور سچ اور حق کی راہ میں قربان ہو بھی گئے تو کیا حرج ہے' اللہ ہم سے خوش ہوگا۔''

''یہ سب درست ہے لیکن زندگی کی بھی کچھ ترجیحات ہیں انہیں مت بھولو انہیں مت فراموش کرو اپنا نہیں تو ہمارا ہی خیال کرلو جو تم سے جان سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ غانیہ...... میں تم سے عشق کرتا ہوں' میں تمہیں ہرگز کھونا نہیں چاہتا۔ تم...... تم زندگی ہو' میری اولین محبت ہو۔'' وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا تھا مگر غانیہ پر اس کی باتوں کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا تھا اور مذاق کے موڈ میں آگئی تھی۔

''بات ذرا چھوٹی ہے مگر وزن رکھتی ہے زندگی زندگی نہیں ہوتی' زندگی میں محبت ہوتی ہے اور اگر مجھے کچھ ہو بھی جاتا ہے تو آج مری کل دوسرا دن ہوگا' زندگی کب رکتی ہے آپ کو بھی مل جائے گی کوئی پیاری سی لڑکی بالکل میری جیسی لیکن ایک بات شاہ میر اگر کوئی مجبور اور بے بس لڑکی ملے تو اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑنا۔'' وہ اب بھی مذاق کے موڈ میں تھی شاہ میر کو غصہ عود کر آیا۔

''بس کرلی بکواس' تم مجھ سے اب پٹوگی۔ بہت شوق ہے تمہیں مرنے کا' میرا سوچا ہے کبھی میں کیسے جیوں گا۔'' اب وہ تھوڑا نارمل ہوا تھا۔

''غلط...... بے حد غلط' مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ اپنے پیچھے دوسروں کا سوچنا ہوتا ہے اور ہاں زندگی جینے کا ہنر سب کو آجاتا ہے آپ کو بھی آجائے گا۔'' وہ دھیمی آواز میں بات کررہی تھی شاہ میر اسے بغور دیکھنے لگا' وہ تو غانیہ کو ہمیشہ لاابالی اور بے پروا سمجھتا تھا لیکن آج بے حد حیران ہوا تھا' اپنے آپ سے بھی بے پروا رہنے والی لڑکی اتنی گہرائی سے سوچتی ہے۔

''او کے میں چلتا ہوں' اللہ تمہیں کامیاب کرے' آمین۔''

''آپ ناراض ہوگئے۔'' وہ جانے لگا تھا جب غانیہ نے تیزی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا تو وہ قدرے رکھائی سے بولا۔

''تمہیں میری پروا ہی کب ہے تمہاری مرضی جو چاہے کرو۔''

''ایسا نہیں ہے کہ مجھے آپ کی پروا نہیں ہے لیکن میرے بھی کچھ خواب ہیں کچھ خواہش ہیں' کچھ مقصد ہیں۔ میں انہیں پورا کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھی' ان دنوں وہ عجیب کیفیت سے گزر رہی تھی شاہ میر اس کی دلی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا پارہا تھا۔

''مجھ پر کچھ قرض ہے اس دنیا کے اپنے ساتھ جینے والے کچھ لوگوں کے' میں بس وہ ایک دو فرائض پورے کرنا چاہتی ہوں۔ عائشہ پہلی عورت ہے جس نے مجھے مدد کے لیے پکارا ہے اور میرا فرض بنتا ہے اس کے ساتھ زیادتی کرنے والے وحشیوں کو عدالت تک ضرور گھسیٹوں جنہوں نے اس کی عزت تار تار کرنے کی کوشش کی' اس کے معذور باپ کو اس سے چھین لیا وہ درندے کھلے عام اس سرزمین پر دندناتے پھریں۔'' وہ جذباتی ہونے لگی' شاہ میر دم بخود اسے سنے جارہا تھا۔

''اس جہاں میں عورت کی عزت نہیں ہے شاہ میر کیا وہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔ یہ عورت وہی ہے جس کے قدموں تلے اولاد کے لیے اللہ نے جنت رکھ دی' یہ عورت کو پیر کی جوتی سمجھتے ہیں کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے مرد کو طاقتور بنایا ہے اور عورت کو کمزور اسی لیے وہ انہیں اپنی درندگی کا نشانہ بناتے ہیں' میرا بس چلے نہ ان لوگوں کو زندہ قبر میں اتار دوں۔ یہ موت کو بھول چکے ہیں تب ہی تو انہیں اللہ کے عذاب کا بھی ڈر نہیں ہے۔'' بولتے ہوئے اس کا گلا رندھ گیا تھا۔ شاہ میر کچھ لمحے لب بھینچے

کھڑا رہا پھر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

دوسرے دن صبح وہ جلدی بیدار ہوگئی تھی آج اٹھارہ نومبر تھی' دل و دماغ بالکل خالی' ایسا لگتا تھا جیسے ہوا میں معلق ہو۔ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کے لیے سب ہی موجود تھے وہ بھی جلدی جلدی فریش ہوکر وہیں آ گئی۔ چیئر سنبھالتے ہوئے پہلی نگاہ شاہ میر کے ناراض چہرے پر پڑی' ایک پل کو لب مسکرائے مگر شاہ میر کی بے گانگی دیکھ کر دل میں درد کی ایک ٹیس اٹھی تھی۔ افضل صاحب اخبار ہاتھ میں لیے ورق گردانی کررہے تھے۔ ناشتے کی ٹیبل سجی ہوئی تھی مگر اسے ذرا جو ایک چیز میں بھی ذائقہ محسوس ہوا ہو۔ چیز' آملیٹ' قیمے کے پراٹھے' دہی' اچار' بریڈ اور سب سے بڑھ کر اورنج جوس۔

''بیٹا...... کہیں جانا ہے کیا؟'' اسے بار بار گھڑی کی طرف دیکھتے پاکر افضل صاحب نے پیار سے پوچھا' وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

''جی پاپا وہ آپ کو بتایا تھا ناں ایک دوست کی ہیلپ کرنے۔'' اس نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ کہا' افضل صاحب نے مطمئن ہوکر دوبارہ اخبار کی جانب نگاہ مبذول کرلی۔

امی اور پھوپو بھی ناشتا کررہی تھیں' انہوں نے غانیہ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا البتہ شاہ میر کی آنکھوں میں واضح ناراضگی دیکھی جاسکتی تھی۔ زاریہ ناشتا ختم کرکے اٹھ چکی تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی' اس نے امی' پھوپو' اپنے پاپا کو صرف یہ بتایا تھا کہ ایک دوست کو مدد کی ضرورت تھی تو وہ دونوں مل کر مدد کررہی ہیں۔ گھر میں ان دونوں کے اس طرح بھلائی کے کام کرنے پر سب بہت خوش تھے وہ خود تو کبھی نہیں بتاتی شاہ میر اور زاریہ کو بھی اپنی قسم دے کر گھر میں بتانے سے منع کردیا تھا۔ وہ دونوں اب تک خاموش تھے۔ کپڑے چینج کرنے اور ضروری پیپرز لینے میں انہیں مزید پندرہ منٹ لگ گئے' کار زاریہ ڈرائیو کررہی تھی پہلے ان کا ارادہ عائشہ کی وکیل جو اس کا کیس لڑ رہی تھی ان کے گھر جانے کا تھا مگر راستے میں کچھ

نظم

جلتے ہی رہتے ہیں
خواہشوں کی آگ میں
آگ سے کب پھول نکلتے ہیں
راکھ ہی بن جاتے ہیں
بس جانتے ہوئے بھی انجان ہیں
یہ خاک کے پتلے کتنے نادان ہیں

حرا کریم...... میانوالی

لوگوں نے ان کی کار کا پیچھا کرنا شروع کردیا تھا اس لیے وہ عدالت پہنچ گئیں عائشہ اور اس کی وکیل نمرہ آفندی بھی وہیں موجود تھیں۔

اس وقت گیارہ بج رہے تھے اور اتنے دن کی مسافت کے ٹھیک کچھ گھنٹے بعد ہی عائشہ زاری بڑی خوش' مطمئن اور سرشاری عدالت سے باہر آئی تھیں۔ اس کے ساتھ غانیہ زاریہ اور ایڈووکیٹ نمرہ آفندی بھی موجود تھی وہ چاروں بہت خوش تھیں کیونکہ کیس غانیہ کی توقع کے مطابق وہیں جیتی تھیں۔ ویڈیو والا ثبوت اس نے صرف جج صاحب کو دیکھنے کو کہا تھا۔ نمرہ آفندی بھی آج بہت خوش تھی۔ اسی خوشی کے سلسلے میں اس نے واپسی پر گاڑی برگر کارنر پر روکی تھی اور سب کو ساتھ گھسیٹ کر اندر لے گئی۔

چاروں ایک ایک چیئر پر بیٹھ گئیں' زاریہ' عائشہ اور نمرہ آفندی باتوں میں مصروف تھیں اسے شاہ میر کا خیال آیا تو شرارت کے طور پر اسے ایک ساتھ دو نظمیں سینڈ کیں۔

سنو جاناں......

مرنے سے ذرا پہلے اک مری خواہش ہے
میری قبر پر چلے آنا
دو آنسو بہانے کو
مگر پھر سوچتی ہوں
ان آنسوؤں کا کیا فائدہ

جنہیں میں صاف نہ کرسکوں
جن سے تمہیں تکلیف ہو
تو پھر تم اک کام کرنا
میری قبر پہ آنا ضرور
مجھے یاد ضرور کرنا
کہ جب تم مجھے یاد کروگے تو مجھے احساس ہوگا
کہ......
میری محبت میں تم بھی
پل پل جیتے ہو
سنو جاناں......
مجھے یاد ضرور کرنا
بس......
مرنے سے پہلے میری اتنی سی خواہش ہے

نظم سینڈ کیے ابھی کچھ ہی پل گزرے تھے کہ اس کے موبائل پر شاہ میر کی کال آ گئی۔ غانیہ نے ایک نظر ساتھ بیٹھی اپنی دوستوں کو دیکھا اور اٹھ کر ایک سائیڈ پر چلی آئی۔

''کیا بکواس ہے یہ؟'' ابھی اس نے کال اٹینڈ ہی کی تھی جب دوسری طرف شاہ میر غرایا تھا وہ دھیما سا مسکرادی۔

''آپ بات کیوں نہیں کررہے تھے صبح مجھ سے؟'' وہ تھوڑا سنجیدہ ہوئی۔

''تمہیں کون سی پروا ہے میری۔'' دوسری طرف سے اسی کے لہجے میں جواب لوٹایا گیا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر مت کریں مجھ سے بات۔'' اس کا گلا رندھ سا گیا۔

''غانیہ......!'' شاہ میر نے پکارا وہ چپ رہی۔

''تم کب تک آرہی ہو...... کیا میں لینے آجاؤں؟'' اس کی خاموشی پر شاہ میر کو احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی روڈ ہوگیا جب ہی لہجے کو نارمل کیا تھا۔

''آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟''

''نہیں جانی...... میں بھلا تم سے ناراض ہوسکتا ہوں۔'' شاہ میر کے کہنے پر اس کے چہرے کی مسکراہٹ پھر سے لوٹ آئی۔

''ہم تھوڑی دیر میں آرہے ہیں آپ کہاں ہیں؟''

''میں آفس میں ہوں' میٹنگ کے لیے جارہا ہوں ٹھیک ہے پھر بات کریں گے۔ اللہ حافظ۔'' یہ کہتے ہی زوردار قہقہہ کے ساتھ شاہ میر نے کال ڈسکنکٹ کردی تھی۔

''غانیہ ان سے ملو یہ ہیں میرے شوہر غازان......'' عائشہ کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر عائشہ کو اس کے چہرے پر سچی خوشی کے سارے رنگ ہویدا تھے۔

''السلام علیکم سر!'' اس نے باادب سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' غازان جواب دے کر عائشہ کی طرف متوجہ ہوچکا تھا' وہ زاریہ اور نمرہ آفندی کے پاس چلی آئی۔

''چلو زاریہ گھر چلیں۔''

''ہاں چلو۔'' زاریہ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی' نمرہ بھی ساتھ ہی اٹھ گئی جبکہ غانیہ کسی سوچ میں گم تھی۔

''او میڈم آپ کہاں کھوگئیں؟'' نمرہ کے ہلکے پھلکے انداز پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

''کوئی بات ہے؟'' نمرہ نے پھر پوچھا۔

''اس باس کے دوسرے بیٹے کا کچھ پتا ہے وہ ملک سے باہر بھاگ گیا تھا اگر کچھ گڑبڑ کردی تو۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

''دیکھا جائے گا' تم پریشان مت ہو۔'' نمرہ نے اسے رسان سے سمجھایا اور تسلی دینے لگی۔

''غانیہ میں نے کہا تھا ناں تمہیں' مجھے یقین ہے غازان ضرور آئیں گے۔'' عائشہ اور غازان ساتھ ہی کھڑے تھے وہ خوش شکل انسان واقعی بہت اچھا تھا' غانیہ' زاریہ اور نمرہ آفندی کا بے حد مشکور بھی' وہ بالکل اپنے والد سے برعکس تھا۔

''آپ سب نے بہت اچھا کیا جو اس گینگ کو پکڑوادیا۔''

"یہ تو فرض تھا اور فرض ہمیشہ پورے ہی کرنے چاہئیں۔" زاریہ کے انداز پر سب ہنسنے لگے تھے پھر تھوڑی دیر میں وہ دونوں باہر نکل آئیں۔
"تم گاڑی میں بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔" سامنے شاپنگ سینٹر کی اونچی عمارت دیکھ کر وہ رک کر زاریہ سے بولی۔
"چلو میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔" زاریہ کے کہنے پر اس نے کچھ پل کھڑے رہ کر سوچا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔
ابھی وہ تھوڑی دور ہی پہنچی تھی کہ فضا میں فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان عجیب و غریب شکل والے لڑکوں نے انہیں بھی اپنی گولیوں کی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ زاریہ کے بائیں بازو پر ایک گولی لگی تھی جبکہ غانیہ کے ایک سر پر دو سینے میں لگیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ صرف غانیہ کو ہی مارنے کا ارادہ باندھ کر آئے تھے جو کہ مکمل ہو چکا تھا۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ کسی کو بھی سنبھلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔
زاریہ اپنی تکلیف بھول کر سامنے چت لیٹی غانیہ جو خون میں لت پت تھی کو دیکھ رہی تھی ایک زوردار چیخ فضا میں گونجی تھی پھر ہر طرف سناٹا چھا گیا۔
اسپتال میں اس وقت سب موجود تھے شاہ میر اس وقت ایک اہم ڈیلی گیشن کے ساتھ میٹنگ میں بزی تھا جب اس کے فون پر افضل صاحب کی کال آئی تھی۔
"جی ماموں۔"
"بیٹا ابھی ہسپتال آجاؤ۔" ان کی آواز بتا رہی تھی کہ وہ بہت مشکل سے یہ بات کر رہے ہیں شاہ میر کا دل ایک پل کے لیے زور سے دھڑکا تھا۔ دماغ میں عجیب و غریب وسوسے سے آنے لگے تھے۔ اس نے سر جھٹک کر کال کی جانب سماعت مبذول کی۔
"خیریت ماموں...... کیا ہوا کون ہے ہسپتال میں؟" اسے تشویش نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔
"بس بیٹا تم آجاؤ۔" افضل صاحب کا آزردہ

نمکین غزل

ہم کو نشے میں سیدھا بھی الٹا دکھائی دے
عالم تمام اک تماشا دکھائی دے
وحشت میں کیا بتائیں کیا کیا دکھائی دے
وحشت میں ہم کو مجنوں بھی لیلیٰ دکھائی دے
شاید کہ انتخابات کا سیزن قریب ہے
لیڈر جو ہم پہ جان چھڑکتا دکھائی دے
جب سے سنا ہے جیب میں اک پائی بھی نہیں
ہر دوست اپنا رنگ بدلتا دکھائی دے
بھرتی کیے ہیں باس نے جس دن سے رشتے دار
دفتر کا سب نظام بگڑتا دکھائی دے
آیا ہوں جب سے بھاگ کر میں ہسپتال سے
پہلے سے میرا حال سنبھلتا دکھائی دے
لاکھ پتی ہے سیٹھ مگر اس کے باوجود
سرمایہ اس کو اتنا بھی تھوڑا دکھائی دے
خود چیکر نے لاکر دی مجھے جب کتاب
آسان اب کیوں نہ مجھے پرچہ دکھائی دے
ہم آپ ہی واپڈا والوں کی نوازش نہیں نیاز
ہر شخص روشنی کو ترستا دکھائی دے

عائشہ حسن ہنی...... ریالی سری

لہجہ بہت کچھ جتا رہا تھا اس کی آنکھیں خود بخود نم ہونے لگی تھیں۔
"یا اللہ سب ٹھیک ہو۔" بے اختیار ہی اس کے لب سے دعا کے لفظ ادا ہوئے تھے مگر قبولیت کا وقت شاید اب نہیں رہا تھا۔ رابطہ منقطع ہو چکا تھا وہ بہت ریش ڈرائیونگ کر کے ہسپتال پہنچا تھا اور نظر سامنے بیڈ پر بے جان خون میں لت پت وجود پر پڑی تھی زمین کھسک گئی تھی اس کے پیروں تلے سے۔ سامنے ہی ایک لیڈی ڈاکٹر کھڑی تھیں۔
"ڈاکٹر یہ......" وہ متحیر سا ڈاکٹر کی جانب بڑھا تھا۔

''شی از نو مور......'' ڈاکٹر کے الفاظ تھے یا ایٹم بم وہ یک ٹک ڈاکٹر کو دیکھتا رہا پھر بیڈ پر بے جان وجود کی طرف آیا تھا آنکھوں سے قطرہ قطرہ آنسو بہنے لگے تھے۔

''غانیہ...... غانیہ اٹھو...... اٹھو ناں......'' وہ اسے دھیرے دھیرے ہلا رہا تھا۔ خون میں تر چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''یہ فاؤل ہے تم مجھ سے ناراض نہیں تھیں پلیز یوں نہیں کرو اٹھو غانیہ...... ایسا نہیں کرو۔ میں...... میں مر جاؤں گا تمہارے بغیر...... اٹھو نہ غانی......'' شدت غم سے وہ چیخ رہا تھا۔

''اٹھو غانی...... اپنے شاہ میر کو مت تکلیف دو۔'' وہ بری طرح اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ رہا تھا۔

کمرے میں سب ہی بے تحاشہ رو رہے تھے۔

افضل صاحب نے آگے بڑھ کر روتے شاہ میر کو اپنے کمزور بازوؤں میں بھینچ لیا تھا' وہ اٹھائیس سالہ مرد بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا' وہ بکھر چکا تھا ٹوٹ چکا تھا۔

''غانیہ کو مارنے والے کوئی اور نہیں اس باس کا دوسرا بیٹا تھا جسے وہ بیرون ملک مقیم سمجھی تھی اسی نے مارا تھا اس نے سچ کا ساتھ دینے کے لیے اپنی جان کی بازی لگادی تھی۔'' اس نے آنسو صاف کرکے ساتھ کھڑی عائزہ کو دیکھا وہ بھی رو رہی تھی۔ اپنے ماضی کو آج پہلی بار اس نے عائزہ کے سامنے بیان کیا تھا۔

''آپ نے اتنا غم اپنے اندر چھپائے رکھا کبھی کسی سے شیئر کیوں نہیں کیا؟''

''کس کو بتاتا سب برابر کے شریک ہیں اس غم میں اور پھر میری ذات کا حصہ تھی غانیہ' میں کیسے اپنے ہی آنسوؤں کا اشتہار لگاتا۔'' شاہ میر نے آہستہ سے جواب دیا۔

''غانیہ کو گئے تین سال ہوگئے اور آپ نے اس کا این جی او بھی بند کروادیا تھا۔ اسے کھلوائیں اسے تکلیف ہوتی ہوگی۔'' عائزہ کی سنجیدہ بات پر اس نے یک دم سر اٹھایا عائزہ مزید بولی۔

''زندگی ختم نہیں ہوجاتی ایک انسان کے چلے جانے سے' ہمیں اپنے پیچھے اور بھی لوگوں کا سوچنا ہوتا ہے۔ جو صرف ہمارے لیے جیتے ہیں' ہمیں ان کی خوشیوں کے لیے راہیں ہموار کرنی چاہئیں۔ آپ کے گھر والے اگر آپ کے لیے غمگین ہیں تو آپ انہیں خوش کردیں' ان کی بات مان لیں' کرلیں شادی۔'' عائزہ کی بات پر وہ چونکا' یہی تو غانیہ کہتی تھی یہی تو وہ اسے تلقین کرکے گئی تھی مگر وہ کتنا خود سر بن گیا تھا اسے صرف اپنے درد کی پروا تھی وہ سوچ میں گم ہوگیا۔

''تم کرلو مجھ سے شادی۔''

''جی......'' بڑی دیر بعد وہ بولا تھا' شاہ میر کے اس طرح کہنے پر وہ بے ساختہ نگاہیں اٹھا کر دیکھنے لگی۔

''ہاں میں غانیہ کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں۔''

''نہیں سر...... آپ کو ایک سے ایک لڑکی مل جائے گی اور میں سر اکیلی نہیں ہوں' میرے ساتھ میرے بھائی بھی ہیں' انہیں میری ضرورت ہے۔'' آخری بات کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''میں جانتا ہوں میری سانس' پر میرے دل پر صرف غانیہ کا بسیرا ہے لیکن میں کوشش کروں گا تمہیں تمہارا حق دے سکوں۔'' اتنا کہتے ہی اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئی تھیں جسے اس نے فوراً سے بیشتر عائزہ سے چھپالیا تھا۔

''جہاں میں رہتا ہوں تم اپنے بھائیوں کو بھی رکھ سکتی ہو وہاں' میری طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔''

''سر آپ......'' اتنے سال بعد کسی انسان نے اتنی ہمدردی کی تھی وہ شاہ میر کے دونوں ہاتھ پر سر رکھ کر رو دی تھی۔

❀......❀......❀

پھر اسی شام سب گھر والوں کی موجودگی میں اس کا سادگی سے نکاح ہوگیا تھا۔ ولیمہ ہوئے بھی دو دن گزر

چکے تھے‘ اس وقت وہ اپنے روم میں بیٹھا تھا عائزہ صوفے پر بیٹھی تھی اس کے دونوں بھائی عمر‘ عمیر بھی اس کے ساتھ ہی تھے۔

”آپی آپ دلہن بن کر بہت اچھی لگ رہی تھیں۔“ یہ عمر تھا۔

”نہیں جی‘ زیادہ اچھے شاہ میر بھائی لگ رہے تھے۔“ عمیر نے فوراً مداخلت کی۔

”جی نہیں‘ دونوں بہت اچھے لگ رہے تھے‘ ہے ناں شاہ میر بھائی۔“ عمر کی بات پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا پھر مسکرا کر سر ہلا دیا۔

زاریہ جو غانیہ کی ڈیتھ کے بعد بہت خاموش رہنے لگی تھی‘ عرفان سے شادی ہو کر وہ ایبٹ آباد چلی گئی تھی اور اب تین سال بعد ہی واپس آئی تھی جب شاہ میر نے خود شادی کی رضامندی دی تھی۔

”شاہ میر آپ کے لیے چائے لاؤں؟“ عائزہ کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا‘ وہ غانیہ کی تصویر لیے اسے صاف کر رہا تھا‘ عائزہ مسکرا دی۔

”ہاں لے آؤ۔“ وہ نرم اور دھیمے لہجے میں کہہ کر خاموش ہو گیا تھا‘ عائزہ اسے تصویر کو لیے کھڑا دیکھتی رہی۔

”آپ اسے واپس اپنی جگہ لگا دیں۔“

”نہیں‘ میں اسے کور میں لپیٹ کر رکھ رہا ہوں۔ میں غانیہ کے لیے رونا نہیں چاہتا اسے صرف اچھی یاد کی طرح اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔“ یہ تصویر کسی فنکشن کی تھی‘ غانیہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی مسکراہٹ روک لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے ایک نظر کور میں لپٹی تصویر کو دیکھا پھر عائزہ کو جس کا منہ پھول گیا تھا بالکل غانیہ کی طرح وہ ہلکا سا مسکرایا۔

”مجھے میرے اللہ اور غانیہ کے سامنے سرخرو ہونے دو عائزہ‘ میں نہیں چاہتا جب میں غانیہ سے ملوں تو وہ مجھ سے ناراض ہو کہ میں نے تمہیں تمہارا حق کیوں نہیں دیا۔ بے شک یہ بہت مشکل ہے۔“ شاہ میر کی آواز بھاری

ہونے لگی تھی جب وہ مسکراتی ہوئی اس کے ہاتھ سے تصویر لے کر واپس اس کی جگہ لگا کر بولی۔

''میں نہیں چاہتی کہ آپ غانیہ کو بھلائیں' وہ یہیں رہے گی ہم سب کے ساتھ۔'' اس نے مسکراتی غانیہ کی تصویر پر ہاتھ پھیرا اور پھر خود بھی مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

❁......❁......❁

اس وقت وہ قبرستان میں غانیہ کی قبر پر گلاب کے تر و تازہ پھول ڈال رہا تھا' غانیہ کی دوسری نظم جو اس نے اس ٹائم پڑھی تو تھی لیکن غصہ میں مفہوم نہیں سمجھ پایا تھا آج وہ نظم اس کے ذہن کے پردے پر ابھر رہی تھی۔

جب میری موت کی خبر پہنچے تم تک
تو بس اتنا کرنا
میرا نام فقط ایک بار اپنے لبوں سے ادا کرنا
تم میری جدائی کا فقط چند لمحے افسوس کرنا
اپنی ہنستی آنکھوں سے میرے نام کا اک آنسو گرانا
جو میری تڑپتی بلکتی محبت کو سیراب کرے گا
جب روانہ ہو میری ڈولی شہر خموشاں کی طرف
بس چند قدم اسے اپنے کندھے کا سہارا دینا
کہ تمہارے وجود کی خوشبو کو
میں اپنے اندر جذب کرسکوں
لحد میں اتاریں جب لوگ مجھے
تو اپنے لمس سے مہکتی مٹی کو
مجھ پر ایک آخری احسان کی صورت ڈال دینا
اور اگر کبھی تمہیں کسی موڑ پر
میری یاد آجائے
تو بس آنکھیں بند کر کے مجھے یاد کرنا
میں چاند کی کرنوں میں تمہیں نظر آؤں گی
پھولوں پر گرے اوس کے قطروں میں تمہیں ملوں گی
کبھی خود سے بغاوت کر کے چپکے سے میرے شہر آنا
تمہارے قدموں سے مٹی کی صورت لپٹ کر انہیں چوموں گی
پل دو پل
جو میری مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھاؤ گے
میری قبر پر
تو بارش بن کر
تمہاری ہتھیلیوں پر گر کے جذب ہو جاؤں گی
تمہیں نہ کبھی ستاؤں گی نہ کبھی رلاؤں گی
بن کر ایک انجان لمحہ
تمہاری زندگی کے سپنوں میں کہیں گم ہو جاؤں گی
چند پل جو بھیگیں گی تمہاری پلکیں آنسوؤں سے
اس پل میں تمہاری آنکھ سے
ہمیشہ کے لیے آنسو بن کر بہہ جاؤں گی

دعا مانگ کر اس نے ہاتھ چہرے پر پھیرے پھر دھیرے دھیرے غانیہ سے باتیں کرنے لگا

''دیکھو غانیہ' بہت خوش ہوں میں' بالکل تمہاری طرح ہے عائزہ' بالکل تمہاری طرح ہی مجھ سے لڑتی ہے' زندگی میں ہر سو خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ عائزہ سے بندھے ہر رشتے کو بہت ایمان داری سے نبھا رہا ہوں کہ تم ناراض نہ ہو جاؤ۔ شوہر ہونے کے ناطے عائزہ سے بہت محبت بھی ہے مگر دل کا ایک گوشہ آج بھی تمہاری محبت سے آباد ہے جہاں کوئی اپنے قدم نہیں جما سکتا۔'' وہ اس کی قبر پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرتا کہہ رہا تھا پھر مسکرا کر اس کی قبر پر الوداعی نظر ڈالتے اٹھ کر قبرستان سے باہر نکل آیا۔

❁

ہومیو کارنر

ہومیو ڈاکٹر طلعت نظامی

بائوگولہ (Hystreia)

ہسٹریا (Hystreia) یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بچہ دانی (U t e r u s) یہ ایک ایسا اعصابی مرض ہے جس کی وجہ نفسیاتی ہوتی ہے۔ اس بیماری سے یہ ضروری نہیں کہ نظام جسم میں بذات خود کوئی تکلیف پیدا ہو۔ ہسٹریا کا آلات

تولید کے نظام عصبی سے گہرا تعلق ہے اس مرض میں نوے فی صد عورتیں اور دس فی صد مرد مبتلا ہوتے ہیں۔

یہ مرض عصبی ہے اور نظام عصبی کے افعال میں فتور واقع ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مرض صرف عورتوں تک ہی نہیں کیونکہ یہ محض رحم کی خرابی سے پیدا نہیں ہوتا ہے بلکہ مردوں میں بھی یہ مرض دیکھنے کو آتا ہے۔

اسے بادِ گولہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ جب اس مرض کا دورہ شروع ہوتا ہے تو مریضہ کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پیٹ سے ایک گولہ اٹھ کر اوپر کو جا کر اس کے حلق میں اٹک گیا ہے۔

پرانے طبیب اس مرض کو صرف عورتوں کی بیماری سمجھا کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ مرض رحم کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے لیکن اب جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ مرض ان عورتوں کو بھی ہوتا ہے جن کے رحم میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ عصبی مزاج کے مردوں کو بھی یہ مرض دیکھنے میں آتا ہے اس مرض میں کسی عضو میں کوئی خاص نقص نہیں ہوا کرتا بلکہ نظام عصبی کے فعل میں عارضی نقص واقع ہو کر اس مرض کا دورہ ہوا کرتا ہے۔

جو خواتین اس مرض میں مبتلا ہو جائیں اپنے آپ کو مختلف امراض میں گھرا محسوس کرتی ہیں' کوئی اپنے آپ کو فالج میں مبتلا سمجھتی ہیں کوئی عام جسمانی تکلیف بیان کرتی ہیں' کوئی لنگڑا کر' کوئی پاؤں گھسیٹ کر چلتی ہیں۔ کوئی نچلے دھڑ کے فالج میں خود کو مبتلا سمجھتی ہے لیکن جب کھڑا کیا جائے تو کھڑی ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ وہمی طور پر بیمار ہوتی ہیں بعض کو گرانی سر کی شکایت ہوتی ہے بعض کو اختلاج قلب۔

بعض عورتیں حواس خمسہ ظاہری کی حس کو بہت تیز پاتی ہیں یعنی معمولی تیز روشنی کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتیں' معمولی آواز کو تیز' ہلکی کو بہت زیادہ محسوس کرتی ہیں بعض خواتین پیٹ کے درد کی شکایت کرتی ہیں بعض گلے میں ورم بتاتی ہیں' کچھ امراض سل میں خود کو مبتلا پاتی ہیں۔

لیکن چونکہ وہ واقعی طور پر ان امراض میں اپنے آپ کو مبتلا سمجھتی ہیں اس لیے بالآخر رفتہ رفتہ فکرو خیل کے زیادہ اثر کر لینے کی وجہ سے وہ واقعی ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

علامات کے لحاظ سے ہسٹریا کی دو قسمیں ہیں

☆ خفیف ہسٹریا

☆ شدید ہسٹریا

خفیف ہسٹریا

مریضہ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیٹ سے ایک گولہ اٹھ کر اوپر کو جاتا ہے اور گلے میں اٹک گیا ہو' وہ اس کو نگلنے کی کوشش کرتی ہے اور اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ یہ تکالیف جلد ہی دور ہو جاتی ہے' مریضہ کو تھوڑا سر اور گردن میں سختی محسوس ہوتی ہے' ڈکار آتے ہیں' شکم پھول جاتا ہے' دل دھڑکتا ہے' پیشاب پتلا اور بکثرت خارج ہوتا ہے' چہرے پر سرخی نمایاں ہوتی ہے۔

شدید ہسٹریا

یکا یک مریضہ چیخ مار کر رونے لگتی ہے یا زور سے ہنسنے لگتی ہے۔ سر میں تکلیف محسوس کرتی ہے' پیٹ سے

گولا اٹھ کر اوپر کو جاتا محسوس ہوتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ زمین پر گر پڑتی ہے بظاہر وہ بے ہوش ہوتی ہے لیکن آس پاس کی آوازوں کو بخوبی سنتی ہے' ہاتھ اور پیروں میں تشنج ہوتا ہے۔ مرض کا دورہ لوگوں کی موجودگی میں پڑتا ہے یہ دورہ چند منٹ سے چند گھنٹوں یا دنوں میں محیط ہوتا ہے۔ ایک دورے کے بعد دوسرا دورہ فوراً پڑسکتا ہے' سوتے میں دورہ نہیں پڑتا' جب مرض کا حملہ دور ہو جاتا ہے تو مریضہ کو بہت نقاہت محسوس ہوتی ہے۔

ہسٹریا کی یہ نمود آگے بڑھ کر ارادی اور غیر ارادی عضلات (Voluntary and Involuntary) کو متاثر کرتی ہے تو شدید قسم کے تشنجی دورے پیدا ہو سکتے ہیں۔

یہ دورے محض لرزہ کی کیفیت سے لے کر شدید تشنجی بدوضع دوروں تک ہو سکتے ہیں' ایک ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ ہسٹریا کے دوروں میں' دانتوں کا بجنا' منہ کا ٹیڑھا ہونا' آنکھوں کا اوپر کی طرف چڑھ جانا' مسلسل ڈھیلوں کا آنکھوں کے حلقوں میں گھومتے رہنا۔ ہاتھوں اور پیروں میں کھنچاوٹ کا پیدا ہو جانا' مٹھیوں کا بند ہو جانا' جسم کا اکڑ جانا دیکھا جاتا ہے۔ یہ کیفیت چند منٹ سے کئی گھنٹوں تک رہ سکتی ہے اور اس کے بعد یکایک آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور یہ تشنجی کیفیت اپنے آپ رفع ہو کر دورہ ختم ہو جاتا ہے۔

اسباب مرض

یہ مرض موروثی ہوتا ہے جن والدین کو مرگی یا ہسٹریا کا عارضہ ہو ان کے بچوں کو یہ مرض ہو جاتا ہے۔ اس مرض میں عموماً بارہ سے چالیس سال تک کی عمر کی عورتیں مبتلا ہوتی ہیں۔ عورتوں میں حیض کی خرابی یا حیض کا بند ہونا' شہوانی خیالات کا غلبہ' عیش وعشرت کی زندگی گزارنا' رنج وفکر' غصہ وخوف' عشق میں ناکامی و بدنامی' دائمی قبض' مردوں میں بکثرت دماغی محنت وعشقیہ خیالات۔ مقامی اور طبعی اثرات ہسٹریا کے پیدا کرنے میں کافی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ادویات

ہسٹریا کے دورے کے دوران کپڑے ڈھیلے پہنا دینے چاہئیں اور مریضہ کو چت لٹا دینا چاہیے۔ ٹھنڈے پانی کے زوردار چھینٹے چہرے پر دینے سے اکثر یہ دورہ رک جاتا ہے' مریضہ کے جذبات کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے معالج کو برداشت اور ہمت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

مندرجہ ذیل ادویات ہسٹریا کی تمام علامات کو سامنے رکھ کر منتخب کی گئی ہیں۔

چڑچڑاپن اور بے صبری

جلسی میم' پلساٹیلا' پسا' نکس وامیکا' کوکولس' سائی پریڈیم۔

بے حد اعصابی کمزوری

پلاٹینا' فاسفورک ایسڈ' الٹرس فاری نوسا' مسلسل ایک ہی خیال کے تاریک پہلو کو سوچے۔
اگنشیا' نکس وامیکا' جلسی میم۔

حد سے زیادہ خوف

اکونائیٹ' پلاٹینا' پلساٹیلا۔

توہمات: بے خوابی

سی سی فیوگا' ویلیریانہ' سائی پریڈیم' ہیڈاوما۔

دل میں کمزوری

ہائیڈروسیانک ایسڈ' فاسفورس۔

بیاضِ دل

میمونہ رومان

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

وہ ملا تو صدیوں بعد بھی میرے لب پر کوئی گلا نہ تھا
اسے میری چپ نے رلا دیا جسے گفتگو میں کمال تھا

روشی وفا...... ماچھیوال

فرصت قلیل کہانی طویل ہے
شکوے تو ہزار ہیں مگر جانے دیجیے

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک' وزیرآباد

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

ثناء قریشی...... ساہیوال

شب وصال ہے گل کردو ان چراغوں کو
خوشی کی بزم میں کیا کام جلنے والوں کا

نجم انجم اعوان...... کراچی

نظروں سے پلا کے جام مدہوش کردیا
سنائی جو داستان ہجر تو خاموش کردیا
تقاضا تھا کہ اک بار نقاب رخ سے ہٹادو
درشن کراکے اس نے بے ہوش کردیا

مدیحہ کرن...... وزیرآباد

بیٹھ جاتا ہوں خاک پہ اکثر
اپنی اوقات اچھی لگتی ہے

غزالہ دلپزیر...... مری ڈُنہ

ہم طالب شہرت ہیں' ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

رقیہ ناز...... وہاڑی

لکھ کر ہمارا نام زمیں پر مٹادیا
ان کا تھا کھیل' خاک میں ہم کو ملادیا

حنا نورین...... دالبندین

عشق دریا ہے جو تیرے وہ تہی دست رہے
وہ جو ڈوبے تھے کسی اور کنارے نکلے

ارم کمال...... فیصل آباد

جو مسکرائیں تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو باد صبا ٹھہر جائے
وہ ہونٹ ہونٹوں پر رکھ دے دم آخر
مجھے گماں ہے کہ آتی قضا ٹھہر جائے

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

شام کی دہلیز سے شمعیں اٹھا کر لے گیا
کون ہے جو شہر کی رسمیں چرا کر لے گیا
لوگ پاگل ہورہے تھے بارشوں کی چاہ میں
اور جھونکا بادلوں کو ہی اڑا کر لے گیا

یاسمین کنول...... پسرور

موسم گل میں اپنی شاخوں سے
زرد پتے ہی بس جھڑے ہوں گے
خود کو تنہا ہی پاؤ گے ہر پل
شہر میں لوگ تو بڑے ہوں گے

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑپکا

تسکین نہ ہو جس میں وہ راز بدل ڈالو
جو راز نہ رکھ پائے ہم راز بدل ڈالو
تم نے بھی سنی ہوگی کیا خوب حکایت ہے
انجام کا ہو ڈر تو آغاز بدل ڈالو

سمیہ غزل...... بی ایم

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

فریدہ جاوید فری...... لاہور

آہ وہ یار جس نے دل کو بھلا رکھا ہے
ہائے وہ درد کہ جس کا کوئی احساس نہیں
آج اس دل کا تڑپنا نہیں دیکھا جاتا
یہ بھی اچھا ہے کوئی آس پاس نہیں

نورین انجم اعوان...... کراچی

بارش ہوئی تو پھولوں کے تن چاک ہوگئے
موسم کے ہاتھ بھیگ کر سفاک ہوگئے

بادل کو کیا خبر ہے کہ بارش کی چاہ میں
کیسے بلند و بالا شجر خاک ہوگئے
روبینہ کوثر...... بستی ملوک

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
اسماء گل مغل...... کوٹ مبارک

بات کب عشق کی ہونٹوں سے بیاں ہوتی ہے
عشق ہوتا ہے تو آنکھوں میں زباں ہوتی ہے
گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ

ترے ہوتے ہوئے خالق
مجھ پر ہر شخص نے خدائی کی
سیدہ نادیہ حسن......

حسین لگتی ہے کس قدر یہ برستی بارش
زار و قطار روتی ہوئی جیسے کوئی دوشیزہ
جازبہ عباسی...... مری

یہ جو رقص ہے میرا فرش پر
یہ ہی لے اڑا مجھے عرش پر
میری ذات میں جو دھمال ہے
تیرے عشق کا یہ کمال ہے
ام زہرہ...... ملتان

میری راہ گزر میری منزلیں میری محفلیں تیری ذات تک
میری خواہش میری جستجو میری ہر خوشی تیرے نام تک
ہو تیری سوچ میری یاد تک' تیری گفتگو میری بات تک
ہو تمہیں میرے ساتھ کی آرزو میری زندگی کے بعد تک
تسنیم سحر راؤ...... اسلام آباد

خواب عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سوگئے
طیبہ حنا...... تونسہ شریف

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے
فہمیدہ خالق...... برنالی

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مرگئے
اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مرگئے
سمیرا گل ناز...... کراچی

غموں سے الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک بہانا نہیں آتا
فہمیدہ غوری...... کراچی

میرے ساتھ چلنے والے تجھے کیا ملا سفر میں
وہی دکھ بھری زمیں ہے وہی غمزدہ آسماں ہے
انہی راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے
مجھے روک روک پوچھا تیرا ہم سفر کہاں ہے
انیلا طالب...... لاہور

چین سے سو رہا ہے جہاں
میری نیند جانے کھوگئی ہے کہاں؟
نورین مسکان...... سیالکوٹ، ڈسکہ

مرتا نہیں کوئی کسی کے بغیر یہ حقیقت ہے زندگی کی
لیکن صرف سانس آنے کو جینا بھی نہیں کہتے
وفا آرزو...... مانسہرہ

ہر چند کہ حالات موافق نہیں پھر بھی
دل تیری طرفداری میں سفاک بہت ہے
عائشہ مسکان...... رحیم یار خان

یہ سنگریزے عداوتوں کے' وہ آبگینے سخاوتوں کے
دل مسافر قبول کرلے' ملا جو کچھ جہاں جہاں سے
تو ہم نفس ہے نہ ہم سفر ہے' کسے خبر ہے کہ تو کدھر ہے
میں دستکیں دے دے کے پوچھا بیٹھا' مکیں مکیں سے مکاں مکاں سے
ام نصیر...... ملتان

ہوائیں نوید دے رہی ہیں کسی کے لوٹ آنے کی
مگر آنے والے سن لے ہم تجھ سے روٹھ گئے ہیں
خواب دیکھے تھے کبھی تیری قربت کے کنول نے
انتظار طویل میں وہ خواب سارے ٹوٹ گئے ہیں

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

خشخاش کا حلوہ

ضروری اشیاء:۔

خشخاش	ایک پیالی
بادام	ایک پیالی
چینی	دو پیالی
دودھ	دو پیالی
چھوٹی الائچی	چھ سے آٹھ عدد
چاندی کے ورق	حسب پسند
گھی	ایک پیالی

ترکیب:۔

خشخاش اور بادام کو علیحدہ علیحدہ ٹھنڈے پانی میں بھگو کے رکھ دیں پھر دو سے تین مرتبہ پانی میں دھولیں۔ خشخاش کو پانی سے چھان لیں' ٹرے میں اخبار بچھا کر اس پر پھیلا کر خشک کرنے رکھ دیں' بادام کو چھیل لیں پھر بادام اور خشخاش ملا کر باریک پیس لیں۔ دودھ کو ابلنے رکھیں اور اس میں پسی ہوئی الائچی ڈال کر تین سے چار منٹ پکالیں۔ پین میں گھی ڈال کر تین سے چار منٹ گرم کریں اور اس میں خشخاش اور بادام کا پیسٹ ڈال کر اتنی دیر بھونیں کہ خوشبو آنے لگے۔ خوشبو آنے پر اس پر چینی ڈال کر دس منٹ تک بھونیں اور آخر میں اس میں دودھ شامل کریں پھر اتنی دیر بھونیں کے حلوہ گاڑھا ہو جائے' اب حلوہ چولہے سے اتار کر ٹرے میں پھیلا کر نکال لیں اور چاندی کے ورق سے سجا کر گرم گرم پیش کریں۔

روشی وفا...... ماچھیوال

ڈھوکلا

اجزاء:۔

چاول کا آٹا	250 گرام
بیسن	ڈیڑھ کپ
دہی کی کھٹی لسی	تین کپ
کھانے کا سوڈا	ایک چٹکی
نمک	حسب ذائقہ
ہری مرچ ادرک پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
تیل	دو کھانے کے چمچ

بگھار بنانے کے لیے اشیاء:۔

زیرہ	ڈیڑھ چائے کا چمچ
رائی	ڈیڑھ چائے کا چمچ
کڑی پتہ	چار سے پانچ عدد

ترکیب:۔

چاول کا آٹا اور بیسن کو دہی کی لسی کے ساتھ اچھی طرح مکس کر کے سات آٹھ گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ پھر اس میں باقی کے مصالحے ملا لیں' ایک برتن میں تیل ڈالیں اور اس مکسچر کو ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب کنارے چھوڑنے لگے تو اس کا مطلب ہے پک گیا' پھر چوکور ٹکڑے کاٹ لیں' زیرہ رائی اور کڑی پتہ کا بگھار لگا لیں پھر مزے کا ڈھوکلا کھائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیے۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک وزیرآباد

نرگسی کباب

اجزاء:۔

قیمہ (مرغی یا بکرے کا)	آدھا کلو
ابلے ہوئے انڈے	تین عدد
کارن فلاور	تین چمچ
نمک	حسب ضرورت
سرخ مرچ	دو چمچ
کٹا گرم مصالحہ	ایک چمچ
پسا ہوا خشک دھنیا	ایک چمچ
سبز مرچ	تین عدد
انار دانہ	دو چمچ
ادرک لہسن پیسٹ	آدھا چمچ

ترکیب:۔

قیمہ میں تمام اجزاء شامل کریں' انڈے ابال کر میش کر لیں اور انہیں بھی قیمے میں شامل کر لیں' اچھی طرح سے ہاتھوں کی مدد سے قیمہ میں تمام اجزاء مکس کریں پانچ منٹ ڈھانپ کر رکھ دیں پھر کباب کی شکل دے کر دس منٹ فریزر میں رکھیں' دس منٹ بعد فرائی کر کے کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

سیدہ لوبا سجاد...... کھروڑپکا

رس ملائی

اشیاء:-

دودھ	ایک لیٹر
ملک پاؤڈر	ایک کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
انڈا	ایک عدد
چینی	آٹھ کھانے کے چمچ
گھی (جما ہوا)	ایک چائے کا چمچ
الائچی	چار عدد
پستہ (کٹا ہوا)	چار سے پانچ عدد

ترکیب:-

دودھ میں چینی اور الائچی ڈال کر ابال لیں، ملک پاؤڈر ڈالیں اس میں بیکنگ پاؤڈر اور انڈا ڈال کر گھی کے ساتھ گوندھ لیں اب ہاتھ پر ہلکا سا گھی لگا کر اس کی چھوٹی چھوٹی گولیاں بنالیں جب دودھ ابل جائے تو اس میں یہ گولیاں ڈال دیں اب اسے درمیانی آنچ پر رکھ کر آٹھ سے دس منٹ تک پکائیں تھوڑی دیر میں یہ پھول جائیں گی۔ پتیلی کو وقفہ وقفہ سے ہلاتے رہیں، جب تھوڑا سا دودھ گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا کرلیں اس کے بعد پستہ وغیرہ چھڑک کر پیش کریں۔

اقرا جٹ......مجن آباد

سویٹ نوڈلز

ضروری اجزاء:-

نوڈلز	آدھا پیکٹ
چینی	حسب پسند
جیلی	حسب پسند
فلیور	ایک پیکٹ
کیوڑہ	چند قطرے
پستہ بادام (کٹا ہوا)	دو کھانے کے چمچ
ناریل (پسا ہوا)	دو کھانے کے چمچ
کشمش	بارہ عدد
سبز الائچی	پانچ عدد
دودھ	ایک کلو

ترکیب:-

نوڈلز ابال لیں دودھ کو اتنا گرم کریں کہ آدھا رہ جائے اس میں چینی ڈال کر ایک جوش دے لیں اور ساتھ ہی الائچی، کیوڑہ، کشمش اور نوڈلز ڈال دیں، مزید تھوڑی دیر پکائیں اور باؤل میں نکال کر ٹھنڈا کرلیں۔ جیلی تیار کرکے ٹھنڈی کرلیں، جیلی کی ڈیزائننگ کرکے سویٹ نوڈلز پر ڈیکوریٹ کردیں اور ساتھ ہی ناریل، پستہ، بادام بھی چھڑک دیں، مزے دار سویٹ نوڈلز تیار ہیں، ٹھنڈا ٹھنڈا سرو کریں۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

فولادی پلاؤ

اجزاء:-

چاول	ایک کلو
بند گوبھی	ایک پھول
شملہ مرچ	دو عدد
پیاز	ایک عدد
ادرک لہسن پیسٹ	دو چائے کے چمچ
قیمہ (چکن بون لیس)	ڈیڑھ کلوگرام
سفید زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
آئل	ڈیڑھ پاؤ
کھڑا گرم مصالحہ (چھوٹی الائچی)	چار سے پانچ عدد
دار چینی	دو سے تین
لونگ	پانچ عدد
کالی مرچ	چھ عدد
سفید زیرہ	تھوڑا سا
پسی کالی مرچ	ایک کھانے کا چمچ
آلو	آدھا کلو کیوب کٹنگ
ہری مرچ	چار سے پانچ عدد
گاجر	دو سے تین عدد
مٹر (ابلی ہوئی لوبیا)	ایک کپ
انڈے بوائل	تین سے چار عدد
چائنیز نمک	دو کھانے کے چمچ
سادہ نمک	حسب ضرورت
سفید زیرہ	ڈیڑھ چمچ
سرکہ	دو کھانے کے چمچ
سویا سوس	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:-

چاول صاف کرکے بھگو دیں، پیاز سلائس کریں۔ ایک پتیلے میں آئل ڈالیں اور پیاز ڈال دیں، پیاز لائٹ براؤن

کریں۔ ادرک اور لہسن کا پیسٹ ڈالیں اور اس میں چکن قیمہ ڈالیں اور آلو بھی ڈال دیں۔ آٹھ سے دس منٹ بھونیں اور اس میں تمام مصالحے ڈالیں اور مزید پانچ منٹ کے لیے بھونیں پھر ڈیڑھ کلو پانی ڈالیں' آنچ درمیانی کریں۔ اب اس میں چاول شامل کر کے ڈھکن لگا دیں۔ اب دس سے پندرہ منٹ کے بعد چیک کریں چاولوں کا پانی خشک ہو گیا ہے اگر چاول ایک کنی رہ گئے ہیں تو اخبار کا دم دیں اگر دو کنی رہ گیا ہے تو گیلا کپڑا ڈال کر دم دیں پندرہ سے بیس منٹ کے لیے دیں

سبزیوں کو فرائی کرنے کے لیے:۔

آئل	دو کھانے کے چمچ
سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
سویا سوس	ایک کھانے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
کالی مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
سادہ نمک	حسب ضرورت
چائنیز نمک	ایک کھانے کا چمچ
یخنی	آدھا کپ

ترکیب:۔

تمام سبزیوں کو کیوبز میں کاٹ لیں' ایک ساس پین میں آئل ڈالیں اور گرم کریں۔ گاجر کے علاوہ تمام سبزیاں اور لوبیا شامل کریں اور تمام مصالحے ڈال کر بھون لیں اور اس میں آدھا کپ یخنی شامل کریں اور ڈھکن لگا کے پانچ منٹ کے لیے چھوڑ دیں' گاجر کو الگ سے تمام مصالحے ڈال کر فرائی کریں تا کہ تمام سبزیوں میں اس کا کلر نہ آئے۔ پانچ منٹ کے بعد چیک کریں' پانی خشک ہو گیا ہے تو چولہا بند کر دیں جب چاولوں کا دم کھولیں اس میں فرائی کی ہوئی سبزیاں اور ابلے ہوئے انڈے شامل کر دیں اور اسٹائلش سی ڈش میں ڈال کر دہی کے رائتہ کے ساتھ سرو کریں۔

نوٹ:۔

سبزیاں اگر موسم کی نہ ہوں تو پانچ منٹ کے لیے بوائل کر لیں تا کہ اس کا کچا پن ختم ہو جائے۔

مسز فرحانہ ملک......ڈی جی خان

فرائی چٹ پٹی مونگ دال

اجزاء:۔

مونگ دال ابلی ہوئی	آدھا کلو
ٹماٹر	دو عدد
ہری مرچ ثابت	تین عدد
ہری مرچ باریک کٹی ہوئی	چار عدد
کلونجی	ایک چمچ
ثابت دھنیا	ایک چمچ
پیاز باریک کٹی ہوئی	بڑی سی ایک عدد
زیرہ	ایک چمچ
لہسن پسا ہوا	ایک چمچ
کُٹی لال مرچ	ایک چمچ
پسا دھنیا	ایک چمچ
ہلدی	آدھا چمچ
ثابت لال مرچ	آٹھ عدد
ہرا دھنیا موٹا کٹا ہوا	آدھی پیالی
نمک	حسب ذائقہ
آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

آئل کڑاہی میں گرم کر لیں' زیرہ ڈال کر لائٹ براؤن کریں اس کے بعد ٹماٹر ڈال کر ٹماٹر نرم ہونے تک فرائی کر لیں۔ اب لہسن' ثابت' لال مرچ' ثابت دھنیا' کُٹی لال مرچ' ہلدی' پسا دھنیا' کلونجی' نمک ڈال کر دس منٹ فرائی کریں اب ابلی دال ڈال کر پانچ منٹ فرائی کریں اس کے بعد پانچ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں پھر کچھ دیر بعد اس میں باریک پیاز کٹی ہوئی' ہری مرچ باریک کٹی ہوئی' ثابت ہری مرچ' ہرا دھنیا موٹا کٹا ہوا چولہے سے اتار کر رکھ دیں پانچ منٹ ڈھکن ڈھکا رہنے دیں اس کے بعد مزے سے کھائیں اور ہمیں بھی بھجوائیں؟

سونی علی......ریشم گلی سورو

بیوٹی کا سیٹ

روبین احمد

آرائش حسن کی ضرورت و اہمیت

ایک بیوٹی پارلر میں چند لڑکیاں چہرے کی تھریڈنگ اور بلیچ کرا رہی تھیں ان کی عمریں اٹھارہ سے بائیس سال کے درمیان ہوں گی۔ سب کالج میں زیر تعلیم ہیں۔ یہ ہر ماہ باقاعدگی سے چہرے اور ہاتھوں کی بلیچ کراتی ہیں اگر پارلر جانے کا وقت نہیں ملتا تو پھر خود کرتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر لڑکی کو اپنا خیال رکھنا چاہئے تاکہ بڑھاپے میں پلاسٹک سرجری یا دیگر مہنگے طریقے نہ اختیار کرنے پڑیں۔ ہر لڑکی کو بیس سال کے بعد اپنے چہرے، گردن اور ہاتھ پیروں پر خصوصی توجہ دینی چاہئے اور میک اپ ضرور کرنا چاہئے۔ یہ وقت کا تقاضا ہے۔ ہمارے ملک میں پانی، ہوا تک میں آلودگی ہے۔ دھوپ میں میک اپ کئے بغیر گھر سے نکلنے کا مطلب ہے کہ آپ اپنے حسن کی دشمن ہیں۔ بعض لڑکیاں شادی کے دن میک اپ کرتی ہیں اس وقت وہ حسین تو لگتی ہیں لیکن اس کے بعد ان کا حسن ماند پڑنے لگتا ہے کیونکہ شادی کے بعد جب زندگی تبدیل ہوتی ہے۔ کام کا بوجھ، تھکاوٹ ہوتی ہے۔ بچے پیدا ہوتے ہیں تو چوبیس سال کی شادی شدہ لڑکی چالیس سال کی نظر آنے لگتی ہے۔ اس وقت انہیں احساس ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر توجہ نہیں دی۔ آج کل تو میٹرک کی طالبہ کو بھی علم ہوتا ہے کہ صبح، شام اور رات کے وقت کیسا میک اپ کرنا چاہئے۔ جلد کی حفاظت کیسے ممکن ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے جب ہمیں معلوم ہے کہ میک اپ کرنے سے جلد خراب نہیں ہوتی، حسن نکھرتا ہے تو پھر کیوں نہ کریں۔ البتہ میک اپ زیادہ اور ہر وقت نہیں کرنا چاہئے۔

میک اپ سے بے نیاز چہرے کی مالک ایک خاتون کا کہنا ہے کہ میں نے زندگی کے پچاس سالوں میں پہلی اور آخری مرتبہ میک اپ شادی اور ولیمہ کے دن کیا تھا۔ اس کے بعد سے آج تک سوائے لپ اسٹک کے کچھ استعمال نہیں کرتی۔ مجھے عام میک اپ کی چیزوں کے نام تک نہیں معلوم۔ میری دو بیٹیاں ہیں انہیں میک اپ کی شدید ہے بلکہ وہ تو اب مجھے بھی مشورے دیتی ہیں کہ آپ اپنے چہرے پر فلاں فاؤنڈیشن استعمال کریں فلاں صابن سے منہ دھوئیں۔ میں ان کی باتیں سن کر خاموش رہتی ہوں۔ کیونکہ جب میری جیب ہی میک اپ کرنے کی اجازت نہ دے تو میں اس کے بارے میں کیوں سوچوں۔ البتہ میں سمجھتی ہوں کہ عورت کو اپنا خیال رکھنا چاہئے اور ہلکا پھلکا میک اپ ضرور کرنا چاہئے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آج کل خواتین کی شادی ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ مثلاً کسی لڑکی کے چہرے پر کوئی پیدائشی نشان ہے تو اس کا رشتہ نہیں آ رہا یا کسی کے چہرے پر روئیں زیادہ ہیں۔ غرض یہ کہ چھوٹے چھوٹے مسائل کی وجہ سے لڑکیاں احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں۔ میک اپ سے ان کے چہرے کے نشانات جہاں چھپ جاتے ہیں وہاں مختلف کریموں کے استعمال سے ختم بھی ہو جاتے ہیں۔

ایک گھریلو خاتون کا کہنا ہے کہ بنی سنوری خواتین سب کو اچھی لگتی ہیں ان کی شادیاں بھی ہو جاتی ہیں، جب کہ سیدھی سادی لڑکیوں کی شادی بھی مسئلہ بن گئی ہے۔ اس لئے اب پہلے کی نسبت خواتین میں میک اپ کرنے کا رجحان زیادہ ہو گیا ہے۔

ایک ماہر آرائش حسن جن کا ایک بیوٹی پارلر ہے، جہاں نہ صرف خواتین کا میک اپ کیا جاتا ہے بلکہ لڑکیوں کو میک اپ کرنے کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ نیز انہیں جلد کی حفاظت کے طریقے بھی بتائے جاتے ہیں ان سے جب ہم نے پوچھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ بیوٹی پارلرز کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، خواتین میں میک اپ کرنے کا رجحان زیادہ ہو رہا ہے ایسا کیوں ہے؟ خواتین میک اپ کیوں کرتی ہیں؟ اس بارے میں انہوں نے کہا کہ آرائش حسن کا ہر خاتون کی زندگی میں اہم حصہ ہے۔ اب یہ ایک فن بھی ہے اور ضرورت بھی۔ ماضی کا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ

پرانے زمانے میں بھی خواتین اپنے حسن کی حفاظت کے لیے مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں اور گھریلو نسخے استعمال کرتی تھیں۔ اب حسن کو نکھارنے کے جدید ادارے ہیں جن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ خواتین میں شعور پیدا کیا جائے کہ جلد کی حفاظت کیسے ممکن ہے۔ حسن کو تو ہر دور میں نکھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جب تک لپ سٹک کا وجود نہیں تھا' خواتین مسی' ونداسا لگاتی تھیں' آئی لائنر ناپید تھا تو سرمہ کاجل لگا کر آنکھوں کو پرکشش بنایا جاتا تھا۔ فیشل' مساج کا تصور نہیں تھا تو بیسن' ابٹن سے رنگت نکھاری جاتی تھی۔ بالوں کی چمک میں اضافہ کرنے اور انہیں سنہری رنگ میں کرنے کے لیے مہندی لگائی جاتی تھی۔ اب مختلف رنگوں سے بالوں کو ایک نہیں دو تین رنگوں میں رنگا (ڈائی) جاتا ہے۔ قدرت کے عطیے مٹی' پانی' نمکیات کی صورت میں ہیں۔ ان کو خواتین مختلف طریقوں سے اپنے چہرے پر استعمال کرتی ہیں۔ کچھ عرقیات ایسے ہیں جن کے استعمال سے چہرے کی جلد ملائم بلکہ چمک دار ہو جاتی ہے۔ چہرے پر تازگی آ جاتی ہے۔

انہوں نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ انسان کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ مثلاً جن خواتین کے بال چھوٹے ہوتے ہیں وہ انہیں بڑے کرنے کی کوشش کرتی ہیں' جن کے بڑے ہوتے ہی وہ انہیں چھوٹا کر لیتی ہیں۔ سیدھے بالوں والی خواتین گھنگھریالے اور گھنگھریالے بالوں والی خواتین بال سیدھے کرا لیتی ہیں۔ غرض اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی سعی کرتی رہتی ہیں۔ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ سنوارنا چاہتی ہیں اور اس میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔ ہر خاتون کو خود پر توجہ دینی چاہیے۔ میک اپ کرنا ہر عورت کا حق ہے۔ اگرچہ آج کے دور میں عورت گھریلو ہو یا ملازمت پیشہ اس کے پاس وقت کی قلت ہی رہتی ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنا خیال زیادہ رکھنے لگی ہے۔ پھر نت نئی ایجادات کے ساتھ میک اپ کی اشیاء بھی روز بروز نئی نئی متعارف ہو رہی ہیں۔ ان کی تشہیر ہوتی ہے اور وہ عورت جو گھر بیٹھے اپنے حسن اور اپنی جلد کے لیے فکرمند ہوتی ہے۔ مختلف میک اپ کی اشیاء خرید کر اپنے حسن کو نکھارتی رہتی ہے۔

موٹے ہونٹوں کو پتلا میک اپ ہی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ کالے رنگ کو گورا میک اپ ہی کرتا ہے۔ ایسے میں کون کالی لڑکی ہوگی جو میک اپ کرنے کی خواہشمند نہیں ہوگی' گوری' حسین لڑکیاں اپنے آپ کو مزید خوب صورت بنانے کے لیے میک اپ کرتی ہیں۔ آپ میک اپ کیے ہوئے اور عام چہرے کو دیکھیں' فرق صاف نظر آ جائے گا۔

اب تو مرد بھی میک اپ کرنے لگے ہیں۔ ایک دور تھا جب ہم کہتے تھے فلاں لڑکی تو پیدائشی حسین ہے' اسے میک اپ کرنے کی بھی ضرورت نہیں لیکن اب تو مس ورلڈ کے حسن کو بھی میک اپ سے مزید نکھارا جاتا ہے۔ میک اپ عورت کی خواہش ہی نہیں اس کی ضرورت بھی ہے۔ پہلے زمانے میں خواتین کی جلد اچھی ہوتی تھی۔ ان پر کام کا بوجھ نہیں تھا۔ اب خواتین پر بہت زیادہ کام کا دباؤ ہوتا ہے۔ خواہ وہ گھریلو ہوں یا ملازمت پیشہ۔ اس لیے بھی میک اپ کرنا ان کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ تھکے ہوئے' نڈھال' بیمار چہروں پر بھی میک اپ کرنے سے رونق آ جاتی ہے۔ جو خواتین میک اپ نہیں کرتیں اپنی جلد کا خیال نہیں رکھتیں ان کو میرا مشورہ ہے کہ وہ ضرور میک اپ کیا کریں لیکن میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گھر میں بھی میک اپ کریں ہر چیز کی زیادتی بری ہوتی ہے۔ اس لیے تقریبات کی مناسبت سے میک اپ کریں لیکن جلد کی حفاظت ضرور کریں۔ خواہ گھریلو نسخوں سے کریں یا مختلف لوشنز اور کریموں سے۔

نیرنگِ خیال

ایمان وقار

نعت رسول مقبول ﷺ

میرے قدم ہوں تیرا حرم ہو بس کافی ہے
پھر چاہے ہوجائے جاں قضا اے نبی ﷺ
میری بساط جاں یہ حیات تو تو کچھ بھی نہیں
نہ ہوسکا اگر دیدار روضہ رسول کا اے نبی ﷺ
میری ہر تمنا کے تصور میں ابھرتا ہے فقط سبز گنبد
کہ اب ہر خواہش و تمنا فنا ہوئی اے نبی ﷺ
تیرا ہی وسیلہ تیرا ہی نظر کرم تیرا ہی مدینہ ہو
جو رکھوں جبیں تو خاک ہی ہوجاؤں اے نبی ﷺ
میرے لفظوں میں میرے قلم میں خوشبو سی مہک اٹھی ہے
جب سے لکھنا سیکھا ہے تیرا نام اے نبی ﷺ
میں ہوں گردش زمانہ ہر آرزو گرداب سفر
تھام لیں ہاتھ تو ہوجاؤں معتبر اے نبی ﷺ
اب تو بس ایک ہی دعا ہے کہ دم آخر
لب پہ نام ہو محمد ﷺ اور روح فنا اے نبی ﷺ

راؤ میرا ایاز...... کراچی

غزل

کیا سپنوں کی اب خرابیوں سے
گھر تو جل ہی گیا چراغوں سے
آج آنکھیں مہک اٹھیں جیسے
کوئی ہو کے گیا ہے خوابوں سے
کون سے موسموں کی آمد ہے
آج آنے لگی گلابوں سے
پانیوں سے بھری ہوئی بدلی
آج گزری ہے پھر سرابوں سے
نیند آتی ہے لوٹ جاتی ہے
ڈر سا لگنے لگا ہے خوابوں سے

سیما غزل...... کراچی

غزل

شام کے اجالوں میں تمہیں ڈھونڈا ہے
میں نے پُرنور ستاروں میں تمہیں ڈھونڈا ہے
شام ہوتے ہی پرندے گھروں کو لوٹے ہیں
میں نے رات کے اندھیاروں میں تمہی کو ڈھونڈا ہے
دل مرجھا سا گیا ہے تمہارے بغیر عالی
میں نے قسمت کے ستاروں میں تمہی کو ڈھونڈا ہے

عالیہ کاظمی...... کہوٹہ

غزل

خواب آنکھوں میں سجانے کی جسارت کی ہے
ہم نے تو صنم تم سے ہی محبت کی ہے
حق تجھ کو تو پانے کا جتایا ہی نہیں ہے
جان غزل ہم نے تو محبت میں عبادت کی ہے
تیری آنکھوں کی شرارت کو محبت جانا
کم فہم تھے سو ہم نے حماقت کی ہے
سپنے ہی نہیں ٹوٹے فقط آنکھ سے اپنی
مدت ہوئی نیند بھی رخصت کی ہے
یہ جو محفل میں ویرانے کا گماں ہوتا ہے
کس سے کہیں کس نے عنایت کی ہے

سیدہ حیا عباس...... تلہ گنگ

غزل

دن رات انتظار میں رہتی ہیں یہ آنکھیں
اکثر تجھے خیال میں کہتی ہیں یہ آنکھیں
آجاؤ کہ مدت ہوئی دیکھے ہوئے تجھ کو
آ دیکھ تیری دید کو ترسی ہیں یہ آنکھیں
بن تیرے کوئی صورت جچتی نہیں نگاہ میں
دن رات تیرے خواب بنتی ہیں یہ آنکھیں
آخری سانس سے پہلے تیرا دیدار میں کرلوں
بس دعا خدا سے میری کرتی ہیں یہ آنکھیں
تحریر اس کی آنکھ کی پڑھ لیتی ہے رباب
پل پل اسی کی یاد میں برسی ہیں یہ آنکھیں

کومل رباب افضل...... لاہور

غزل

کبھی شام کو شام نہ لکھنا
کبھی زندگی کو ناتمام نہ لکھنا
رہ کر زہر کے سمندروں میں

کبھی محبت کو زہر کا جام نہ لکھنا
انتظار کی سولی پر ساون کے موسم میں
شکستہ حال چراغ کا انجام نہ لکھنا
ملنے کی تمنا میں خط ضرور لکھنا
لیکن کبھی خط میں اپنا نام نہ لکھنا
راتوں کے سناٹوں میں
کبھی یادوں کے کہرام نہ لکھنا
وقت کی گردش کے ہاتھوں میں
اپنے ارادے کو ناکام نہ لکھنا
دیکھے تھے جو اس کے ساتھ خواب
کبھی خواب کے وہ حسین ابہام نہ لکھنا
ہار اور جیت کے نشے میں ڈوب کر
کبھی عشق کے وہ طرز کلام نہ لکھنا
ہو جس سے مقصود رسوائی زمانہ
اپنے لبوں پر ایسا پیام نہ لکھنا
ہو جو غلام ابن غلام ہوکے آزاد
خود کو بھی وہ سوچ کے غلام نہ لکھنا
جو ملائے آنسو کو شبنم سے جاکے
کبھی ان خوشیوں کو اصول مقام نہ لکھنا
اونچے ہوجائے سر سے جب مجبوریوں کے قصے
کبھی مشہد شکست ذات کو نیلام نہ لکھنا

فاطمہ مشہد...... فیصل آباد

نظم

میں ایک شاعر ہوں
لوگ سمجھتے ہیں میں
جب چاہوں غزل تخلیق کرسکتی ہوں
جب چاہوں اپنی سوچوں کو
لفظوں کے موتی میں پروسکتی ہوں
مگر نہیں......
میں اکثر پہروں بیٹھ کر سوچتی ہوں
دماغ بھی خالی رہتا ہے
قلم بھی چپ رہتا ہے
میں کچھ بھی نہیں لکھ پاتی
ہاں مگر
میں جب بھی آپ کو سوچوں تو
ہر لفظ ادب سے جھک جاتا ہے
ہر تصویر میں رنگ بھرا جاتا ہے
ہر نظارے میں جان پڑ جاتی ہے
لفظ خود بخود ترتیب پاتے ہیں
قلم بھی چلنے کو بے تاب ہوتا ہے
بے ربط دھڑکتے دل کو
بھی چین ملتا ہے
آپ کی سوچوں کا سائبان لے کر
چاہتوں کا اک آسمان لے کر
میں آپ کی یادوں کے سائے تلے
پھر غزل بھی تخلیق کرتی ہوں
پھر جو چاہوں لفظوں کو
سوچوں کی زبان دے کر
جیسے چاہوں ڈھال لیتی ہوں
ہاں اک آپ کی یاد سے
میرا دماغ بھی چلتا ہے
میرا قلم بھی چلتا ہے
اور پھر غزل بھی تخلیق ہوتی ہے

ایماب علی...... ڈوگہ گجرات

غزل

بے حد تجھے چاہا بے حد تجھے بھلایا بھی
تیرے بن جی نہیں سکتے تجھ کو بتایا بھی
کون سی چیز تھی میری جس کو تجھ سے جدا کیا
تجھے اس حسین زندگی کا حق دار بنایا بھی
تیری چاہت کا یہ طریقہ سمجھ نہیں آتا
کبھی تو لگتا اپنا ہے کبھی پرایا بھی

امامل عندلیب...... گوجرانوالہ

غزل

سنو ناراض نہ ہونا مگر
کسی پر یوں ستم نہیں ڈھاتے
کوئی منانے آئے تو اس پر
اس سے ناراض ہو نہیں جاتے
بات بے بات رکھتے ہو سر پر ہاتھ

سچ جو بولیں قسم نہیں کھاتے
بہت اپنے بھی جو بچھڑ جائیں
پیچھے والے بھی مر نہیں جاتے
پھر بھی یہ بات ندا سچی ہے
جانے والے کبھی نہیں آتے

سیدہ ندا اکرم حسین شاہ......

عشق

وہ عشق تھا
جو ہو گیا
میں پیار تھا
جو کھو گیا
وہ پھول تھا
جو کھل گیا
میں خوشبو تھا
جو بکھر گیا
میں دن تھا
جو ڈھل گیا
وہ روشنی تھی
جو روشن رہی
میں چراغ تھا
جو بجھ گیا

میمونہ ناز......وزیرآباد

تیری یاد

تیری یاد تو ہر پل آتی ہے
بے وجہ تڑپاتی ہے تمہارے
دوست نہ جانے کیوں؟
دسمبر کی اداس شاموں میں
ٹھٹھرتی راتوں میں
دھند میں لپٹی فضاؤں میں
بے چین ہواؤں میں
میرے دل کی اداس نگری میں
ہر روز ہر لمحہ تیری یاد ہیں
ماتم ہوتا ہے......
ہونٹوں پر سسکیاں

جسم بے جان ہوتا ہے
میرا ہر آنسو بے دام ہوتا ہے
دسمبر آیا ہے کہ لوٹ آؤ تم بھی
تیری یاد آگ سی دل میں لگاتی ہے
ماروی تیری یاد میں اشک بہاتی ہے

ماروی یاسمین......44 ج

نظم

آج بے ساختہ
زمین پر بیٹھ کر
تیرا نام لکھا
اور تیرے نام کو
دیکھتے دیکھتے
آنکھیں
پانی سے تر ہو گئیں
اور
میں صرف
خاموش ہونٹوں سے
کچھ نہ کہہ پائی
صرف
دل یہ صدا دے رہا تھا
کہ......
مجھے کس جرم کی
سزا دے کر
اس زمانے میں
اکیلا
چھوڑ گئے
کیوں
مجھ سے
منہ موڑ گئے؟

عائشہ بی بی......جھنڈو

غزل

تیرا میرا پیار کا رشتہ
چاہت کے اقرا کا رشتہ
کون بنے گا جیون ساتھی

مجھ سے ہو اظہار کا رشتہ
کب سے میں منسوب ہوئی ہوں
تم سے در و دیوار کا رشتہ
تیری میری سوچ علیحدہ
جیسے ہو اغیار کا رشتہ
سب سے تھا مضبوط ہمارا
سات سمندر پار کا رشتہ
مجھ کو مت سمجھاؤ فری
کیا سولی کیا دار کا رشتہ
فریدہ فری...... لاہور

آنچل

تمہارے نام کا آنچل جب سے اوڑھا ہے
سنو......
اب اور کوئی اوڑھنی اچھی نہیں لگتی
شہزادی...... راولپنڈی

نظم

دشت و صحرا ہجر کے کانٹے
اکیلا میں اور رات بھی کالی
آسمان بادل دکھ کے قصے
بے نور آنکھیں دل بھی خالی
ساحل سمندر ریت کے ذرے
اکیلا میں اور قدم بھی بہکے
ہاتھ اور قسمت دھند کی چادر
بے رنگ روشنی بھٹکے رستے
بپھرتا پانی اس کا ساتھی
اکیلا میں اور غم کا روگی
تو ہی بتا ہجر کے قصے
چاند نورانی بے نور راتیں
پاگل دل اور خواب تھے اس کے
اکیلا میں اور ساتھی سب کے
ماہ نور نعیم...... بھکر

نظم

سنو......
تم نے بھی......

زندان کے کسی قیدی کو دیکھا ہے
کہ جس کی قید کا اک وقت متعین ہے
اسے معلوم ہے کہ
میری سزا نے ایک دن ختم ہو ہی جانا ہے
اسی واسطے وہ کوئی شور نہیں کرتا
کوئی فریاد......
کوئی التجا نہیں کرتا
کہ اس متعین دن سے پہلے
اسے رہائی مل نہیں سکتی
سنو......
میرا بھی یہی فسانہ ہے
اس دکھ بھری زندگانی کو
میں خاموشی سے گزار رہی ہوں
مجھے بھی کچھ نہیں کہنا
التجا نہ ہی کوئی فریاد
مجھے معلوم ہے کہ
ایک دن میری اس
دکھ بھری زندگانی کا
وہ دن آخری ہوگا
کہ جب میری سانس ٹوٹے گی
اور میری بھی اس سزا سے جان چھوٹے گی
ثمرہ سحر...... چیچہ وطنی

نظم

سنو......
کبھی احساس ہو تم کو تو لوٹ آنا
نہیں تو میرے خوابوں میں آ جانا
مجھے اپنا دیدار کرا جانا
یہی اک تمنا ہے دل میں
یہی اک کسک ہے دل میں
یہی اک کسک ہے باقی
سنو......
کبھی فرصت ملے تو لوٹ آنا
کہ تم بن ہم کتنے اکیلے ہیں
فہد علی عباسی...... کوٹ نجیب اللہ

خواہش

خواہش کو دل میں چھپا کر
رو رو کر آنسو بہا کر
امیدوں کے دیے جلا کر
ڈھونڈتی پھرتی ہیں نگاہیں اس رب کو سب کچھ بھلا کر
کبھی آسمانوں میں، کبھی کائنات کے رنگوں میں
کبھی ہاتھوں کی لکیروں میں......
محسوس ہوتا ہے وہ ارض وسماں کی ہر شے میں
بس تو احسان مان اپنے پروردگار کا
اے غم دل......
احسان کر دیا تجھ پر محمد ﷺ کا امتی بنا کر
پھر سو جاتی ہیں یہ آنکھیں......
اک نئی امید پر اٹھنے کی آس لگا کر

سحرش مصطفیٰ...... میانوالی

ناداں لڑکیاں

ہم ناداں لڑکیاں
پلکوں پر خواب سجا کر
تتلیوں کے پیچھے دوڑنا
چھوٹی سی بات پر منہ بسور لینا
غم کے موقعوں پر زور سے ہنس دینا
زندگی کو سمجھنے سے ناآشنا ٹھہری

سائرہ حبیب اوڈ...... عبدالحکیم

ماں

یہ کامیابیاں، عزت یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا ہے مقام تم سے ہے
تمہارے دم سے ہیں میرے لہو میں کھلتے گلاب
میرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے
کہاں بساط جہاں اور میں کم سن وناداں
یہ میری جیت کا سب اہتمام تم سے ہے
جہاں جہاں میری دشمنی سبب میں ہوں
جہاں جہاں ہے میرا احترام تم سے ہے

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

غزل

آؤ جاناں پیار کے ایسے پھول چنیں
کہ ہر سو خوشبو بکھر جائے
دیں ایک دوسرے کو اتنی خوشیاں
کہ مایوس چہرے نکھر جائیں
باندھ لیں مل کر عہد وفا
ساری عمر اسی موقف پر ٹھہر جائیں
میں اور تم ہم بن کر جاناں
اس بے وفا دنیا سے بچھڑ جائیں

عائشہ علی مصطفیٰ نگر...... فیصل آباد

نظم

تمہیں قیامت کی کیا خبر
ہم پر ٹوٹی ہے قیامت
ہم پر گزری ہے قیامت
ہم نے دیکھی ہے قیامت
لمحوں کی قیامت......
صدیوں پر محیط
تم نے دیکھا ہے کبھی
تم نے سوچا ہے کبھی
دھماکے سے مرتے لوگوں کو
چیختی ماؤں کو
روتی بلکتی بہنوں کو
بے شناخت لاشوں کو
فضا میں پھیلے چیتھڑوں کو
بے گناہ خون سے رنگی زمینوں کو
ہم پر ٹوٹی ہے یہ قیامت......
تم نے سوچا ہے کبھی
ننھے بچوں کا ہاتھ تھامے
نماز پڑھنے گئے تھے وہ
خون میں نہا کے آئے
سفید کپڑے لہو رنگ لائے
تم پر ٹوٹی یہ قیامت......
تم پر گزری یہ قیامت......
تم نے دیکھی یہ قیامت......
نہ جانتے ہو تم ابھی
نہ جانو گے تم کبھی

یہاں تو ہے بس بے بسی
یہاں تو ہے بس بے حسی

ثوبیہ بلال شیخ...... ٹھاہر پیر

غزل

شب چودھویں کے چاند کی
تھی بجھی بجھی سی چاندنی
بڑی مختصر سی وہ رات تھی
میری عادتوں میں شمار تھی
میرا خواب تھا وہ خیال تھا
میری زندگی کا سوال تھا
میری خوشی اس سے منسوب تھی
میں اس کے قدموں کی دھول تھی
بڑی مختصر سی وہ رات تھی
جس میں اذیتیں کمال تھی

راؤ کرن بدر...... بالانگو

میرے حسینؓ

دین کو آن یہ بخشی میرے حسینؓ نے ہے
حسین پہچان یہ بخشی میرے حسینؓ نے ہے
ہمیں اب پیاس کا مطلب سمجھ میں آیا ہے
ہاں تر زبان یہ بخشی میرے حسینؓ نے ہے
ہم لشکرِ حسینؓ کے غم میں ہیں غم زدہ
غم کو بھی شان یہ بخشی میرے حسینؓ نے ہے
لہو حسینؓ کے سب ساتھیوں کا کام آیا
اسے آن بان یہ بخشی میرے حسینؓ نے ہے
ہماری آنکھ کے آنسو بھی معتبر ٹھہرے
انہیں نئی شان یہ بخشی میرے حسینؓ نے ہے
سر فرات کل پانی بھی رہ گیا پیاسا
عجب پہچان یہ بخشی میرے حسینؓ نے ہے

سباس گل...... رحیم یار خان

شہادت

شہادت اسکی مراد ہے
پر جو جلد نہیں آتی
جان، مال، اپنا پیار
کر سب قربان
اس وحدہ لاشریک پر
پھر شاید تو جیت جائے
عظیم شہادت تجھے نصیب ہو
بس اک شرط ہے
ہر پل دل میں
بس اس خدا کو
رکھ یاد کر یاد

زرمین مرمیو...... حیدرآباد

عمر بھر کا حساب لکھا ہے
ہم نے خط کا جواب لکھا ہے
وہ جو کانٹوں سے بھر گئے دامن
ہم نے ان کو گلاب لکھا ہے
وہ تھے قصہ مختصر جیسے
ہم نے ان کو کتاب لکھا ہے
جن کو لکھنا تھا سرگزشتوں میں
ہم نے ان کو خواب لکھا ہے
جن گناہوں پہ پکڑ واجب تھی
ہم نے ان کو ثواب لکھا ہے
وہ جو عریاں تھے اک زمانے میں
ہم نے ان کو حجاب لکھا ہے
جن کی تاثیر تھی اک دوا جیسی
ہم نے ان کو شراب لکھا ہے
وہ جو لکھتے ہیں عمر لمبی ہے
ہم نے ان کو حباب لکھا ہے
بانجھ برگد کے پیڑ جیسے وہ
ہم نے ان کو شباب لکھا ہے
وہ جو لکھتے ہمیں تم اور تو
ہم نے ان کو جناب لکھا ہے

طیبہ منصر مغل...... اسلام آباد

biazdill@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے دوستو کیسی ہیں سب ان شاءاللہ آپ سب کو شاد و آباد رکھے آمین۔ ماہ رخ سیال پلیز مجھے بتاؤ کہ یہ شاہ زندگی جو تم بتا رہی ہو یہی ہے ناں؟ طیبہ خاور یاد کرنے کا شکریہ اللہ آپ کو خوش رکھے شادی مبارک۔ ڈیئر رائٹرز سمیرا شریف نازیہ کنول سباس جی کیسی ہیں آپ؟ شمع مسکان امبر گل کہاں ہیں بھئی؟ فوزیہ سلطانہ مجھے ڈریم گرل بنایا اور خود ڈریم ہوگئی آجاؤ یار میں تو زیست کے نشیب و فراز میں کچھ ایسی الجھی کہ سوچ کر دماغ ماؤف ہوجاتا ہے...... کچھ ایسی ہی حالت میری ہے باقی آنچل کی تمام ریڈرز رائٹرز ایڈیٹر سب کو بہت سارا سلام اور دعائیں سدا خوش رہیں۔ سانسوں نے وفا کی اور منظور خدا ہوا تو آپ کے دلوں پہ دستک دینے ضرور آؤں گی آپ کی اپنی دعاؤں کی طالب۔

آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات

نجم انجم اعوان اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف اینڈ رائٹرز کو محبتوں بھرا سلام قبول ہو کیسے ہیں آپ سب جناب؟ آپ چونک گئے ہوں گے کہ یہ کون بن بلائے مہمان کی طرح آ ٹپکی تو...... فرسٹ ٹائم آنچل میں حاضری دے رہی ہوں لیکن میرا اور اس کا ساتھ بہت پرانا ہے آج میں آنچل میں نجم انجم اعوان کی وجہ سے لکھنے پر مجبور ہوگئی ہوں۔ نجم انجم اعوان کی تو میں بہت عرصے سے فین ہوں ارے جی دیوانی کہیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ باقی تمام مستقل سلسلے عزیز از جان ہیں شاعری میں کس کس کی تعریف کروں مگر سباس گل عشنا کوثر سردار فاخرہ گل نجم انجم آپ سب بہت کمال کا لکھتی ہیں۔ بیاض دل میں نورین انجم اعوان عنزہ یونس اقرأ لیاقت مدیحہ نورین مہک سعدیہ نواز کھرل آپ کے اشعار دل کو چھو گئے۔ نیرنگ خیال میں ارم کمال ہاجرہ ظہور پشاور نجم انجم اعوان رشک حنا ٹاپ پر رہیں۔ نورین انجم اعوان اقرأ لیاقت عنزہ یونس رشک حنا فائزہ بھٹی آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اب تک کے لیے اتنا ہی کافی ہے اگر میری حوصلہ افزائی کی گئی تو ان شاءاللہ اگلے ماہ پھر انٹری دوں گی اللہ حافظ۔

دعا انمول...... حافظ آباد

پیاری ٹیچر ہاجرہ کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے آپ کو بہت زیادہ مبارک باد آپ کو اللہ تعالیٰ نے عمرہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو دوبارہ اپنے گھر کی حاضری نصیب فرمائے آمین آپ میرے لیے ایک آئیڈیل عظیم رہنما اور رہبر ہے جس طرح آپ نے ہمیں پڑھایا اور ہماری رہنمائی کی اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے آپ جیسی شفیق ٹیچر سے علم حاصل کرنے کا موقع دیا جو ہر فن مولا ہے جس طرح آپ نے مدرسے کا انتظام سنبھالا ہوا ہے اللہ سے دعا ہے کہ اس نیک کام کے صدقے آپ کے مصائب دور کرلے اور اپنی رحمتوں سے مالا مال کرے آمین اپنا خیال رکھیے گا فی امان اللہ۔

وریشہ اسحاق...... ہری پور

میری کیوٹ سی آپی شاہین اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری تمام آنچل فرینڈز اور آپی شاہین سب کو دل کی گہرائیوں سے سلام۔ امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گی آپی آنٹی جانی کی وفات کا سن کر بہت افسوس ہوا میں دل سے ان کی مغفرت کی دعا مانگتی ہوں آپی شاہین میں نے آپی بولا نہیں مانتی ہوں آپ کو اب آپ شکریہ ادا کرکے مجھے شرمندہ تو نہ کریں ناں اور آپ کو اتنا تکلف سوٹ نہیں کرتا اور آپی آپ اتنی اداس بھی اچھی نہیں لگتی۔ آپی اپنا بہت سارا خیال رکھیں آنچل فرینڈز آپ سب کو بھی سلام جو بھی مجھ سے دوستی کرنا چاہے دل سے موسٹ ویلکم آپ سب بہت ہی اچھی ہیں اگر کسی نے دوستی نہیں کرنی تو ہم پھر بھی زبردستی کریں گے چلیں آپ سب اپنا خیال رکھنا ان شاءاللہ پھر ملاقات ہوگی بے صبری سے انتظار رہے گا۔

سیدہ رابعہ شاہ...... گجرات

اپنوں کے نام

پیارے آنچل سے وابستہ تمام دوستوں اور پورے عالم اسلام کو جازبہ عباسی کا احترام اور محبتوں بھرا اسلام۔ رمیسہ روشن کیسی ہیں آپ؟ یار بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے اپنی بہن کا (میرا) نام پتا ایک ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا سسٹر بھلا اپنی بہنوں کا نام پتا کوئی یوں ہر کسی سے تھوڑی پوچھتا ہے؟ میں بالکل بھی کوئی مشہور ہستی نہیں ہوں کسی بھی لحاظ سے جو یوں لوگ جانتے ہوں اور پیاری نینا میرا گاؤں مری میں ہے بقول میرا آبائی گھر ہے مگر ہم تعلیمی سلسلے میں اسلام آباد رہائش پذیر ہیں گاؤں میں یوں ہر کوئی

تھوڑی جانتا ہے کہ جازبہ عباسی کون ہے۔ رنعمہ بے بی آپ نے جو ہمارے نام خطوط لکھے یا ہماری اور بھی بہت سی بہنوں نے لکھے ہم غافل نہیں ہیں سب پڑھتے ہیں اور جوابات بھی لکھتے ہیں مگر بس شائع کچھ نہیں ہوتا۔ مجم انجم نورین انجم یار کیسے ہو آپ دونوں؟ ایک سال پہلے آپ کے بھی پیغامات کا جواب لکھا مگر اسے اشاعت ہی نہ کیا گیا۔ مجم انجم آپ اچھی لگتی ہو ہمیں مدیحہ نورین' کوثر خالد' ارم کمال' پروین افضل شاہین' ماریہ کنول' مونا شاہ قریشی' فری' سباس گل' طاہرہ منور' سمیرا شریف طور' سیما غزل' صائمہ مشتاق' صبا زرگر' نزہت جبین ضیاء' طلعت نظامی' نازیہ کنول نازی' سمیرا سوہنی' کا جل شاہ' ماہ رخ سیال' طیبہ خاور' فائزہ بھٹی' تمنا بلوچ' انیلا طالب کیسے ہو آپ سب؟ آپ سب کے لیے ڈھیروں پیار اور بہت سی دعائیں۔ نازی جی کیوٹ سے دو بچے آپ کے اف سچ میں ہم کو دونوں کے گال کھینچنے کا بہت دل کرتا ہے اور پھر جب یہ روئیں تو پیار کرنے کا بھی دل کرتا ہے پلیز نازی بہن آپ یہ کام خود کرکے ہماری وش پوری کردیں ناں۔ عائشہ رحمٰن ہنی (ریالی) آپ نے ہم سے ہمارے بارے میں پوچھا تھا تو ہم ضرور تعارف لکھ بھیجیں گے اپنا جلد ہی مگر ہمارے بارے میں جان کے کیا کرو گی آپ؟ ہم نے تو اب یہ سوچا ہے کہ اپنی ذات میں رہیں گے بہت دیکھ لیا ہے لوگوں سے شناسائی کرکے۔ ہمارا آنچل سے تعلق بہت پرانا ہے پہلے یعنی بچپن میں خاموش قاری تھے پھر لکھنا شروع کیا مگر اب ذرا کم ہی کچھ لکھ پاتے ہیں پھر بھی جن جن دوستوں نے جب جب ہماری جن جن نگارشات کو پسند کیا ہم سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور بخدا سب معزز قاری حضرات کے لیے اپنے دل میں بہت سی محبت اور بہت سا احترام رکھتے ہیں۔ تمام رائٹرز اور آنچل کی پوری ٹیم کے لیے دعائیں' رب ذوالجلال ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

جازبہ عباسی...... مری

چاندنی کرنوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سب یقیناً ٹھیک ہوں گی۔ رنعمہ روشن میں بالکل ٹھیک اور ٹھاک ہوں' آپ سناؤ آپ کیسی ہو؟ طاہرہ منور یاد رکھنے کا بے حد شکریہ پیاری لڑکی میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہو؟ اسماء گل سویٹ گرل میں تو ہوں ہی آپ کی فرینڈ پوچھنے کی کیا بات ہے پکی ہوجاؤ جی۔ سمیرا سوہنی دعاؤں کے لیے شکریہ آپ بھی خوش رہیں ہمیشہ۔ طیبہ خاور آپ بھی بہت نائس ہیں دعاؤں کا شکریہ' آپ بھی ہمیشہ خوش رہیں' خاور بھائی کے ساتھ آمین...... کوثر آنٹی کیسی ہیں آپ' انا احب کدھر غائب ہو' عمل ہما دعائے سحر بھی غائب ہیں۔ مجم انجم اعوان' سباس گل' پروین آپی کوئی لفٹ نہیں' مجھ کو بھی یاد رکھنا۔ انیلا طالب' دلکش مریم' عنبر مجید' اقصیٰ' کشش' عروسہ شہوار' سالکٹ موڈ کیوں ہے' کیسی ہو سب؟ شبنم کنول' شزا بلوچ میری عیدی کدھر ہے؟ چڑیل آمنہ ریاض کیسی ہو' پیپرز ختم ہوگئے پڑھ لو ڈائجسٹ جی بھر کے۔ نزہت جبین ضیاء' نوشین اقبال نوشی' عفت سحر طاہر' نازیہ کنول نازی' نفیسہ سعید' نگہت یاسمین پیاری رائٹرز آپ کی دعاؤں کے پیغام مجھے مل گئے تھے آپ سے بات کرکے اچھا لگا خوش رہیں اور پیاری سی انجان دوست جو بار بار پیغام بھجواتی ہے لاہور سے سلمٰی گوری خان کدھر ہو اگر پیغام پڑھا تو نوشین اقبال نوشی سے رابطہ کرنا میں نے ان کو بتادیا ہے جو آپ نے ان سے کیا تھا اپنا خیال رکھنا او کے اور ہاں جی اریدہ امجد سوہنی کڑی کیسی ہو؟ آپ کو (بی اے) میں شاندار کامیابی پر بہت بہت مبارک باد اللہ آپ کو زندگی کے تمام امتحانات میں ایسے ہی کامیاب رکھے آمین' خوش رہو ہنستی مسکراتی رہو ہمیشہ' اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

شاہ زندگی اور آنچل کی تتلیوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ ایک لمبے وقفے کے بعد آنچل کی محفل میں حاضر ہیں ہم' شاہ زندگی ہم میں نہیں رہیں یقین ہی نہیں ہوتا اچانک ان کی وفات ہوگئی۔ دو ماہ بعد پتا چلا شاہ زندگی کے لیے بہت سے الفاظ لکھنا چاہتی ہوں لیکن قلم ساتھ نہیں دے رہا' کچھ لوگوں کے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہوکر بھی ایک انسیت اور عقیدت ہوتی ہے ان سے۔ شاہ زندگی بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھیں اگر کسی کو پتا ہو کہ ان کی وفات اچانک کیسے ہوئی تو بتائیے ضرور۔ اللہ شاہ زندگی کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے' شکریہ ان سب دوستوں کا جنہوں نے یاد رکھا۔ کاجل شاہ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں' دعائے سحر' انا احب' نورین شاہد (کہاں گم ہوگئی ہیں) جاناں ملک' لاڈو ملک' اریبہ شاہ' سباس گل' دلکش مریم' شمع مسکان' کرن شاہ' جمیری' ثمر عباس' سعیدہ زرگر' صباء زرگر' اقصیٰ زرگر' ماہ رخ سیال' طیبہ نذیر' نیلو سون اور تمام آنچل فرینڈز کو پیار بھرا اسلام' خوش رہیں آباد رہیں' جن کے نام رہ گئے ہیں ان سے معذرت' اللہ نگہبان۔

پارس شاہ...... چکوال

کچھ اپنوں کے نام

پیاری صائمہ کیسی ہو بڑی کنجوس ہو کبھی فون ہی کرلیا کرو‘ پیاری سسٹر سحرش ممتاز تمہاری برتھ ڈے 16 اکتوبر کو ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو طیبہ رانا رزلٹ کی بہت مبارک ہو رزلٹ میں کامیاب جو ٹھہری۔ اقرا تمہیں بھی ڈھیر ڈھیر مبارک ہو رزلٹ کی‘ کنول شہزادی‘ فاطمہ شریف‘ عزہ انور کہاں ہو؟ کیا ہورہا ہے آج کل‘ ڈیئر فائزہ بھٹی شکریہ مجھے یاد کرنے کا۔ پیپرز کے بعد آج کل کیا کررہی ہیں پیاری سسٹر ثمینہ کبھی بھاگٹانوالہ میں آ کر تاں۔ ارم کمال ہم تو آپ کے بہت بڑے فین ہیں پر آپ نے کبھی ادھر نظر ثانی نہیں کی۔ صائمہ تمہاری سالگرہ 10 نومبر کو ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سدا خوش رہو جلدی جلدی بتاؤ کیا گفٹ لوگی۔ میری پیاری سسٹر ثمینہ تمہاری سالگرہ یکم نومبر کو ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو‘ اللہ تمہارا سایہ ہمیشہ بچوں پر قائم دائم رکھے آمین۔

اقرا ممتاز..... سرگودھا

میری فیملی اینڈ آنچل فرینڈز کے نام

نگہت نواز میں مدینہ کالونی میں رہتی ہوں یار آپ کا دوستی کا بڑھایا ہوا ہاتھ تھام لیا ہے یار اس میں مائنڈ کرنے والی تو کوئی بات نہیں۔ ویلکم آنچل میں پہلی دفعہ آنے کے لیے آئندہ بھی آتی رہنا‘ سدا خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھو۔ ماہ رخ سیال ایسی بات نہیں ہم آپ کو یاد کرتے ہیں آخر آل ہم سب آنچل کے فیملی ممبرز جو ہیں بھلا کوئی اپنی فیملی کو بھولتا ہے کیا؟ ایس شہزادی کھرل میرا تبصرہ پسند کرنے کا شکریہ۔ انیلا طالب‘ آنی کوثر خالد‘ پروین افضل شاہین ہمارے آنچل کی جان کیسی ہیں آپ؟ طیبہ رانا تیار ہو جاؤ رزلٹ آنے والا ہے ہاہاہا۔ 24 ستمبر کو حمزہ کی سالگرہ تھی زونیرہ اینڈ مائے سویٹ سے میاں جانی آپ سب کو سالگرہ مبارک ہو۔ اقرا یار کیسی ہو اینڈ مائے سویٹ سسٹر اقرا مشتاق میری دعا ہے کہ اس دفعہ بھی تمہیں اسکالر شپ ملے آمین۔ پیارے بھائی احسن مشتاق تم تو باہر جا کر بھول ہی گئے ہو یار ایک دفعہ کال ہی کردو اینڈ پرائی ای کے لیے......

بہت سے گھر ہیں لیکن دل سا کوئی گھر نہیں
میری زندگی میں ماں تجھ سا کوئی معتبر نہیں

صائمہ مشتاق...... بھاگٹانوالہ سرگودھا

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسی ہیں سب؟ پروین افضل آپ کی امی کا سن کر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو صبر دے ویسے میری امی کا بھی انتقال ہوچکا ہے پانچ سال ہوگئے ہیں تب میں بارہ سال کی تھی اور اب میری عمر سترہ سال ہے وقت ایک سا نہیں رہتا تب کیا تھا اور اب کیا ہے میں ان پانچ سال میں بہت میچور ہوگئی ہوں۔ پیاری مدیحہ نورین مہک کیسی ہو پیپرز ہورہے ہیں اللہ میاں آپ کو ہر امتحان میں کامیاب کرے آمین۔ کوثر خالد آنٹی کیسی ہیں آپ کتاب کی مبارک ہو آپ کو فریدہ فری اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے۔ طیبہ خاور آپ کو مبارک ہو آپ کی بہن کی منگنی کی پیاری نجم انجم کیسی ہیں جناب اور نورین کیسی ہیں۔ کشش آپا کیسی ہیں مینا گل اینڈ ایچ ایس حسینہ کیا حال ہیں جناب کہاں غائب ہیں آج کل۔ فائزہ بھٹی آپ کیسی ہیں دلکش مریم چنیوٹ والو کیسی حالت بتائی ہے اپنی (ہاہاہا) ارے مذاق کررہی ہوں آنٹی ارم کمال آپ بہت اچھی ہیں بالکل کوثر خالد کی طرح اب اجازت چاہتی ہوں سانسوں نے وفا کی تو پھر ملیں گے اللہ حافظ۔

اسماء گل مغل.....کوٹ مبارک

امی جان کے نام

السلام علیکم! امی جان کیسی ہیں آپ؟ ویسے تو ہم آپ کی اور ابو کی برتھ ڈے سلیبریٹ کرتے ہی ہیں اس دفعہ سوچا کہ آپ کو آنچل کے توسط سے وش کردوں۔ 21 کو آپ کی برتھ ڈے ہے سویٹی مٹی ہیپی برتھ ڈے ڈیئر امی جان! اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی صحت کے ساتھ لمبی اور خوشیوں بھری زندگی عطا کرے آمین۔ ہماری دعا ہے کہ ہمیشہ آپ کا اور ابو کا ساتھ ہمارے ساتھ رہے کیونکہ زندگی میں قدم قدم پر آپ کے ساتھ اور آپ کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو حج کی سعادت نصیب فرمائے (میرے سمیت) آمین۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور زندگی میں کوئی بھی غم چھو کے بھی نہ گزرے آمین ثم آمین۔ میں ان سے اتنا کہنا چاہتی ہوں ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ ”یو آر دا بیسٹ مدر آف دا ورلڈ“ ہم جانتے ہیں کہ ہم آپ کا حق ادا نہیں کرسکتے اجازت دیں اللہ حافظ۔

سعدیہ حورعین حوری.....بنوں کے پی کے

زیست مکرم اینڈ ابرش آشیر کے نام

السلام علیکم آنچل فرینڈز کیا حال ہے زیست مکرم اینڈ ابرش آشیر ڈیئر کہاں مصروف ہیں کوئی خیر خبر نہیں ماہ آپ کو بہت مس کرتی ہے سو پلیز جلد اپنی خیریت سے آگاہ کریں نہیں تو کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے۔ لاریب انشال حیرت ہے اتنا مذہب کے قریب ہونے اور مولانا صاحب

کے لفظوں سے عشق کرنے والی لڑکی یہ بھول گئی کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو چار دیواری کے اندر کام کرنے کو کہا اور مرد کا کام تو پھر آپ پولیس افسر بن کے نامحرم مردوں میں کیسے کام کریں گی' پیارے محبوب کی لاڈلی بیٹی نے بھی گھر کا کام اپنے ہاتھوں سے کیا اور آپ بل کے پانی بھی نہیں پیتی۔ غور کرنا دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دین کو سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ ڈیئر حافظہ صائمہ کشف بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ آپ شرعی پردہ کرتی ہیں میرے اور میرے گھر والوں کے لیے بھی دعا کرنا اللہ تعالیٰ ہمیں نیک ہدایت عطا فرمائے۔ ڈیئر روشی وفا کا جل آپی اینڈ شمع مسکان ایک طویل عرصے بعد آپ کو آنچل اور شعاع میں دیکھ کر خوشی ہوئی' آتی رہا کریں کم از کم اپنی خیریت تو بتادیا کریں آنٹی کوثر خالد آپ نے ایک یتیم بچی کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائی اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں سرخرو کرے' ڈیئر مجم آپی اینڈ امبر سکندر سومرو بڑا یاد کیا جارہا ہے خیر تو ہے ناں کہیں...... خوب صورت فرینڈز نورین شیخ' عروسہ پرویز' فوزیہ سلطانہ' حمیرا نوشین' حمیرا عروش' فاخرہ گل، بندہ کچھ تھوڑی سی شرم ہی کرلیتا ہے' کہاں گم ہیں اوئے سرگودھا والیوں۔ سمیرا تعبیر' ثانیہ مغل' کشف فاطمہ اینڈ اقصیٰ کنزہ دکھتے گئی اوں جاناں جی آپ سے یہ امید تو نہیں تھی۔ نینا خان شادی کیا کرالی آپ تو اب پہچانتی بھی نہیں' عزیز از جان تمنا اینڈ جیا اللہ رب العزت آپ کو سدا خوش رکھے' آمین۔ سوہنی نورین لطیف پہچانا نہیں پہچانا' کوئی گل نئیں فیر سہی۔ حمنہ چوہدری اینڈ مہرباں شاہ لگ تو بڑی معصوم رہی ہو' ڈیئر حرا قریشی' پروین آپی' نورین انجم' لائبہ میر' فاطمہ سیال' انیلا طالب' فائزہ بھٹی' گل مینا' صائمہ مشتاق اینڈ عزہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ سویٹی آمن رحمٰن' عائشہ رحمٰن' زہرہ ایمان' میزاب قصور اینڈ میری پالی ماہم نور سلام محبت روبی ڈیئر ریتا طاہر کا سلام فوراً قبول کرلو۔ فرحت اشرف نوال افضل سے کیا تعلق ہے آپ کا' پارس شاہ کیا مصروفیات ہیں' عائشہ پرویز' کرن شہزادی اینڈ تمام آزاد کشمیر خصوصاً شہزادی صباح کو سلام او کے دوستو۔

ماہ رخ سیال...... سرگودھا

اپنے پیاروں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سب آنچل گرلز! میں نے پہلی بار آنچل میں شرکت کی ہے۔ میں آنچل کی چھ یا سات سال سے خاموش قاری ہوں' آنچل میں خط لکھنے کو جی بھی بہت چاہتا تھا مگر لکھنے کو بہت کچھ اور وقت قلیل...... بس یہی کہوں گی کہ......

کہاں تک سنو گے' کہاں تک سناؤں

جب اگست کے شمارہ میں تمنا بلوچ کا خط پڑھا تو رہا نہیں گیا ان کی بیٹی کی وفات کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا ان کا دکھ مجھے اپنے دل کے بہت قریب محسوس ہوا اللہ تعالیٰ ننھی پری کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اس کی مما جانی کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ میری اپنی بڑی آپی اس دکھ سے گزر چکی ہیں' ہم اس دکھ اور کرب کو محسوس کرسکتے ہیں' میری آپی اپنی دعا فاطمہ کے لیے کتنی تڑپتی ہیں' میری جان میری بھانجی دعا فاطمہ کو دنیا میں آئے بس چار ماہ نو دن ہوئے تھے کہ آناً فاناً ہم سے بچھڑ گئی' کبھی سوچا نہ تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ میری آپی کو صبر جمیل عطا کرے اور انہیں بہتر نعم البدل عطا کرے' آمین۔ ابھی ہم اس حادثے سے سنبھل نہیں پائے تھے کہ 19 جنوری 2017ء کی شام میری عزیز از جان دوست کہکشاں اپنے دونوں بچوں سمیت اس دنیا سے رخصت ہوگئی وہ صرف نام کی کہکشاں نہیں تھی بلکہ ہم سب کی زندگیوں میں واقعی روشنی تھی۔ فاخرہ گل اور پروین افضل شاہین کی والدہ کی رحلت کا سن کر بہت افسوس ہوا اللہ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے' نازیہ کنول نازی آپ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ جلد صحت یابی عطا کرے۔ آنچل قارئین سے التجا ہے کہ میری والدہ اور والد صاحب کے لیے بھی دعا کریں اللہ پاک انہیں صحت والی زندگی عطا فرمائے' آمین۔ ہیلو صائم پرنس مائی لعل ہیرو خالہ کی طرف سے بہت سا پیار آپ کو آپ کی برتھ ڈے بہت مبارک ہو۔ ہمیشہ خوش رہو (اب سب میرے بھانجے اور بھانجیاں مجھے گھور رہی ہوں گے کہ ان کا نام کیوں نہیں لکھا تو صبر میرے تمام لعل کڈز آپ سب کو اب آنچل کے ذریعے یہ سرپرائز ضرور دوں گی) زندگی رہی تو دوبارہ جلد ملیں گے دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

مدیحہ کرن...... وزیرآباد

آنچل کے مہکتے لوگوں کے نام

پیارے آنچل وحجاب اسٹاف' میری کزنز گل بہار رشید' ماریہ راشد' ریحانہ' خدیجہ میری کلاس فیلوز جمیلہ غزل' صدیقہ' پاکیزہ' سمیرا سواتی' صوفیہ' ماریہ' رابعہ' ارم ناز' کائنات' زینب' صباء' صفا' اسریٰ' رمشہ' تہمینہ' صائمہ' کرن شہزادی' طیبہ یوسف فائزہ زیب (تمہارا فون سن کرا تنا غصہ آیا جی چاہا چپل اتار کر شوز پہن لوں اور تم سے ملنے جاؤں بھلا اس طرح بھی کوئی کرتا ہے) نازی' پری'

مریم سیمیز نوشین اور آنچل فرینڈز (مونا شاہ قریشی) مدیحہ کنول سرور نور یہ سلطانہ ثمینہ فیاض شہینہ گل ام ثمامہ مریم حرا قریشی معظمہ پرنس عائشہ رحمن ماہی عائشہ پرویز اقرا لیاقت اقرا جٹ اقرا ممتاز ایلا طالب شاہ رسول ماہی شبیر الشاں علی پروین افضل شاہین فریدہ فری ماریہ کنول ماہی انشال چوہدری طیبہ خاور نجم انجم فیاض اسحاق کوثر خالد شیزا بلوچ تمنا بلوچ عروسہ شہوار اور عارفہ ہادی سب کو اور تمام امت مسلمہ کو بہت سا سلام۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ٹی ایس...... مانسہرہ

پیاری دوست ماہ رخ سیال کے نام

ہائے دوست ماہ رخ سیال فرام سر گودھا کیسی ہو امید ہے کہ تم بالکل ٹھیک ہو گی پیاری دوست ہم ایک دفعہ جس سے بھی دوستی کر لیں تو ہم ساری عمر اس دوستی کو نبھاتے ہیں تم اس بات کی بالکل فکر نہ کرو کہ میں تمہیں بھول جاؤں گی یار میری طویل غیر حاضری کی وجہ گھریلو مصروفیات ہیں اس لیے میں ہر ماہ حاضری نہیں دے سکتی تم پیغام میں پورا میرا نام اور ساتھ گاؤں کا نام بھی لکھا کرو۔ ہیلو عیسیٰ مصباح کنجو سووادوں کیسی ہو شاہ رخ شازم زاوش تم تینوں کیسے ہو راجہ قاسم صحت کیسی ہے عیسیٰ میری بہنوئی جمیل کا خیال رکھا کرو اور کے۔ بہنوئی جی امن سے خوش ہو نا ہائے۔

عروسہ پرویز...... کالس

اپنے شوہر فیملی اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! دوستو امید ہے سب خیر و عافیت سے ہوں گی؟ سب سے پہلے میرے شوہر کو شادی کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو 13 نومبر کو ہماری شادی کو دو سال پورے ہو جائیں گے اور اگر ان دو سال میں مجھ سے کوئی بھی غلطی ہوئی ہو تو آئی ایم رئیلی سوری اینڈ آئی لو یو اور میری اس رب سے یہ دعا ہے کہ زندگی کی آخری سانس تک آپ کی محبت اور آپ کا ساتھ میرے نام لکھ دے آمین ثم آمین۔ دعا ہے کہ اللہ آپ کو لمبی صحت والی زندگی عطا کرے آمین آئی لو یو سو مچ۔ ماریہ کنول ماہی کیسی ہیں اور کہاں غائب ہیں نجم ہاجی اللہ پاک آپ سب کو صحت کاملہ عطا کرے اور نئے گھر کی ڈھیروں مبارک باد۔ عائشہ پرویز اور طلال اسلم شادی کی بہت بہت مبارک باد طیبہ نذیر آپ کی شادی کا احوال حجاب کے کون سے شمارے میں لگا تھا ضرور بتایئے گا۔ رشک حنا سویٹ گرل کیسی ہیں؟ مونا شاہ دوست کہاں غائب ہیں؟ نورین مسکان (ڈسکہ) گڑیا کیسی ہیں؟ پرنسز اقرا کہاں غائب ہیں ہمیشہ خوش رہو سارہ کمال پروین افضل ماروی یاسمین فریدہ فری عائش کشمالے

ہنت راجپوت (ڈی آئی خان) رقیہ ناز اقرا جٹ عنایت حیا مدیحہ نورین مہک نگاہ مریم ایس شہزادی ریما حسن خدیجہ عائشہ حسن ماہی روشی وفا رشک حنا اسماء صدیقہ طیبہ نذیر اینڈ نجم ہاجی میرے دکھ میں شریک ہونے کے لیے شکریہ۔ اللہ پاک آپ سب کو اس کا اجر عطا فرمائے آمین ہمیشہ خوش رہیں۔ مہ ذاب دوست کیسی ہیں؟ حور خان تمنا کا سلام آپ کے لیے بشریٰ باجوہ سیدہ جیا حافظہ سیرا غزل جنت کوثر خالد جی ام مریم امبر گل دعائے سحر سمیرا سواتی صبا سعینا گل مریم فاطمہ حبیب آپ سب کو تمنا کا پرخلوص سلام اور ڈھیر ساری دعائیں باقی جن کے نام رہ گئے ہیں اور تمام آنچل پڑھنے لکھنے والوں اور خاموش قارئین کو اور آل ماہی فیملی کو سلام اینڈ آئی لو یو خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں زندگی رہی اور اللہ نے چاہا تو پھر حاضر ہوں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ اینڈ آئی رئیلی رئیلی لو یو میری پیاری امی جان۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

فیملی اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! حیران و پریشان کیوں ہو رہی ہیں میں غیر حاضر نہیں تھی بس ہمارے قیمتی لفظ ہما احمد کو شاید پسند نہیں آئے خیر ہم تو صرف گزارش کر سکتے ہیں ہمارے قیمتی الفاظ کو ردی کی ٹوکری میں نہ ڈالا کریں سب سے پہلے مبارک دوں گی بھائی سلیم کو اللہ عزوجل نے ان کو پیاری اور چاند جیسی رحمت سے نوازا۔ میں جب بھی اشال کو اٹھاتی ہوں مجھے میری کائنات یاد آجاتی ہے کائنات کے بن میری زندگی مجھے ادھوری سی لگتی ہے۔ پروین آپی آپ کی والدہ کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا ماں کے بچھڑنے کا غم کوئی بھی نہیں بھلا سکتا آپ کو اور آپ کے تمام گھر والوں کو اللہ عزوجل صبر عطا فرمائے آپ کی امی جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ طیبہ خاور پروین افضل عائش کشمالے آپ نے مجھے اپنی دوستی کے قابل سمجھا۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں ویسے میں آپ کو اتنا بتا دیتی ہوں مجھے دوستی راس نہیں آتی بغیر کسی وجہ کے رشتہ توڑ کر چلے جاتے ہیں۔ کوثر خالد میں نے جو نعتیں لکھی ہیں ان شاء اللہ آپ تک ضرور پہنچ جائے گی کوثر خالد آپ نے مجھ ستمبر اور عیدالاضحیٰ کے بارے میں لکھا میں نے اس کو تین بار پڑھا اب آپ خود اندازہ لگائیں مجھے وہ کتنا پسند آیا ہوگا دعائے سحر روشی وفا میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ ایمان بٹ آپ لودھراں میں کس جگہ پر رہتی ہیں ضرور بتایئے گا اب اجازت چاہتی ہوں جاتے ہوئے ایک بات کہوں گی سب مجھے

اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کرلیا کریں' اللہ حافظ۔

روبینہ کوثر...... بستی ملوک

آنچل کی پریوں اور اپنوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب خیر خیریت سے ہوں گی شکر ہے پاک ذات کا کہ ہم بھی بالکل ٹھیک ہیں آنچل میں غیر حاضری کی وجہ زندگی میں بہت سے نشیب و فراز اور الجھنیں تھیں اور زندگی ایسے گزر رہی ہے جیسے آنکھ کھولی اور جھپکی پر ہمیں لگتا تھا کہ زندگی ایسے ہی الجھنوں اور لمحوں میں گزر جائے گی پھر ہم پر ایسا وقت آیا کہ ہمارے اللہ نے ہم جیسی ناچیز اور گناہ گار بندی کو ستر بار اپنی رحمت کی نظر سے دیکھا اور اپنے رستے کے لیے منتخب کرلیا' دعوت تبلیغ کے ساتھ جو ہمارے تین دن گزرے تو ہمیں زندگی کا اصل مقصد سمجھ آیا آپ سب سے ہماری گزارش ہے کہ پلیز نماز کا خود کو پابند بنالیں شاید آخرت میں ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے اور ایک نصیحت یہ کہ ہمیشہ اپنی ہر بات اللہ سے شیئر کریں پھر دیکھیں آپ کی زندگی کیسے سنورتی ہے اور ہاں روبی ہر وقت اداس نہ رہا کریں دیکھیں کسی ایک کے کھو جانے سے کوئی اور ویسا نہیں ملتا مگر زندگی کسی ایک انسان پر بھی تو ختم نہیں ہوتی ناں اور ہر کام میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے پر ہم انسان نہیں سمجھ سکتے اور پیاری آپی پروین آپ کی مما کا سن کر بہت افسوس ہوا بے شک ماں ہی اس دنیا میں ایک ایسی ہستی ہے جو سب سے عظیم ہیں جس کا کوئی نعم البدل نہیں اللہ آپ کی امی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اور آپی ہاتھ اٹھنے سے پہلے ہی آپ کے لیے دعا لبوں پر جاری ہوجاتی ہے کہ اللہ آپ کو اولاد جیسی نعمت عطا کرے اور آپ کو بھی ماں کے رتبے پر فائز کرے آمین اور مائی لولی سسٹر سمعیہ غزل آپ کو آپ کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ ہماری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین اور محمد اذان اپنی آنی کی جان آپ کو بھی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہیں' پیارے اذان آپ کی آنی جان آپ کو بہت مس کرتی ہیں' ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں اور آخر میں تمام پڑھنے والیوں کو اسپیشلی فرحت کو بہت سا سلام اور دعائیں ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا فی امان اللہ۔

پری وش...... بی ایم

آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! پیاری دوستوں سدا سلامت رہو میں نورین انجم آپ سب دوستوں کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یاد رکھا اور میری نگارشات کو پسند فرمایا میں اپنی پڑھائی کی وجہ سے بے حد مصروف رہتی ہوں اس لیے آپ کو جواب نہیں دے سکی معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے کہ اس ننھی سی گڑیا رانی کی معذرت قبول فرمائیں گی' شکریہ۔ آپیز عائشہ رحمٰن ہنی' لبنیٰ شکیلہ' عائش کشمالہ' لذیحہ نورین مہک' اقصیٰ کشش' جیا عباس' حافظہ صائمہ کشف' نورین مسکان' ثوبیہ سحر' عنزہ یونس' فریدہ جاوید فری' ارم کمال' تمنا بلوچ' دلکش مریم آپ سب کو بہت یاد کرتی ہوں۔ زہرہ فاطمہ' انیلا طالب' پروین افضل شاہین' حور خان' سمیرا سواتی' صائمہ سکندر سومرو' بجیرا نیلم' روبینہ کوثر' کوثر خالد' فرحت اشرف' کمسن' دعا انمول' صدف وقاص (حافظ آباد)' حمیرا نوشین' گڑیا وقاص' ارم شہزادی (طیبہ خاور' پھول' جاذبہ عباسی' ماریہ کنول ماہی' نبیلہ ناز' زیبا حسن' تمّ دم' ایس شہزادی' میزاب قصور' چندا مثال' منزہ عطا آپ سب کو نورین کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ فائزہ بھٹی' قراجٹ' پرنسز اقو سدا سلامت رہیں آپ سب' ماہ رخ سیال آپی آپ کو شکوہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ نورین بے چاری چھوٹی سی ہے آپ سب کو شکوہ کرنا جائز نہیں بچوں پر رحم کیا کریں' ہاہاہا۔ اسماء گل' عنبر مجید' کرن شہزادی' نور الشال شہزادی' شزا بلوچ' نیلم شہزادی اور جن آپیوں کے نام رہ گئے یا میں بھول رہی ہوں تو ان سب کو سوری کہتی ہوں دوستوں میں بھی آپ آنچل فرینڈ سب کو دل کی گہرائی سے یاد کرتی ہوں جو جو فرینڈ ماں کے نام اشعار یا غزلیات لکھتی ہیں وہ سب میں اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیتی ہوں آپ سے التجا ہے کہ میرے ماں باپ کی سلامتی اور صحت کے لیے اللہ سے دعا کریں جائے۔ اللہ نگہبان۔

نورین انجم اعوان...... کراچی

سوئٹ لوگوں کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکات! فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ حور نور حریم کی پیاری مما جان (سلمیٰ مسعود) جنم دن مبارک ہو' میری دعا ہے تو جہاں بھی رہے ہر خوشی تیرے قدموں میں جھکی رہے' زندگی پرسکون رہے' مسکراتی رہے آمین۔ ظلم ہما' رابعہ اکرم سوئٹ صوفی شادی کی بہت مبارک ہو۔ صائمہ قریشی' حنا اشرف اینڈ ہما عامر اللہ پاک آپ سب کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔ طاہرہ ملک (جلال پور پیروالا) کہاں گم ہیں آپ؟ واپس آجائیں بہت یاد آتی ہیں آپ (کچی)۔ بھائی عامر شہزاد' ثنا آپی آپ کو شادی کی دوسری سالگرہ مبارک' اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ عَلی' ہما صوفیہ

ملک، سمیرا شریف طور، عشنا کوثر سردار، طاہرہ ملک، کیوٹ حنا، عامر، آپی جان اینڈ بھائی جان آپ سب کی دسمبر میں سالگرہ ہے میری طرف سے ڈھیروں مبارک باد۔ سعدیہ مرتضیٰ، کیم ایپا، ستارہ امین کومل، ساریہ چوہدری، فریحہ چوہدری، صائمہ سکندر، شمع مسکان، اقرأ صغیر احمد، نازیہ عباسی، فاخرہ گل سب فرینڈز کے لیے بہت ساری دعائیں اور سلام، مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

عائشہ ملک...... وہاڑی

باپ نہ رہا سائبان نہ رہا

عزیز تر وہ مجھے رکھتا تھا رگ جاں سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا میری ماں سے
جڑی تھی اس کی ہر اک ہاں میری ہاں سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا میری ماں سے

”تھا“ لکھتے ہوئے جس تکلیف سے میں گزری ہوں وہ بیان سے باہر ہے 20 اگست کی صبح ناشتا سامنے رکھے جب میرے ابو نے آخری سانس لی تب سے اب تک میں بے یقین ہوں میرا دل مانتا ہی نہیں ابو ہمیں چھوڑ گئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ابھی کہیں سے آجائیں گے میں رات دیر تک جاگتی ابو کا انتظار کرتی تھی ابو آتے دروازہ بجاتے کھولنے میں تھوڑی دیر ہوجاتی تو موبائل پر کال کرتے اپنی آمد کا بتاتے۔ میں اب بھی انتظار کرتی ہوں مگر نہ دروازہ بجتا ہے نہ کال آتی ہے کتنے دن ہوگئے ہیں مجھے ابو جی کو دیکھے ان کی آواز سنے اور بھلا ایسا کب ممکن ہے مگر بے یقینی۔ دو ماہ پہلے رمضان میں جب ہم سب عمرہ کے لیے گئے مگر چھوٹی بہن ایگزامز کی وجہ سے نہ جاسکی تو گلے لگا کر کہا ان شاء اللہ اگلے سال تمہیں ضرور لے جاؤں گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے مگر کون جانتا تھا یہ وعدہ وفا نہ ہوگا اور ابو جی آپ نے تو اللہ تعالیٰ سے بھی کہا تھا کہ میں اب ہر سال رمضان میں آیا کروں گا بات تو آپ اللہ کے گھر کی کرتے تھے اور خود ہی اللہ کے پاس چلے گئے۔ ابو جی ہمارا سب کچھ تھے دوست بھی بھائی بھی، کبھی ہم بہنوں کو بھائی کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، کہتے تھے میری بیٹیاں ہی میرے بیٹے ہیں۔ میں اپنی باتیں صرف ابو جی سے ہی کہنے کی عادی تھی کیونکہ میں بچپن سے ہی ابو کے قریب رہی ہوں ابو بھی مجھ سے باتیں شیئر کرتے مشورہ کرتے اور میری تو ہر بات ہی ابو کے بنا ادھوری تھی۔ سب جانتے تھے میں بہت لاڈلی ہوں ابو کی، ہر بات بلا جھجک کرتی تھی جہاز میں جب سیٹ بیلٹ باندھنے کو کہا گیا تو مجھ سے کہا ایسے باندھتے ہیں میری بھی باندھو“ اور میں نے مسکراہٹ دباتے ہوئے مصنوعی حیرت سے ابو کی طرف دیکھا اور کہا ”کون مان سکتا ہے چوہدری صاحب کو سیٹ بیلٹ باندھنا نہیں آتا“ تو کہا ”تم ساتھ کس لیے ہو“ اتنے ملنسار اور اتنے خوش اخلاق کہ جہاں جاتے لوگ اکٹھے ہوجاتے ان کی کمپنی کو چھوٹے بڑے سب انجوائے کرتے انہیں ہنسانے کا فن آتا تھا۔ آفس میں ہوتے تو سب آتے جاتے نہ ہوتے تو کوئی بھی نہ آتا۔ مدینہ سے روز کال کرکے پوچھتے کوئی آتا ہے جواب ملتا کوئی بھی نہیں آتا تو ہنس کر کہتے ”تم لوگوں کے پاس کس نے آنا ہے یار اچھا بابا اگر کوئی آئے تو چائے پانی پوچھا کرو“ پھر مجھے کہتے دیکھو ایک ماہ میں یہاں ہوں اور ابھی تک کوئی ڈیل نہیں ہوسکی۔ اٹھارہ دن ہم مدینہ رہے اور اتنے دنوں میں وہاں کئی پاکستانیوں سے اپنے اخلاق کی بدولت تعلق بنا لیا ایک رات جب ہوٹل آئے تو کہنے لگے یہاں لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو تو عمرہ سوٹ کیا ہے یہاں کا موسم راس آگیا ہے ورنہ اکثر لوگ کمزور اور بیمار ہوجاتے ہیں اور رنگ بھی ماند پڑ جاتا ہے آپ تو دن بدن نکھرتے جارہے ہیں۔ میں نے کہا بس کریں ابو جی کہیں نظر نہ لگ جائے تو ہنس دیے اور جب ہم پاکستان واپس آئے تو ہر ایک نے یہی بات کی مگر کون جانتا تھا یہ کیسا حسن ہے ایک ہی ماہ میں ان کے ماتھے پر محراب کا نشان نظر آنے لگا تھا ان دو ماہ میں (عمرہ واپسی سے وفات تک) ان کی وہی روٹین رہی جو مکہ، مدینہ میں تھی کوئی نماز قضا نہ کرتے اور دوسروں کو بھی نماز پڑھنے کا کہتے۔ کچھ دن سے ہلکا بخار تھا 19 اگست ہفتے کے روز چیک اپ کروا کے آئے تو مجھے میڈیسن سمجھانے لگے کہ یہ کھلوا اور پھر اسی ترتیب سے مجھے دینا میں نے پوچھا ڈاکٹر نے کیا کہا کہتے ہیں بخار نہیں اب، بس چھاتی پر بلغم ہے پانچ دن کی میڈیسن دی ہے باقی کچھ ٹیسٹ تھے وہ کروائے ہیں وہ تین دن تک رپورٹ ملے گی اور پھر چھت پر چلے گئے میں بھی ساتھ چلی گئی ابو پہلے ہی چھت پر تھے عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا امی نے پوچھا بستر لگادوں جواب آیا نہیں بس بیٹھے رہے وہ“ انسان تھوڑا سا بیمار ہوتا ہے مگر ساری ہمت ختم ہوجاتی ہے“ میں نے کہا ابو جی میڈیسن لے لیں کہنے لگے نہیں اب صبح ہی لوں گا اور لیٹ گئے۔ مجھے یاد آیا عمرہ پر جانے سے پہلے کچھ عرصے سے مجھے عجیب سے وہم اور خیال آنے تھے اور میں فوراً ابو جی کو فون کرتی تھی۔ ”ابو جی کہاں ہیں آپ؟“ ”میں فلاں جگہ ہوں کیا ہوا بس آرہا ہوں تھوڑی دیر تک۔“ ”کچھ نہیں ابو جی بس عجیب سے وہم آرہے تھے“ ”اچھا آپ کوئی صدقہ وغیرہ

دے دیں گئے" ٹھیک ہے دے دوں گا" اور ایک رات مدینہ کے ہوٹل میں میں نے بہت عجیب اور خوفناک خواب دیکھا میں ڈر گئی اور میری چیخ نکل گئی ابو نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے کہا ابو جی کہاں ہیں؟ ابو جی اٹھے اور جواب دیا میں ادھر ہوں کیا ہوا (نیند سے بوجھل آواز شاید نیند میں ہی تھے) میں نے کہا "میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے" (میری عادت ہے میں برا خواب بتاتی نہیں ہوں) ابو جی کہتے آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جاؤ اللہ خیر کرے گا۔ ان دنوں امی کی طبیعت خراب تھی وہ ہوٹل ہی ہوتی تھیں حرم پاک نہیں جا پاتی تھیں تو امی کی طرف سے میں خوفزدہ ہوگئی کہ خواب میں امی اور ابو کو ہی دیکھا تھا مگر کیا پتا تھا ابو نے نہیں رہنا اتنی جلدی اور اچانک ابو نے ہمیں چھوڑ جانا ہے۔ 20 اگست کی صبح اٹھے فریش ہوئے اور چارپائی پر بیٹھ گئے ناشتا مانگا اور ساتھ ناشتے سے پہلے کی میڈیسن بھی پانی کا گلاس میز پر رکھا تھا جو ابو نے پی لیا، ہما میری بہن ابو کو ناشتا دے کر واپس کچن میں چلی گئی۔ رابعہ میری دوست آئی ہوئی تھی میں اس کے لیے فریج سے پانی کی بوتل نکال رہی ہوں کہ میری نظر ابو جی پر پڑی وہ میری طرف ہی دیکھ رہے تھے عجیب سی کیفیت تھی ان کی آنکھوں میں یا شاید ایسا مجھے لگا (کیا پتا تھا وہ آخری نظر تھی) میں پانی لیے کمرے میں آ گئی اور ابھی میں پانی کا گلاس رابی کو پکڑا کر بیٹھی ہی ہوں کہ باہر سے ہما کی آواز آئی "مریم ابو کو دیکھو کیا ہوگیا ہے" میں اور رابی فوراً کمرے سے نکل کر ابو کے پاس آئیں میں نے دیکھا ابو چارپائی پر اوندھے پڑے ہیں امی اور ہما انہیں سیدھا لیٹانے کی کوشش کر رہی ہیں، میں نے ان کے ساتھ مل کر ابو جی کو سیدھا لیٹایا ان کی نبض دیکھی سینے پر ہاتھ رکھا اور میرا دل جیسے مٹھی میں آ گیا ابو بے حس و حرکت تھے۔ امی نے ہما سے کہا "نعیم اور نوید (میرے بہنوئی اور پھوپی زاد) کو بلاؤ وہ ڈاکٹر لے آئیں" میں نے دھڑکتے دل اور کانپتے ہاتھوں سے نعیم کا نمبر ملایا اور بھرائی آواز میں کہا "جلدی آؤ ابو کو کچھ ہوگیا ہے" اتنے میں ہما خود ہی پھوپو کے ہاں چلی گئی، نعیم آیا ابو کے چہرے کو تھپتھپایا آواز دی ماموں جی ماموں جی" مگر وہ نہیں جان پایا ابو نہیں رہے شاید ابو تو گرتے ہی فوت ہوگئے تھے۔ ہاتھ میں پکڑا پہلا نوالہ بھی منہ تک نہ لے جاسکے نعیم ایمبولنس لینے چلا گیا اتنے میں پھوپو، بڑے بہنوئی سب آ گئے۔ بھائی نوید نے ابو کی نبض دیکھی اور زور سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے نہیں ماموں جی (وہی بات جسے ماننے کو میرا دل تیار نہیں تھا) بھائی رونے لگے ایمبولنس آ گئی ابو کو دیکھا چیک کیا اور پوچھا کتنی دیر ہوگئی ہے، میں نے کہا ابھی پندرہ بیس منٹ اور غور سے ان کے چہرے دیکھنے لگی کہ کیا کہتے ہیں مگر وہ خاموشی سے ابو کو لے کر چلے گئے امی بھی ساتھ چلی گئیں، میں جائے نماز بچھائے رو رو کر دعا کرنے لگی مگر وہی ہوا جس کا ڈر تھا تھوڑی ہی دیر میں ابو کو چارپائی پر ڈالے واپس لے آئے سب رونے لگے اور میں ساکت سی سیڑھیوں میں کھڑی ہوں نڈھال اور بے جان، کیسے میں ابو جی چارپائی تک گئی، کب ضبط ٹوٹا اور کب تک روتی رہی کچھ خبر نہیں، ہوش میں تب آئی جب ابو کو آخری آرام گاہ تک لے جانے لگے میں نے چارپائی پکڑ لی مگر چھوٹے چاچا آگے بڑھے اور مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب روئے اور کون نہیں رو رہا تھا ہرا آنکھ اشک بار تھی، ہر کوئی بے یقین تھا اچانک کیا ہوگیا اچھے بھلے تو تھے کل تو ہمیں ملے تھے۔ فون پر بات ہوئی تھی، کئی عورتیں مرد ایسے تھے جنہیں ہم جانتے نہیں تھے مگر وہ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے کہ ہم یتیم ہوگئے۔ اتنے لوگ تھا جنازہ کہ جنازہ گاہ بھر گیا باہر روڈ پر لوگ نماز کے لیے کھڑے تھے اور پھر جنازہ گاہ کے سامنے پارک کا گیٹ کھول دیا گیا۔ ایک دوسرے کے ساتھ لگے سکڑ سمٹ کر لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی اور ابھی کئی لوگ آ رہے تھے جنہیں جنازہ کے کسی وقت کا پتا نہ چل سکا تھا۔ ابو جی ایسی ہی دلعزیز شخصیت کے مالک تھے ہر کسی کے لب پر ان کی اچھائی اور سخاوت کا ذکر تھا کھلے ہاتھ اور کھلے دل کے مالک زندہ تھے تو ہر ایک کے پسندیدہ تھے۔ فوت ہوئے تو لوگ ہاتھ مسل رہے تھے کہ جیسے ہر کسی نے اپنی قیمتی متاع کھو دی ہو مجھ سے کبھی بھی اتنا لمبا نہیں لکھا گیا کہ میں مختصر لکھتی اور لکھتی ہوں مگر اب میں اپنے قلم کو روک نہیں پا رہی جو کئی باتیں حذف کرنے کے باوجود لکھتا جا رہا ہے اور دل بھی یہی چاہ رہا ہے کہ لکھتی جاؤں آپ سب سے دعا کی درخواست کر رہی ہوں اللہ تعالیٰ میرے ابو کو جنت الفردوس میں جگہ دے، ان کے درجات بلند کرے اور ہم سب گھر والوں کو صبر و استقامت عطا فرمائے آمین یارب العالمین اور میری تمام دوستیں، سوشل میڈیا فیس بک فرینڈز جنہوں نے اس کڑے وقت میں میرا ساتھ دیا آپ سب کے لیے شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے اور ہمیشہ خوش رکھے آمین، والسلام۔

دلکش مریم......چنیوٹ

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

منتخب قرآنی آیات کی تشریح تفہیم القرآن کے مطابق

❖ ہر امت میں نبی آیا ہے جب تک اور جہاں تک اس نبی کی تعلیم کے اثرات باقی رہے نیا نبی نہیں آیا (آیت 24 سورۃ فاطر)۔

❖ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے سب انسانوں کے لیے قیامت تک نبی بنا کر ان پر گمراہوں اور مشرکوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا (آیت 28 سورۃ سبا)۔

❖ قرآن بنی اسرائیل کو ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں (آیت 26 سورۃ النمل)۔

❖ قرآن کو ماننا کافی نہیں قرآن پر عمل بھی کرنا ہوگا (آیت 2 سورۃ السجدہ)۔

❖ اللہ کی مشیت آزمائش کی نہ ہوتی تو انسان پیدائشی فرماں بردار ہوتا (آیت 13 سورۃ السجدہ)۔

❖ اللہ کی مشیت میں اچھے برے لوگوں کے وجود اور اچھائیوں اور برائیوں کی یکساں گنجائش ہے (آیت 7 سورۃ الزمر)۔

❖ شیطان دل میں وسوسہ ہی ڈال سکتا ہے بیماری یا جسمانی تکلیف نہیں دے سکتا (آیت 41 سورۃ ص)۔

❖ شرک کی بنیاد ہی اللہ کی ذات یا صفات میں کسی نقص یا کمزوری کا گمان رکھنا ہے (آیت 36 سورۃ یٰسین)۔

❖ انکار آخرت سے ہمیشہ اخلاقی بگاڑ پیدا ہوا جس کے نتیجے میں گمراہوں پر عذاب آیا (آیت 9 سورۃ الروم)۔

❖ اللہ کی عبادت اور بندگی سے لوگوں کی دنیا اور آخرت سنورتی ہے اللہ کی کوئی غرض اس سے نہیں اٹکی ہوئی (آیت 15 سورۃ فاطر)۔

❖ کفر کے ساتھ کسی نیکی کا کوئی اجر نہیں، نیکی ایمان کے ساتھ ہی سودمند ہے (آیت 16 سورۃ الروم)۔

❖ جس میں ہدایت کی طلب ہوا سے ہی اللہ ہدایت کی توفیق دیتا ہے (آیت 56 سورۃ القصص)۔

❖ جس کی نماز اسے فحش اور برے کاموں سے نہ روکے اس کی نماز ہی نہیں (آیت 45 سورۃ العنکبوت)۔

❖ انسان کو اچھے حالات میں سرکش اور برے حالات میں مایوس نہیں ہونا چاہیے اللہ پر توکل رکھے (آیت 43 سورۃ ص)۔

❖ ایمان کے ساتھ نیک عمل کرنے والا دنیا کی عارضی راحتوں سے محروم بھی رہے تو آخرت میں نعمتیں پائے گا (آیت 58 سورۃ العنکبوت)۔

❖ اللہ کی بندگی میں شہریت رکاوٹ بنے تو ہجرت کر جاؤ جہاں ہے اللہ اسے وہیں رزق دے رہا ہے (آیت 56,60 سورۃ العنکبوت)۔

❖ جان تو ایک دن جانی ہے اہمیت ایمان بچانے کی ہے جس پر آخرت کی ہمیشہ زندگی کی فلاح منحصر ہے (آیت 57 سورۃ العنکبوت)۔

❖ وہ مومن نہیں جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماں باپ اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں (آیت 6 سورۃ الاحزاب)۔

❖ جس معاملے میں اللہ اور رسول کا حکم واضح ہو اس میں اپنی الگ رائے رکھنا جائز نہیں (آیت 36 سورۃ الاحزاب)۔

❖ علم رکھنے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں جو جتنا اللہ کی صفات سے لاعلم ہے اتنا ہی وہ نافرمان ہے (آیت 28 سورۃ فاطر)۔

❖ دنیا کی تکلیفیں اور آفتیں تنبیہ ہیں کہ سنبھل جاؤ اور نیک عمل کرو (آیت 2 سورۃ السجدہ)۔

❖ شعور کی عمر کے بعد سنبھلنے کے جتنے مواقع جو شخص ضائع کرے گا اتنا ہی اس کے کفر کا وبال بڑھے گا (آیت

37 سورۃ فاطر)۔
❖ اللہ انسان کے دل میں آنے والے خیال تک سے واقف ہے روز حشر اللہ سب کا حال بتادے گا (آیت 7 سورۃ الزمر)۔
❖ روز حشر اللہ کے حضور عدالت میں سب انسانوں کا مقدمہ پیش ہوگا اور جزاوسزا کا فیصلہ ہوگا (آیت 31 سورۃ الزمر)۔
❖ روز حشر کی سختیاں کافروں کے لیے ہوں گی باعمل ایمن والے بغیر حساب کے یا ہلکے حساب کے بعد داخل جنت ہوں گے (آیت 55 سورۃ یٰسین)۔
غلام سرور...... نارتھ ناظم آباد کراچی

میرا پیغام سب بہنوں کے لیے حدیث کی روشنی میں
عورتوں کو ناخن پر مہندی لگانے کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اس کے ہاتھ میں خط تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ ''میں نہیں جانتا کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔'' اس نے کہا ''عورت کا ہاتھ ہے۔'' فرمایا ''اگر عورت کا ہاتھ ہے تو اپنے ہاتھ کے ناخن مہندی سے رنگ لے تاکہ فرق معلوم ہوسکے۔''
(مشکوٰۃ شریف، باب الترجل 4269)
طیبہ سعدیہ عطاریہ...... کھیالہ، سیالکوٹ

باتیں یادر کھنے کی

❖ انسان کو اچھی سوچ پر وہ انعام ملتا ہے جو اسے اچھے اعمال پر بھی نہیں ملتا کیونکہ سوچ میں دکھاوا نہیں ہوتا۔
❖ مسکرانا تو میری شخصیت کا حصہ ہے آپ مجھے خاص سمجھ کر دعاؤں میں بھول مت جانا۔
❖ ہمیشہ میٹھے الفاظ بولو تاکہ کبھی واپس لینے پڑیں تو کڑوے نہ لگیں۔
❖ ضروری تو نہیں کہ وہ ہماری نگاہ میں رہے بس دعا ہے جہاں بھی رہے خدا کی پناہ میں رہے۔
❖ زندگی میں جو چاہو حاصل کرلو بس اتنا خیال رکھنا کہ آپ کی منزل کا راستہ کبھی لوگوں کے دلوں کو توڑتے ہوئے نہ گزرے۔
❖ تم جہاں بھی ہو اپنی آنکھوں کو بند کرو تم مجھے پالو گے۔
پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

جولڑکی سر اٹھا کر چلتی ہے اس کے
والدین سر جھکا کر چلتے ہیں
اور...... جولڑکی
سر جھکا کر چلتی ہے
اس کے والدین سر اٹھا کر چلتے ہیں
اب...... یہ آپ پر منحصر ہے کہ
آپ سر اٹھا کر چلیں
یا سر جھکا کر

مریم عنصر...... شیخو چک (ڈنگہ)

بدبو

مہنگا پرفیوم لگانے سے بوسیدہ کردار کی بدبو ختم نہیں ہوتی۔
مدیحہ نورین مہک...... گجرات

حیرت زدہ

پیدائش اور اموات کے اعداد وشمار پڑھتے پڑھتے ایک حسینہ نے قریب بیٹھے ہوئے نوجوان سے کہا۔
''تمہیں معلوم ہے کہ میری ہر سانس کے ساتھ ایک آدمی مرجاتا ہے۔''
''حیرت ہے'' نوجوان بولا۔ ''تم کوئی اچھا سا ٹوتھ پیسٹ کیوں نہیں استعمال کرتی۔''
ارم کمال...... فیصل آباد

سنہرے الفاظ

❖ اے انسان اس خدا سے مانگ جو دے تو رحمت اور نہ دے تو حکمت
❖ انسان ہوکر انسان سے مت مانگ جو دے تو احسان اور نہ دے تو شرمندگی۔

ماہی..... گوجرانوالہ

تین چیزیں

❖ تین چیزیں ایک جگہ پرورش پاتی ہیں (پھول' کانٹے' خوشبو)۔

❖ تین چیزیں پردہ چاہتی ہیں (عورت' کھانا' دولت)۔

❖ تین چیزیں چھوٹی نہ سمجھیں (قرض' مرض' فرض)۔

❖ تین چیزوں کو بڑھاؤ (عقل' ہمت' محبت)۔

❖ تین چیزیں ہر ایک کی جدا ہوتی ہیں (صورت' سیرت' قسمت)۔

❖ تین چیزیں انسان کو تباہ کرتی ہیں (حرص' حسد' غم)۔

❖ تین چیزیں بھائی کو بھائی کا دشمن بنادیتی ہیں (زن' زر' زمین)۔

❖ تین چیزیں حافظہ کو قوت دیتی ہیں (روزہ' مسواک' تلاوت قرآن پاک)۔

❖ تین چیزیں انسان کو زندگی میں ایک بار ملتی ہیں (والدین' حسن' جوانی)۔

آنسہ شبیر..... ڈوگہ گجرات

مسکرائیے

ایک دفعہ کسی بیرون ملک ایک پاکستانی ایک ہندوستانی اور ایک انگریز کو اسی کوڑے مارنے کی سزا ملی' سزا سے پہلے حکمران نے کہا کہ آپ تینوں کی سزا سے پہلے ایک ایک بات مانی جائے گی تو انگریز بولا۔

''مجھے ایک گدا لاکر باندھو (کمر پر)۔'' تیس کوڑے گدے پر لگے جب وہ ختم ہوگیا تو باقی کہ پچاس اسے کھانے پڑے۔ اسی طرح ہندوستانی نے اپنے پیچھے دو گدے (قوم) باندھنے کا اظہار کیا ساٹھ کوڑے گدے پر اور باقی بچے بیس وہ اس نے کھالیے اب پاکستانی کی باری آئی تو اس نے کہا کہ ''میرے پیچھے ہندوستانی کو باندھا جائے یہ میری خواہش ہے۔'' سو وہ عقل مند پاکستانی تھا سارے کے سارے کوڑے ہندوستان کو کھانے پڑے۔

زعیمہ روشن..... مظفرآباد آزاد کشمیر

ماڈرن الجبرا

میٹرک/گریجویٹ + ڈگری = دھکے۔

میٹرک/گریجویٹ + رشوت = اچھی نوکری۔

میٹرک + اچھی نوکری = شادی۔

لڑکی + لڑکا + حماقت = عشق۔

اندھیرا + بل = واپڈا۔

عورت + عورت = شور شرابا۔

عورت + خاموشی = ناممکن۔

بیوی + محبت = مطالبہ تنخواہ۔

طاہرہ یاسمین..... عارف والا

سوال.....؟

اسٹوڈنٹ! استاد جی لوگ انگلش اور اردو میں ہی بات کیوں کرتے ہیں؟ میتھ میں کیوں نہیں؟''

استاد غصے سے۔''زیادہ 3.5 نہ کر 11-2-9 ہوجاؤ ورنہ 6 کے 36 نظر آئیں گے اور 32 کے 32 دانت باہر آجائیں گے۔''

اسٹوڈنٹ۔''سر انگلش اور اردو میں ہی بات کریں میتھ تو سننے میں ہی خوفناک لگتی ہے۔''

ماریہ کنول ماہی..... گوجرانوالہ

اقوال زریں

❖ میں نے زندگی میں صرف ایک بات سیکھی ہے کہ انسان کو کوئی چیز نہیں ہرا سکتی۔ جب تک وہ خود ہار نہ مان جائے۔

❖ دوسروں کو دکھ دینے والے ہمیشہ خود مسکراہٹ سے محروم رہتے ہیں۔

❖ آزمائے ہوئے کو آزمانا بے وقوفی ہے۔

❖ بے وقوف دوست سے بہتر عقل مند دشمن ہوتا ہے۔

غزالہ دلپزیر..... مری ڈونہ

نئی سوچ

قدرت کے کرشمات ہر لمحہ ہمیں آنے والی زندگی کے کٹھن امتحانوں کے لیے تیار کرتے رہتے ہیں۔ سمجھدار اور عقل وفکر رکھنے والے ذی روح ان کرشمات کی کرنوں سے اپنی زندگانی کی تاریک راہوں کو روشن کر لیتے ہیں اور بے وقوف لوگ ساری زندگی بدنصیبی کا رونا روتے ہوئے اس دارفانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔

سامعہ ملک پرویز..... خان پور ہزارہ

زندگی کیا ہے؟

زندگی کیا ہے... دھوکہ، سراب یا پھر خوب صورت سا خواب۔

زندگی حسین لمحے، حسین یادیں یا پھر تلخ حقیقت۔

زندگی تلخ تجربے کا نام ہے اور خوب صورت احساس بھی ہے جسے اگر محسوس کیا جائے تو موم کی طرح نرم اور اگر حالات پر چھوڑ دیا جائے تو تلخ حقیقت۔

کہنے کو تو خوب صورت تحفہ ہے زندگی ہنستی مسکراتی جس میں اگر کائنات کی تمام تر رنگینیاں و رعنائیاں ہوں پھر ہر لمحہ باعث مسرت بن جاتا ہے۔

کہیں زندگی جینے کا نام ہے لیکن جب جینے کی کوئی وجہ نہ ہو تو زندگی بوجھ لگتی ہے ایسا بوجھ جسے انسان چاہ کر بھی اپنے کندھوں سے نہیں اتار سکتا۔ زندگی میں بہت سے واقعات ہوتے ہیں، کچھ تو حسین یادیں دے جاتے ہیں اور کچھ تلخ یادوں کی صورت میں اپنا آپ چھوڑ جاتے ہیں۔

انسان بہت سے حالات سے گزرتا ہے، کبھی مشکل، کبھی آسانیاں، کبھی لامحدود خواہشیں تو کبھی ناکام حسرتیں، کیا ان سب سے تنگ آ کر انسان جینا چھوڑ دے ہرگز نہیں؟ انسان کو آگے بڑھنے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے کیونکہ ہر قدم پر ناکامی تو نہیں ہوتی۔

اقرا شاہ..... ترنگزی بالا

غزل

آئی تھی میری زندگی میں وہ اجنبی کی طرح
پھر ہوگئی وہ میرے اقرباء کی طرح
رہنے لگی ہے میرے خیالوں میں ہر پل
سمجھ لیا ہو دل کو جیسے گھر کی طرح
دل چاہتا ہے اس سے دوستی کراؤں
نہ ہو اگر جدا وہ بے وفا کی طرح
تھامے رکھوں ہاتھوں کو نہ ہوں جدا کبھی
کانٹوں کے بیچ کھلے پھولوں کی طرح
دوستی کروں تو ایسی کروں اس سے
بدلے نہ کبھی جو فطرت کی طرح
احساس کبھی ہو جائے اسے میری محبت کا
"چندا"
نہ ہو میری دوستی عام دوستوں کی طرح

ثمر رومیسہ..... مریدکے

افسانچہ

میری زندگی بن تیرے کچھ بھی نہیں اگر تو نہیں آتی تو میں پاگل ہو جاتا ہوں۔ میرا سکھ چین سب ختم ہو جاتا ہے، ایک بار تو دو دن نہیں آئی تھی تو سر میں درد ہو گیا تھا اور سر درد کی دوائی کھانے کے باوجود ٹھیک نہیں ہوا سب نے مجھے بہت سمجھایا کہ اگر وہ نہیں آئی تو اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے ویسے تو وہ آپ کے پاس دن کو بھی آتی ہے اور رات کو بھی گرمیوں میں، سچ ہے دو وقت آتی ہے لیکن جب سے سردیاں آئی ہیں مجھے بھی وقت نہیں ملتا دن چھوٹا ہو جاتا ہے اس سے ملنے کا لیکن گرمیوں میں تو میں اس سے خوب لطف اندوز ہوتا ہوں، دوپہر کو بھی اور رات کو بھی واہ رے واہ میری پیاری "نیند"

انیقہ احمد..... کوٹ سارنگ

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ رب العزت کے پاک نام سے ابتداء ہے جو خالق دو جہاں ارض و سماں کا مالک ہے۔ یہ سال بھی اب اختتام کی طرف ہے اس سال خوشی اور دکھ دونوں ہی رہے لیکن پاکستانی سیاست پر الگ ہی رنگ رہا اب دیکھتے ہیں آئندہ سال کس کی باری آتی ہے اور وہ کتنا ملک سے مخلص ہوتا ہے۔ اس بار آپ سب بہنوں نے شرکت کی اور صبا ایشل کی تحریر "خواب زادی" کو پسند کیا ہماری جانب سے بھی صبا ایشل کو مبارک باد اب بڑھتے ہیں آنچل کی محفل آئینہ کی جانب جہاں آپ کے تبصرے ستاروں کی مانند جھلملا رہے ہیں۔

صائمہ مشتاق...... سرگودھا۔ پیاری رائٹرز ریڈرز اور شہلا آپی کو میرا اسلام قبول ہو آنچل اس دفعہ 22 کو ملا ٹائٹل گرل مسکراتی ہوئی اچھی لگ رہی تھی سب سے پہلے مدیرہ جی کی سرگوشیاں سنیں حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ در جواب آں میں قیصر آپی بہنوں کی محفل سجائے بیٹھی مسکراتے ہوئے دل میں اتر گئیں۔ دانش کدہ میں مشتاق احمد قریشی معلومات میں اضافہ کرتے اچھے لگے ایسا علم بھی ہر کسی کے پاس نہیں ہوتا۔ ہمارا آنچل میں شمع شکیل، عائشہ اشرف، روبینہ کوثر سے ملاقات اچھی رہی پھر دوڑ لگائی موسٹ فیورٹ ناول فاخرہ گل "زر اسکر امیرے گمشدہ" آپی جی یہ کیا کیا آپ نے اربش کے ساتھ اچھا اچھا کرتا آپی میرا دل کرتا ہے کہ شرمین کو ناول سے کیا دنیا سے ہی باہر پھینک دوں آپی جی آپ کی یہ نظم "مجھے تم دے سنہ سر وردے میرے دل میں خود کو اتار دے" مجھے اتنی پسند آئی کہ بے ساختہ اپنی ڈائری میں اتار لی۔ راشدہ رفعت کا افسانہ "بند ہونٹوں کی بات" واقعہ جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے کہنے کو وہ لاڈلہ ہوتا ہے لیکن ساتھ بڑوں کا رعب بھی تو ہوتا ہے۔ سمیرا شریف طور "جنوں سے عشق تک" سمیرا جی کیا کہوں آپ کے ناول کے بارے میں میرے پاس الفاظ ہی شاید ختم ہو گئے ہیں آپی۔ دیکھتے ہیں شہرینہ آگے کیا کرتی ہے۔ آنگن میں خوشبو ہے یاسمین نشاط کا مکمل ناول بہت اچھا لگا یاسمین جی اسمارہ کے چچا کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ویسے اپنے رشتے ہی ایسے ہوتے ہیں جن پر اعتبار کرو وہی پیٹھ پیچھے خنجر گھونپ دیتے ہیں باقی ناول ابھی پڑھا نہیں۔ نیرنگ خیال میں انیلہ طالب کی آؤ ک تھی بیٹی "بہت پسند آئی۔ فائزہ بھٹی نے دوست کے نام میں یاد کیا اچھا لگا فائزہ جی میری سالگرہ 10 نومبر کو ہے اور میں ہی صائمہ مشتاق ہوں صائمہ مشائل نہیں۔ یادگار لمحے میں انجم انجم اعوان پیاری بیٹی اچھی لگی آئینہ میں سب نے خوب اچھا تبصرہ کیا کوثر خالد شکریہ یاد کرنے کا اگلے ماہ تک کے لیے اجازت چاہوں گی والسلام۔

مریم عنصر...... شیخوجٹ، ڈنگہ۔

ٹپک پڑتا ہے رہ رہ کر قلم کی آنکھ سے آنسو
قفس میں بیٹھ کر جب حال دل تحریر کرتے ہیں

السلام علیکم! شائمیں آپی شہلا کیا حال احوال ہے؟ بھئی آپی اگر کوئی حال احوال پوچھے تو بتا دیا کریں کہ

چلو ہم ضد نہیں کرتے کہ ہمارا حال پوچھو
تم خود کس حال میں ہو اتنا تو بتا دو

سب سے پہلے آنچل میں خوش آمدید کہنے پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں اب آتے ہیں تبصرے کی جانب۔

شکوہ تو بہت ہے مگر شکایت نہیں کر سکتی
میرے ہونٹوں کو اجازت نہیں تیرے خلاف بولنے کی

(نہ یادگار لمحے میں ہمارا حصہ نہ ہم سے پوچھیے نہ بیاض دل دوبارہ ان میں تب حصہ لیں گے جب پچھلا شائع ہو) "شب ہجر کی پہلی بارش" میں دوبارہ شہزاد دعقید ہوئی کہ ہوئی در مکنون کے ساتھ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ "پھولوں میں خوشبو باقی ہے" نے بہت دکھی کیا پتا نہیں اپنے خونی رشتے دار ایسا کیوں کرتے ہیں کیا ملتا ہے انہیں؟ شاید خوشی اسمارا کی طرح مجھے بھی یقین نہیں آتا کہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے۔ جی کرتا ہے کوئی آ کر کہہ دے سب جھوٹ ہے پتا نہیں ہم لڑکیاں اتنی حساس کیوں ہوتی ہیں ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہر رشتے سے خلوص کی خوشبو آئے۔

ماضی کی لگتی یادیں ہیں جب یاد کیا ان یادوں کو
یوں ہوئے دل میں ہنگامے کہ چیخ اٹھی تنہائی بھی

فصیحہ آصف السلام لگتا ہے تم ستاروں کو بہت پسند ہو تمہاری کمپیئرنگ اور قرأت کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی۔ شمع شکیل آپ نے ہم شہزادیوں کو سلام کیا وعلیکم السلام ایک نصیحت تمہارے لیے ان کے گھر زیادہ نہ جایا کرو قدر کم ہو جائے گی۔ خواب کا پڑھ کر خوشی ہوئی بہت بہت مبارک ہو تمہیں یہ شرف حاصل ہوا۔ روبینہ کوثر پہاڑ دیکھنا اور ان پر چڑھنے کا مجھے بھی بہت شوق ہے۔ عائشہ اشرف تمہارا اسلام کرنے کا انداز پسند

آیا۔ یقین مانو تمہارا تعارف پڑھ کر ہنستی رہی' لگتا ہے کافی خوش مزاج ہو۔ دوست کا پیغام سلسلہ کافی دلچسپ ہوتا ہے'یادگار لمحے میں پیاری بیٹی پسند آیا' باقی سب سلسلے ٹھیک تھے۔ آپی یہ ضرور بتائیے گا میری لکھائی کیسی ہے؟ ویسے جب خط دیکھا اپنا تو مسکرا اٹھی اور مجھے لگتا ہے میرے مسکرانے سے ہوائیں مسکرا اٹھتی ہیں۔ میرا بھائی فواد جو مجھ سے چھوٹا ہے اور ساتویں جماعت میں پڑھتا ہے'بڑی مشکل سے ڈاک خانے خط پوسٹ کروانے کے لیے مانتا ہے'اس کے لیے کوئی نصیحت کریں اللہ حافظ نہیں کہوں گی کہ یہ چاند یہ تارے یہ بہاریں کہتی ہیں مجھ کو کبھی کسی کو الوداع نہ کہنا۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم شہلا آپی! آنچل قارئین اینڈ فرینڈز کیسے ہیں آپ سب؟ اس بار آنچل 27 کی شام کو ملا تو رات ایک بجے تک مطالعہ کیا وہ بیان کروں گی باقی کے لیے معذرت۔ سب سے پہلے دوست کا پیغام پڑھا ماروی یاسمین' پروین افضل شاہین' فریدہ فری' عائشہ کشمالے' نبت راجپوت' انجم انجم' رقیہ ناز آپ سب نے یاد رکھا شکریہ اور جنہوں نے نہیں رکھا ان کا بھی شکریہ خوش رہیں آئینہ میں بھی کے تبصرے مزے کے تھے۔ نیرنگ خیال میں بحیرا نیلم' زنیرہ طاہر اور غزالہ جلیل راؤ کی نظم اچھی لگی کیونکہ میں نے ابھی پڑھی جو یہی ہیں بیچ میں اچھی لگی پھر نازی آپی کی "شب ہجر کی پہلی بارش" پڑھی واہ کتنی خوب صورتی سے آگے بڑھا رہی ہیں نازی آپی ناول کو۔ زاویار اور درمکنون یعنی بہن بھائی کے ملن پر آنکھیں بھیگ گئیں۔ افشین کی موت کا بہت دکھ ہوا بے چاری بے گناہ ماری گئی۔ سارہ بیگم کو اس کے کیے کی سزا مل گئی' ساویز اور سدید بھائی ہیں اچھا لگا' عائلہ کے لیے زاویار کے دل میں محبت دیکھ کر اچھا لگا۔ سدید کی شادی اس کشمیری لڑکی سے ہوگی نام یاد نہیں آ رہا۔ مریرہ کو ہوش آ جائے گا ان شاء اللہ' عمر انکل کی جوڑی ہوزان کے ساتھ فٹ لگتی ہے' عبدالہادی اور شہزاد کا ملنا بھی پکا ہے اور یہ عدینہ نامی بلا کہاں سے آ ٹپکی' ارے منہ کی ہی کھانی پڑے گی کیونکہ ہمارے صیام بھائی کو درمکنون سے کوئی نہیں چھین سکتا' ہاں جی ساویز اور پریہان کی جدائی کے دن بھی گھٹتے نظر آ رہے ہیں۔ راوی ہر طرف چین ہی چین لکھتا نظر آ رہا ہے۔ فریدہ فری جی "رنگ حنا کی بات نہ چھیڑ" کیا ہی زبردست تحریر تھی مدتوں یاد رہے گی' ویلڈن۔ رموز نے جو چھوٹا آ ذر نعیم کو مارا وہ کیا ہی مزہ آیا اور رموز کی وہ بات جو اس نے آ ذر نعیم سے کہی (اس چھوٹی حنا کی طاقت دیکھ لی تاں میں رانی بھی ہوں اور ماں بھی' مرد وہ ہیں جنہیں تم مردہ اور بچہ کہہ رہے ہو افسوس کروا اپنی ماں پر جس نے تم جیسے مرد کو نہیں جنا) مختصر زبردست ناول تھا' باقی ابھی زیر مطالعہ ہے زندگی رہی اور اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر تمنا! فریدہ فری کی تحریر واقعی داد تحسین کی حق دار تھی لیکن صرف ایک تحریر پر تبصرہ باقی مصنفین کی حق تلفی کے برابر ہے اس لیے آئندہ سب کا خیال رکھیں۔

طیبہ یاسین...... جھنگ۔ میری طرف سے تمام آنچل قارئین کو السلام علیکم! آٹھویں کلاس سے آنچل کی خاموش قاری ہوں لیکن پہلی بار لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں' مجھے شروع ہی سے دوسرے تمام ڈائجسٹوں کی بجائے آنچل زیادہ اچھا لگتا ہے کیونکہ مجھے اس کی بہت زیادہ کہانیاں سبق آموز لگتی ہیں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" میرا فیورٹ ناول ہے' آپی نازیہ کنول نازی سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" پلیز فاخرہ گل صاحبہ اس کا ہیپی اینڈ کیجیے گا اور پلیز اربش اور اجیہ کو اور کوئی دکھ نہ دیجیے گا۔ مجھے بہت شوق ہے کہ میں آپ لوگوں سے مل سکوں' مجھے بہت اچھا لگتا ہے جب میں لڑکیوں کے تعارف دیکھتی اور پڑھتی ہوں تو اس ٹائم میرا دل بھی کرتا ہے کہ میں بھی ایسا لکھوں تاکہ پھر میرا بھی ایسا ہی تعارف اور انٹرویو لیا جائے۔ میں آنچل میں کچھ کرنا چاہتی ہوں اور وہ صرف اور صرف آپ کی مدد سے ہوگا کہ اگر آپ میری حوصلہ افزائی کریں تو تب ہی ناں' مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے وہ شوق بھی میرا آنچل کی وابستگی سے ہی ہوگا۔ امید ہے کہ میرا خط آپ کو پورا ہی لگا ہوگا لیکن اس کو ردی کی ٹوکری کی نذر نہ کیجیے گا اور میری جو کمی پیشی ہے وہ بھی تھوڑی بہت مجھے بتا دیں کیونکہ مجھے گائیڈ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

☆ طیبہ آپ اپنا تعارف لکھ کر بھیج دیں۔

رقیہ ناز...... میلسی' وہاڑی۔ السلام علیکم! شالو جی بڑی مدت بعد آپ کی محفل میں آئے ہیں' کیسی ہیں اور باقی آنچل سے وابستہ پریاں کیسی ہیں؟ آنچل ہمیں 26 کو ملا سب سے پہلے ٹائٹل پر نظر پڑی تو دل خوش ہو گیا' ردا کو دیکھ کر لگا' کیا انداز ہیں مسکراہٹ سے دل جیتنے کا ہاہاہا۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے دل کو منور کیا اس کے بعد "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" پڑھا (پتا نہیں کب مسکرائے گا) مجھے لگتا ہے کہ غزنی کہیں بے چارے اربش کو پھنسا نہ دے اور دوسری طرف شرمین ایسے لوگ نہ اپنے گھر بناتے ہیں نہ کسی کے گھر بننے دیتے ہیں۔ اربش کے دل میں مما کے لیے غلط فہمی جلدی دور کریں' اس کے بعد "شب ہجر کی پہلی بارش" پڑھا امید ہے کہ مریرہ کو جلد ہی ہوش آ جائے گا اور سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن صیام اور درمکنون کا کیا وہ مل پائیں گے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" میں نانی کے بارے میں پڑھ کر بڑا صدمہ لگا اللہ تعالیٰ ایسے رشتوں سے بچائے' امید ہے کہ اب انشی بچ جائے گی۔ مائدہ سے اللہ بچائے اور سودہ جیسی لڑکی کے ساتھ کچھ نہیں ہونا چاہیے' صباء ایشل کا "خواب زادی" پڑھا تو ایک عجیب سا احساس ہوا اس کے آخر میں لکھی چند لائنز لوگ سمجھ جائیں تو ہر بیٹی خوش رہ سکتی ہے مگر اس سماج کو کون درست کرے۔ یاسمین نشاط کا ناول "ابھی پھولوں میں خوشبو باقی ہے" پڑھا واقعی نشاط جی نے ثابت کر دیا ہے کہ محبت سچی ہو تو مل ہی جاتی ہے چاہے جس ذریعے سے بھی ملے ساتھ ہی اپنوں پر زیادہ بھروسہ کرنے کا انجام بھی کیا خوب دیا شاید معصوم سی لڑکی یہ بھول گئی تھی کہ......

اپنے ہی ہوتے ہیں جو کرتے ہیں وار دلوں پر

غیروں کو کیا معلوم کہ دل کس بات پر دکھتے ہیں

او کے اللہ حافظ۔

سحر بہار ایکس...... ایم ایس ایس' ڈنگہ۔ السلام علیکم پیارے پیارے آنچل قیصر آنی' شہلا ڈارلنگ لولی رائٹرز اینڈ کھٹی میٹھی سی ریڈرز کیا حال چال ہے سب ٹھیک؟ اگر نہیں تو ہونا چاہیے چلیں جلدی سے فریش ہوجائیں کیونکہ سحر بہاروں جیسا تبصرہ لے کر آئی ہے ویسے مجھے معلوم ہے کہ مجھے تبصرہ کرنا بالکل نہیں آتا خیر پیارے ریڈرز کے لیے کوشش کرسکتی ہوں' کافی انتظار کے بعد آخر آنچل 24 کو ملا جیسے ہی ہاتھ میں آیا پاؤں زمین پر ٹک نہیں رہے تھے فوراً گھر لے کر آئے اور اپنے بیڈروم میں بھاگے آنچل تو ہمارا کمرہ دیکھ کر پریشان ہوگیا۔

میری گھر کی چوکھٹ دیکھ کر بولے

یہ چوکھٹ تو کسی دیوانے کا لگتا ہے

ٹائٹل پیارا تھا' ماڈل کی معصوم سی مسکراہٹ نے دل کو خوب بھایا۔ قیصر آنی کی سرگوشیاں سنیں' اُف پیاری بہنوں کیوں آنی کو تنگ کرتی ہو' اس لیے جسٹ ریلیکس۔ ابھی جو رائٹرز لکھ رہی ہیں انہیں پڑھیں' حمد و نعت کی کیا ہی تعریف کی ہے۔ در جواب آں میں کیسے شرکت کرتے ہیں' ہمارا آنچل عائشہ اشرف۔ مجھ سے دوستی کرو گی؟ پلیز جواب دینا اگر تمہیں قبول ہے تو ورنہ زبردستی......

تمہارا جب دل چاہے میرے ہوجانا

محبتوں میں زبردستی اچھی نہیں

اس کے بعد ایک نظر پورے رسالے پر دوڑائی (بھئی جس کا اسٹیج اچھا ہوگا وہی پہلے پڑھیں گے' رائٹرز کا نام دیکھ کر پڑھنا تو بہت پرانا ہوگیا ہے) سب سے اچھا اسٹیج "پھولوں میں ابھی خوشبو ہے" وال پیپر ایسا واؤ میرے موبائل پر بھی ہے۔ یاسمین نشاط ویل ڈن ایسے ہی لکھتی رہیں' بہت خوب' اس کے بعد دوڑ لگائی سلسلہ وار پر اس بار تو ایک سے بڑھ کر ایک نے کہانی یہ نہ ہو کہ سحر ہماری ناراض ہوجائے۔

تمہیں ناراض کرنے کا تصور بھی کیسے کرے سحر

کہ تم میں تو میری جان بستی ہے

بخت کا ستارہ اور خوب زادی' بہت پسند آئے جبکہ اماں بی بس ایویں ہی تھا' پلیز ایسے ہی ناولٹ کی تعداد برقرار رکھنا۔ افسانے راشدہ رفعت کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا لیکن واقعی آپی صرف افسانہ؟ عمارہ خان آپ کا انداز بہت مختلف ہے۔

کیسے نہ ہوتے ہم فدا عمارہ

کہ تمہارا انداز محبت ہی مختلف ہے

جبکہ اسیر محبت اور پشیمانی بھی خوب رہے' مستقل سلسلے آئینہ میں سب کے تبصرہ کمال کے تھے اور میرا تو سب سے اچھا تھا (آہم)۔ کوثر نثی آپ تبصرہ کمال کا کرتی ہوں کیسے بیان کروں؟

ان کا انداز گفتگو ہی کچھ ایسا تھا

اگر دل نہ دیتے تو جان ہی نکل جاتی

مجھ نا چیز سے دوستی کریں گی؟ بیاض دل میں اس دفعہ تو سب نے خوش کردیا اوہم۔ ڈش مقابلہ میں بھی شرکت کرسکتی ہوں؟ مجھے بہت شوق ہے۔ بیوٹی گائیڈ میں سوال جواب کا سلسلہ دوبارہ شروع کریں' نیرنگ خیال میں سب کا انتخاب اچھا تھا۔ دوست کا پیغام آئے ہم بھی ایک عدد پیغام سے محفل میں بہاریں بکھیریں گے۔ یادگار لمحے بہت خوب' ہم سے پوچھئے واؤ آپی کیا بات ہے مزہ آگیا جی آپ کی صحت میں میں اپنی ایک آنٹی کا مسئلہ بھیج رہی ہوں پلیز حل کردیں۔ حجاب کو سالگرہ مبارک' میری طرف سے اور ایک عدد کارڈ بھیج رہی ہوں' کام کی باتیں واقعی کام کی نکلیں' اچھا جی اللہ حافظ' مجھے اتنی دیر جھیلنے کا بہت بہت شکریہ' زندگی رہی تو دوبارہ تنگ کرنے آؤں گی۔

مشی خان...... مانسہرہ۔ السلام علیکم! شہلا آنی اور آنچل و حجاب اسٹاف محبتوں اور چاہتوں سے بھرپور سلام قبول ہو۔ کیسی ہیں آپ اور سب آنچل ریڈرز کو سلام اور ڈھیروں دعائیں۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف سب سے پہلے آنچل 27 کو ملا اتنی خوب صورت ماڈل کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا اور ماڈل بھی میری فیورٹ بہت اچھا لگا سرورق پھر سرگوشیاں' حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے در جواب آں میں پہنچے تو سب کے گلے شکوے سامنے آئے' انہی میں ہماری دوست سمیہ کنول بھی کھڑی نظر آئیں۔ وقت کم تھا مقابلہ سخت تو اس لیے ہم نے ڈائریکٹ چھلانگ لگائی اپنے موسٹ فیورٹ ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" نازی آپی ویل ڈن اتنا اچھا لکھنے کے لیے۔ زاویار اور دری کا ملنا پھر دری کا زاویار کو معاف کردینا اچھا لگا پر عدینہ کچھ پسند نہیں اب خوامخواہ صیام کو استعمال کرکے دُر مکنون کو تارچر کرے گی پھر ایک اور خوب صورت ناول "جنون سے عشق تک" بڑی ایکسائٹمنٹ سے پڑھا اُلحن تو کچھ نارمل لگا لیکن شہری صاحب کے مزاج تو ساتویں آسمان سے باتیں کرتے نظر آئے اللہ خیر کرے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرا آنی نے انشراح کے ساتھ بڑی زیادتی کی' بے چاری بنا کسی قصور کے قصور وار ٹھہری وری سیڈ' پرنانی تو بڑی ہی چالاک اور مکار خاتون ہیں۔ مائدہ جنید کے ساتھ کچھ زیادہ ہی سیریس ہوئی ہے سودہ جنید کو دیکھ کر بھی کچھ نہیں کرسکتی۔ زید میاں کا دل سودہ کے لیے نرم ہوا ہے" کچھ کچھ ہوتا ہے" ان کو پیارے میاں کی باتیں سن کر سب سے اسٹرینج کردار نوفل بڑا ہی ظالم لگا۔

انشراح کو گرتے دیکھ کر بھی انجان بنا رہا اور چل دیا' شانزیب بھیا اچھا کیا آپ نے زید کو سودہ سے شادی کا مشورہ دیا کہ باقی کہانیاں ابھی زیر مطالعہ ہیں۔ یادگار لمحے میں سب کی نگارشات اچھی لگیں' بیاض دل میں ارم کمال اور یادگار لمحے میں ارم ریاض' ارم کمال' نجم انجم اور باقی سب لوگوں کی کاوشیں اچھی لگیں اب اجازت دیں اس دعا کے ساتھ کہ آنچل ہمیشہ ہمارے سروں پر تا قیامت رہے آمین۔

حبا قریشی...... عبد الحکیم۔ السلام علیکم! آپی آپ کیسی ہو؟ آپ خیریت سے ہوں یہ دعا ہے ہماری رب باری تعالیٰ سے لیٹر لکھا صرف فریدہ فریدآپ کی وجہ سے ایک اسٹوری ہم تو مسحور ہو گئے سچ میں آپی جی یہ خط صرف اور صرف آپ کے نام میری طرف سے یہ گلدستہ قبول فرمائیں' شکریہ قبول کرنے کا۔ فاخرہ گل جی آپ تو آنچل کی شہزادی ہو اسٹوری از دا بیسٹ ارش پلیز اجیہ سے جدا مت ہونا نازی آپی یہ دو بیوٹی فل آنکھیں کس کی ہیں آپ کی آئی ڈی پر۔ باقی اسٹوری تو بہت بہترین ثابت ہوگی ہے اقرا آپی آپ کی کہانی میں تو بہت زیادہ تجسس پایا جاتا ہے پلیز اس کو جلد ہی ختم کریں باقی کہانی تو سب سے پہلے پڑھنے کو دل کرتا ہے۔ زید اور سودہ بہت بہترین جوڑ ہے "قصہ رائٹرز بننے کا" ایک بہت اچھی ہلکی پھلکی کہانی تھی' بہت اچھا لگا پڑھ کر۔ ماریہ تو بالکل میری جیسی ہوتی ہے' سارہ مدن جیسی ہوتی ہے بے چاری ہر وقت چائے بناتی رہتی ہے۔ "اماں بی" پڑھ کر تو اپنے دادا جان یاد آ گئے جب وفات پائی تو میں بھی چائے ہی پکار رہی تھی اور ہاتھ کانپ رہے تھے اللہ تعالیٰ میرے دادا جان کو جنت میں جگہ دے آمین۔ مکمل ناول اچھا تھا مگر ایک دم ہی ڈرامائی شکل اختیار کر گیا' باقی اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز کی توفیق دے آمین۔ سارے آپ سے باتوں میں یہ تو یاد ہی نہیں رہا کہ ماڈل کیسی تھی تو سنئے جناب' ماڈل کو تو ہم نے ہوائی' کس کی' مجھے یہ لڑکی بہت زیادہ ہی پیاری لگتی ہے معصوم صورت اور جھمکے تو اگر میرے بس میں ہوتا تو ادھار مانگ لیتی۔ مجھے ایسے ہی جھمکے پسند ہیں' رات زیادہ ہوگئی ہے اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین۔ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین' پاکستان زندہ باد' پاک فوج پائندہ باد۔

شبنم کنول...... پاپا نگری' حافظ آباد۔ السلام علیکم! میری طرف سے سب کو پیار بھرا اسلام کیسی ہیں آپ سب؟ آنچل تمام ڈائجسٹ میں ٹاپ آف دی لسٹ جا رہا ہے دعا ہے کہ یہ ہمیشہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کے منازل طے کرتا رہے آنچل نے ہمیشہ اپنے پرانے اور نئے لکھنے والوں کی پذیرائی کرتا ہے آنچل میرا محسن ہے اس کی ہر اسٹوری میں کسی نہ کسی کردار کی صورت میں ہمیں اپنے اردگرد کے ماحول کے بارے میں پتا چلتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں لکھنے والی بہنیں ان کی تو کیا ہی بات ہے' ہر کوئی الگ ہی روپ لے کر آتی ہیں چار چاند لگانے۔ اب آتی ہوں اپنے فیورٹ ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" آخری موڑ پہ ہے پر سے اوپر جا رہا ہے' پلیز نازی آپی درمکنون کے ساتھ برا مت کریے گا بس جلدی جلدی صیام اور درمکنون کی شادی کر دیں' شکریہ۔ شہزاد اور عبدالہادی کی شادی ہونی چاہیے ان دونوں کی جوڑی ایک ساتھ اچھی لگتی ہے۔ سمیرا جی آپ بھی کچھ کم اچھا نہیں لکھتی' بہت ہی زبردست لکھتی ہیں ابھی چار قسطیں ہی ہوئی ہیں اور کہانی زبردست موڑ پہ آ گئی ہے۔ شہرینہ کے دل میں افکن کی محبت آ جائے ویسے شہرینہ بے چاری کے ساتھ بھی افکن کچھ اچھا نہیں کرتا۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" واہ جی لاجواب مائدہ نے تو محبت کو سچ کر دکھایا اب جنید یقین کرے گا یا نہیں' جوڑی اچھی لگے گی ان دونوں کی۔ اللہ انشراح کے ساتھ کچھ تو اچھا کر دیں' مجھے انشراح کی نانی پر بہت غصہ آتا ہے' نوفل کو بھی تھوڑا دل نرم کرنا چاہیے انشراح بے چاری کا کیا قصور ہے۔ عروہ بی بی خواب ہی دیکھتی رہے گی زید کے سودہ ہی زید کی دلہن بنے گی۔ فاخرہ آپی میں آپ سے ناراض آپ نے پھر اجیہ کے ساتھ برا کیا' تھوڑی سی خوشی تو دے دیتی غزنی شروع سے ہی مجھے اچھا نہیں لگتا۔ شرمین سے بھی بس اللہ ہی بچائے' سکندر صاحب کو تو دیکھو ذرا اللہ رحم کرے پیاری اجیہ پر۔ باقی سب افسانے ناولٹ ناول' بھی زبردست ہیں' اجازت دیں زندگی نے دی اجازت تو پھر آؤں گی آئینہ میں' اللہ حافظ۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل رائٹرز اینڈ ریڈرز اور خاص طور پر بہت ہی پیاری آپی شہلا آپ کو انیلا طالب کا سلام قبول ہو۔ دن گن گن کر آخر 24 ستمبر کو آنچل مجھے ملا وہ بھی سعیدہ آنٹی کے ہاتھوں' جب بھی وہ ہمارے گھر آتی ہیں میں آنچل لانے کی فرمائش ضرور کرتی ہوں اور وہ آگے سے میسج کر کے کہتی ہیں...... "انیلا! اچھا سا کھانا بنانا اگر آنچل لینا ہے تو" میرا جواب آگے سے ہوتا ہے آنٹی میں آپ کے لیے دعا کروں گی آنچل ضرور لانا۔" چلیں چھوڑیں کیا باتیں لے کے بیٹھ گئی ہیں' ماڈل ردا کی پیاری تصویر سے سجا سرورق پسند آیا' سرگوشیاں' حمد و نعت کے بعد ہمارا آنچل پہ آئے روبینہ کوثر اور باقی بہنوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ مکمل ناول میں "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" بڑا زبردست جا رہا ہے' اجیہ کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونا چاہیے شرمین کا علاج کریں۔ فاخرہ آپی آئی لائک یو آپ بے حد اچھا لکھتی ہیں' صف ستھری تحریر مزہ آ جاتا ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" اور "تیری زلف کے سر ہونے تک" دونوں ناول اچھے جا رہے ہیں۔ ناولٹ میں صبا عیشل کا "خواب زادی" پسند آیا' ان دنوں بہت مصروف ہوں اس لیے باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے۔ بیاض دل میں ریما نور' شانزہ ساحر' حافظہ سمیرا کے اشعار من کو بھا گئے نیرنگ خیال میں وفا آرزو' ذنیرہ طاہر اور فوزیہ سلطانہ کی شاعری دل پر لگی' اپنی ڈھائی سال پہلے کی نظم دیکھ کے بے حد خوشی ہوئی۔ ایمان آپی بہت شکریہ' مہربانی۔ پیاری حنا کنول آپ نے اتنی اپنائیت سے عید کی مبارک باد دی مجھے بے پناہ اچھا لگا۔ فائزہ بھٹی عید کی مبارک باد دینے کا شکریہ' دوست کا پیغام آئے میں سب نے اچھے اچھے پیغام لکھے آئینہ میں رمیشہ روشن کا تبصرہ اور آپی ارم کمال کا تبصرہ اچھا لگا' ڈیئر نجم انجم اعوان' پیاری گل مینا خان میرے اشعار پسند کرنے پر دل سے مشکور ہوں آنٹی کوثر خالد آپ تو ہیں ہی اتنی پیاری تبصرہ بھی لشکارے مارتا رہا۔ ہم سے پوچھیے میں آپی ارم اور نورین انجم کے اچھے اچھے سوالات خوب رہے آخر میں اپنا غم دل بھی سنا لیں' پتا ہے آنچل کے لیے ان

گئت خوب صورت تحریریں آتی ہیں مگر دل بے صبرا یقین نہیں پکڑتا ضد کرتا ہے کہ بھئی تمہاری کہانی کو سلیکٹ ہوئے آٹھ ماہ گزر گئے ابھی تک نہیں اس سے پہلے بھی شاید 2016ء کے آخری مہینوں میں زندگی کتنی حسین ہے کے نام سے بڑی محنت سے ایک تحریر لکھ کر بھیجی پتا نہیں ردی میں چلی گئی ہوگی بے چاری ویسے میرا دل کہہ رہا ہے کہ میری منتخب تحریریں جلد ہی لگیں گی نہ بھی لگیں تو...... ہم کون سا آنچل صرف اپنی تحریریں کے لیے پڑھتے ہیں دیگر سلسلوں میں ہمارا نام آ جاتا ہے میرے لیے یہی بہت ہے خوش رہیں اللہ کو یاد کرتے ہیں زندگی رہی تو اگلے ماہ حاضری دوں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ۔ السلام علیکم شہلا آپا اینڈ ڈیئر آنچل فرینڈز کیسے ہو آپ سب؟ امید واثق ہے خیر خیریت سے ہوں گے سب سے پہلے تو آنچل وحجاب کے تمام اسٹاف ممبرز حجاب کی سالگرہ کی مبارک باد وصول کریں۔ اللہ کرے آنچل کی طرح حجاب بھی دن دگنی رات چوگنی ترقی کے منازل طے کرے۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو آنچل 29 کو ملا ٹائٹل گرل بس سو سو رہی آگے بڑھے راستے میں قیصر آرا آپی سے سرگوشیاں کیں حمد و نعت نے دل کو سکون بخشا جیسا کہ بقول شاعر......

عشق ہوجائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں

درجواب آں میں جھانکتے ہوئے آگے بڑھے دانش کدہ سے ہمیشہ کی مستفید ہوئے۔ ہمارا آنچل میں فصیحہ الاسلام، شمع شکیل روبینہ کوثر اور عائشہ اشرف سے ملاقات خوب رہی جبکہ شمع شکیل، چنگیز خان اور دجال کی ہسٹری کو تو ہم نے بھی نہیں چھوڑا آگے بڑھے تو سمیرا شریف طور آگئیں "جنون سے عشق تک" میرا فیورٹ مکمل ناول شکر ہے شہری کا نکاح ہو گیا فلن سے اس کے بعد جو توڑ پھوڑ کی وہ الگ۔ دیکھتے ہیں دوسر پھری کیسے کمپرومائز کرتی ہے اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے پھر ملے نازی کنول سے "شب ہجر کی پہلی بارش" کے ساتھ سدید علوی اور ساویز بھائی نکلے نئے کردار عدینہ اور صبا اپنی پرانی دشمنی کا بدلہ درمکنون سے کیسے لیتی ہیں یہ تو آگے پتا چلے گا جبکہ شہزاد کے ساتھ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکنے والا معاملہ لگتا ہے۔ اقرا صغیر احمد کا "تیری زلف کے سر ہونے تک" نوفل کا انشراح کے ساتھ ہتک آمیز رویہ برا لگا لیکن کیا کریں یہ رویہ بھی انشراح کی ماں کے عمل کا ردعمل تھا بے چاری انشراح پر ترس آیا اور جہاں آراء پر بے پناہ غصہ۔ دوسری طرف زید سودہ کے لیے کوئی اسٹینڈ لیتے نہیں اور پیارے میاں کے سالے صاحب کہنے پر بھڑک اٹھے اب پتا نہیں جہاں آرا بیگم کون سی نئی چال چلنے والی ہیں پھر بڑھے فاخرہ گل کے "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" کی طرف سکندر صاحب کے اس عمر میں بھی چونچلے ختم نہیں ہورہے۔ شرمین اور غزنی پر بہت غصہ آیا بے چارہ ربش اجیہ کو ملے بغیر چلا گیا اوپر سے شرمین کا اجیہ کو بدگمان کرنا دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے۔ "ابھی پھولوں میں خوشبو ہے" یاسمین نشاط کا مکمل ناول بہترین رہا۔ کیا فیاض خان جیسے مخلص لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں جبکہ اتنی کٹھنائیوں کے بعد اسیارہ کو اپنا جیمس یعنی فیروز خان مل گیا۔ ناولٹ کی دنیا میں "خواب زادی" کے ساتھ صبا عیشل نظر آئیں، کچی عمر کے خوابوں کا عکس پیش کرتی ہوئی انٹرسٹنگ اسٹوری تھی۔ افسانوں میں "بند ہونٹوں کی بات" راشد رفعت نے خوب سمجھائی۔ "قصہ رائٹر بننے کا" عمارہ احمد نے بہترین طریقے سے قلم بند کیا۔ پہلے تو اقراء کا خوب ریکارڈ لگا آخر سب کو ماننا ہی پڑا کہ وہ لکھ سکتی ہے (ویسے تو پس کی بات ہے مجھے بھی لگتا ہے کہ میں لکھ سکتی ہوں) باقی آنچل رہتا ہے۔ مستقل سلسلوں میں۔ ہومیو کارنر سے علم میں اضافہ کیا۔ بیاض دل میں فائقہ صدیقی، ایمان بٹ، ارم کمال اور حافظہ کمیرا کے انتخاب پسند آئے۔ ڈش مقابلہ منہ میں پانی لے آیا، بیوٹی گائیڈ کو پڑھتے ہوئے بزم نیرنگ خیال میں پہنچے فریدہ فری، ام نصیر، نورین مسکان کی غزلیں اور بشیرا ئیلم زنیرہ طاہر، فوزیہ سلطانہ اور طیبہ مغل کی نظمیں پسند آئیں۔ دوست کا پیغام آئے سب پیغامات پڑھ ڈالے کسی نے یاد نہ کیا تھوڑا افسردہ ہوئے (چلو کوئی گل جیسی) یادگار لمحے میں مریم مرتضیٰ، نورین انجم، نجمہ اعوان، ارم کمال اور ارم ریاض کی نگارشات پسند آئیں۔ آئینہ میں جانے پہچانے دلکش چہرے نظر آئے جن میں ہمیشہ کی طرح پہلے نمبر پر کوثر خالد رہیں اس کے بعد عیشہ روشن اور گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس کا تبصرہ جاندار رہا۔ ہم سے پوچھئے جواب دہا۔ آخر میں آنچل کے لیے ڈھیر ساری دعائیں زندگی رہی پھر ملاقات ہوگی اللہ حافظ پاکستان زندہ باد۔

مون قریشی...... عبدالحکیم۔ السلام علیکم! آپ لوگ خیریت سے ہیں اللہ تعالیٰ خیر ہی رکھے آمین۔ اس دفعہ تو ناول نے دل ہی جیت لیا واہ کیا بات ہے جناب چشم بددور۔ حمد و نعت خوب رہی، جس کہانی نے ہمیں بہت زیادہ ہی مسکرانے پر مجبور کردیا وہ تھی "قصہ رائٹر بننے کا" واہ جی واہ کیا بات ہے شاباش عمارہ خان۔ سارہ کی طرح میں چائے کی پکالی رہتی ہوں ماریہ تو تھی ہی ماریہ جیسی خصوصیات رکھنے والی (بڑی بہن کی طرح) چائے تو ہم بھی جب بھائی چلے جاتے تب ہی بناتے ہیں اب ہر بار تو نہیں نہ دے سکتے انہیں چائے پھر آئے فاخرہ آپی کی طرف پھر تو ہماری مسکراہٹ ہی چھین لی۔ ربش کو گمشدہ کرکے اور یہ سونگ یاد آرہا ہے کہ "اجیہ سکندر کچھ نہ جانے بڑھتے طوفان کو نہ جانے" آپ کی والدہ محترمہ کا جانا بہت بڑا دکھ ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔ نازی آپی پلیز سدید کو کیوں گم کردیا پلیز لے سامنے لائیں جلدی۔ اب میں آپ سے فرمائش کرتی ہوں کہ اپنے بچوں کی تصویروں کو آنچل میں لگائیں پلیز پلیز آپی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے گھر میں خوش رکھے آمین۔ اچھا اجازت دیں اگلے مہینے پھر آئیں گے پاکستان ہمیشہ قائم و دائم رہے آمین۔

مسز اکبر...... ملتان۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام آنچل پڑھنے والوں کو میرا اسلام شہلا آپی میں آنچل تقریباً بارہ سال سے پڑھ رہی ہوں لیکن کبھی خط لکھنے کا حوصلہ ہی نہیں ہوا آج سوچا آپ کو خط لکھ ہی ڈالوں آنچل میری بہت ہی پیاری سہیلی ہے میں جب بھی اداس

ہوتی ہوں تو آنچل میرے ساتھ ہوتا ہے۔ آنچل کی سب ہی کہانیاں بہت اچھی اور سبق آموز ہوتی ہیں سب سے پہلے سرورق پر نظر پڑی ماڈل بس ٹھیک ہی تھی اس کے بعد سرگوشیاں پڑھیں اور اس کے بعد حمد و نعت پڑھ کر سرور حاصل کیا۔ سلسلے وار ناول اقراء صغیر احمد آپی آپ بہت ہی اچھا لکھ رہی ہو مجھے لگتا ہے نوفل نویرہ کا بیٹا ہے۔ انشراح کی خالہ کا بیٹا سودہ اور زید مجھے بہت اچھے لگتے ہیں سودہ جی میری جلدی سے بھابی بن جاؤ نا کہانی بہت اچھی ہے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ نازیہ کنول نازی آپی آپ کی محنت رنگ لا رہی ہے اب تو آخری قسط کا انتظار ہے نازی آپی آپ تمام کرداروں کے بارے میں ہر قسط میں لکھا کریں۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" شکر ہے گمشدہ ملنے شروع ہوگئے ہیں اب مسکراتے کب ہیں یہ تو فاخرہ گل ہی بتائیں گی۔ "جنون سے عشق تک" اب شہرینہ اور الگن کا جنون تو ہم پڑھ ہی رہے ہیں عشق کب ہوتا ہے اب تو یہ دیکھنا ہے۔ افسانے آل ٹو آل تمام اچھے تھے "بند ہونٹوں کی بات" راشدہ رفعت کا منا بہت اچھا لگا۔ "قصہ رائٹر بننے کا" بہن بھائیوں کی چھیڑ چھاڑ اچھی لگی اسیر محبت سے تو مجھے بھی سبق حاصل ہوا یہ بات تو حقیقت ہے ہر رشتے بیلنس مانگتا ہے پشیمانی بھی ہماری آج کل کی لڑکیوں کے لیے ماں جیسے اپنے بچوں کی رہنمائی کرتی ہے مجھے ویسی ہی لگی ناولٹ "خواب زادی" میں لیان مجھے اپنے شوہر سلو جیسا لگا (آہم)۔ مکمل ناول ابھی کہیں پڑھا ویسے ایک بات بتاؤں میں سلو سلو پڑھتی ہوں کہ کبھی آنچل ختم ہی نہ ہوجائے (ہی ہی ہی) آئینہ تو میں شوق سے دیکھتی ہوں آپ کی صحت ہم سے پوچھے سب دیکھتی ہوں آنچل پورا پورا پڑھتی ہوں اچھا بھئی زندگی رہی تو آئندہ بھی شامل رہیں گے اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے آمین پاکستان زندہ باد۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک، وزیر آباد۔ السلام علیکم! کیسی ہیں شہلا آپی اور آنچل فرینڈز آنچل مجھے 20 کو مل گیا تھا ٹائٹل اچھا تھا سب سے پہلے آنٹی قیصرا آرا کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے۔ در حجاب آل میں سب بہنوں کے لیٹرز ملاحظہ کیے دانش کدہ میں جھانکا تو یہ سلسلہ بہت معلومات لیے ہوئے تھا۔ ہمارا آنچل میں جھانکا تو چاروں بہنوں کے تعارف پسند آئے ویسے عائشہ اشرف کا تعارف زیادہ پسند آیا۔ سلسلے وار ناولز میں "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ جی سلو کیوں ہوگئی ہیں زاویار اور عائلہ کی بھی اسٹوری چلائیں۔ "جنون سے عشق تک" سمیرا جی بہت زبردست اسٹوری جا رہی ہے۔ "خواب زادی" صبا عائشل جی آپ کی اسٹوری ہمیں واقعی خوابوں میں لے گئی رنگیلی مزہ آگیا۔ "اسیر محبت" ندا حسنین یہ تو بالکل سچی اسٹوری لکھ دی آپ نے (آہم)۔ "پشیمانی" خدیجہ جلال انسان جب جوش میں آتا ہے نہ تو اسے کوئی ہوش نہیں ہوتا اس کی آنکھیں بند اور منہ کھل جاتا ہے اور بعد میں نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے انسان کو اس لیے جو بھی کام کریں سوچ سمجھ کر کریں۔ صرف پچھتاوا رہ جاتا ہے سبق آموز اسٹوری تھی۔ "قصہ رائٹر بننے کا" عمارہ خان ایک بھرپور ہنسی مذاق لیے ہوئے تھی اسٹوری نائس جی۔ "ابھی پھولوں میں خوشبو باقی ہے" یاسمین نشاط بہت مزے کی اسٹوری تھی میں تو کھو گئی "بخت کا ستارہ" نظیر فاطمہ مجھے تو رونا گیا اتنی اچھی اسٹوری شروع سے دکھی اور اینڈ پر بھرپور خوشی۔ "بند ہونٹوں کی بات" راشدہ رفعت جی ہمارے ہونٹوں پر تو آپ نے مسکراہٹ بکھیر دی بہت یونیک اور ایک ہٹ کے اسٹوری لکھی آپ نے بہت سے سرے تھامے آپ نے لائف کے رنگیلی مزہ آگیا۔ ایسی کہانیاں لے کے آتی رہیے آنچل کے دوسرے سلسلے کی طرف بڑھے تو کام کی باتیں میں بہت اچھی باتیں پڑھنے کو ملیں۔ ہم سے پوچھیے میں ارم کمال، نجم انجم اعوان کشمالہ آپ سب کے سوالات مزے کے تھے آئینہ میں رحیمہ روشن، کوثر خالد آپ دونوں کا تبصرہ جاندار تھا۔ یادگار لمحے میں غلام سرور، مریم مرتضیٰ، نجم انجم آپ نے لمحوں کو یادگار بنا دیا۔ دوست کا پیغام آئے میں زندگی تنویر خلیل کے نام دو پیغام بھیجے لیکن شامل نہیں ہوئے آپ نے دوستی کی آفر مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ اسماء گل جی آپ کی دوستی بھی قبول ہے، روشنی وفا دعائیں دینے پر شکریہ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ نیرنگ خیال میں زینب گل، ام نصیر، نعیم انصر آپ کی تخلیق بہت اعلیٰ تھی۔ بیاض دل میں شازیہ اختر، شگفتہ نورین، ارم کمال آپ کی پسند لاجواب تھی۔ ہومیو کارنر بہت معلومات میں اضافہ کرتا نظر آتا ہے آنچل ہر بار کی طرح اس بار بھی ایک دم پرفیکٹ تھا اللہ تعالیٰ نے میری نند ماریہ علی کو چاند سا بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام اس نے عرصم علی رکھا ہے میری طرف سے بہت بہت مبارک باد اللہ تعالیٰ عرصم علی کو صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین اینڈ پر سب کے لیے ڈھیروں دعائیں اللہ حافظ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

صباء زرگر، زرکا زرگر...... جوزہ۔ السلام علیکم! آل آنچل و حجاب ریڈرز۔ امید ہے کہ سب لوگ خیریت سے ہوں گے آفٹر آل ہماری اور سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمیں ہر دفعہ آنچل 23 کو مل جاتا ہے بغیر مصیبت و مشقت کے اس دفعہ ہماری عید بھی بس ٹھیک ہی گزری۔ ماڈل نائس تھی سب سے پہلے احادیث پڑھی پھر سرگوشیاں پھر حمد و نعت سے دل کو سکون پہنچایا۔ ابھی تک کوئی اسٹوری نہیں پڑھی بس یادگار لمحے بیاض دل آئینہ اور دوست کا پیغام پڑھے سوری کہ ابھی تک کوئی اسٹوری نہیں پڑھی۔ ہم دونوں نے پہلی دفعہ آئینہ میں لکھا ہے پتا نہیں کہ تم لوگوں کو پسند آئے گا یا نہیں۔ رحیمہ روشن شکریہ ہمارا اور اقصیٰ دنشیاں کا انٹرویو پسند کرنے کا۔ فائزہ بھٹی چلو ہم دونوں کے خیالات تو ملتے ہیں کہ میتھ ہوتا ہی بور کرنے کے لیے ہے۔ کوثر خالد آپ نے اقصیٰ دنشیاں زرگر کا انٹرویو نہیں پڑھا تھا 2013 کے کسی رسالے میں ایڈ ہوا تھا تھینک یو کہ آپ کو ہماری شاعری پسند آئی۔ کوثر خالد اور جی آپ نے ہماری شاعری دھیان سے پڑھی بالکل جیتے وہی ہیں جو مرتے ہیں دوسروں کے لیے۔ سچ بالکل سچ کہا آپ نے۔ ہم نے مقابلہ اس لیے کیا تھا کہ ہم سب دیکھنا چاہتی ہیں کہ آپ لوگ سنیاں و اقصیٰ زرگر کو یاد رکھے ہوئے ہیں یا پھر بھول گئے ہو ویسے آپ سب کو بتا دیتی ہوں کہ اقصیٰ زرگر میری پھوپو ہیں اور سنیاں زرگر میری بڑی بہن ہے جن کی اب شادی ہوگئی ہے ان کا ایک بیٹا بھی ہے محمد عمر لو یو عمر۔ احسن عزیز حلیم شکریہ ہمارا انٹرویو پسند کرنے کا اور یادگار لمحے کو پسند کرنے کا بھی بہت شکریہ

بیاضِ دل میں زین الدین شانی، شگفتہ نورین آمنہ غلام نبی شازیہ اختر ام سیٹز عائشہ رحمٰن ہنی آپی ارم کمال کیا کہنے آپ سب کا۔ زبردست انتخاب نیرنگ خیال میں مدیحہ گل واہ کیا کہنے تمہارے۔ یادگار لمحے میں مریم مرتضیٰ، مجم انجم اعوان آپی ارم زبردست ہو سکے تو ہم دونوں کو دعاؤں میں یاد رکھنے کا رب سوہنے دے حوالے اللہ حافظ۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری سی شہلا جی سدا ہنستی اور مسکراتی رہیں آمین۔ السلام علیکم! امید ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں گی، آنچل کا شمارہ بروقت موصول ہوا وقت کی پابندی ہمارے آنچل کا طرۂ امتیاز ہے ٹائٹل گرل کی مسکراہٹ بہت دلنشین تھی۔ سرگوشیاں سے حجاب کی سالگرہ نمبر کی خوش خبری پاتے ہوئے حمد و نعت سے دل کو سکون بخشا۔ میری طرف سے سالگرہ نمبر کی سب کو پیشگی مبارک باد۔ در جواب آں سے بہنوں کے دکھ سکھ سے آگاہی ملی۔ دانش کدہ سے ذہن خوب متاثر ہوا ہمارا آنچل میں فصیحہ الاسلم اور روبینہ کوثر ڈائریکٹ دل میں اتر گئیں، سب سے پہلے اپنا موسٹ فیورٹ ناول "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" پڑھا اجیہ اور ارتش اپنی زندگی کے نازک دوراہے پر کھڑے ہیں، اللہ کرے ارتش اور اجیہ کے ساتھ کو کسی کی نظر نہ لگے اور شرمین کا تو منہ کالا کروانا چاہیے اپنی اندھی خواہشات کے لیے اتنا بھی نہیں کرنا چاہیے اور سکندر صاحب کو تو چوک میں کھڑا کر کے سو جوتے مارنے چاہئیں۔ راشدہ رفعت کی "بند ہونٹوں کی بات" مزہ دے گئی۔ "بخت کا ستارہ" میں نظیر فاطمہ نے دل خوش کر دیا۔ "ابھی پھولوں میں خوشبو ہے" میں یاسمین نشاط نے کہانی کو جلدی جلدی سمیٹا ہے تشنگی سی رہ گئی۔ "قصہ رائٹر بننے کا" لبوں پر مسکراہٹیں بکھیر گیا (ویل ڈن عمارہ خان)۔ شمارے کی اے ون "ایاں پی" رہیں (شاباش سمیرا سرفراز) "جنون سے عشق تک" شہرینہ کا ردعمل اس کے لائف اسٹائل اور تربیت کے لحاظ سے نارمل ہے یہ شادی ہو گئی تو صبح و شام ڈرون حملے ہوا کریں گے۔ "اسیر محبت" میں ندا حسین نے بہت اچھا سبق دیا کہ اسیر محبت کو اسیر رکھنے کے لیے الفت اور محبت کی ڈور سے مسلسل باندھ کر رکھنا پڑتا ہے تب ہی محبت کی کہکشاں آپ کے زندگی کے آسمان پر سدا چمکتی رہتی ہے۔ "خواب زادی" میں خوابوں نے مجھے بھی خواب دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ بیاض دل میں شبانہ امین راجپوت، نادیہ شعیب اور سمیرا تعبیر کے اشعار اے ون رہے۔ نیرنگ خیال میں مدیحہ گل، انیلا طالب اور نورین مسکان سرور کی شاعری دل کو چھو گئی۔ دوست کا پیغام آئے میں سب بہنوں کے کھٹے میٹھے پیغامات نے سماں باندھ دیا جن بہنوں نے مجھے یاد رکھا ان کا از حد شکریہ۔ آئینہ میں سب کے چمکتے دمکتے تبصرے خوب بہار دکھا رہے تھے ہم سے پوچھیے میں شمائلہ کے مزے دار اسپائسی جواب شمارے کی جان ہوتے ہیں، اچھا اب اجازت دیں فی امان اللہ۔

ایس این شہزادی کھرل...... جڑانوالہ۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف آنچل قارئین اور شہلا آپی کو سلام۔ اس دفعہ آنچل 24 کو مل گیا تھا اور میرا خط لکھنے کی وجہ اس دفعہ ٹائٹل بہت ہی پسند آیا آپی اس طرح کے ہی ٹائٹل دیا کریں آپی میں جو ہر دفعہ پہلے لسٹ دیکھتی ہوں اس دفعہ اپنے نام کی وجہ سے سارا ڈائجسٹ دیکھا لیکن کہیں اپنا نام نہ ملا اور واپس لسٹ آ کر دیکھی تو لسٹ میں مکمل تین ناولٹ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا اور پھر ہمیشہ کی طرح پہلے حدیث پڑھی، سرگوشیوں کے اوپر جو حدیث ہوتی ہے وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ سرگوشیاں سنیں اور "شب ہجر کی پہلی بارش" پر سیدھی چھلانگ لگائی ورنہ تو فل نازی آپی۔ شہزاد ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ پھنس گئی ہے آپی جی یہ سدید کہاں گیا ہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" واہ آپی اقراء جی کیا ہی کہنے آپی سمیرا شریف اس قسط میں تو آپ نے ہر جگہ شہرینہ کا موڈ آف دکھایا ہے لڑکی تو ہنستی مسکراتی اچھی لگتی ہے۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" آپی فاخرہ گل اجیہ بے چاری کے ساتھ اب اتنا برا تو نہ کریں وہ تو اچھی ہے اور لیلیٰ بیگم کو اب کوما سے ہوش آ جانا چاہیے اور شرمین میرا دل کرتا ہے شوٹ کر دوں اتنا برا بھی انسان کو نہیں ہونا چاہیے۔ مستقل سلسلے میں آئینہ خانے میں آنی کوثر خالد اور مدیحہ نورین مہک کے خطوط پسند آئے مدیحہ نورین مہک باقی سلسلوں سے غائب کیوں تھی؟ وجہ؟ دوست کا پیغام آئے میں لیلیٰ رب نواز کا شہیدوں کو سلام کرنا اور فوجیوں کے لیے دعا کرنا پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ لیلیٰ کی خواہش پوری کرے آمین۔ آپی میرا بھائی بھی آرمی میں ہے وہ دو سال شمالی وزیرستان اور وادی تیراہ میں فرائض انجام دیتا رہا ہے اس کے بعد ان کی پوسٹنگ ابھی اگست 2017ء میں ہوئی ہے ایک میرے ماموں بھی آرمی میں ہے وہ آج کل جموں آزاد کشمیر میں ہوتے ہیں اور بھی ماموں اور چاچو آرمی میں ہیں اور مجھے خوشی ہوتی ہے ہمارے ابو بھی ریٹائرڈ فوجی ہیں۔ ہمارے خاندان میں زیادہ تر اسکول ماسٹر اور آرمی میں ہی ہیں اور اس کے لیے ہمیں فخر ہے۔ باقی ڈائجسٹ ابھی پڑھا نہیں اس لیے تھوڑا سا تبصرہ کیا۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ میرے پیپرز کے لیے دعا کریں یہ لاسٹ سمسٹر ہے اور میرے پیپر اچھے سے ہو جائیں اینڈ میں میرے ابو کے لیے دعا کریں اللہ انہیں تندرستی دے اللہ حافظ۔

شائستہ جٹ...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی اور تمام آنچل رائٹرز ریڈرز کو، امید کرتی ہوں سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فٹ فاٹ ہوں گے تو جناب بڑھتے ہیں اس ماہ کے آنچل کی جانب سرورق ماڈل بس ٹھیک ہی لگی پھر بڑھے ہم مدیرہ جی کے پاس بھئی ان کی باتیں سو فیصد درست ہیں اور نئی لکھاری جنہیں بھی ذرا صبر کا دامن تھامیں، بھئی اور صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اس کی مثال ہم خود ہی دیتے ہیں بھئی اپنی کہانی ہم نے ارسال کر دی مگر اس کے باوجود مجال ہے جو ہم نے تنگ کیا ہو اور اللہ کے فضل و کرم سے اس بار حجاب میں ہماری تحریر زینت بن گئی اس کے لیے ہم تمام آنچل اسٹاف کے مشکور ہیں اللہ آنچل و حجاب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔ حمد و نعت سے دل کو منور کیا اور دانش کدہ ہر بار کی طرح معلومات کا وسیع ذخیرہ لیے ہوئے تھا اب آتے ہیں سلسلے وار ناولز کی جانب تو جناب "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقراء جی پلیز کوئی نیا ٹوئسٹ لائیں اور یہ مائدہ یقیناً کوئی بڑی غلطی کرنے والی ہے۔ انشراح اور نوفل کی کہانی کا کردار جمود کا شکار

ہے۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ بس ٹھیک ہی لگا۔ ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ لو جی نیا کارنامہ شرمین کا بدگمانی کا زہر اجیہ کو دے گئی اب دیکھو کیا بنتا ہے۔ ”ابھی پھولوں میں خوشبو ہے“ ٹھیک رہا۔ ”جنون سے عشق تک“ کچھ تو آگے بڑھاؤ نا اور ”بخت کا ستارہ“ نارمل تھا ویسے آج کل ایسے قدر والے لوگ ملنا تھوڑا مشکل ہے جیسا شارق کا کردار دکھایا گیا ہے۔ ”خواب زادی“ خوابوں کا ہی رنگ لگا ”اماں بی“ بس ٹھیک ہی تھا۔ افسانے سارے نارمل ہی تھے اس کے بعد بڑھے ہم شمائلہ کی طرف سوالوں کے جوابات پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا اور ہنسی تو ہونٹوں پر ٹھہری گئی۔ یادگار لمحے میں سب نے زبردست لکھا نیرنگ خیال میں وفا آرزو غزالہ جلیل راؤ رونیشا ملک نے کمال کا لکھا۔ بیاض دل سب کے اشعار اچھے لگے باقی سارے سلسلے بھی کمال کے تھے اب اجازت دیں ان شاءاللہ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ پاک ہمارے ملک کو ہر بری نظر سے بچائے اور ہمارے ملک کا نام پوری دنیا میں روشن ہو آمین۔

سین ارشاد...... احسان پور۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ میری طرف سے تمام اسٹاف کو محبت بھرا اسلام جی تو اب بات ہو جائے ہمارے پیارے آنچل کی سمجھ نہیں آتی کیا لکھوں پیارے آنچل کا ہر سلسلہ ہی لاجواب ہے۔ ٹائٹل پر ماڈل کو دیکھ کر بے ساختہ ماشاءاللہ کہا۔ درجواب آں میں دلکش مریم کے والد کی رحلت کا سن کر بہت افسوس ہوا بیشک والدین جیسی نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو صبر و جمیل عطا فرمائے تعارف میں شمع شکیل کا تعارف بہت اچھا لگا جناب آپ منگنی شدہ ہو تو ہم شادی شدہ ہیں بلکہ ایک پیاری سی بیٹی کی ماں بھی ہوں۔ مجھے آپ سے مل کر بہت اچھا لگا ”شب ہجر کی پہلی بارش“ بہت خوب نازیہ آپی پ ہمیشہ ایسے ہی لکھتی رہیں لیکن پلیز آپی در مکنون کو صیام سے بالکل بھی جدا نہ کرنا اور آپی عبدالہادی کی شادی شہزادے سے ہی کرنا۔ ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ پلیز اقرا جی انشراح کو لاریب جیسے خبیث انسان سے بچانا اور زید عجیب آدمی ہے نہ سودہ کو کسی اور کے ساتھ دیکھنا پسند کرتا ہے اور نہ خود اس سے اظہار محبت کرتا ہے اور آپی آنچل کی ساری کہانیاں ہی لاجواب ہیں۔ ڈش مقابلہ میں نزہت جبیں ضیاء کی ڈش اچھی لگی کیونکہ کریلے اور چنے کی دال بہت پسند ہے اور نیرنگ خیال میں تہمینہ کوثر کی غزل اچھی لگی اور پیاری طیبہ خاور کیا آپ بھول گئی ہو مجھے لیکن میں نہیں بھولی میں آپ کو یاد کرتی ہوں اور آپ کے لیے دعا میں مانگتی ہوں کہ آپ سب خوش رہو اور ہنستی مسکراتی رہو پھولوں کی طرح اب میں اجازت چاہتی ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو اور مزید ترقی دے اللہ حافظ۔

عاصمہ عبد المالک...... گوجر خان۔ السلام علیکم شہلا جی اینڈ قارئین آنچل کیسے ہیں آپ لوگ؟ تو جناب آنچل کے سبھی سلسلے زبردست ہیں اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے آمین۔ ماڈل کی دل چھو لینے والی مسکراہٹ نے دل موہ لیا۔ سب سے پہلے تو ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ میں کیا جی یہ زید میاں منہ سے بولتے نہیں اچھا ہے پھر سلگتے رہیں اندر ہی اندر اور سودہ کو لے اڑیں گے پیارے میاں اور یہ نوفل میاں کہ جذبات کو تھوڑا ٹھنڈا کر دیں پلیز اور ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ کی تو کیا بات ہے جناب لیکن برائے مہربانی اجیہ اور اربش کو مزید آزمائش میں مت ڈالیں اور شرمین جیسی لڑکیوں سے تو اللہ بچائے۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ بس ٹھیک ہی تھی افسانوں میں ”خواب زادی“ نے متاثر کیا میری دعا ہے کہ اللہ پاک تمام خواب زادیوں کے خواب اس طرح سچ کر دے آمین مگر آہ خواب تو ہوتے ہی ٹوٹنے کے لیے ہیں باقی تمام آنچل ابھی پڑھنا باقی ہے اللہ پاک سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے پاکستان زندہ باد دوبارہ حاضر ہوں گے بشرط زندگی۔

کائنات خان...... نامعلوم۔ آنچل 25 کو ملا مجھے نہیں میری دوست کو فوراً اس کے گھر گئی لائی اور بیٹھ گئی آنچل کو پڑھنے جب تک پورا آنچل نہ پڑھ لو چین نہیں آتا ہے۔ ٹائٹل بس سو سو تھا ہاں ایئر رنگ اچھے تھے اگلے ماہ صبا قمر کا برائیڈل ٹائٹل دیں (کبھی تو بات مان لیا کریں) دے گے ناں؟ ایک نظر فہرست پر ڈالی شکر ہے کہ ناولٹ بڑھائے ورنہ ہم تو ایک ہی نمبر دیکھ دیکھ کر بور ہو گئے تھے ابتدائیہ سے ہوتے ہوئے ہمارا آنچل پڑھا سب بورنگ مزے کا ایک بھی تعارف نہ تھا۔ سلسلہ وار ”شب ہجر کی پہلی بارش“ پلیز اب اسے ختم کر دیں بہت بور کر دیا ہے میں نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ اب مزہ آ رہا ہے ناں آپی۔ ”میرے گمشدہ“ فاخرہ آپی کی کہانی اچھی ہے مجھے اربش کا کردار بہت پسند ہے پلیز اس کے ساتھ سب اچھا کرنا۔ ”جنون سے عشق تک“ سمیرا آپی اب تک مجھے ایک بھی قسط پسند نہیں آئی۔ ”ابھی پھولوں میں خوشبو باقی ہے“ واہ کہانی کا کیا ٹائٹل تھا اگر یہ باہر (آنچل پر) ہوتا تو مزہ آ جاتا ماہا گل مجھے بہت پسند ہے۔ یہ ٹائٹل باہر لگا میں کہانی بھی بہت اچھی تھی۔ ناولٹ ”اماں بی“ پسند آیا باقی دو بھی لاجواب تھے۔ افسانے میں راشدہ آپی چھائی رہیں ”اسیر محبت“ ویل ڈن آپی۔ مستقل سلسلے سارے اچھے ہیں آئینہ میں سب کے تبصرے اچھے لگے خاص کر ڈنگہ والوں کے (جی جان پہچان کے جو ہیں) کوثر آنٹی کا طویل تبصرہ مزہ دے گیا اور ہاں کچھ ماہ سے آنچل ٹیم کا ٹائٹل کی طرف بالکل دھیان نہیں ہے خیال کیا کریں جب چیز باہر سے بھائے گی تو ظاہر ہے لوگ کہیں گے کہ اندر سے بھی اچھی ہی ہوگی کوئی بات بری لگی ہے تو بڑا والا سوری اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر کائنات! آپ کی تحریر نوٹ کر لی ہے

ثنا رسول ہاشمی...... صادق آباد۔ تمام قارئین کو سلام دو تین مرتبہ ہم چپ کیا رہے آنچل نے تو جیسے ہمیں بھلا ہی دیا خیر اس بار سرورق بہت خوب صورت تھا کیوٹ سی دوا کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی کہانیوں میں سب سے پہلے فاخرہ گل کی ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ پڑھی۔ اربش تو واقعی گمشدہ ہونے جا رہا تھا شرمین اور غزنی کی چال کامیاب ہو گئی اجیہ کی مشکلات کم ہونے کی بجائے

بڑھتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اقرا صغیر کی ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ ہر قسط پہلی سے بڑھ کر شاندار اور لاجواب ہوتی ہے۔ جہاں آراء کا کردار کھل کر انشراح کے سامنے آ چکا ہے لیکن وہ اپنے لیے کچھ بھی نہیں کر پا رہی۔ زید کو بہن کی فطرت کا اندازہ ہو جانا چاہیے تھا اور اسے چاہیے کہ اب وہ مائدہ کی کڑی نگرانی کرے۔ ”بخت کا ستارہ“ نظیر فاطمہ کی اچھی تحریر تھی لیکن کچھ زیادہ متاثر کن نہیں تھی۔ صبا ماہشل کی ”خواب زادی“ میں تو ہر لڑکی کو اپنا ہی عکس نظر آیا ہوگا کہ ہر لڑکی ہی خواب زادی ہوتی ہے مگر جب نئی دنیا میں داخل ہوتی ہے تو انہی خوابوں کو روندھ دیا جاتا ہے حالانکہ یہ خواب کوئی بہت زیادہ مہنگے بھی نہیں ہوتے۔ ”اسیر محبت“ ندا حسنین کی ایک بے حد سبق آموز تحریر تھی باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے والسلام۔

فریدہ فری...... لاہور السلام علیکم! اکتوبر کا آنچل ملا سب سے پہلے قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں جو کہ نصیحت آموز تھیں پچھلے ماہ تبصرہ شائع نہیں ہوا خیریت شاعری تو بھی اب تو بے حد بیمار ہوں بہت مشکل سے بیٹھی ہوں چلو تھوڑا تبصرہ کرلوں آج کل میری آئی ہوئی ہوں کوہ مری آکر طبیعت ذرا سنبھلی ہے اپنی شاعری پڑھ کر اچھا لگا تمام افسانے اور ناولٹ بہترین لگے۔ ڈش مقابلہ میں وائٹ مچھلی کی کڑاہی پسند آئی کیونکہ فش ہماری پسندیدہ ڈش ہے مگر ہم وائٹ کی بجائے سرخ مرچ ڈالیں گے۔ دوست کا پیغام آئے میں اپنا خط دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی نہ ہم کو پروین بھائی نے یاد کیا ہمیں بے حد محسوس ہوا اور نہ کوثر خالد نے بہت اداس ہیں۔ افسانوں میں ”بخت کا ستارہ“ ہونٹوں کی بات قصہ رائٹر بننے کا اماں بی خواب زادی اسیر محبت“ بہترین تحریریں لگیں۔ اقبال بانو جو دلوں کی ملکہ عالیہ ہیں ان کی کمی بے حد محسوس ہوئی اقبال بانو جی آپ کو بے حد سلام اور دعا۔ دلکش مریم کے والد کی وفات کا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ پروین افضل، طیبہ نذیر، نجم انجم، دلکش مریم، روبی علی، کشمالے، ملالہ اسلم، مدیحہ مہک، نورین، فصیحہ آصف شاید ناراض ہیں۔ نگہت غفار، نزہت جبیں، سباس گل ان سب کو بے حد سلام اور دعا۔

اسماء گل مغل...... کوٹ مبارک۔ آہم...... جی شہلا آپی کیسی ہیں؟ اس بار آنچل جلدی ملا وہ باجی کی مہربانی سے ٹائٹل اچھا تھا۔ حمد و نعت دانش کدہ سے ایمان تازہ کیا فاخرہ آپی اجیہ کی شخصیت میری باجی سے بہت ملتی ہے ویسے آپ کا ناول بہت اچھا جا رہا ہے۔ ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ اقرا جی آپ کا انداز بہت اچھا ہے۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ ملک فیاض مر چکا ہے شہزاد کو کچھ سنائی ہوئی سمیرا آپی آپ کی کہانی کا نام یاد نہیں آ رہا۔ فلکن اور شہرینہ کی نوک جھوک اچھی لگتی ہے افسانے ابھی پڑھے نہیں وجہ بہت خاص ہے میری باجی خالدہ شاہین کی شادی ہو رہی ہے اس لیے بہت سارے کام ہیں سب آنچل پڑھنے والوں سے ریکویسٹ ہے میری باجی کے لیے کوئی اچھی سی دعا دیں اچھا اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

محسن عزیز حلیم...... کوٹھا کلاں۔ ڈیئر سسٹر شہلا آنچل اسٹاف اور قارئین کو ہماری طرف سے چاہت بھرا اسلام آنچل اس بار بہت لیٹ موصول ہوا سرورق ردا کے ساتھ جگمگا رہا تھا ویری کیوٹ اینڈ چارمنگ ٹائٹل تھا۔ سب سے پہلے مدیرہ جی کی سرگوشیاں پڑھیں اور پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے۔ در جواب آں میں مدیرہ جی کتنے اچھے جوابات دیتی ہیں نائس۔ ہمارا آنچل میں فصیحہ، للاسلام، شمع شکیل، روبینہ کوثر، عائشہ اشرف کا تعارف پڑھا بہت اچھا لگا۔ سلسلہ وار ناولز کی بات ہو جائے تو ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ اقرا صغیر احمد کمال کا ناول ہے ”شب ہجر کی پہلی بارش“ در مکنون کو اس کا بھائی مل گیا باقی سب اپنا کیا بھگت رہے ہیں۔ نازیہ آپی آپ واقعی میں ہی ایڈمائر کے قابل ہیں ویری گڈ۔ ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ فاخرہ گل کیا بات ہے سٹرول کرتا ہے کہ شرمین کے منہ پر تھپڑوں کی برسات کردوں اور یہ سکندر ہے ہی کمینہ انسان پیٹ میں آنت نہیں اور منہ میں دانت نہیں۔ شرم حیا بہت بڑی چیز ہوتی ہے مگر اس جیسے بے غیرت انسان نہیں سمجھتے تحسین کو اس کی محبت مل گئی ہے یہ اچھی بات ہے مگر اجیہ بے چاری کو ایک خوشی ملی تو ساتھ میں ایڈوانس غم بھی ویل ڈن فاخرہ آپی۔ ”ابھی پھولوں میں خوشبو باقی ہے“ یاسمین نشاط ویری بیسٹ ناول آپ کا سابقہ ناول ”یادل دل آنکھیں“ ابھی بھی نہیں بھولے ہم اور اس بار بھی آپ نے کمال کردیا بہت شاندار۔ ”جنون سے عشق تک“ یہ کیا شہرینہ تو سبھی کو اپنا دشمن سمجھ بیٹھی ہے اگر گھر کے بڑوں نے یہ فیصلہ کیا ہے تو کچھ سمجھ کر ہی کیا ہے اگر شہرینہ زین شاہ میں انٹرسٹڈ ہے تو وہ اپنے والدین کو بتا دے خیر یہ قسط سپر ہٹ رہی گڈ سمیرا آپی۔ ناولٹ میں ”بخت کا ستارہ“ نظیر فاطمہ ویری گڈ۔ ”اماں بی“ سمیرا سرفراز بہت زبردست ناولٹ رہا۔ ”خواب زادی“ صبا ماہشل ویری گڈ افسانے بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ آپی فائزہ بھٹی شکریہ۔ بیاض دل میں سبھی نے بہت اچھا لکھا دیگر سلسلے بھی بہت اچھے جا رہے ہیں۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہیں گے کہ آنچل ہمیشہ سلامت رہے زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی تب تک کے لیے اللہ نگہبان۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت اللہ رب العزت ہم سب پر رحم فرمائے۔ ہماری پریشانیوں کو دور کرے اور پاکستان کو تا قیامت قائم رکھے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میری سالگرہ پر میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین میرے سامنے بیٹھے تھے مگر اس طرح کہ......؟

ج: پہلو حور میں لنگور ہے ناں۔

س: رخصتی کے وقت دلہن کی سہیلیاں اسے آنسوؤں کے ساتھ وداع کرتی ہیں اس وقت دلہا کے دوست کیا کرتے ہیں؟

ج: اس وقت تو بھنگڑا ڈالتے ہیں لیکن بعد میں اس کے آنسو صاف کرتے ہیں۔

س: دوسروں کے دروازہ کھٹکھٹانے سے کیا ملتا ہے؟

ج: کبھی پیسے ملتے ہیں کبھی جھڑکی اب تم اپنے میاں سے ایسے کام بھی کرواؤ گی کیا۔

رمیشہ روشن...... آزاد کشمیر

س: آپی جی جلدی سے کوئی ٹوٹکہ بتائیں سکون کا بچ میں کہیں نہیں مل رہا ہے آپ کو پتا ہے کیا؟

ج: یہ صرف غیر شادی شدہ اور خوب صورت لوگوں کو میسر ہے جیسے مجھے تم صرف جل جل کر کوئلہ ہو۔

س: آپی جی ہر سوال کا جواب حاضر ہوتا ہے آپ کے پاس یہ بتائیں کشمیر دیکھا ہے کبھی؟ نہیں دیکھا تو پیکنگ کریں اور آجائیں ہمارے پاس آپ کا تعارف کچھ اس طرح کرواؤں گی یہ ہماری شمائلہ آپی آئن اسٹائن نے ان کو اپنا دماغ ڈونیٹ کردیا تھا تب ہی تو ہر وقت کہتی ہیں ہم سے پوچھئے بتایئے کیسا لگا؟

ج: اپنے دماغ کا علاج کروا کر کشمیر جاؤں گی تب آؤں گی۔

س: ایک اچھی اور لمبی سی دعا کے ساتھ رخصت کیجیے سدا سہاگن رہو کے علاوہ؟

ج: سدا رومال سے اپنی ناک صاف کرتی رہو خوش رہو۔

مجم انجم اعوان...... کراچی

س: مجبوریاں ان کی تھی اور تنہا ہم ہوگئے...... کیوں؟

ج: ادھار لے کر وہ مکر جو گئے۔

س: اگر سلسلہ ہوتا کہ "مجم انجم" سے پوچھئے تو آپ مجھ سے کیا سوال کرتی؟

ج: تمہاری مونچھیں اتنی گھنی کیوں ہیں؟

س: آپ جب مجھے خوب صورت القاب سے نوازتی ہیں تو میرے ملک صاحب بہت خوش ہوتے ہیں' آپ کو بڑی دعائیں دیتے ہیں؟

ج: ان کی دعاؤں سے ہی تو آپ نے مجھ جیسی خوب صورت اسمارٹ نند حاصل کی ہے۔

س: آپ کو پتا ہے کہ مجھے کسی سے پیار ہوگیا ہے (ہاہاہا) اظہار کرنے کا کوئی آسان طریقہ بتائیں؟

ج: اپنے میاں کے کان میں اس کا نام بتادیں باقی وہ سب خود سنبھال لیں گے۔

س: بہت کوشش کرلی مگر وہ کم بخت دل سے نکلتا ہی نہیں؟

ج: یہ بات ساس کو بتادو اس کے بعد دل سے تو کیا نکلے گا کبھی نظر ہی نہیں آئے گا۔

دعا انمول...... حافظ آباد

س: کتابی چہرے کیسے ہوتے ہیں؟

ج: اففف کتنی بار تو تم کو اپنا حسین چہرے کا دیدار کرایا پھر بھی پوچھ رہی ہو۔

س: مت گستاخی کرنا اس سے...... کس سے؟

ج: اپنی ہونے والی ساس سے جب ہوجائے تب کرنا۔

س: سفید جھوٹ کسے کہتے ہیں؟

ج: وہی جسے تم بول کر ہر جگہ اپنا مطلب نکالتی ہو۔

س: طبیعت زیادہ خراب ہو تو کس سے رجوع کیا جائے؟

ج: تم تو جانوروں کے ڈاکٹر سے کرنا۔

سدرہ حورعین حوری...... بنوں کے پی کے

س: شمائل آپی کیسی ہیں آپ؟ آپ کی محفل میں پہلی بار آئی ہوں تھوڑی سی جگہ ملے گی؟

ج: بہت موٹی ہو اس لیے کھڑی رہو بس۔

س: شمائل آپی اپنے حسن کا راز تو بتائیں؟

ج: ابھی تو آئی ہو اور فری بھی ہوگئیں۔

س: آپی! آپ کے پاس ایسا وظیفہ ہے جس سے آنچل محفل میں ہر ماہ مجھے تھوڑی سی جگہ ملا کرے' پلیز بتادیں؟

ج: اپنا سائز اور وزن کم کرلو۔

عظمیٰ شفیق...... جڑانوالہ

س: اچھا یہ تو بتایئے آپی جب آپ کو غصہ آتا ہے کیا ردعمل

ہوتا ہے؟
ج: روٹی کی ٹوکری میں غصہ اتار دیتی ہوں آگے تم خود سمجھ دار ہو۔
س: آپی جب روتے روتے ہنسی آجائے وہ بھی کسی کے سامنے تو......؟
ج: اپنے پیلے دانتوں کا سوچ لیا کرو پھر رونا آئے گا۔
س: آپ مجھے کس بات سے یاد کریں گی؟
ج: برتن بہت اچھے صاف کرتی ہو۔
س: مجھے کوئی نصیحت کردیں؟
ج: ہمیشہ کام اور کام کرو جب اپنے گھر کے کاموں سے فارغ ہوجاؤ تو ہمسائے کے گھر کے کرلیا کرو۔

حنا نورین...... دالبندین

س: آپی دوسری بار انٹری دی ہے کیا آپ نے مجھے یاد کیا؟
ج: بہت یاد کیا جو خراب سی چائے پلا کر گئی تھی مجھے زندگی بھر تمہاری صورت کے ساتھ یاد رہے گی۔
س: آپی! آپ نے مجھے عینک کے بغیر دیکھ کر چیخ کیوں ماری تھی؟
ج: تم عینک کے بغیر بھی چڑیل ہی لگ رہی تھیں۔
س: آپی پروین افضل شاہین کے سوال اتنے کھٹے میٹھے کیوں ہوتے ہیں؟
ج: کیونکہ ان کی ہر بات اپنے میاں سے شروع ہوتی ہے تمہاری طرح وہ فارغ نہیں۔

اقرا کیانت...... حافظ آباد

س: آنی میں جب بھی آتی ہوں آپ محفل سے کوچ کیوں کرجاتی ہیں؟
ج: تم آتے ہی ادھار مانگنا شروع ہوجاتی ہو۔
س: آنی آپ ایکٹران لاہو دیکھنے نہیں آئیں سولاجٹ کی دفعہ تو ضرور آئی تھیں؟
ج: اس میں تم جو ہیروئن کا رول پلے کررہی تھیں۔
س: میں کراچی نہیں آتی کیونکہ اگر آپ کو دیکھ لیا تو......؟
ج: میری خوب صورتی سے جل کر مزید کالی سیاہ ہوجاؤں گی۔

رشمہ آرزو روشن...... آزاد کشمیر

س: پیاری آپی جان پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کررہی ہوں کچھ خدمت خاطر تو کریں ویسے تو میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے مہمان نواز ہیں؟
ج: مہمان نواز تو ہم ہے پران کے لیے جو......
س: آپی جان آپ نے تو سن رکھا ہوگا کہ ہماری کشمیر کو لوگ جنت کہتے ہیں تو ذرا بتایئے گا کہ اس میں رہنے والوں کو کیا کہتے ہیں؟
ج: جنت میں رہنے والوں کو جنتی کہتے...... کیوں کشمیرن۔
س: آپی جان ایک سال پہلے مجھے یرقان ہوگیا تھا اور آپ جانتی ہیں میرا رنگ بالکل پیلا ہوگیا تھا عجیب سی شکل بن گئی تھی کاش آپی آپ وہاں ہوتیں تو......؟
ج: تمہاری شکل تو ابھی بھی جوابات دیکھ کر پیلی ہونے لگی ہے۔

نورین انجم...... کراچی

س: مجھے دیکھ کر آپ کے ہاتھوں کی گرفت ڈنڈے پر مضبوط کیوں ہوجاتی ہے؟
ج: بغیر ڈنڈے کے تم قابو بھی تو نہیں آتی ناں۔
س: کام کرنے والی کو ماسی ہی کیوں کہتے ہیں؟ چاچی، مامی، آنٹی یا ممانی بھی تو کہہ سکتے ہیں؟
ج: چاچی، مامی آنٹی یا مامی اگر گھر کے کام کرتیں تو پھر ماسی لفظ ہی کیوں ایجاد ہوتا۔
س: سوچ کر بتائیں کہ میں آپ کو کیسی لگتی ہوں؟
ج: بالکل ویسی...... سمجھ جاؤ۔
س: آپ ہم سے ملنے کب آرہی ہیں؟
ج: جب آپ دعوت میں من وسلویٰ کھلائیں گی۔
س: میں جب بھی بارش میں نہاتی ہوں تو میرے کپڑوں کے ساتھ میں بھی بھیگ جاتی ہوں۔
ج: تو پھر دھوپ کا انتظار کیا کرو تاکہ کپڑوں کے ساتھ تم بھی سوکھ جاؤ۔

عائشہ کشمالے...... رحیم یار خان

س: اور ہاں میری ساس نندوں کے خلاف کچھ مت بولیے گا کیونکہ ابھی میں خود نکی سی ہوں؟
ج: نکی نہیں لگی ہو ورنہ تمہاری ساتھ کی تو دادی نانی بن گئی ہیں۔
س: اچھا یہ بتائیں کیا آپ میری بھابی بنیں گی کوئی بات نہیں میرے اور میرے گھر والے بے حد اچھے ہیں، کرلیں گے آپ کے ساتھ گزارہ؟

ج: تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے ہی تمہارا بھائی اب تک کنوارہ ہے' بے چارہ۔

س: کنجوس آپی جان انعام والا سلسلہ کیوں نہیں رکھتیں' جب دیکھیں ہر کسی کے پاس آپ کی ادھار ہے؟

ج: اب شاباش تم ادھار واپس کر کے جانا۔

س: اس بار دیکھا آپ تو پانی بھرتے نظر آئیں میرے سامنے جواب بھی نہیں ڈھونڈے جا رہے؟

ج: جواب تو کھرے کھرے دے سکتی ہوں لیکن تمہاری روتی صورت پر ترس آ گیا۔

رابعہ عمران چوہدری...... رحیم یار خان

س: کاش کوئی ہم سے بھی پوچھے' "اتنی دیر تک کیوں جاگتے ہو؟"

ج: اس لیے جاگتی ہو جن کلو پری کو حور پری بناتی ہو ان کے شوہر کہیں ڈنڈا لے کر نہ آ جائیں۔

س: نہ جانے کیسے لوگ ہوتے ہیں جن کو تکیے پر سر رکھ کر ہی نیند آ جاتی ہے؟

ج: تم جو تکیہ اصطبل میں رکھو گی تو کہاں نیند آئے گی۔

س: زندگی کے بارے میں کیا کہیں گی آپ؟ زندگی کیا ہے؟

ج: تمہارے بغیر بہت خوب صورت اور حسین بھی سچ میں پوچھ لو اپنے شوہر سے۔

شازیہ اینڈ حرا جاوید...... نور پور

س: ہم نے ماری انٹریاں دل میں بجی گھنٹیاں بھلا کس کے؟

ج: اسی گدھے کے دل میں جس کے اصطبل پر تم نے انٹری ماری تھی۔

س: ارے دو تین ماہ غائب کیا رہی تم تو میری جدائی میں مجنوں بن چکی ہو۔

ج: اور تم لیلیٰ...... بالکل جیسی لیلیٰ سیاہ رات جیسی۔

س: چھ جون کو میری سالگرہ تھی گفٹ بھی نہیں دیا' کنجوس۔

ج: میں نے بھیجی تھی اب اگر تمہارا چھوٹا بھائی لے اڑا تو اس میں شکوہ کیسا' صبر کے گھونٹ پی لو۔

س: میری بھتیجی حرا جاوید جو بھتیجی کم اور بہن زیادہ لگتی ہے اس کو بھی آپ کی محفل میں آنے کا شوق ہے' کیا جگہ دیں گی؟

ج: ہاں تم کو نکال کر اس کو ضرور جگہ دوں گی اب سوچ لو۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

س: آپی جی کوک یا پیپسی سے دودھ سوڈا کیوں نہیں بنتا؟

ج: بنتا ہے' ٹرائی کر کے دیکھو۔

س: لائٹر میں کیا مٹی کا تیل بھرا ہوتا ہے؟

ج: خودکشی کا ارادہ ہے کیا؟

س: لوگ چاند پر جاتے ہیں سورج پر کیوں نہیں جاتے؟

ج: سورج کہتا ہے پہلے تمہاری انٹری ہوں۔

س: لوگ اپنے محبوب کو ستاروں کے نام سے کیوں نہیں پکارتے میرا پلوٹو' میرا مشتری وغیرہ؟

ج: چاند ایک ہی ہے ناں' محبوب بھی واحد ہی اچھا لگتا ہے یہ نام تم اپنے محبوب کو دو۔

س: بندہ جتنا بھی کالا کیوں نہ ہو اس کا گنجا سر بہت چمک رہا ہوتا ہے' کیا راز ہے؟

ج: اس کا جواب تو تم دو' تمہارا سر کیوں چمک رہا ہے جبکہ عقل بھی نہیں ہے۔

س: دودھ میں مدھانی ڈالیں تو لسی بنتی ہے لسی میں مدھانی ڈالیں تو کیا بنے گا؟

ج: تمہارا فالودہ وہ بھی ساس کے ہاتھوں ڈال کر دیکھنا پھر پتا چلے گا۔

س: یہ منہ اور مسور کی دال کیوں چنے کی دال کیوں نہیں؟

ج: چنے کی دال جیسا تو تمہارا اپنا منہ ہے۔

س: گرم مصالحہ ہوتا ہے ٹھنڈا مصالحہ کیوں نہیں ہوتا؟

ج: لگتا ہے کچن سنبھال رہی ہو آج کل' اپنے سسرال کا تب ہی ایسے سوال پوچھ رہی ہو۔

آپ کی صحت

رخسانہ اقبال، خوشاب سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ China 30 کے 5 قطرے اور Rush Tox 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

خدیجہ ابراہیم‘ لاہور سے لکھتی ہیں کہ گرمی کی وجہ سے چھینکیں آتی ہیں‘ ناک سے پتلا پانی جیسا مواد خارج ہوتا ہے‘ اس کے ساتھ بھی بخار بھی ہوجاتا ہے‘ آنکھوں سے بھی پانی آتا ہے۔ پپوٹوں میں جلن ہوتی ہے‘ آنکھیں سرخ بھی ہوجاتی ہیں۔ کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Allium Cepa 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

مسز محسن ملک‘ ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری شادی کو بیس سال ہوگئے ہیں‘ میرے شوہر کی عمر چالیس سال ہے‘ انہیں ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے ہم کافی پریشان ہیں‘ کوئی مناسب دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنے شوہر کو Staphisagaria 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتی ہیں جس کی قیمت ۸۰۰ روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

فوزیہ راؤ‘ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری عمر انیس سال ہے میری آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں‘ کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ China -3x کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

شاہدہ‘ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے متلی اور الٹی کی شکایت ہے‘ خاص طور پر چربی والے گوشت‘ انڈے اور مچھلی کی بو سے متلی ہوتی ہے‘ دوسرے کمرے سے یا باورچی خانے سے بھی بو آتی ہے تو متلی ہونے لگتی ہے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Colchicum 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

عبدالستار‘ گجرات سے لکھتے ہیں کہ مجھے کافی عرصے سے بواسیر کی شکایت ہے جو اب ناسور کی شکل اختیار کرچکی ہے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں کہ اس بیماری سے شفاء مل جائے۔

محترم آپ Paeonia 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

امجد خان‘ سوات سے لکھتے ہیں کہ میں کئی بیماریوں میں مبتلا ہوں مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں میرے لیے کوئی علاج تجویز فرمائیں اور ہمارے علاقے میں ہومیو پیتھک میڈیسن نہیں ملتی‘ تجویز کردہ دوائی کو منگوانے کا طریقہ بھی بتادیں۔

محترم آپ کی ایک ماہ کی دوا ایک ہزار روپے کی ہے‘ مبلغ ایک ہزار روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں‘ آپ کی دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

محمد عثمان‘ ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر پچاس سال ہے‘ میرا مسئلہ یہ ہے کہ پیشاب کے آخر میں تکلیف ہوتی ہے‘ کبھی پیشاب کم لیسدار اور جھاگ والا آتا ہے۔ مثانے میں بھی اکثر درد ہوتا ہے۔ میرے لیے کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترم آپ Sarseparila 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

منیبہ‘ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میری عمر پینتالیس سال ہے‘ جوڑوں میں درد رہتا ہے‘ درد پاؤں کی انگلیوں سے جوڑوں کی طرف بڑھتا ہے‘ کبھی سوجن بھی ہوجاتی ہے‘ ٹھنڈی چیز لگانے سے درد میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Ledum Pal 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ اس کے علاوہ جوڑوں کے درد کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ ۷۰۰ روپے کا منی آرڈر بھیج دیں‘ ایک بوتل Aphrodite Pain Killer آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

نسیمہ بانو‘ لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرا بچہ جب لکھتا یا

پڑھتا ہے تب آنکھوں میں درد اور جلن ہوتی ہے۔ پڑھتے وقت آنکھوں سے پانی آتا ہے الفاظ آپس میں گڈمڈ ہوجاتے ہیں' سر میں درد بھی رہتا ہے' کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنے بچوں کو Natrum Mure 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

نبیلہ تعظیم' راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں جس کی وجہ سے چہرے کی رنگت بھی سانولی لگتی ہے' برائے کرم بالوں کو ہمیشہ ختم کرنے کے لیے ایفروڈائٹ ارسال کردیں۔ میں خط میں ۹۰۰ روپے رکھ کر منی آرڈر کررہی ہوں اور الٹراساؤنڈ کی رپورٹ بھی خط کے ساتھ بھیج رہی ہوں۔

محترمہ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے۔ ایفروڈائٹ ہیئر ایبیٹر آپ کو روانہ کردیا گیا ہے۔ دوبارہ منگوانے کے لیے آئندہ اپنے قریبی ڈاکخانے سے معلوم کرلیں کہ منی آرڈر کس طرح ہوتا ہے۔

میمونہ' ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ مجھے ہلکی سی سردی لگے تو زکام ہوجاتا ہے' گلے میں درد ہوتا ہے' کچھ بھی کھانے پینے میں گلے میں تکلیف ہوتی ہے' نگلنے میں درد ہوتا ہے' گلے کے غدود سوج جاتے ہیں۔ کوئی دوائی بتادیں۔

محترمہ آپ Baryta Carb 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ ٹھنڈی اور چکنائی والی اشیاء سے پرہیز کریں۔

انعم' بھکر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر اٹھارہ سال ہے' میرے منہ سے ناگوار قسم کی بدبو آتی ہے' ہاضمہ کی کوئی شکایت نہیں ہے' بار بار دانت صاف کرنے کے باوجود بو نہیں جاتی' کسی محفل میں شرمندگی کے باعث شرکت نہیں کرتی۔ کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Cimicifuga 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

رابعہ تمیز' ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے دو بچے ہیں' میرے بیٹے کی عمر پندرہ سال ہے اور بیٹی کی عمر اٹھارہ سال ہے' دونوں بہت شرمیلے ہیں' کوئی بھی مہمان گھر پر آئیں تو ان سے نہیں ملتے' اپنے کمروں میں رہتے ہیں' گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے' معمولی محنت والا کام بھی بہت بڑا معلوم ہوتا ہے' رات کو ڈر لگتا ہے' نیند کی کمی اور سستی کا شکار ہیں۔ حافظہ بھی کمزور ہے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنے دونوں بچوں کو Kali Phos 6x کی دو گولیاں دن میں تین مرتبہ کھلائیں۔

ریاض احمد' ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ میرے بال بہت کمزور ہیں' گر بھی رہے ہیں اور گنج پن نمایاں ہوتا جارہا ہے' اس مسئلے کے حل کے لیے خط میں ایک ہزار روپے رکھ کر ارسال کررہا ہوں۔ خط میں میرا موبائل نمبر بھی موجود ہے جیسے ہی خط مل جائے کال کرکے مطلع کردیں۔

محترم ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے۔ ہیئر گروور آپ کو روانہ کردیا گیا ہے۔ دوبارہ منگوانے کے لیے آئندہ مبلغ ۷۰۰ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ آپ کو ایک بوتل بھیج دی جائے گی۔

نائلہ' بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ مجھے تین سالوں سے دانتوں کی بیماری Gingivites ہے' اس بیماری میں مسوڑھے پھولے ہوئے اور دانتوں سے خون آتا ہے اور ہلکا ہلکا ٹھنڈا اور گرم بھی لگتا ہے' دانت ہلکے ہلکے ہلتے بھی ہیں اور تین سالوں سے مسلسل علاج کروارہی ہوں کوئی فائدہ نہیں ہورہا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ معدہ خراب رہتا ہے' چہرے پر دانے نکل آتے ہیں' کھانا کھانے کے بعد پیٹ پھول جاتا ہے اور پیٹ سخت ہوجاتا ہے۔ میرے دونوں مسائل کیلئے مناسب دوا تجویز کردیں۔ تیسرا مسئلہ میری بہن کا ہے' صبح اٹھتی ہے تو منہ اور حلق کڑوا ہوتا ہے اور تین مہینوں سے معدے اور پیٹ کے بائیں طرف درد بھی ہوتا ہے' جب درد زیادہ ہوتا ہے تو پیٹ کے بائیں طرف اور ناف کے اردگرد جگہ سخت اور کھچاؤ سا محسوس ہوتا ہے۔

محترمہ آپ دانتوں کیلئے Marc Sol 6 کے 5 قطرے اور معدے کیلئے Carboveg 6' کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

ثمینہ' رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میری عمر تقریباً 30 سال ہے' میرے بالوں کا مسئلہ ہے' جب بھی کنگھی کرتی ہوں ڈھیر سارے بال ہاتھ میں آجاتے ہیں اب تو تھوڑے

سے بال رہ گئے ہیں میں نے بہت سارے ٹوٹکے اور تیل استعمال کیے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں کافی سالوں سے (آنچل ڈائجسٹ) پڑھ رہی ہوں لیکن کبھی خط نہیں لکھا، پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں۔ آپ کے ہیئر گروور کی بہت تعریف سنی ہے، میں بہت پریشان ہوں کیا میرا مسئلہ حل ہوجائے گا، بال گرنا بند ہوجائیں گے اور نئے بال بھی آنا شروع ہوجائیں گے اس کیلئے مجھے کتنی بوتلیں استعمال کرنی پڑیں گی۔ طریقہ استعمال اور یہ بھی بتادیں کہ منی آرڈر کرنے کے کتنے دن بعد آرڈر ملے گا۔

محترمہ آپ کے تمام مسائل ہیر گروور سے حل ہوجائیں گے۔ تین ماہ کے مکمل کورس کیلئے آپ کو 4 بوتلیں استعمال کرنی ہونگی۔ گھر پر منگوانے کیلئے مبلغ 2800 روپے بذریعہ منی آرڈر کریں۔ آپ کو 4 بوتلیں بھیج دی جائیگی۔ منی آرڈر وصول ہونے کے بعد 3 سے 4 دن میں آپ کو آرڈر مل جائے گا۔

حنا نورین، بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ میرا دماغ بہت کمزور ہے۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ دماغ تھک گیا ہے، دماغ پرسکون نہیں ہے سوجاؤں تب بھی صحیح نہیں ہوتا ہے۔ دوسرا مسئلہ میرے والدین کا ہے، ان کے کمر، کولہوں اور گھٹنوں میں درد رہتا ہے، امی بہت کمزور ہیں۔

محترمہ آپ Kali Phos 6 کی 4 گولیاں دن میں تین بار کھائیں اور اپنے والدین کو Theridian 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

ایمن اختر، سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کا ماہواری کا مسئلہ ہے، ڈیٹ ٹھیک سے نہیں آتی، جب کوئی دوائی لیتی ہے تو اسے ڈیٹ آتی ہے، اگر نہ لیں تو چھ چھ مہینے بھی نہیں آتی۔ کافی دوائیاں استعمال کرچکی ہے لیکن اسے آرام نہیں آتا۔ اب اس کی شادی ہوگی ہے ابھی بھی یہی حال ہے۔ دوسرا مسئلہ اس کے چہرے پر بال بہت زیادہ ہیں، تھوڑی کے نیچے داڑھی کی طرح بال ہیں۔ پلیز کوئی دوائی بتادیں کہ اس کے مسئلے حل ہوجائیں۔ تیسرا مسئلہ میرا ہے مجھے اکثر قبض رہتی ہے، میرے لئے بھی کوئی دوائی بتائیں۔

محترمہ آپ اپنی بہن کے پہلے مسئلے کیلئے Pelvis کا الٹراساؤنڈ کرواکر رپورٹ بھیجیں، دوسرے مسئلے کے لئے ہمارا تیار کردہ Aphrodite Hair Inhibitor استعمال کرنا ہوگا۔ آپ ہمیں مبلغ 900 روپے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں۔ آپ کو ایک بوتل آپ کے گھر بھیج دی جائے گی۔ اس کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔ آپ Nux Vomica 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، پانی زیادہ پئیں، ان شاء اللہ بہتری آئے گی۔

سانول علی خان، ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتے ہیں کہ میرے ساتھ 2 مسئلے ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے سر کے بال بہت زیادہ گرتے ہیں اور دوبارہ اُگتے بھی نہیں ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میری فروری 2018ء میں شادی ہے اور نوجوانی کی غلط کاریوں سے اپنا بہت نقصان کرچکا ہوں اس وجہ سے بہت پریشان ہوں اس مسئلے کا بھی بہتر حل بتادیں اور کیا آپ کی تجویز کردہ دوائی ڈیرہ اسماعیل خان سے مل جائے گی؟ پرہیز اور دوائی استعمال کرنے کا عرصہ بھی بتادیں۔

محترم آپ کے تمام مسائل ہیر گروور سے حل ہوجائیں گے۔ گھر پر منگوانے کیلئے مبلغ 700 روپے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں۔ آپ کو ایک بوتل بھیج دی جائے گی اور دوسرے مسئلے کیلئے Acid Phos 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت 800/= روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

ثمینہ اشرف، منڈلیہ والا سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر مردوں کی طرح سخت بال ہے، ایک بار تھریڈنگ کروائی جس کی وجہ سے بال زیادہ اور سخت ہوگئے ہیں کچھ عرصے بعد میری شادی ہے میں ان بالوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، جس کی وجہ سے میرا رنگ بھی سانولہ ہوگیا ہے۔ میں آنچل میں یہ کالم دس سالوں سے پڑھ رہی ہوں میں نے الیفروڈائٹ کے بارے میں پڑھا ہے، کیا اس سے بال ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیں گے کتنی بوتلیں استعمال کرنے سے بال ختم ہونگے پلیز تفصیل سے بتائیں اور مجھے منی آرڈر کے بارے میں معلوم نہیں ہے اس بارے میں بھی تفصیل سے

بتائیں۔

محترمہ آپ کی طرح ہزاروں خواتین ہمارے کلینک کے تیار کردہ Aphrodite Hair Inhibitor سے فیضیاب ہوچکی ہیں، آپ ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/900 روپے کا منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں، Aphrodite Hair Inhibitor آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کے بال سخت اور موٹے ہیں اس لئے آپ کو اس کے ساتھ Olium jec 3x کی ایک گولی صبح اور شام کھانی ہوگی۔ دونوں دوائیوں کے استعمال سے چہرے کے فالتو بال ان شاء اللہ مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔ منی آرڈر کرنے کا طریقہ اپنے قریبی ڈاک خانے سے معلوم کرلیں۔

رابعہ رضا، بھکر سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کو قبض کی شکایت ہے، کبھی قبض اور کبھی دست بھی ہوتے ہیں، اجابت کے وقت زور لگانا پڑتا ہے، کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنی والدہ کو Collinsonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

آمنہ بی بی، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا 3 سال کا بچہ ہے جو چوکلیٹ اور ٹافیوں بہت کھاتا ہے جس کی وجہ سے دانت کالے ہوگئے ہیں، دانتوں کے کنارے ٹوٹنے بھی لگے ہیں، کچھ دانت ٹوٹ بھی گئے ہیں، دانتوں میں درد بھی ہوتا ہے، کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنے بچے کو Staphysagria 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں، غیر معیاری ٹوفیاں اور میٹھی چیزوں سے پرہیز کروائیں۔

تانیہ، پونچھ، آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے، میرا مسئلہ نسوانی حسن کی کمی کا ہے جس کی وجہ سے میں کافی پریشان ہوں اور دوسرا مسئلہ ماہانہ نظام بھی ٹھیک نہیں ہے، 2 ماہ بعد ماہواری آتی ہے، 15 سے 20 دن تک رہتی ہے، کوئی دوائی تجویز کردیں اور یہ بھی بتادیں کہ رنگ گورا کرنے کی میڈیسن Judum 1M ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جاتی ہے اور اس کے کوئی سائیڈ افیکٹ تو نہیں ہے۔

محترمہ آپ ماہانہ نظام کیلئے Pulsatilla 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور نسوانی حسن میں اضافے کیلئے آپ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر =/600 روپے کا منی آرڈر کرکے بریسٹ بیوٹی منگوا سکتی ہیں۔

حمیدہ بیگم، میرپور خاص سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے اکثر سر میں درد رہتا ہے، درد کی شدت سے چہرہ سرخ ہوجاتا ہے، اور سر گرم بھی ہوتا ہے ہلکا بخار محسوس ہوتا ہے، روشنی، شور اور لیٹنے سے درد کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے، پیشانی میں دائیں طرف درد زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ کوئی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ Belladonna 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

مسز اکمل، ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتی ہیں کہ میری شادی کو 6 سال کا عرصہ ہوچکا ہے، اب تک اولاد سے محروم ہوں۔ شوہر کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہے، ان کی رپورٹ ٹھیک ہیں، مجھے بھی کوئی علاج بتائیں تاکہ میں صاحب اولاد ہوسکوں۔

محترمہ آپ اپنے Palvis کا الٹرا ساؤنڈ کرواکر رپورٹ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر روانہ کردیں، رپورٹ دیکھ کر دوائی تجویز کی جائے گی۔

منی آرڈر کرنے کا پتا:

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس، فیز 4، شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B - 4 1، نارتھ کراچی۔

75850 فون نمبر: 021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر: 03494900800

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

ٹی وی کے لیے "آئی" کنٹرول

جرمنی میں ایک ایسا ٹی وی متعارف کرایا گیا ہے جسے انسانی آنکھ کے اشاروں سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے اس ٹی وی کو ہائر کمپنی نے سویڈن کے ایک ادارے ٹوبی کی بنائی ہوئی ٹیکنالوجی کی مدد سے تیار کیا ہے۔ ٹوبی کمپنی پہلے سے ہی کمپیوٹر پر آنکھ کے اشارے سے کام کرنے والی ٹیکنالوجی تیار کرتی ہے اور توقع کی جارہی ہے کہ اس ٹیکنالوجی پر چلنے والی اشیا جلد صارفین کو دستیاب ہوسکیں گی۔ اس ٹی وی کی خاص بات یہ ہے کہ اسے چلانے کے لیے آپ کو ریموٹ کنٹرول کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ آپ اپنی نظروں سے ہی ریموٹ کنٹرول کا کام لے سکیں گے۔ چینل بدلنے کے لیے ٹی وی اسکرین کے اوپر یا نیچے موجود محض نشانات پر نظر بھر کے دیکھنا اور پلک جھپکنا ہی کافی ہوگا۔

اداسی کی قیمت

امریکا کے تعلیمی ادارے ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہرین کی ایک ٹیم نے اداسی کی حالت میں کیے گئے فیصلوں پر تحقیق کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اداسی کی حالت میں مالیاتی امور سے کیے جانے والے اکثر فیصلے نقصان کا باعث بنتے ہیں اور اداسی کی بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے۔

نمک کا استعمال اور کینسر

ورلڈ کینسر ریسرچ فنڈ نے کہا ہے کہ کھانے میں نمک کم کرنے سے معدے کے کینسر کے خطرات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ حد سے زیادہ نمک کا استعمال دوران خون میں دباؤ کا باعث ہوتا ہے اور اس سے دل کی بیماری اور کینسر ہونے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔

بے روزگاری سے دل کی بیماریاں

ایک حالیہ تحقیق کے مطابق پچاس اور ساٹھ سال کی عمر کے بے روزگار افراد میں ہارٹ اٹیک یعنی دل کے دورے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ تحقیق کے مطابق ہارٹ اٹیک کے حوالے سے بے روزگاری اور سگریٹ نوشی کے عوامل ایک جیسے ہی ہیں۔ امریکا اور ایسے تیرہ ہزار افراد پر تحقیق کی گئی جنہیں بے روزگار ہوئے ایک سال ہوا تھا۔ نتائج کے مطابق ایسے افراد میں بے روزگاری کے پہلے تین ماہ میں دل کے دورے کا امکان زیادہ ہوتا ہے اور نوکری سے نکالے جانے کی صورت میں اس امکان میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ برٹش ہارٹ فاؤنڈیشن نے تجویز کیا ہے کہ اگرچہ ذہنی دباؤ کا دل کے عارضے سے تعلق ہوسکتا ہے لیکن یہ براہ راست دل کی بیماریوں کا باعث ایسے خواتین اور مردوں کو دل کی بیماریوں کا زیادہ خطرہ رہا جو تمباکونوشی کرتے تھے اور بہت کم یا بالکل ورزش نہیں کرتے تھے۔ حال ہی میں بے روزگار ہونے والے افراد میں سے ستائیس فیصد میں دل کی بیماری کی علامات مشترک تھیں۔

چاکلیٹ سے چالاکی

چاکلیٹ کے بارے میں ایک تازہ تحقیق سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان ممالک میں نوبیل انعام حاصل کرنے والے زیادہ افراد پیدا ہوئے جہاں چاکلیٹ زیادہ کھائی جاتی ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر کا کہنا ہے کہ جب سے انہیں یہ پتا چلا کہ کوکا آپ کے لیے فائدہ مند ہے تب سے وہ چاکلیٹ کے فوائد پر حیرت زدہ ہیں۔ واضح رہے کہ چاکلیٹ کوکا سے بنتا ہے ایک تحقیق میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمر دراز لوگ جنہیں ذہنی پریشانی ہے یا جنہیں نسیان کا مرض ہونے والا ہو وہ اگر مستقل کوکا استعمال کرتے رہیں تو ان کی ذہنی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان تحقیقات کے بعد کسی ملک میں نوبیل انعام جیتنے والے افراد کی تعداد وہاں چاکلیٹ کے استعمال کا موازنہ کیا گیا۔

موٹاپا بھی نعمت ہے

امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کے ایک جریدے میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ موٹاپے کے شکار ایسے مریض جن کے خون کے اندر شوگر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اس مرض کے شکار دبلے مریضوں سے زیادہ عمر پاتے ہیں۔

سام سنگ کا ایک ارب ڈالر جرمانہ

امریکی ریاست کیلیفورنیا کی ایک عدالت نے جنوبی کوریا کے الیکٹرونک ٹیکنالوجی کے اہم ادارے سام سنگ کو حکم دیا ہے کہ وہ ایپل کو ہرجانے کے طور پر پچاس ارب ڈالر ادا کرے کیونکہ اس نے ایپل کی ٹیکنالوجی اور ڈیزائن چوری کرکے اپنا نیا ٹیبلٹ کمپیوٹر بنایا ہے۔

بولتی گاڑیاں حادثات روکیں گی

امریکا میں سینکڑوں گاڑیوں میں ایک ایسا آلہ نصب کیا جارہا ہے جس کی مدد سے گاڑیاں ایک دوسرے سے باتیں کرسکیں گی۔ امریکی ریاست مشی گن میں ہونے والا یہ تجربہ محکمہ ٹرانسپورٹ کی زیرنگرانی ہورہا ہے اور اس ٹیکنالوجی کا مقصد حادثات کوکم کرنا ہے۔

روبوٹس اولمپکس کا انعقاد

برطانوی شہر برسٹل میں روبوٹس کے ''اولمپکس مقابلے'' جاری ہیں۔ جس میں دنیا بھر کی چھبیس ٹیمیں حصہ لے رہی ہیں فارا روبو ورلڈ کپ میں شریک ٹیموں کے روبوٹس باسکٹ بال' فٹ بال سمیت مختلف کھیلوں میں حصہ لے رہے ہیں۔ برطانوی پہلی مرتبہ روبوٹس کے عالمی مقابلوں کی میزبانی کررہا ہے اور مقابلوں میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا تھا' ان مقابلوں میں روبوٹس نے انسانی کھلاڑیوں کے کئی ریکارڈ بھی توڑے ہیں۔ ان مقابلوں کے ایک منتظم نے میڈیا کو بتایا کہ ''سپرنٹ'' کا عالمی ریکارڈ بیالیس سیکنڈ ہے جبکہ سنگاپور کے روبوٹ نے اسے اکتیس سیکنڈ میں طے کیا' انہوں نے بتایا کہ انسانوں کے برعکس روبوٹس سو میٹر کی دوڑ میں حصہ نہیں لیتے ہیں۔

دنیا کا سستا ترین ٹیبلٹ

بھارت میں آکاش نامی دنیا کا سستا ترین ٹیبلٹ کمپیوٹر کا ایک نیا ورژن متعارف کروایا گیا ہے جس میں پچھلے ورژن کے مقابلے میں زیادہ تیز پروسیسر اور زیادہ دیرپا بیٹری نصب ہے' ٹیبلٹ ''اینڈرائوڈ'' آپریٹنگ سسٹم پر چلتا ہے۔

بریسٹ کینسر سے سالانہ چالیس ہزار اموات

پاکستان میں طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ ملک میں ہر سال چالیس ہزار خواتین چھاتی کے سرطان کے باعث موت کے منہ میں چلی جاتی ہیں اور ہر نو میں سے ایک اس مرض کا شکار ہوسکتی ہے جو انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ سرطان سے بچاؤ اور اس مرض کے بارے میں آگاہی پھیلانے والی تنظیم پنک ربن سوسائٹی پاکستان کے مطابق ملک میں مختلف تنظیموں کے اعداد وشمار کے مطابق ہر سال نوے ہزار خواتین چھاتی کے سرطان کا شکار ہوتی ہیں۔ چھاتی کا سرطان کی شرح براعظم ایشیا میں سب سے زیادہ پاکستان میں ہی ہے اور ملک میں کینسر کی مختلف اقسام میں سب سے زیادہ مریض چھاتی کے سرطان ہی کے ہیں' اس کے اعداد وشمار بھی بہت چونکا دینے والے ہیں کیونکہ ہر سال چالیس ہزار خواتین پاکستان میں اس بیماری کی وجہ سے موت کی نیند سو جاتی ہیں۔

آلودگی سے خلائی حادثوں کا خطرہ

زمین سے بلندی پر بالائی فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کے جمع ہونے سے کھنچاؤ کا اثر یا ڈریگ ایفکیٹ کم ہوجائے گا اور اس سے مدار میں موجود سیٹلائٹس اور وہاں گردش کرتا ہوا خلائی کوڑا کرکٹ نہ صرف زمین کی جانب آئے گا بلکہ ان کے درمیان تصادم بھی بڑھ جائے گا۔ ایک سائنسی جریدے میں شائع شدہ ایک تحقیق کے مطابق زمین پر ایندھن کے جلنے سے درجہ حرارت میں اضافہ ہوا ہے۔ مطالعے کے مطابق اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ زمین سے تقریباً نوے کلومیٹر بلندی کا علاقہ زیادہ سرد اور کم کثیف ہوجائے گا اور وہاں موجود سیٹلائٹس پر فضائی رگڑ یا کھنچاؤ کم ہوگا اور اس کے اثرات اس خلائی کچرے پر بھی پڑیں گے جو ناکارہ سیٹلائٹس اور راکٹوں کی تباہی سے وجود میں آیا اور پہلے سے ہی غیر مستحکم ہے۔ بالائی فضا میں کم رگڑ کا مطلب ہے کہ سیٹلائٹ اور خلائی ملبہ وہاں زیادہ طویل عرصے تک موجود رہے گا اور ان کے باہمی ٹکرانے کے خطرات میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔